
رجسٹرڈ نمبر ڈی ۴۲۱ +

دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے

بابت

نظام المشائخ

نمبر

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام

جو ہر چاند کی چھٹی تاریخ کو سیدی خواجہ حسن نظامی صاحب خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ
نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی و نگرانی میں شائع ہوتا ہے

اڈیٹر

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصولڈاک قسم خاص ... قسم اول ... قسم دوم ... ششماہی علاوہ پوری علی الترتیب نمونہ چار آنے

مقام اشاعت + دہلی قیصر باغ

مطبوعہ ... سلطان

رسالہ نظام المشائخ دہلی کے قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو (جو حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا یوم عرس ہے) شائع ہوتا ہے لیکر اسے کسی ایک سلسلہ سے خصوصیت نہیں۔ یہ تمام خاندانوں اور خانوادوں کا یکساں خدمتگار ہے۔ مضامین اس میں علمی۔ تاریخی۔ مذہبی۔ اخلاقی۔ اصلاحی۔ مگر سب صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ تحریروں میں انشا پردازی اور دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہے حجم کم از کم ۴۰ صفحے مقرر ہے۔ سال میں ۴۰ × ۱۲ = ۴۸۰ صفحوں سے زیادہ ہو جائیں تو ہو جائیں لیکن اس میں تخفیف کبھی نہیں ہوتی +

(۲) اگر رسالہ ۷ یا ۸ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کر کے ۱۰۔۱۲ تک انتظار کریں۔ اسکے بعد فوراً اطلاع دینی چاہیئے۔ ورنہ دوبارہ پرچہ کی قیمت لیجائے گی۔

(۳) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو وہ براہ عنایت چوتھی ماہ ہلالی سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیویں ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہونگے۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے گاؤں یا شہر کے ڈاکخانہ کو کردینی کافی ہے۔

(۴) رسالہ کے متعلق تمام خط و کتابت میرے نام ہونی چاہیئے۔ خط و کتابت میں اپنا نام و پتہ نہایت صاف و خوشخط لکھیئے۔ اور خریداری کا نمبر ضرور بتائیے ورنہ تعمیل محال ہے۔ جواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجیے +

(۵) رسا [illegible] ہیں پیشگی لیجاتی ہے۔ نمونہ کے لیے ۴ آنے کے ٹکٹ آنے چاہیئے

خاکسار محمد الو ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی

نظام المشائخ

جلد ۷ بابت ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۳۳ھ نمبر ۱

فہرست مضامین

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

اصل عرق کافور

دیکھو گرمی کا موسم آیا۔ جہاں تہاں ہیضہ کا آنا بھی ممکن ہے۔ اس سے بچنے کا آسان طریقہ ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصل عرق کافور ہے۔ یہ دوا ۲۸ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہے۔ یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کا درد متلی کے لیئے اکسیر کا اثر رکھتا ہے۔ ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھو۔ قیمت فی شیشی ۴ر (چار آنہ) محصول ڈاک چار (۵ر) پانچ آنہ

عرق پودینہ

ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے یہ عرق بنا ہے۔ اس کا رنگ پتی کے رنگ کا سا ہے اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی سی آتی ہے۔ یہ عرق ڈاکٹر برمن کی اصلاح سے ولایت کے نامی دوا فروشوں نے بنایا ہے ریاح کے لیئے یہ نہایت مفید دوا ہے۔ پیٹ پھولنا۔ پیٹ میں درد۔ بدہضمی۔ متلی۔ اشتہا کم ہونا۔ وغیرہ ریاح کی علامت جلد دور ہو جاتی ہے۔ قیمت فی شیشی (آٹھ آنہ) ۸ر محصول ڈاک (پانچ آنہ) ۵ر

جلاب کی گولیاں

رات کو دو گولی کھاکر سو جایئے دوسرے دن صبح کو دست صاف ہوگا۔ پیٹ میں گرمی۔ مروڑ کچھ نہیں ہوگی حسب معمول نہانے اور کھانے پینے میں کچھ رکاوٹ نہیں ہوگی۔ سولہ برس سے ڈاکٹر برمن صاحب اپنے مریضوں کو دیتے چلے آتے ہیں۔ یہ گولیاں کل میں بنتی ہیں مقدار اور وزن میں گولیاں برابر ہیں۔ ہر عیالدار کو ایک ڈبیہ رکھنی چاہیئے۔ قیمت ۱۶ گولیوں کی ڈبیہ (پانچ آنہ) ایک سے چھ ڈبیہ تک محصول ڈاک (۵ر)

دردِ سر اور ریاحی درد کی دوا

ریاحی درد لحظہ میں پہاڑ ہو جاتا ہے۔ یہ دوا لحظہ میں اسکو پانی کر دیتا ہے۔ درد ریاح جیسے ٹیس۔ ٹپک رگوں میں کہر بسن کن کنی سے جو کہیں چپھاتے ہو تو اس دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہے۔ دردِ سر۔ نصف سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے درد ہو فوراً دور ہوتا ہے۔ اس لیئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنی لازم ہے۔ قیمت ۱۲ ٹکیوں کی شیشی (چھ آنہ) ۶ر محصول ڈاک ایک سے چھ ڈبیہ تک (چھ آنہ) ۶ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

آتینک نگرہ گولیاں

ہماری آتینک نگرہ گولیوں کی شہرت کا چار سو ڈنکا بج رہا ہے۔ لاکھوں سرٹیفکیٹ موجود ہیں۔ یہ گولیاں ہر قسم کی کمزوری کو طاقت کے ساتھ و بڑھاپے کو جوانی کے ساتھ و ضعف اعصاب کو قوت مردی کے ساتھ بدلدیتی ہیں۔ اکثر بے اولادوں کو صاحب اولاد کر دیا ہے۔ حافظہ کو تیز کرنا۔ عمر کو دراز کرنا تندرستی کا محافظ رہنا ان گولیوں کا خاص کام ہے۔ مردوں عورتوں کو ہر موسم میں یکساں فائدہ بخش ہیں۔ نباتاتی اجزاء سے مرکب ہیں۔ کوئی کشتہ دہات پارہ وغیرہ کا جز اسمیں نہیں۔ بہت احتیاط و صفائی سے ہمارے روبرو بنتی ہیں۔ ہاتھ لگانے کا کام نہیں پڑتا مشین کے ذریعہ بنائی جاتی ہیں۔ مادہ تولید کے نقصانات کو دور کرنے میں اس سے بہتر دوا آپکو ملنا دشوار ہے صرف ایک گولی صبح و ایک شام کو کھانی پڑتی ہے۔ ہندوستان تو کیا بلکہ غیر ممالک تک میں صدہا پارسلیں روزانہ ہمارے برانچ آفسوں سے جو بڑے بڑے مشہور شہروں بمبئی۔ کلکتہ۔ پونا۔ مدراس رنگون۔ سیلون۔ کراچی وغیرہ میں ہیں روانہ ہوتی رہتی ہیں۔ قیمت ۳۲ گولیاں فی ڈبیہ ایک روپیہ

مزید احوال معلوم کرنے کے لیے آپ ہماری کتاب رہنمائے صحت یعنی **کام شاستر** ہم سے مفت پیڈ منگوا کر مطالعہ فرماویں جو اردو۔ انگریزی۔ ناگری۔ گجراتی۔ مرہٹی۔ بنگالی۔ تامل۔ تیلگو۔ کنڑیز۔ برہمیز وغیرہ دس زبانوں میں مختلف ترجمہ کرا کر چھاپی گئی ہیں جس زبان میں آپکو مہارت ہو وہی ترجمہ منگوا لیجئے۔ ہم اب تک اسکی ۸ لاکھ کاپیاں مفت تقسیم کر چکے ہیں محصول ڈاک بھی اپنے پاس سے ہی اب تک دیتے رہتے ہیں۔ اسکے مطالعہ کرنے سے زندگی کو صحت کے ساتھ گزارنے کے طریقے و جدید معلومات آپکو حاصل ہونگی +

ہمارا پتہ۔ وید شاستری منی شنکر گووندجی۔ جام نگر۔ کاٹھیاوار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك فاعف عنهم واستغفر لهم وشاورهم في الامر فاذا عزمت فتوكل

نظام المشائخ

خطبۂ محبت

چونکہ انسان اپنی بقا و تکمیل میں اعانت باہمی کا بالطبع محتاج ہے اس لیئے قدرت نے اسکی فطرت میں ایک جوہر[1] (محبت و اتحاد) اسی کی تالیف و تربیت کیلئے ودیعت کر دیا ہے تاکہ وہ مکمل انسان بن سکے لیکن بُری خواہشوں اور نفسانیت کی کثرت کے باعث انسانی مزاج ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے یہ جوہر سب میں یکساں نظر نہیں آتا۔ متقدمین نے اِس جوہر فطرتی کی عظمت میں مبالغہ کیا ہے اور بعضوں نے تو انسان کا اشتقاق اُنس کے لفظ سے بتایا ہے۔ اور کہا ہے کہ انسان بالطبع مانوس ہے، لہذا اِس نام سے نامزد ہوا۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ

تمام موجودات کا قوام

محبت سے مرکب ہے۔ اور کوئی موجود اِس سے خالی نہیں۔ جس طرح ہر موجود کا جوہر وحدتی

[1] حکما کی اصطلاح میں وہ چیز جو بذات خود قائم ہو یعنی اسکو اپنے قیام کیلئے کسی دوسری چیز کی احتیاج نہ ہو ۱۲

سے معرا ہونا مشکل ہے۔ اسی طرح اس جوہر (محبت) سے خالی ہونا بھی محال ہے۔ کیونکہ محبت کی حقیقت اصل میں اس جوہر وحدتی کے اتحاد کی طلب ہے، جو مخلوقات کی ایجاد کا موجد ہے اس لیے جس موجود میں جسقدر جوہر وحدتی کا قرب ہے اسیقدر وہ زیادہ اشرف و افضل ہے پس ہر موجود کا کمال اس جوہر وحدتی کی طلب ہے۔ اس صورت میں محبت کا طالب درحقیقت کمال کا طالب ہوا۔ مگر دیگر بزرگوں نے اتنی زیادہ پیشقدمی نہیں کی۔ البتہ محبت کی فضیلت کا اعتراف کیا اور کہا کہ

محبت ہر وجود میں موجود

ہے۔ ان حضرات نے لفظ محبت خاص انسان کے لیئے استعمال کیا۔ باقی مخلوق کے لیئے اور الفاظ کام میں لائے۔ مثلاً عناصر کے لیئے میل۔ جمادات کے واسطے جذب۔ نباتات کے واسطے خاصہ اور حیوانات کے لیئے الفت۔ چونکہ

محبت کے مدارج

مراتب میں فرق ہے۔ اس سبب سے ان کے نام جدا جدا ہیں جیسے محبت۔ مودت۔ صداقت اور عشق۔ محبت وہ جوہر فطرتی ہے جو عموماً افراد انسانی کو نظام عالم کے قیام کے لیئے عطا کیا گیا ہے۔ مودت جس کے معنی دوستی کے ہیں اور جسکا سوائے تن چند کے سب میں یکساں ہونا محال ہے اسکی دوسری سٹیج ہے۔ صداقت مودت سے اونچا درجہ ہے جس سے مراد دو شخصوں کا باہم ایک ہوجانا ہے۔ کیونکہ صدیق اپنے دوست کا ایسا ہی خیر خواہ ہوتا ہے جیسا کہ اپنی ذات کا۔ عشق اس سے بالاتر ہے۔ کیوں کہ عاشق اپنے محبوب کی محبت میں ماسوا سے بیخبر رہتا ہے اور اَلْعِشْقُ نَارٌ[1] یحرق مافی القلوب سوی المحبوب کا مصداق ہوتا ہے۔

اگلے حکیموں کی تخیلات

اس بارے میں مختلف ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ انسان اپنے امتزاج ہر مجردہ[2] بسیطہ کے سبب سے

[1] عشق آگ ہے جو معشوق کے سوا سب چیزوں کو دل میں سے جلا دیتی ہے ۱۲ [2] حکما کی اصطلاح میں وہ شئے جو مادہ سے پاک ہو جیسے روح ۱۲

مانوس ہے۔ جس کی وجہ سے اُسے توحید حقیقی حاصل ہوتی ہے اور غیریت دور ہو جاتی ہے جب یہ جوہر کثافات سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ تب اس سے بری خواہشات کی طلب ہٹ جاتی ہے اور اسپر انوار الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ اس حالت میں اسپر ایک ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ وہ اسے درجہ وحدت سے مقام اتحاد پر پہنچا دیتی ہے۔ جو ایک بہترین مقام ہے۔ ذٰلک[ا] الفوز العظیم۔ پس یہی لفانی سعادت ہی جس سے انسان مشرف اور باقی کائنات محروم ہی چنانچہ ولقد کرمنا بنی آدم[۲] اسپر صادق آیا ہی۔ اکثروں کا خیال ہے کہ یہ رتبہ اعلے جو انسانی کمال کا انتہائی درجہ ہی۔ اس حیات فانی میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ بہتوں نے اس سے انحراف کیا اور کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کامل بالذات خلیفہ رب العزت۔ اعمال صالح کا خوگر عین حیات میں اس سعادت سے محروم رہے۔

تمہید ختم

کرنیکے بعد اب ہم اصل موضوع پر متوجہ ہوتے ہیں اور وہ اسباب بیان کرتے ہیں جن کے باعث انسان کسی کو عزیز رکھتا ہے اور جن اسباب کی بنا پر انسان کے دل میں محبت کی چنگاری کا مشتعل ہونا ممکن ہے۔ انہی اسباب سے نتائج مترتب کرکے دکھلائینگے کہ محبوب حقیقی کون ہے۔

پہلا سبب

یہ ہے کہ سب سے پہلے انسان کو اپنی ہی ذات سے عشق ہے کہ وہ اسکو عزیز رکھتا ہے اور اسکی بقا چاہتا ہے۔ پس جو شخص اپنے آپ کو عزیز رکھیگا۔ اور اسکے تمام پہلوؤں اور مختلف حالتوں پر نظر ڈالے گا تو اسکو معلوم ہو جائے گا کہ میری ہستی میری ذات سے نہیں بلکہ اسکو ہست کرنے والا اسکو بنایا ہوا۔ اسکو سنوارنے والا۔ اس کو درست کرنے والا اس کو عدم سے وجود میں لانے والا اور ہی کوئی ہے۔ جس نے اسکو پیدا کیا۔ کمال یہ

[ا] یہ سب سے بڑی پہنچ ہے [۲] ہم نے بزرگی دی اولاد آدم کو

پہنچایا۔ اور وہ اسباب فراہم کر دیئے جو زندگی کے قیام کے لیے ضروری ہیں۔ پس جو شخص اپنے وجود کو دوست رکھیگا تو کیونکر اسکو دوست نہ رکھیگا جسکے سبب سے حیات انسانی کا خوشنما گلشن لہلہارہا ہے۔ اور جب اسکو یہ بات معلوم ہوجائے گی کہ یہ سب کچھ اس ذات واجب الوجود ہی کی عنایت بیغایت سے اُڑے پھرتے ہیں جو ہر حال اور ہر وقت میں ان کا نگہبان ہے تو وہ ضرور اس محسن حقیقی کو دوست جانے گا۔ ورنہ اُس نے نہ اپنے آپ کو پہچانا اور نہ اپنے خدا کو جانا ؎

من عرف نفسہٗ شود معلوم ہر کہ خود را شناخت شد مخدوم

دوسرا سبب

یہ ہے کہ آدمی اسکو عزیز جانتا ہے۔ جسنے اس کے ساتھ احسان کیا ہو اور اُسکو فائدہ پہنچایا ہو۔ یعنی کوئی شخص کسی کو مال و دولت عطا کرے۔ اُسکے اڑے وقت میں آڑے آئے۔ بگڑی کو بنائے۔ اعانت، ہمدردی کرے۔ میٹھی زبان سے بولے جھگڑے ٹنٹے سے بچاتا رکھے۔ اسکے مقاصد و مطالب برلانے میں سعی کرے۔ اسکے عزیز و اقارب کو خوش رکھے۔ اور وقت بے وقت کام آئے تو ایسا شخص ضرور دوست بنجائیگا۔ ہم کہتے ہیں کہ اس سبب سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدائے تعالی کے سوا اور کوئی مستحق محبت نہیں۔ اگر آدمی سوچے اور سمجھے تو معلوم ہوجائے گا کہ محسن حقیقی سوائے ذات معبود کے اور کون ہوسکتا ہے جسکے احسانات ان گنت ہیں۔ جیسا کہ خود فرماتا ہے وان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوھا[1]۔ پس جو لوگ ظاہر میں احسان کرتے ہیں۔ وہ محسن مجازی ہیں مثلاً کوئی شخص کسیکو خزانہ سونپے تو وہ محسن حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے۔ اصلی احسان تو اُس پاک بے نیاز کا ہے جسنے خزانہ جمع کروادیا۔ اور دینے والے کو توفیق دی۔ پس جس نے مال و ارادہ اور توفیق کو پیدا کیا۔ وہی سچا محسن ہے۔ اور دینے والا صرف ایک

[1] اگر اسکی نعمتوں کا شمار کرو گے تو گن نہ سکو گے ۱۲

واسطہ ہے۔ مثلاً کوئی سائل کسی بادشاہ سے سوال کرے اور بادشاہ اُسکو خزانہ شاہی سے کچھہ دینا چاہے تو پہلے وزیر کو حکم دیگا۔ وزیر اپنے نائب کو کہیگا۔ نائب خزانچی سے اور خزانچی اپنے ماتحتوں سے۔ یہاں تک کہ سائل کو وہ عطیہ شاہی ایک معمولی چپراسی کی معرفت وصول ہوگا۔ اب اگر سائل اس چپراسی کو ہی محسن حقیقی سمجھہ لے تو یہ اُس کی نادانی ہے۔ پس اگر احسان کرنے والے سے محبت کرنا فطرتی امر ہے تو کوئی شخص سوائے خدا کے اِسکا مستحق نہیں۔ اور جو لوگ احسان کو محسن مجازی پر ختم کردیتے ہیں وہ غلطی پر ہیں ✣

تیسرا سبب

یہ ہے کہ عموماً نیک اور اچھے آدمی کی تعریفیں سُن سُن کر انسان بے غرض و بے مطلب اُس کا گرویدہ ہوجاتا ہے۔ اور بھلے کی بھلائی خود بخود دل میں گھر کرلیتی ہے۔ مثلاً کسی آدمی کو معلوم ہو کہ فلاں بادشاہ بڑا عادل۔ سخی۔ عابد۔ رحیم۔ کریم۔ پرہیزگار۔ غریب پرور اور متواضع ہے۔ لیکن وہ بادشاہ اتنی دور ہے کہ سننے والے کی وہاں تک پہنچ ناممکن کے قریب ہے۔ تب بہی اُسکی محبت سننے والیکے دل میں جگہ کرلیگی۔ تازہ واقعہ سلطان عبدالحمید خاں کا پیش نظر ہے جنکی برطرفی اور عزل کی خبر سن کر لاکھوں آدمیوں نے مرثیہ خوانی کی۔ اور آجتک لوگ انکو یاد کرتے ہیں۔ یہ کیوں؟ صرف اس لیئے کہ ان کی نیکنامیوں نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کرلیا تہا۔ پس اس سبب سے بہی ثابت ہوتا ہے کہ سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی محبت کا مستحق نہیں۔ اِس لیئے کہ صرف وہی ذات ہے جسکا دریائے رحمت ہر وقت موجزن ہے۔ تمام مخلوقات کو اُس نے اپنے فضل عمیم سے پیدا کیا اور ضروریات سے فارغ البال کرکے گوناگوں نعمتوں سے سرفراز فرمایا کیسی کیسی صورتیں بنائیں۔ ایک سے ایک زیادہ جمیل و شکیل۔ گل و بلبل۔ سرو و شمشاد۔ حسین مہ جبین۔ یہ سب اُس کے دست قدرت کے نمونے اور اُسکی صناعی کے ادنےٰ کرشمے

ہیں۔ اس سے بڑھکر حکمت والا۔ اس سے زیادہ دینے والا اور حاجتیں بر لانے والا اور کون ہے۔ پھر تو جس ذات میں مندرجہ بالا صفات بدرجہ اتم ہوں۔ اُس سے زیادہ پیارا اور کوئی کیا ہوگا۔

چوتھا سبب

جاننا چاہیئے کہ ہر شخص کم و بیش حسن کا دلدادہ ہے اور اچھی صورت ضرور تھوڑا بہت سب کے دل پر اثر ڈالتی ہے۔ اس لیئے حسن و جمال بھی محبت کے پیدا ہونے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ جمال کی دو قسمیں ہیں۔ ظاہری اور باطنی۔ جمال ظاہری تو ہماشما سب ہی کو نظر آتا ہے۔ لیکن جمال باطنی کو سوائے اہل دل کے۔ اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ جو جمال جس آنکھ سے نظر آتا ہے وہ اس آنکھ کو مرغوب ہے۔ ظاہری جمال چونکہ ظاہری آنکھ سے سوجھائی دیتا ہے۔ اس لیئے وہ اس کو پسند کرتی ہے۔ جمال باطنی جو دل کی آنکھ سے نظر آتا ہے وہ اسکو محبوب ہے۔ انبیاء اولیاء سے محبت اِن کی ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے نہیں ہوتی۔ بلکہ اُن کے جمال باطنی کے سبب سے ہوتی ہے جسکو کمال کہتے ہیں۔ اور اسکی تین قسمیں ہیں۔ علم۔ قدرت۔ تقدس۔ اور یہ تینوں صفات بدرجۂ کمال سوائے ذات باری کے اور کسی میں نہیں۔ کیونکہ کسی کا علم خدائے تعالیٰ کے علم کو نہیں پہنچ سکتا۔ وہ خود فرماتا ہے۔ ؎ ما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔

قدرت بھی کمال کی ایک قسم ہے اور ہر کمال باعث محبت ہے۔ کیونکہ جب کبھی انسان دوسروں کے کمالات سنتا ہے تو اسکو ایک طرح کی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اب قدرت خداوندی پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ اُسکی طاقت و قدرت کی کوئی انتہا نہیں پس اس لحاظ سے بھی وہ بے نظیر اور لاثانی ہے۔ زیادہ طول کہانی ہے۔ سمجھدوں کو کافی صرف ایک نشانی ہے۔

تقدس بھی ایک ایسی صفت ہے جو باعث محبت ہے۔ یہی صفت ہے جسکے سبب سے انبیا اولیا سے محبت ہوتی ہے۔ مگر درحقیقت اِن میں بھی باوجود عیبوں سے پاک ہونیکے

؎ تم کو علم نہیں دیاگیا مگر تھوڑا ۱۲

یہ صفت بدرجہ کمال موجود نہیں۔ بے عیب ذات اسی کی ہے۔ بندہ عاجز مخلوق ہے اسکا مخلوق ہونا اور ایک دوسری طاقت کا اسپر مختار ہونا ہی صفت تقدس کا نقص ہے کمال تقدس اور اصلی تنزہ صرف اس لم یزل ولایزال کو حاصل ہے جسکے کمال کی وید میں اہل عرفان ششدر ہیں۔ اولیاء کی معرفت کا کمال یہ ہے کہ اسکے کمال کو نہیں جانتے اور انتہاء نبوت یہ ہے کہ اسکی ذات کو نہیں پہچانتے۔ پس جو ایسا علم والا قادر مطلق اقدس و مقدس ہو وہ ہی لائق محبت ہے نہ کہ دوسرا٭

پانچواں سبب

واضح ہو کہ مناسبت اور مشابہت کو بھی آپس کے میل جول میں بڑا دخل ہے۔ لڑکا لڑکے سے۔ بڈھا بڈھے سے۔ جانور اپنے نوع کے جانوروں سے کیسے گھل مل جاتے ہیں۔ یہ کند ہمجنس با ہمجنس پرواز والا حساب ہے۔ کبھی تو مناسبت اسباب ظاہری کے باعث سے ہوتی ہے۔ جیسے لڑکا لڑکے سے محبت کرتا اور ملتا جلتا ہے۔ اس لیئے کہ لڑکپن اور ہم عمری۔ میل ملت کا موجب ہیں۔ اور کبھی غیر ظاہری سبب سے ہوتی ہے۔ جیسے کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ دو شخصوں میں باہم روحانی تعلقات کی بنا پر خود محبت ہوجاتی ہے پس یہ سبب بھی باعث محبت اللہ جل شانہ ہے۔ اسلیئے کہ بندہ کو اللہ تعالی سے گو ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے مناسبت نہیں۔ تاہم صفات باطنی کے سبب سے ضرور ہے جن میں سے بعض سستی گنی باتوں کا تو ہم اظہار کیئے دیتے ہیں۔ باقی اسرار ہیں جن کو نہ کسی نے بیان کیا اور نہ کوئی کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس خاص مقام پر نہ اشارہ ہی نہ کنایہ اور اس سے آگے کسی کی گزر نہیں۔ ماعرفناک حق معرفتک۔ یہاں نہ اندھیرا نہ اُجالا نہ بقا نہ فنا نہ قطرہ نہ دریا۔ نہ ہجر نہ وصل۔ سب یہیں رہے اور کہہ گئے **سعدی** رح نہ در کنہ بیچون سبحاں رسید٭ **شمس تبریز** رح بجز مستی و مدہوشی دگر چیزے نمیدانم **مولانا روم** رح تو درو گم شو کمال این است و بس ٭ گم شدن گم کن وصال این است و بس٭

بو علی شاہ قلندر رح منم محوِ جمالِ او نمیدانم کجا رفتم **حافظ شیرازی** رح

خبرے نیست کہ بست — **حضرت خواجہ اجمیری** رح از ازل تا باید آمدند

وحدت خالی ست ۔ کسی کا پتہ نہ رسید۔ نہ دید نہ شنید۔ نہ دوری نہ حضوری، بیخبر ہے اور سب خبر۔ پس اِن اسرار کو چھوڑ کر قالی مناسبت جو قابلِ ذکر ہے اور جس سے سوائے انسان کے سب محروم ہیں وہ یہ ہے۔ جس کی طرف اشارہ ہے قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی[۵۱] اور وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِی[۵۲]۔ یہی مناسبت تو تھی کہ آدمی مسجود ملائک ہوئے۔ اور اِس نسبت کو حضور سرورِ کائنات صلعم نے اِن لفظوں میں بیان فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ[۵۳]۔ بعض نادان یہ خیال کرکے کہ صورت وہی ہے جو ان حواسِ ظاہری سے نظر آتی ہے۔ اللہ جل شانہ کو بھی صاحبِ صورت تصور کرکے اُس کے جسم کے قائل ہیں۔ حالانکہ بات کچھ اور ہی ہے۔ پس اگر مناسبت مشابہت اور مشاکلت باعثِ محبت ہے تو اِس سبب سے بھی خدائے تعالیٰ ہی مستحقِ محبت ہو نہ کہ اور کوئی ؎

کس زبانِ مرا نمے فہمد ۔۔۔ بعزیزاں چہ التماس کنم

جانتا ہوں کہ اِس زمانہ میں بہت سے لوگ ایسی باتوں کو یہاں مٹی کے شعبدوں سے زیادہ وقیع نہ سمجھ کر سُنی اَن سُنی کردیں گے۔ مگر یہاں تو نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا۔ کوئی سُنے یا نہ سُنے ہمیں اپنے کام سے کام ہے۔ یہ سچ ہے کہ پہلے بھی سب کے سب صاحبِ کمال صاحبِ باطن اور اہلِ عرفان نہ ہوتے تھے مگر اتنا ضرور تھا کہ پہلے ایمان داروں کی کثرت تھی اور اب لامذہبوں کی۔ پہلے گناہ کو گناہ سمجھتے تھے۔ اب یہ احساس مٹتا جاتا ہے۔ پہلے گنہگار گناہ کرکے شرمندہ ہوتے تھے۔ اب

---

[۵۱] کہدے کہ روح میرے رب کا امر ہے ۱۲ [۵۲] اور پھونکی ہم نے اُس میں اپنی روح ۱۲ [۵۳] آدم کو اللہ نے اپنی صورت پر بنایا ۱۲

بیباک اور دلیر ہیں۔ اُس وقت میں شامتِ اعمال سے اگر کوئی مذہبی یا اخلاقی جرم کا مرتکب بھی ہوتا تھا تو چوری چھپے سے۔ آج کھلے بندوں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ ابھی سو سوا سو برس سے زیادہ کا زمانہ نہیں گذرا۔ یہی دہلی ایسے ایسے متقی اور پرہیزگار بندگوں کا مرکز بنی ہوئی تھی جن کا پاسنگ بھی آج کوئی نظر نہیں آتا۔ عقائد کے لحاظ سے جیسے کٹے اور پکے مسلمان اگلے وقتوں کے دیکھے اور سنے۔ آج انکا سواں حصہ بھی لوگوں میں نہیں پاتے۔ یہ سب بنک بناؤ۔ صفائی۔ ستھرائی۔ ظاہر کی ہے۔ دل کے میل کچیل کی کسی کو اصلا خبر نہیں *

اخلاق جو ہر مذہب کا سراپا جزوِ اعظم اور تمام روحانی خزانوں کی کلید ہے اس سے ہی بیگانہ ہوتے جاتے ہیں۔ پھر تو آپسے آپ وہ باتیں جو اخلاق حسنہ کی کثرت اور فراوانی سے حاصل ہوتی ہیں۔ انوکھی اور عجیب معلوم ہونگی۔ آخر یہ غفلت کب تک میاں غرہ کا نام غارت ہو۔ دربار خداوندی میں بھول چوک کا تو پتہ تک نہیں۔ البتہ ڈھیل ہے۔ لیکن تا کجے۔ وقت آن پہنچا ہے۔ اگر یہی رنگ ہے تو ایک نہ ایک دن پاپ کی ناؤ سیہ کاریوں کی چٹان سے جہاز ٹیٹانک کی طرح ٹکرا کر بحر عصیاں میں غرق ہو رہیگی *

فضل احمد بشیدا دہلوی

اسرار۔ فلک درویشی کے مخفی ستاروں کی دوربین۔ باطنی کائنات کے نظارے ہیکل انسانی کی طلسم کشائی یعنی وہ کتاب جو رموز و اسرار تصوف پر بابیہ فرقہ کے بانی جناب بہاء اللہ ایرانی نے لکھی ہے۔ اور جسکو مصنف کے جانشین جناب عبدالبہا عباس افندی نے بزمانہ سیاحت مصر و شام و حجاز سیدی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کو بطور یادگار ملاقات نذر کیا تھا * اصل فارسی و عربی میں تھی چونکہ یہ عبارت نہایت شاندار فصیح و بلیغ تھی اسواسطے اسکو بعینہٖ باقی رکھکر نیچے کے حصہ میں سلیس اردو ترجمہ کردیا گیا ہے۔ چھپکر تیار ہے۔ ہر فقیر دوست ذی علم کو دیکھنی چاہیئے ضخامت قریب ۳ جز۔ قیمت ۳ ؍ **دفتر** نظام المشائخ دہلی سے ملیگی *

۷۸۶

تخمیس غزل مُلّا احمد جام

اے تاج فخر ابتدا وے صدر بزم انتہا — اے مصطفیٰ و مجتبیٰ وے پیشوا و مقتدا
اے ماہ برج اصطفا وے مہر چرخ اہتدا — اے صدر ایوان رسل وے شمع جمع انبیاء
خورشید برج سلطنت جمشید تخت کبریا

از لطف و فیض عام تو شد ہر دو عالم رام تو — جبرئیل از انعام تو سرشار ذوق جام تو
اے من غلام نام تو دل دادہ بر احکام تو — طٰہٰ و یٰسین نام تو انا فتحنا کام تو
قرآں ز حق پیغام تو اے آفرینش را بہا

سیر تو فرقد آمدہ تو سین مسند آمدہ — حکمت مؤکد آمدہ لطف تو مقصد آمدہ
ذات تو اسعد آمدہ وصف تو بیحد آمدہ — نامت محمدؐ آمدہ محمود و احمد آمدہ
دین تو سرمد آمدہ کنیت ابوالقاسم ترا

محبوب رب العالمیں مقصود و تمہید اولیں — کردی ظہور آخریں ہستی تو ختم المرسلینؐ
بر آسمان و بر زمیں تو صاحب تخت و نگیں — احکام تو حبل المتیں حاجب ترا روح الامیںؑ
اے رحمۃ للعالمیں ہستی امام انبیاءؑ

خلوت بخالق ہمدمی جلوت بہ آدم باہمی — از سیر وحدت محرمی در دست قدرت خاتمی
ہم افضلی ہم اکرمی ہم معجز اعظمی — ہم صدر بدر عالمی ہم تاج فخر آدمی
ہم انبیاءؑ را خاتمی ہم مجتبیٰ ہم مصطفیٰ

نقد شفاعتہا بکف گفتی بعاصی لاتخف — تو بہترین ماسلف تو برترین ماخلف
عالم ز تو آراستہ صف بزم طرب شد ہر طرف — تو گوہری آدم صدف تو بہتری بر ناخلف
بر انبیاء داری شرف چندانکہ بر مس کیمیا

رحمت تمام رحمت کل خضرِ منازلہا بہ   از بہر ما اے بادشہ بخواستی عذر گنہ
اے شاہ گردوں بارگہ دِہ از گناہا نم پنہ   انجم ترا خیلِ سپہ بر قبہ ات خورشید مہ
طاق شریعت بارگہ عرش مجیدت متکا

کثرت بوحدت کار تو وحدت بکثرت یار تو   ہر دیدہ غمخوار تو دل دادہ دیدار تو
جبرئیل در دربار تو خادم پے سرکار تو   جنت سرائے بار تو رضوان امانت دار تو
اے از گلِ رخسار تو فردوس اعلیٰ را صفا

اے سجدہ گہ ابروئے تو خواہم طوافِ کوئے تو   از فر خجل از بوئے تو روئے دو عالم سوئے تو
نازم بحسن خوئے تو لطفِ شفاعت جوئے تو   ترک فلک ہندوئے تو نور ملک از روئے تو
واللیل وصفِ موئے تو نعت جمالت والضحیٰ

اے سیمتن سرورِ رواں وے پیشوائے مرسلاں   پشت و پناہِ عاصیاں از درگہت امن و اماں
بہر تو این کون و مکاں جود از تو این و آں   اے تاج بخش خسرواں وے خاتمِ پیغمبراں
ہستی تو اے صاحب قراں در دین و دنیا بادشا

روئے تو خوشتر منظر است زلف تو مشک اذفر است   خالِ جبینت اختر است لفظ از کلامت گوہر است
لطف تو بر ہر مضطر است نورِ تو در ہر مظہر است   روئے تو ماہ انور است رائے تو شمع خاور است
خلق تو عین کوثر است دستِ تو دریائے عطا

بر خلق رحمت گستری اے خاتمِ پیغمبری   ہم انبیا را افسری ہم نور شمع خاوری
حسن و کرم را زیوری تو صدر بزم انوری   بر اوجِ عالم اختری بہتر ز ماہ و مشتری
بر دعوی پیغمبری آمد ترا آہو گوا

از صدر افلاک آمدی وز حق طربناک آمدی   نازم چہ بیباک آمدی از جملہ غش پاک آمدی
بر مرکزِ خاک آمدی با فہم و ادراک آمدی   مقصود لولاک آمدی بس چست و چالاک آمدی
از عالمِ پاک آمدی جانہا فدایت مرحبا

چوں روزِ معراج از زمیں رفتی سوئے عرشِ بریں　　مرکب ز فردوسِ بریں آورد جبرئیل امیں
نازل شدہ اے سلطانِ دیں ہم افتخارِ ماء و طیں　　ہر دم ہزاراں آفریں بر جانت از جاں آفریں
از فضل رب العالمیں بر جسم پاکت از خدا

با سرِّ حق محرم توئی بر عرش مستحکم توئی　　از ما و من اکرم توئی بر انبیا خاتم توئی
بہرِ شفاعت ہم توئی ہاں معذرت خواہم توئی　　نورِ دلِ آدم توئی کامِ ہمہ عالم توئی
ہر زخم را مرہم توئی اے دردِ دلہا را دوا

اے انبیا را تاجور نذرِ تو دل جانم ھدر　　من از گنہ دارم خطر لطفے کن اے خیر البشر
مدحِ تو از حد بیشتر ایں حیثیت میگویم اگر　　تختت فلک تاجت قمر مہرت علم جوزا کمر
فتحت قریب ہم ظفر دستت قدر تیغت قضا

سوزِ فراقت شاہ من دل پارہ کرد آہ از فتن　　گردم فدایت جان و تن خواہم عذر از ملا من
اے نو گلِ باغِ کہن وے شاہ یوسف پیرہن　　از شوقِ رویت در چمن گل پارہ کردہ پیرہن
باگیسویت مشکِ ختن گردم ز ندبات خطا

اے مظہرِ سرِّ اتم وے صدرِ بزمِ محترم　　اے صاحبِ علم و حکم بہر تو شد لوح و قلم
اے فخرِ ہر جد و عم والا حشم عالی ہمم　　اے اخترِ برجِ کرم از روضہ بیروں نہ قدم
تا از رخت چوں صبحدم گیرد ہمہ عالم ضیا

اے شاہ شاہِ ما توئی ہم مہر و ماہِ ما توئی　　ہم کجکلاہِ ما توئی ہم خضرِ راہِ ما توئی
عفوِ گناہِ ما توئی بس داد خواہِ ما توئی　　پشت و پناہِ ما توئی اقبال و جاہِ ما توئی
چوں عذر خواہِ ما توئی دریاب آخر کارِ ما

امی لقب و الا حشم ابر سخا بحر کرم　　بر تو رسالت مختتم اے پیش خالق محترم
کن شاد اکنوں خاطرم بر درگہ تو چاکرم　　رسوا مکن در محشرم آزاد کن از ہر دم
چوں طبع مدحت گسترم گویم ترا از جاں ثنا

دل از وصالت شاد کن ایں خانہ را آباد کن لطف و طرب ارشاد کن مرفوع ما را صاد کن
شاہا بما امداد کن آمد فلک بیداد کن دلخستگاں را شاد کن ما را ز غم آزاد کن
وز عاشقانت یاد کن بخرام در کوئے وفا

تو بہتری از ما سوا تو برتری بعد از خدا تو سروری بر انبیا فردی تو در مجد و علا
بجز کرم شاہ ہدا اگر زہر جرم و خطا از حضرت حق عفو ما درخواہ از لطف و عطا
درماندہ ام اے پیشوا در شدت خوف و رجا

اے محرم راز نہاں وے خاتم پیغمبراں نور خدا از تو عیاں نام تو ورد ہر زباں
از حال خود گوید چساں باتو رضی خستہ جاں ایں احمد جامی نہاں دارد گناہ بیکراں
از حق بخواہ اے کامراں عفو گناہ ہر گدا

خاکسار رضی علی اخگر از رام پور

روزنامچہ خواجہ حسن نظامی سنہ ۱۹۰۶ء

سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنی عمر کا بڑا حصہ سیر و سیاحت میں گزارا ہے۔ اور اپنے مشاہدات سفر کو روزنامچہ کے طور پر تاریخوار لکھ لیا ہے۔ عجیب و دلچسپ پر از معلومات روزنامچے ہیں۔ جنہیں پڑھنے والے کو ایسا لطف آتا ہے گویا وہ خود اپنی آنکھ سے اس مقام کو دیکھ رہا ہے۔ بالفعل ایک روزنامچہ چھپوانے کی تجویز ہے۔ ناظرین نے اس سلسلہ کو پسند کیا تو باقیماندہ حصے بھی شائع کر دیے جائیں گے۔ یہ روزنامچہ سنہ ۱۹۰۶ء کا ہے جس میں حسب ذیل مقامات کے حالات ہیں۔ بمبئی کے قابل دید نظارے۔ کاٹھیاواڑ کے بندرگاہ۔ جہاز کا سفر مانگرول کے مشہور تبرکات کی زیارت اور اُن کے حالات۔ مندر سومنات کی سیر اور اسکے چپہ چپہ کی موثر کیفیت۔ ریاست جوناگڈھ کی سیر۔ احمد آباد گجرات کے حالات۔ وہاں کے تمام تاریخی مقامات کی حالت۔ اولیائے کرام کے مزارات اور اُنکی تحقیق۔ آغا خانی و امام شاہی مخفی تحریکوں کے تذکرے الغرض ہر چیز کو نہایت شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے جن لوگوں نے حضرت خواجہ صاحب کا روزنامہ سفر حجاز پڑھا ہے وہ اس روزنامچہ کی مزیدار عبارت اور معنی خیز روش کو خود ہی سمجھ جائینگے۔ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ یہ روزنامچہ تخمیناً ۷ - ۸ جزو کا ہوگا۔ لکھا جا رہا ہے۔

فاذکرونی اذکرکم الآیۃ

قال اللہ تعالیٰ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝
پروردگار عالم جل شانہ اس آیت کریمہ میں اپنے بندوں کو خطاب کرکے فرماتا ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کرتا ہوں۔ اور تم میری نعمتوں کا شکر ادا کرو ناشکرے نہ بنو۔

اے مسلمان بھائیو۔ اور اے میرے محبو! اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کیا پیارا اور کسقدر جامع ہے۔ اس چھوٹی سی آیت میں ایسے دو حکم بیان کیے گئے ہیں جو تمام احکام شرعیہ اور حسنات دینیہ و دنیویہ پر شامل ہیں۔ پہلا حکم ذکر کے متعلق ہے اور دوسرا شکر کی نسبت۔ ہمارے مبارک دین اسلام کے جتنے احکام ہیں وہ سب ان ہی دو اصلوں پر مبنی ہیں۔ کیونکہ ماموراتِ شرعیہ کا ادا کرنا۔ اور منہیاتِ شرعیہ سے باز رہنا۔ یہ سمجھکر کہ اُنکے کرنے اور اُنکے نہ کرنے سے ہمارا مالک۔ ہمارا خالق جل جلالہٗ خوش اور رضامند ہوتا ہے۔ عین اُسکا ذکر و شکر ہے۔ ذکر و شکر کے یہ معنی نہیں ہیں کہ خاص زبان ہی سے ادا کرو بلکہ یہ معنی ہیں کہ اپنے ہر عضو اور ہر چیز کو اُسکے احکام کی تعمیل میں مشغول و مصروف رکھو۔ دل کو اُسکی محبت و معرفت میں۔ زبان کو اُسکی یاد میں۔ آنکھوں کو اسکی آیاتِ قدرت کے دیکھنے میں۔ کانوں کو اُسکے مواعظ و احکام کے سُننے میں ہمیشہ لگائے رکھو۔ علیٰ ہٰذا القیاس ہاتھوں سے وہ کام کرو جن کے کرنے کی اُسنے اجازت دی ہے۔ پاؤں سے وہ رستہ چلو۔ جس میں اسکی رضا ملتی ہے کسی شاعر کا کیا عمدہ شعر ہے ؎

یہ پاؤں چلیں تو راہ مولےٰ میں چلیں ۔۔۔ یہ ہاتھ اُٹھیں تو بس خدا کے آگے

اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو گویا ہم اپنے آقا اپنے مولےٰ کو بھول گئے۔ معاذاللہ منہا کیونکہ احکام

سے غفلت کرنا خود حاکم سے غفلت کرنا ہے۔ میں اپنی اس تحریر کو اگر مطول کروں تو ایک دفتر درکار ہے۔ مختصراً یہ عرض ہے کہ اس آیت شریفہ میں اللہ پاک نے اپنے ذکر و شکر کا ہم کو حکم فرمایا ہے۔ شکر کا ثمرہ تو آپ حضرات کو معلوم ہی ہے کہ اَلشُّکْرُ قَیْدُ الْمَوْجُوْدِ وَصَیْدُ الْمَفْقُوْدِ۔ یعنی شکر نعمت موجودہ کے لیئے باعث بقا اور غیر موجودہ کیلئے باعث حصول ہے قال اللہ تعالیٰ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ۔ یعنی اگر تم شکر کرو تو ہم تمکو اپنی نعمت اور زیادہ دینگے۔ اب ذکر کی جزاء خدا سے تعالیٰ اسطرح فرماتا ہے کہ جب تم مجکو یاد کرتے ہو تو ہم بھی تم کو یاد کرتے ہیں۔ کتب صحاح میں حدیث قدسی مروی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ مَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَمَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْہُ۔ یعنی جس نے یاد کیا مجکو اپنے دل میں۔ یاد کرتا ہوں میں اُسکو اپنے پاس۔ اور جس نے مجکو یاد کیا لوگوں میں یاد کرتا ہوں میں اسکو ایسی جماعت میں جو اس دنیا کے لوگوں سے بہتر ہے۔ یعنی ملائکہ مقربین کے گروہ میں +

حضرات! اس ارشاد خداوندی سے کسقدر ذکر الٰہی کی فضیلت نکلتی ہے۔ علاوہ اس کے جو فضائل ذکر کہ قرآن شریف و حدیث شریف سے ثابت ہیں۔ اُن کے لکھنے کے لیئے ایک دفتر چاہیئے۔ اب میں اسقدر عرض کردیتا ہوں کہ اس آیہ کریمہ سے جس طرح ہم کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کا حکم ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی اس حکم میں داخل ہے کیونکہ یہ بات ہر ذی فہم پر خوب ظاہر ہے کہ مصنوع کا ذکر عین صانع کا ذکر ہے +

مثلاً جب ہم کہیں کہ آسمان کس طرح بے ستون کھڑا ہے اور اُس میں تارے کیسی زینت دے رہے ہیں۔ یا یہ کہ زمین ہمارے لیئے کیسا عمدہ فرش ہے یا یہ کہ انسان کی خلقت کس عمدہ سے عمدہ اسلوب پر کی گئی ہے تو یہ سب بیان اگرچہ

بظاہر مصنوع کا ذکر ہے مگر درحقیقت اُسی صانع حقیقی جل شانہ کی قدرت کاملہ کا ذکر و بیان ہے۔ جس کی بدولت تمام کائنات کا وجود ہے۔ میں اب اس مضمون کو مولانا رحمۃ اللہ کے شعر پر ختم کرتا ہوں ؎

بعالم ایں ہمہ مصنوع ظاہر بصانع چوں نئی مشغول خاطر

واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ سید محمد فضل الرحمٰن شطاری فاضل حیدرآبادی

سامان ودی کی سوخت

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے نے جو نظم "شمع و شاعر" کے عنوان سے اس دفعہ بموقع جلسہ انجمن حمایت الاسلام پڑھی تھی اور جس کے تین بند نظام المشائخ کے کسی گزشتہ نمبر میں زینت اشاعت ہو چکے ہیں۔ اس سے پہلے آپ نے اپنا کچھ اور متفرق کلام بھی حاضرین کو سنایا تھا آج ہم اسکا خلاصہ حسب اجازت مصنف ممدوح درج ذیل کرتے ہیں۔ (محمد الواحدی)

(۱)

ہمنشین بے ریائم از رہ اخلاص گفت
اے کلام تو فروغ دیدہ برنا و پیر

درمیان انجمن معشوق ہرجائی مباش
گاہ با سلطان باشی گاہ باشی با فقیر

گفتمش اے ہمنشیں معذور میدارم ترا
در طلسم امتیاز ظاہری ہستی اسیر

من کہ شمع عشق را در بزم دل افروختم
سوختم خود را و سامان دوئی ہم سوختم

(۲)

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم ہائے سیاہ کو ترے عفو بندہ نواز میں

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلف ایاز میں

کوئی آج مسلم خستہ جاں کو یہ جا کے میرا پیام دے
کہ وطن ہے دشمن آبرو تو اماں ہے ملک حجاز میں

تجھے کیا سنائیے ہمنشیں ہمہ مرگ میں جو مزا ملا
نہ ملا مسیح و خضر کو بھی وہ نشاط عمر دراز میں

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

اقبال

شاہد قدسی کی نمود

۴۸۶

کل رات تھی اک دوست کے راگ کی مجلس — مدعو تھے جہاں ہم بھی باصرارِ خوشامد
اک ہال میں تھا مجمعِ پیرانِ کرامات — تھا وقت کا اپنے کوئی شبلی کوئی سرمد
پیر و مرشد تھے۔ چڑھائے ہوئے جامِ مئے وحدت — سر جیبِ تفکر میں جھکائے ہوئے مرشد
تھی مسئلۂ وحدت و واجب میں کبھی بحث — ہوتی تھی کبھی منطقِ ابنِ عربی رد
کرتا تھا کوئی خالق و مخلوق میں تفریق — اصرار کسی کو تھا ہمہ اوست پہ بیحد
کہتا کوئی۔ دونوں میں تغائر ہے نہ وحدت — ہے ساجد و مسجود کا مفہوم مُرَدّد
ہوتی تھی یہی بحث۔ کہ مطرب نے صدا دی — "کاں[ملہ] شاہد قدسی صفت از پردہ برآمد"
وہ نغمہ خوش آہنگ۔ وہ الحانِ جگر سوز — آواز وہ نازآفریں۔ وہ طرزِ مجدد
بس ہو گئے سب صورتِ گل گوش سراپا — تھا پیکرِ خاکی ہمہ تن روحِ مجرد
مجلس میں رہی پہلے تو کچھ دیر خموشی — ناگہ متزلزل ہوئے ارکانِ مشید
جنبش میں تھے اقطاب۔ ثوابت حرکت میں — منکے کی طرح ڈھل گیا تاجِ سرِ فرقد
کشتوں کی طرح خاک میں گرتے تھے دھڑا دھڑ — تھی آتشِ نے۔ شعلۂ شمشیرِ مہند
بسمل کی طرح کوئی تڑپتا تھا زمیں پر — تھا رقص جمل میں کوئی با طرزِ مجدد
ہر گوشہ سے یاہو کی صدا آتی تھی پیہم — تھا خوف نہ پھٹ جائے کہیں چرخِ زبرجد
یہ رنگ یہ نقشہ۔ یہ سماں دیکھ کے ناگاہ — تیورا کے کھڑے پاؤں گرا میں سرِ مسند
آتی ہوئی رکتی نہیں روکے سے طبیعت — کیا پائے نگہ بھی کہیں ہوتا ہے مقید؟
لو۔ ہم بھی شہیدوں میں ملے خون لگا کر — لو۔ مل گئی مفتاحِ درِ عیشِ مخلد

ملہ قول کا صحیح یہ ہے۔ آں شاہد قدسی صفت از پردہ برآمد۔ کاف بیانیہ الحاقی ہے ۱۲

بیتاب تھا دل بھڑک سی اٹھتی تھی جگر میں ۔ جاں سوز تھا قوال کا ارشاد مؤکد
دیوانہ کی صورت کبھی روتا کبھی ہنستا ۔ سب ہوگئے عقل و خرد و ہوش بنا در
تخفیف کا کاتب نے پڑھایا سبق اچھا ۔ تھی نون ثقیلہ کی طرح طبع مشدد
ناموس کی پابند طبیعت ہوئی آزاد ۔ عزت کا رہا پاس ۔ نہ پروائے اب و جد
کہتا کبھی اللہ کبھی حق حق ۔ کبھی ہو ہو ۔ پڑھتا سبق عشق بہ الفاظ مجدد
وہی ہاتف غیبی نے اسی حال میں آواز ۔ کا اے بیخبر و بے ہنر آسیمہ سر مجمل
مخروش چو مرغ[1] عشق ز پروانہ بیاموز ۔ کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

این مدعیاں در طلبش بیخبرانند
کانرا کہ خبر شد ۔ خبرش باز نیامد

احمد حسین امجد

[1] عشق ز پروانہ آہ اگرچہ کہ عشق کی عین تقطیع سے گرتی ہے ۔ جیسے ۔ غلط کلام عہد جوانی غفلت ۔ میں لیکن صاحبان بصیرت سے امید ہے کہ لطافت معنوی کا خیال کر کے تغافل فعلی سے اغماض کرینگے ۔ ورنہ مخروش چو مرغ کی جگہ ۔ غوغا مکن و عشق ز پروانہ بیاموز ۔ پڑھیں ۱۲ امجد حیدر آبادی

اسلام کا انجام

اس کتاب کے انتظار میں مشتاق بے صبر ہو رہے تھے ۔ اب چھپکر تیار ہے ۔ یہ مصر کے شیخ المشائخ حضرت علامہ سید توفیق بکری کی تصنیف ہے جس میں نہایت فاضلانہ و فلسفیانہ طریقہ سے اسلام کے نیک انجام بخیر کی بشارت دی گئی ہے اور ثبوت اہل یورپ کے فلاسفروں کے اقوال سے دیا ہے ۔ نیز ان تمام طریقوں کو بتایا گیا ہے جن سے مسلمان باہم ترقی پر پہنچ سکتے ہیں مسئلہ تعلیم پر ایسی موثر اور زبردست بحث ہے جو مسلم یونیورسٹی بنانے سے پہلے ہندی مسلمانوں کو پڑھنی چاہئیے ۔ الغرض کتاب کیا ہے صوفیائے کرام کی بیدار مغزی و فضیلت کی ایک روشن دلیل ہے جو نئے زمانہ والے مشائخ عظام کو عضو معطل سمجھتے ہیں وہ ذرا اس کتاب کو دیکھیں بلکہ تمام ناظرین نظام المشائخ اور خدام حلقہ کا فرض ہے کہ اسکی جلدیں خرید کر لوگوں میں تقسیم کریں

(یہ کتاب دفتر نظام المشائخ دہلی سے طلب کریں)

ہندوستان میں اشاعت اسلام

(۲)

سلسلہ کے لیے دیکھو نظام المشائخ بابت ماہ شوال ۱۳۲۹ھ

میں ہم نے عنوان مندرجہ بالا کی تحقیق و تفتیش کا سلسلہ جاری رکھنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ مختلف تاریخوں اور تذکروں کی ورق گردانی یا قدیم فرامین کی دستیابی سے وقتاً فوقتاً جو حالات دستیاب ہوں گے وہ انشاءاللہ ہدیہ ناظرین رسالہ نظام المشائخ ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ السعی منی والاتمام من اللہ تعالیٰ۔

ساتویں صدی ہجری کے داعیان اسلام میں شیخ محمد نہروالہ رحہ بھی ہیں یہ بزرگ حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی رح کے مشہور خلیفہ اور ایام شباب میں روم کے ایک حصہ میں صاحب خطبہ و سکہ تھے۔ اپنے پدر بزرگوار کے حکم سے اللہ نور السموات والارض کی شمع لیے ہوئے ہندوستان میں تشریف لائے۔ اور گجرات کے حدود میں مقام نہروالہ جو اب پٹن گجرات کے نام سے مشہور ہے قیام فرما کر گجرات کو خدا آباد بنا دیا آپکے قیام و اشاعت اسلام کا دلچسپ قصہ صاحب تذکرہ گلزار ابرار نے لکھا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ آپ نہروالہ میں وارد ہو کر ایک عالیشان مندر کے قریب ٹھیرے جہاں شہر کے چھوٹے بڑے لوگ صبح شام آکر پوجا کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں نہروالہ راجگان گجرات کی راجدھانی تھا۔ اور راجہ بھی پوجا کے واسطے بھی مندر میں آیا کرتا تھا۔ ہندوں کو آپ کا وہاں قیام کرنا ناگوار گذرا۔ اول خود مانع ہوئے لیکن جب آپ وہاں سے نہ ہٹے تو راجہ کے پاس جاکر کل حال بیان کیا۔ راجہ نے

حکم دیا کہ ایک جماعت کثیر جائے اور نو وارد مسافروں کو مندر کے پاس سے بہ تشدد ہٹا دے۔ اِس حکم کی تعمیل میں بہت سے سوار اور پیادہ پرے جما کر سندر کیطرف روانہ ہوئے جب قریب پہنچے تو حضرت کے ہمراہی اِس فوج کو آتا دیکھکر پریشان ہوئے۔ حضرت نے فرمایا۔ استقامت اور صبر رکھکر اپنے تئیں خدا کے سپرد کردو۔ خدا حافظ حقیقی اور ہر شئے پر قادر ہے۔ پھر تھوڑی دیر سر جھکائے رکھا۔ زاں بعد خادم کو حکم دیا کہ آنیوالے لشکر کیطرف چند قدم جاؤ۔ جب لشکر تمہیں دکھائی دینے لگے۔ اس وقت زمین کو حکم دو کہ آدمیوں کے پاؤں اور گھوڑوں کے سُم اس طرح محکم پکڑے کہ کوئی ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے۔ خادم نے حسب الحکم تعمیل کی زمین نے خدا کے حکم سے ارشاد کی تعمیل کی لشکر والے جسقدر نکلنے کی کوشش کام میں لائے اُسیقدر اندر دھستے گئے۔ آخر کار مجبور ہوکر عجز و انکسار کے ساتھ پیش آئے۔ اور آپ کی دعا سے اِس مخمصہ سے نجات پاکر راجہ کے پاس پہنچے۔ راجہ حقیقت حال سن کر سخت متعجب و حیران ہوا۔ تمام رات پریشانی میں مبتلا رہ کر علے الصباح چند آدمیوں کو ساتھ لیکر آپ کی خدمت میں آیا۔ اور آپ کو دیکھتے ہی فریفتہ ہوگیا۔ جب ڈنڈوت کرنا چاہا۔ آپنے فرمایا۔ درویش کی ملاقات کو پرستش بُت کی فرع نہ بناؤ۔ غرضکہ اُسیوقت راجہ کو اعتقاد پیدا ہوا۔ دوسرے دن جب پھر ملاقات کو آیا تو آپ نے فرمایا! راجہ۔ جو چیزیں اپنی بنائی ہوئی ہیں اُنکو معبود قرار دینا اہل عقل کو زیبا نہیں ہے۔ آپ ازروئے انصاف تعصب کو دور کرکے بتائیے کہ کیا یہ سنگین مجسمے کام پڑنے پر دعا قبول کرنے کی طاقت رکھتی ہیں؟ راجہ خاموش رہا اور کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر آپنے فرمایا۔ کہ اگر یہ تمہارے جھوٹے معبود خدائے برحق کے حکم سے میری اطاعت قبول کرلیں تو کیا تم اسلام قبول کروگے؟ اس پر راجہ نے جواب دیا کہ نہ تنہا میں بلکہ مع تمام خاندان کے ایمان لے آؤنگا۔ آپنے مندر میں جاکر بڑے بُت سے

کہا کہ اُٹھ اور اِس کوزے کو حوض کے پانی سے بھر لا۔ حکم خدا سے بُت نے ارشاد کی تعمیل کی۔ راجہ اور اُس کے اکثر اراکین اور سپاہ و رعیت یہ کرامت دیکھکر شرف اسلام سے مشرف ہوئی۔ اور اُس روز سے گجرات میں اسلام کی بنیاد جم گئی +

سید سالار ابن سید ناصر مصری رح مالوہ کے قدیم داعیان اسلام سے تھے آپ راجہ رام ویرائی والی مانڈو (اب ریاست دہار میں واقع ہے) کے عہد سلطنت میں وارد مانڈو ہوئے اور قلعہ مانڈو پر قابض ہوکر اس نواح میں اسلام کی اشاعت کی +

قاضی عبد القادر سارنگ پوری نے جو قاضی محمود کے بیٹے اور شاہ عبد الرزاق جھنجھانوی رح کے مرید تھے۔ ہنود کے لباس میں اسلام کی اشاعت کی۔ اور بیکر پرستوں کی وضع میں اہل ہنود کے تمام مقدس مقامات کی سیر کرکے مذہب ہنود سے واقفیت حاصل کی +

سید جمن جتی رح نے جو شاہ بدیع الدین مدار رح کے مشہور خلیفہ تھے۔ بنگال و بہار میں اسلام کو ترقی دی۔ اکثر نومسلم آپ کی نظر توجہ سے کمال کے درجہ پر پہنچگئے +

شاہ عبد الحکیم اکبر آبادیؒ نے اکبر کے زمانہ میں نواح آگرہ کے اکثر دیہات میں اسلام پھیلایا +

مخالفین اسلام جزیہ کو بھی اسلام کی اشاعت کا باعث خیال کرتے ہیں۔ اس کے متعلق شمس العلما مولانا شبلی نعمانی اپنے مشہور رسالہ جزیہ میں کافی بحث کر چکے ہیں۔ مولانا موصوف کے اس بیان کی تائید میں کہ یہ دراصل ایک فوجی ٹکس تھا۔ جس سے بہت سے غیر مسلم بوجوہات خاص مستثنےٰ رہتے تھے۔ ہم ایک شاہی فرمان کی نقل درج کرتے ہیں جو ہندوستان کے سب سے زیادہ بدنام متعصب عالمگیر بادشاہ کے عہد کا ہے۔ اصل فرمان آگرہ کے قدیم و عہد شاہی کے گرجا موسومہ سینٹ پیٹرس (وزیر پورہ کا گرجا) کے بڑے پادری صاحب کے پاس موجود ہے۔ اس فرمان میں پانچ نفر پادریوں

کو مع اُن کے متعلقین کے جزیہ سے مستثنٰے کیا گیا ہے۔ عالمگیر کے علاوہ بہادر شاہ فرخ سیر، اور محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ کے بھی معافی جزیہ کے فرمان موجود ہیں۔ جنہیں بخوف طوالت نظرانداز کیا جاتا ہے۔

مُہر اسد اللہ خاں (وزیر اعظم) بندہ بادشاہ عالمگیر غازی سنہ ۱۱۰۴ھ

متصدیان حال و استقبال جزیہ ذمیان سکنہ مستقر الخلافہ اکبر آباد بدانند کہ قبل ازیں بموجب سیاہہ روح اللہ خاں مرحوم در باب موقوفی جزیہ پنج نفر پادری مع وابستہا بنام منشی محمد سعید مغفور امین سابق جزیہ آنجا نوشتہ شدہ بود۔ درینولا وکیل آنہا التماس (نمودہ)... کہ امین حال سند بنام خود میخواہد۔ امیدوار است کہ پروانہ بنام متصدیان حال و استقبال جزیہ آں محال مرحمت شود۔ لہٰذا قلمی میگردد کہ در باب اخذ جزیہ انور وغیرہ پادری کہ اسم آنہا در ضمن مرقوم شدہ بموجب حکم سابق مزاحم نشوند۔ دریں باب تاکید بلیغ.... نہم شہر جمادی الثانی سنہ ۳۲ جلوس

پادری پادری پادری پادری پادری

انور منگل جان امامون عباس .... (مٹا ہوا ہے)

(پشت پر) بتاریخ ۱۱۔ شہر جمادی الثانی داخل سیاہہ حضور نمودہ شد

بتاریخ ۳۔ رجب المرجب سنہ ۳۲ ....

پادری صاحب مذکور کے پاس اکبر و جہانگیر وغیرہ کے زمانہ کے اور بھی کئی اصلی فرامین موجود ہیں۔ جن میں عیسائیوں کو اکبر آباد۔ لاہور۔ سورت۔ احمد آباد۔ عظیم آباد وغیرہ شہروں میں گرجے تعمیر کرنے کی اجازت اور قبرستان کے واسطے زمین مرحمت کی گئی ہے۔ ان میں سے ایک فرمان کی نقل بطور نمونہ مندرج ذیل ہے۔

اللہ اکبر

مُہر- ابو المظفر نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی

حکام کرام و عمال کفایت فرجام و متصدیان مہمات صوبہ گجرات بعنایت والتفات بادشاہانہ مخصوص و مباہی گشتہ بدانند کہ فرمان عالی شان واجب الاذعان شرف اصدار و عز ایراد یافتہ کہ پادریان فرنگی در احمد آباد یک انگریز[1] کہ عبارت از عبادت خانہ آنہاست۔ از برائے خود بسازند و در آنجا بطور و روش خود عبادت میکردہ باشند۔ می باید کہ چوں بر مضمون حکم جہاں مطاع گردوں ارتفاع جہانگیری اطلاع حاصل نمایند مانع و مزاحم آنہا نہ گشتہ بگذارند کہ از برائے عبادت خود انگریز بسازند می باید کہ از فرمودہ تخلف نورزند۔ در عہدہ شناسند۔ تاریخ ۲۰۔ ماہ الٰہی سنہ۔

(پشت پر) رسالہ کمترین مریدان با اخلاص اعتماد الدولہ و نوبت وقعہ بندۂ درگاہ محمد حسین سگرانہ۔

سعید احمد مارہروی

[1] پرتگالی زبان کا بگڑا ہوا لفظ ہے جسکے معنی گرجا کے ہیں ۱۲ سعید احمد

۵۸۶

درِ خواجۂ خواجگان ملگیا!

درِ خواجۂ خواجگاں ملگیا — حقیقت کا گنجِ نہاں ملگیا
وہ سنجر کا سروِ رواں ملگیا — گلِ گلشنِ جاوداں ملگیا
درِ خواجۂ ہند پر جھکا — زمیں سے سرِ آسماں ملگیا
چلے جب سوئے گلشنِ چشت ہم — تو رستہ میں باغِ جناں ملگیا
اُسے دل میں پایا تھی جسکی تلاش — ان آنکھوں سے جو تھا نہاں ملگیا
ہوئی لذت وصل جاناں نصیب — جو ملتا وہاں وہ یہاں ملگیا
بتاتا ہے راہِ عدم سنگِ قبر — نشانِ رہِ رفتگاں ملگیا
بسر ہو مدِ خواجۂ ہند پر — مقام اچھا عمرِ رواں ملگیا
ہوا آئی طیبہ کی اجمیر میں — درِ مصطفٰے کا نشاں ملگیا
عروسِ طریقت کے نوشاہ کو — سلامی میں ہندوستاں ملگیا
ہوا قبرِ مولا کا صندل نصیب — مٹا دردِ سر حرزِ جاں ملگیا
نہیں طائرِ جاں کو جنت کی فکر — کہ اجمیر میں آشیاں ملگیا
فقیروں کو فکرِ معیشت نہیں — کیا شکر جو کچھ جہاں ملگیا
خدا سے ملے جب خودی مٹ گئی — ہٹی گرد تو کارواں ملگیا
ہوئے رہنما سالکانِ طریق — مسافر کو بھی کارواں ملگیا
ولی اپنے جامہ سے باہر ہو کیوں — بتاؤ تو کیا مہرباں ملگیا

ولی الدین علی

جہلِ مرکب

(سلسلے کیلئے دیکھئے جمادی الاخری نمبر سنہ ۱۳۳ھ)

ابوجہل۔ افسوس۔ تم بھی اوروں کے بیکار ثابت ہوئے۔ بالکل نکمے۔ چلو دور ہو نکلو۔ (بچے رو کر دروازہ کی طرف بھاگتے ہیں) میں تھوڑی دیر میں تم کو اس سے بھی زیادہ مفید سبق پڑھاؤں گا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اب میں کہاں اور تم کہاں۔ اپنی ماں کے پاس جاؤ وہ تم کو تعلیم دیگی۔ افسوس وہ بھی اس قابل نہیں۔ اے خدا! تو انکی حالت پر رحم کر۔ یہ تیری ہی سپرد ہیں (جی میں) ایک پل میں میری مدد کے لیے کوئی پہنچ ہی جائیگا۔ کیا عجب ہے کہ کوئی دروازے پر ہی ہو۔ (بالو کے ذرّے جلد جلد گر رہے ہیں اوپر والے شیشہ میں بہت تھوڑا بالو رہ گیا ہے) جو لوگ اپنی عقل پر بھروسہ کرکے اُسکو رہنما بناتے ہیں۔ وجود الٰہی سے انکار کرتے ہیں اور قدیم فلسفہ پڑھکر دیمقراطیس کے دقیانوسی فلسفہ کو مادیت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن اُن کی تحقیقات محدود ہے۔ وہ محض ناواقف ہیں کاش یہ برگ و گیاہ زبان رکھتے! اے گھاس کے پتو بولو! اے خدا کے وجود کی شہادت دینے والو بتاؤ! کیا تمہارا ایک پتہ بھی وجود الٰہی میں شبہہ کرے تو فوراً نہ مُرجھا جاتے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میں نے کسی کتاب میں دیکھا تھا ؎

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

لیکن تم خاموش ہو۔ اے در و دیوار تم ہی جواب دو! اے زمین تو ہی کہہ! آخر ان درختوں کو کس نے لگایا؟ ان پھول پتیوں کو کس نے اپنے ہاتھوں سے چُنا! ان میں رنگ و بو کس نے پیدا کی؟ ان سربلند پہاڑوں کو کس نے نصب کیا! ان پر سبزہ کا فرش کس نے بچھایا؟ سمندر کس نے بنائے؟ اُن کے عمق میں صدف

اور صدف میں گہر بیش بہا کو کس نے پیدا کیا؟ اے زمین تیرے شکم میں نددہ جواہر کس نے بھرے؟ حیوانات کو کس نے خلق کیا؟ مختلف الالوان پرندوں کو نغمہ سنجی کس نے سکھائی؟ اس گنبد زرنگار کو بے ستون کس نے قائم کیا؟ المختصر ارض وسما اور جو کچھ ان میں موجود ہے اُسکا صانع حقیقی کون ہے؟ ہائے! میں کسکو تلاش کروں۔ کون اس سیدھے سادے سوال کا جواب مجکو دے۔ ایک چھوٹا سا پاک لفظ ہے۔ لیکن کسی کے مُنہ سے نہیں نکلتا۔ میں خود گمراہ رہا۔ اور ہر شخص کو راہ حق سے پھیرا۔ عزرائیل نے بالکل سچ کہا تھا کہ جب سے میں اس سرزمین میں آیا ہوں۔ کوئی روح بہشت میں داخل نہیں ہوئی (گھبراکر) دیکھوں اب یہ کیا حشر ہوتا ہی۔ میری امید اب منقطع ہوتی جاتی ہے۔ جوں جوں دیر ہوتی ہے۔ مایوسی بڑہتی جاتی ہے۔ نہ معلوم کس آن خدا کا ایلچی پہنچ جائے۔ لاؤ میں کپڑے سے گھڑی کو ڈھک دوں (بالو گھڑی کو ڈھک کے میز پر رکھدیتا ہے)۔

یکایک ابلہ پر اُسکی نظر پڑتی ہی جو ایک تنکے سے دہوپ کے سایہ کو ناپ رہا ہی۔

ابلہ یہ تم کیا کررہے ہو؟

ابلہ۔ ذرا ٹھیرو۔ بتاتا ہوں!

ابوجہل۔ آخر بتاؤ تو یہ کیا حرکت ہی۔

ابلہ۔ میں دہوپ کے سایہ کو ناپ رہا ہوں تاکہ وقت کا اندازہ ہو۔

ابوجہل۔ معلوم ہوتا ہی تم نے میرے اور عزرائیل کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی سُن لی اور تم اسی لیئے وقت دریافت کرنے کی فکر میں ہو۔ کیا تم فی الحقیقت اسی انتظار میں ہو کہ مجھے مرتے ہوئے دیکھو۔

(ابلہ برابر سایہ کو ناپ رہا ہے اور کچھ حساب لگاتا جاتا ہے) میں نہیں چاہتا کہ جب وہ آئیں تو کوئی غیر شخص موجود ہو۔ تم اس وقت یہاں سے چلے جاؤ۔ ابلہ کا

کندھا پکڑ کر باہر نکالنے کا ارادہ کرتا ہے۔ لیکن یکایک اُسکے دلمیں کوئی خیال آتا ہی اور ہاتھ روک لیتا ہے، نہیں ذرا ٹھیرو۔ میں تم سے ایک سوال کروں گا (کمرہ کے اندر لاکر) ابلہ کیا تم وجود الٰہی اور روز سزا و جزا کے قائل ہو؟۔

ابلہ۔ مجھ سے یہ سوال آپنے بہت بعد از وقت کیا۔ جب آپ یہ سوال اپنے طلبا سے کر رہے تھے تو مجھے خیال ہوا تھا کہ کاش یہ سوال ابلہ سے ہوتا تو وہ حضرت کو شافی جواب دیتا۔ اس لیئے کہ ابلہ جب پہاڑوں پر جال کاٹنے جایا کرتا تھا تو فرشتے اُسکو الٰہیات کی تعلیم دیا کرتے تھے +

ابوجہل۔ ہِنّد جلدی بتا۔ دیر نکر +

ابلہ کہتا تو ہوں کہ میری معلومات اس مسئلہ میں نہایت وسیع ہی۔ میری سی عقل بلّیوں اور خرگوشوں کی بھی نہیں ہی جو گائے کا دودھ دوہتے ہیں۔ یہ سب صحیح لیکن اب ابلہ میاں زبان سے کچھ نہ کہیں گے +

ابوجہل۔ بالو کے ذرّے برابر گر رہے ہیں اور ریت ختم ہوئی نہیں کہ میرا دم نکل جائے گا۔ خدا کے لیئے میرے اوپر رحم کر۔ اور میرے سوال کا جواب فوڑا دے اگر مجھے کوئی دیندار آدمی نہ ملا تو میری روح بھٹکتی پھرے گی۔ اُسکا کہیں ٹھکانا نہ ہوگا ابلہ مجھپر رحم کر اور بتا +

ابلہ عقلمندوں کی سی صورت بناکر نہایت سنجیدگی سے، نہیں نہیں میں تمہیں اپنا راز نہیں بتا سکتا۔ میں تو آپ کو یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ میری تھیلی میں کیا کیا ہے۔ آپ میرے عقائد کی چوری پر آمادہ ہیں۔ کل سڑک پر مجھے ایک رمال ملا تھا۔ اُس نے مجھ سے پوچھا کہ تمہاری تھیلی میں کے پیسے ہیں۔ اُس نے کہا تمہاری تھیلی میں تین آنہ سے زیادہ نہیں۔ اس سے زیادہ ہوں تو تین ہی آنہ کی شرط سہی۔ لاؤ میں تھیلی میں ہاتھ ڈالکر گن لوں۔ لیکن میں نے تھیلی کے دوڑے اسطرح

(دوڑے کھینچکر) خوب کس کر دیئے اور جلدی سے اُسکو چھپا لیا۔ میں جب رات کو سونے جاتا ہوں تو اپنی تھیلی کو ایسی جگہ چھپا دیتا ہوں کہ کسی کے فرشتہ کو بھی پتہ نہ لگے۔

ابوجہل (بالو گھڑی کا کپڑا اتارنے کو ہاتھ بڑھاتا ہے اور پھر ہاتھ کھینچ لیتا ہے) نہیں نہیں۔ میری ہمت نہیں پڑتی کہ کپڑا اتاروں (دوزانو ہوکر) ابلہ خدا کے لیے میرے اوپر ترس کھا اور میرے سوال کا جواب دے۔

ابلہ آہ! اب تم ناحق بے چین ہوتے ہو۔ جو کچھ شدنی ہے وہ ہو کے رہیگا۔ لو میں تمہیں بتاتا ہوں۔ اب میں تم سے ذرا بھی خوف نہیں کھاتا۔ اچھا ذرا قریب آجاؤ تو بتاؤں۔ تاکہ عزرائیل کی نصیحت کو کوئی غیر شخص نہ سن لے۔

ابوجہل (تعجب سے) ایں! عزرائیل نے تم سے کیا کہا تھا۔

ابلہ سنئے۔ جو کچھ کہا تھا بتاتا ہوں۔ ایک مرتبہ میں پہاڑ پر بالکل تنہا تھا کہ ایک فرشتہ نے مجھے یہ نصیحت کی کہ میاں ابلہ! تم وجود الٰہی میں کبھی شک نہ کرنا۔ اور روز قیامت کو کبھی نہ بھولنا۔

ابوجہل اُوہو! میں بچگیا۔ ابلہ باایمان ثابت ہوا۔ وہ خدا کے وجود اور بہشت و دوزخ کا قائل ہے۔ "اهل الجنة بله" کی تصدیق ہوتی ہے۔ (گھڑی کا کپڑا اُلٹ کر) ہائے غضب ہوگیا بالو ختم ہوچکا۔ میرا جام حیات لبریز ہوگیا۔ کوئی دم کا مہمان ہوں (ابلہ اسکا ہاتھ پکڑ کر کرسی پر بٹھاتا ہے) ابلہ ذرا میرے شاگردوں اور بیوی بچوں کو بلا نا (ابلہ گھنٹی بجاتا ہے) اُن کے قدموں کی آہٹ سنائی دیتی ہے۔ وہ آرہے ہیں۔ میں اُنکو اب راہ حق کی تعلیم دونگا۔ ہر شئے فانی ہے۔ خدا کی ذات واجب الوجود اور غیر فانی ہے۔ ہمارے عقائد باطل ہیں حق کی طرف سے ہماری آنکھیں بند ہیں۔ میری زبان لڑکھڑاتی ہے۔ بولنے کی تاب نہیں۔ ابلہ! تم اُن سے میرا آخری پیغام کہدینا کہ وہ اپنے

عقائد کو درست کریں۔ مرنیکے بعد انسان کے اعمال کی پرسش ہوتی ہی۔ میں بھی اُن کے حق میں دعا کرتا ہوں۔ اے خدا۔۔ ۔۔۔۔

ابوجہل کا دم فنا ہوجاتا ہی اُسکا سر ابلہ کے زانو پر رہا ہی +

شاگرد داخل ہوتے ہیں +

ذکی ابلہ کو تو دیکھو یہ گھنٹی اُنھوں نے بجائی تھی +

معتقد۔ ابلہ تم نے ہمکو کیوں بلایا ہے ؟ کیا کام ہے ؟

فہیم (چپکے سے ابوجہل کی طرف اشارہ کرکے) دیکھو کیسے غافل سو رہے ہیں تعجب نہیں کہ جناب ہی نے کوئی خواب دیکھا ہو۔ (قریب جاکر غور سے دیکھتا ہی۔ اور ہاتھ سے جنبش دیتا ہی) ذکی ذرا دیکھو تو اِن کی کیا کیفیت ہی۔ ان میں تو جان معلوم ہی نہیں ہوتی +

ذکی (نبض ٹٹولکر) واقعی اِن کی روح پرواز کرگئی - اِن میں دم باقی نہیں رہا +

ابلہ۔ اِسکو حرکت مت دو۔ چپ چاپ ایک طرف بیٹھ جاؤ +

سب پر خاموشی طاری ہوجاتی ہے +

دیکھو اِس کی روح کا لبدِ خاکی سے پرواز کرگئی ۔عزرائیل آیا۔ اُس نے اپنے ہاتھ پھیلاکر اُسکو لے لیا۔ اب وہ اپنے ہاتھ عالم بقا میں کھولے گا۔ (شاگردوں سے) مرتے وقت ابوجہل کی یہ آخری خواہش تھی کہ خدا تم کو نیک ہدایت دے۔ تم اُس کے واقعہ سے عبرت حاصل کرو۔ خدا کے وجود کا اقرار کرو۔ اور آخرت پر اعتقاد رکھو۔ اور اپنے اعمال کو درست کرو۔ تاکہ عاقبت کے عذاب سے نجات پاؤ +

ابلہ حمد میں یہ قصیدہ پڑھتا ہوا وہاں سے چلا جاتا ہی

کُجا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی   نہ روم بے خبراں رہ کہ تو آں رہ نہ نمائی

همه درگاه تو جویم همه از فضل تو پویم — همه توحید تو گویم که به توحید سزائی
تو خداوند زمینی تو خداوند بیاری — تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی
تو زن و جفت نه جوئی تو خور و خفت نخواهی — احد بے زن و جفتی ملکا کام روائی
نه نیازت نه ولادت نه بفرزند تو حاجت — تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی
تو کریمی تو رحیمی تو سمیعی تو بصیری — تو مذلی تو معزی ملک العرش بجائی
همه را عیب تو پوشی همه را غیب تو دانی — همه را رزق رسانی که تو موجود عطائی
نه بُدے خلق تو بودی نه بود خلق تو باشی — نه تو خیزی نه نشینی نه تو کاهی نه فزائی
نه سپهری نه کواکب نه بروجی نه دقائق — نه مقامی نه منازل نه نشینی نه بپائی
بری از چون و چرائی بری از عجز و نیازی — بری از صورت رنگیں بری از عیب و خطائی
بری از خوردن و خفتن بری از تهمت مردن — بری از بیم و امیدی بری از رنج و بلائی
تو علیمی تو حکیمی تو خبیری تو بصیری — تو نماینده فضلی تو سزاوار خدائی
نه توان وصف تو گفتن که تو در وصف نگنجی — نه توان شرح تو کردن که تو در وصف نیائی
احد لیس کمثلی صمد لیس کفضلی — لمن الملک تو گوئی که سزاوار خدائی
لب و دندان سنائی همه توحید تو گوید — مگر از آتش دوزخ بودش روز رہائی

انیس احمد مارہروی

غزل

پیا جس نے کہ پیمانہ معین الدین چشتی کا — ہوا وہ مست و دیوانہ معین الدین چشتی کا
ہزاروں عاشق و شیدا در خواجہ پہ بیٹھے ہیں — عجب ہے طرز جانانہ معین الدین چشتی کا
چلو اجمیر کو اے حور و غلماں چھوڑ کر جنت — ذرا دیکھو جلو خانہ معین الدین چشتی کا
چلو اے عاشقو اجام مَے وحدت کے پینے کو — کھلا رہتا ہے میخانہ معین الدین چشتی کا
دُرِ مقصود سے دامن تمہارا کیوں نہ پر ہووے — ہے اُس پر لطف شاہانہ معین الدین چشتی کا

[illegible]

اکبری فیضان

لطف چاہو اک بتِ نوخیز کو راضی کرو — نوکری چاہو کسی انگریز کو راضی کرو
لیڈری چاہو تو لفظِ قوم ہے مہماں نواز — گپ نویسوں کو اور ایڈیٹر کو راضی کرو
طاعت و امن و سکوں کا دل کو لیکن ہو جو شوق — صبر پر طبعِ ہوس انگیز کو راضی کرو
نق نق و بق بق میں دنیا کے نہ اکبر شریک — چپ ہی رہنے پر زبانِ تیز کو راضی کرو

وضع بدلی گھر کو چھوڑا کاغذوں میں چھپ گئے — چند روزہ کھیل تھا آخر کو سب مر کھپ گئے
مٹ گئے نقش و نگارِ دیرِ فانی کے مرید — نام انہیں کا رہ گیا روشن جو ہر کو جپ گئے
دل کا ٹکڑا تو رہا باقی ہے یادِ خدا — ریل میں کیا غم جو اکبر کیسے تیرے کپ گئے

سامنا اک نگہِ ناز کا ہے جان کی خیر — مہرباں اک بتِ عیار ہے ایمان کی خیر
ادبِ سبحہ و زنار اٹھا جاتا ہے — خیر ہندو کی نہ اب ہے نہ مسلمان کی خیر
ناز سے دامن اٹھاتی تھی جو اپنا لیلیٰ — دیر لب کہتی تھی مجنوں کے گریبان کی خیر
ترکِ شیراز سے خوشتر ہیں بتانِ مغرب — ظاہرا اب نظر آتی نہیں ایران کی خیر
اس نئے میدان میں سر کیے کیا قوم کا نام — آپ بنگلے میں منایا ہی کیے جان کی خیر
پارٹی کچھ بھی نہیں جب نہ ہو توفیقِ طاعت — قوم کی خیر نہیں جب نہیں ایمان کی خیر
اس مسِ برقِ کلیسا کا ہے لکچر اکبر — آج تو علم بھی مانگے گا مسلمان کی خیر

ٹیٹنک ٹکڑے ہوا ٹکرا کے آئس برگ سے — دب گیا سائنس بھی آخر بنامِ مرگ سے

عیش کا بھی فوق دینداری کی شہرت کا شوق
آپ میوزک ہال میں قرآن گایا کیجئے
ٹھیکہ داروں نے کیا نیلام قومی روح کو
چھاونی میں اب فقط روٹی کمایا کیجئے

عجب کیا شیخ برگڈ میں جو مشتاق غلامی ہیں
ہمارے اونٹ صاحب جی وہی کسرتیں کھاتی ہیں

اک برگ مضمحل نے یہ اسپیچ میں کہا
موسم کی کچھ خبر نہیں اے ڈالیو تمہیں
اچھا جواب خوش یہ اک شاخ نے دیا
موسم سے باخبر ہوں تو کیا جڑ کو چھوڑ دیں

بہت تھیں بولیں گر طبیعت حسن نظامی کی خوب ابھری
یہ وقت اور یہ خیال انکے عجب ہے بحر میں ڈوب ابھری

چمن میں محو سجود ہوں میں اور ایک چڑیا یہ گا رہی ہے
حسن نظامی بھی آرہے ہیں خدا کی بھی یاد آرہی ہے

شروع مئی ۱۹۱۲ء میں خدا خدا کر کے یہ آرزو پوری ہوئی کہ راقم جناب اکبر الہ آبادی کے معانقہ جسمانی و روحانی سے فیض یاب ہوا۔ دربار دہلی کے بعد ہندوستان کے ہر طبقہ میں نئی نئی امنگیں پیدا ہو رہی ہیں۔ میرے دل میں بھی ایک موج اٹھی جسنے جہاز نمائش تمدنی کو ہچکولے دینے شروع کیے اور قریب تھا کہ مغربی سامان حیات سے لبریز اسٹیمر بحر ساکت میں ڈوب جائے کہ کسی نے جناب اکبر کو بے تار کی خبر بھیجدی۔ وہ یکسوئی کی کشتی لیکر آئے اور اس ٹھنڈی موت سے بچایا۔

میں نے کیا کہا آپ کیا سمجھے۔ صاف یہ ہے کہ دربار کے بعد سے بے چینی تھی کہ اکبر فیضمآب سے ملوں مگر نمائشی اسباب مانع تھے۔ آخر شروع مئی میں موقع ملا۔ اور چند گھڑیاں اچھی گزر گئیں وہیں ان کی زبان سے کچھ سنا تھا جو یاد رہ گیا ناظرین نظام المشائخ بھی سن لیں۔ رہی اشعار کی تشریح۔ سو اسکی ضرورت نہیں ابھی ہندیوں میں ان اشعار کی تہ تک پہنچنے کی صلاحیت ہے نہ تشریح معلوم کرنیکی اہلیت۔ البتہ ایک وقت علیگڈھ کی میل ٹرین میں سوار چلا آرہا ہے۔ جب وہ آئیگا تو فیضان اکبری کے اصلی لطف سے بھی ملاقات ہو جائے گی + حسن نظامی

۷۸۶

ارشادات فتح الٰہی

یہ مضمون ہمارے غائبانہ کرمفرما جناب ذکاراللہ صاحب نے اِس خط کے ساتھ بھیجا ہے "فقیر کچھ عرصہ سے ایران میں مقیم ہے حضرت مرشدی ومولائی سید شاہ نذیر الحسن قبلہ مدظلہ العالی چھ ماہ سے حالت جذب میں تھے۔ مشاغل علمیہ کو متروک ہوئے تو زمانہ گزر گیا لیکن اب بالکل ہی علیحدگی ہے۔ چند ارشادات جو اتفاقیہ قلمبند کر لیئے گئے تھے اُن کی بابت آج یکایک حضور کا حکم ہوا کہ عزیزم واحدی کے پاس بھیجدو لہٰذا تعمیل کی جاتی ہے"۔ ہم اپنے مہربان ذکاراللہ صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور دست بدعا ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ حضرت مولانا فتح الٰہی جیسے قدسی صفت بزرگ کو تادیر سلامت رکھے۔ اور ان سے دنیا کو مستفیض فرمائے۔ (محمد الواحدی)

فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ

عزیزو اب اللہ ہی اللہ ہے — دم واپسیں بر سرِ راہ ہے

ایں آمد و رفت نفسم بے جہتے نیست — مضطربہ تلاش و بہ تگاپوئے تو باشد

دوستو عزیزو۔ سنو اور کان کھول کر سنو۔ یاد رکھو گے تو یاد کرو گے۔ دنیا کی بے ثباتی ایک امر بدیہی ہے جسمیں نہ دلیل سے کام نہ قیل و قال کا نام نہ بحث و مباحثہ کی حاجت نہ چنیں چناں کی ضرورت۔ کہ تم عدم سے وجود میں آئے۔ بچپن تھا۔ لڑکپن آیا۔ بڑے ہوئے۔ جوانی نے منہ دکھایا۔ اب کیا منظر نظر آیا۔ پشت خم ہے۔ آنکھوں میں نور نہیں۔ قوت سامعہ ہوا ہوئی۔ قوت مدرکہ سے جدائی۔ اٹھنے بیٹھنے سے مجبوری چلنے پھرنے سے عاری۔ مثل ہے کہ نہ پیٹ میں آنت نہ منہ میں دانت۔ ہاتھ پاؤں بیکار۔ پنجہ موت میں گرفتار۔ قوت گویائی مفقود۔ مگر ایک بڑ مجذوبانہ ہے کہ دم کے ساتھ ہے

کسی کی سنیں گے کیا خاک مگر اپنی کہے جائیں گے۔ پاس کون پھٹکے سب دور دور سے ہوا بتاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ زق بق سے گھبراتے ہیں۔ آہ۔ سچ کہا ہے پیری وصد عیب نہ صد عیب بلکہ ہمہ عیب۔ اول فنا۔ آخر فنا کل شیٔ یرجع الی اصلہ ؎

جسم بے جاں ایک مشت خاک ہے جان جب نکلی تو قصہ پاک ہے

دوستو۔ کچھ سمجھے کیا نتیجہ نکلا۔ ہاں یہ عالم مع عالمیان تغیرات سے ہم آغوش اور فنا کی بیّن دلیل ہے۔ صحیفۂ عالم کے جس رق جس صفحہ کو اُلٹ پلٹ کر دیکھو ایک لفظ کیا ایک حرف بھی ایسا نظر نہ آئے گا جس میں دائمی مسرت لازوال عیش و نشاط کا مادّہ موجود ہو۔ یہ کیوں اس لیئے کہ جو شئے متغیر ہے وہ یقینی فانی نیست وار اور ہست نما ہے۔ دنیا ایک خواب خیال ہے۔ خواب میں کیا کیا نہ دیکھا۔ خیال نے کس حد تک بلند پروازی سے کام نہ لیا جب آنکھ کھلی یکسوئی ہوئی۔ یہ تھا نہ وہ تھا ؎

تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ جب آنکھ کھل گئی نہ زیاں تھا نہ سود تھا

انقلاب زمانہ اس پیکر خاکی وجود فانی سے وہی نسبت رکھتا ہے جو الفاظ مترادف میں پائی جاتی ہے۔ تغیرات عالم اور جسم عنصری کے ایک ہی خواص ایک ہی نسبت۔ اور نتیجۂ آخری صاف اور نہایت صاف ؎

آعندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

کب رہا قائم نہ ہو جس میں قیام ہے وہی قیوم ہو جس کو دوام
ہے وہی موجود جو فانی نہیں رہتا ہے معدوم ہی باقی کہیں
نیست کو نسبت کہاں ہو ہست سے فائدہ کیا ایسے بندوبست سے
رات دن کے ہیں یہ سارے انقلاب دیکھیئے کب تک نظر آئیں یہ خواب
خواب کی گویا حکایت زندگی آنکھ کے کھلتے ہی ہو شرمندگی

جب کہ ہم نابود کو سمجھے ہیں بود پھر کہاں آئے نظر واجب وجود

دوستو۔ فانی اور موہوم امیدوں میں اُلجھنا خیالی ایذاء سے بغلگیر ہونا اور حسرت سے دم توڑ توڑ کے جان دینا کیا یہی انسانی حیات و ممات کا مقصد اصلی ہے؟ کیا ہم اس عالم دنیا میں بیکار آئے۔ بیکار رہے اور بیکار جائیں گے؟ حاشا و کلا۔ افحسبتم انما خلقنکم عبثا وّ انکم الینا لا ترجعون۔ انسانی حیات و ممات کا دار و مدار صرف حصول عرفان پر موقوف ہے اور بس ؎

کام ہو عرفان سے ایقان سے یعنی اپنی جان کی پہچان سے

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ دوستو۔ عزیزو۔ دنیا اور حصول دنیا سے مراد کیا ہے؟ دنیا میں الجھنا کیا اور ترک دنیا کیا ہے۔ جہاں کہیں دنیا کی مذمت پاؤ گے دنیائے مذموم مراد ہوگی۔ کہا گیا ہے مطلق اور مراد لی گئی مقید۔ کلام عرب میں اسکی مثالیں بہت ہیں۔ ہاں تو کہنا یہ ہے کہ ترک دنیا سے مراد خیالی ایذا سے دلکو خالی کرنا اور دل بیار و دست بکار سے واسطہ رکھنا ہے۔ حصول دنیا مذموم نہیں محمود ہے مگر نیت صافی اصل مقصود ہے۔ اگر ایک طرف سجن المؤمن ہو تو دوسری طرف مزرعۃ الاٰخرۃ سے تشبیہ دو۔ اور اگر حقیقت شناسی سے واسطہ ہو تو دوئی کا نام نہیں۔ این و آں سے کام نہیں

ع در میکدۂ وحدت جز فرد نمے گنجد

قیل و قال پر آؤ تو (زیادہ بریں نیست کہ) جزو و کل کی سی منطقی مغائرت ہے۔ گویا کثرت میں وحدت بو و گل کی سی نسبت ہے۔ یاد رہے کہ دنیا دار العمل اور حصول عرفان کی یونی ورسٹی University. ہے جس میں قیل و قال اور روحانی جذبۂ حال کے امتحانات ہوتے اور عروج کے سرٹیفیکٹ Certificate دیئے جاتے ہیں۔ ایک طرف خود فراموشی نیک چلن پاس ہوتے اور اسکالرشپ Scholarship. ڈبل پروموشن Double promotion. پاتے اور مدارج ترقی طے کرتے چلے جاتے ہیں

دوسری طرف برعکس انانیت کے سبق آموز بدچلن نصرف فیل .Fail بلکہ ڈگریڈ .Degrade کیئے جاتے اور اگزامیشن روم Examination room سے نکالے ہی جاتے ہیں۔ ایک ہی یونیورسٹی کالج کے تعلیم یافتہ۔ ماسٹر ایک اگزامنر .Examiner ایک کورس .Course ایک گارڈ .Guard غرض یہ کہ ع الف بہ شکل ہزار ست و در شمار یکے ست ۔ مگر جو رزلٹ آوٹ .Result out ہوا اُسپر بے اختیار یہی کہنا پڑا ۔ اور جو سُنیگا یہی کہیگا ؎ علم نبود غیر علم عاشقی مابقی تلبیس ابلیس شقی ۔

ایھا القوم الذی فی المدرسه — کلما حصلتموھم وسوسه
فکرکم ان کان من غیر الحبیب — مالکم من نشاۃ الاخری نصیب
فاغسلوا یا قوم عن لوح الفوٓاد — کل علم لیس ینجی فی المعاد
رو بتاب از جسم جاں را شاد کن — موطنِ اصلی خود را یاد کن
تو مکانی اصل تو در لامکان — ایں دکاں بربند و بکشا آں دکاں

اے یاران سفری ۔ خوب یاد رہے کہ تم دنیا سے نہیں ۔ دنیا تم سے ہے ۔ دنیا بیچاری مفت بدنام ہے ۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ اپنا ہی کام ہے ۔ ہاں اگر نام سے کام نہو تو پھر کام میں ناکام نہو ۔ وللہ در قائل ؎

ہست راہ و رسم ایں شہر و دیار — برخلاف راہ و رسم روزگار
کام اینجا محض ناکامی بود — شہرت اینجا ز گمنامی بود
وارد اینجا زخم بر مرہم شرف — سوء تیر ایں جا بود سی ہدف
تا بہ کے اے ہدہد شہر سبا — در غریبی ماندہ باشی بستہ پا
تا بہ کے در چاہ طبعی سرنگوں — یوسفی یوسف بیا از چہ بروں
تا عزیز مصر ربانی شوی — وا رہی از جسم و روحانی شوی

دنیا سے بدیع ترکوئی عالم نہیں۔ اِسکی دلفریبیاں اور فانی لذتیں شغف وانہماک کا باعث ہوجاتی ہیں۔ اور اسکی فسوں سازیاں کرشمہ بازیاں بڑے بڑے مرتاض کے دلوں کو مٹھی میں لے لیتی ہیں کہ روحانیت کمزور بلکہ مردہ ہوجاتی اور جسمانیت مادیت کا دَور دورہ ہوجاتا ہے۔ انسان اپنے فرض منصبی (عرفان) مقصد آفرینش (عبدیت روحانیت) سے دور ہوکر بہائمی خصلتوں کا خوگر۔ انسانیت سے کوسوں دور اور کُھلم کُھلا حیوان بشکل انسان نظر آتا ہے اولٰئک کالانعام بل ھم اضل سبیلا۔ اِس ہلاکت سے بچنے کی صورت صِرف اہل دل کی صحبت ہے کہ حصول عرفان کی یہی ایک سبیل ہے۔ باقی مفت کا شور وغل لایعنی قال وقیل ہے ؎

ہیچ نکشد نفس را جز ظلِ پیر
دامن آں نفس کُش را سخت گیر

از بہاراں کے شود سر سبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

اُسی کی صحبت سے آدمی آدمی بنے گا۔ آدمیت آئیگی۔ اخلاق رذیلہ سے کنارہ کشی اخلاق حسنہ سے ربط ضبط ہوگا۔ غرض جو ہونا ہوگا۔ ہوکر رہیگا۔ مشاہدہ عینی کی کیفیت نظر آئے گی۔ محویت اپنا رنگ جمائے گی۔ آگے کیا ہوگا۔ یہ آپ کھلجائے گا ؎

پرسید یکے کہ عاشقی چیست
گفتہ کہ چو من شوی بدانی

القط ہے قلم کی دوستداری

کیا کہیں کسکی کہیں کس سے کہیں
گونگے بہرے ہوگئے چپ ہو رہیں

صورت از بیصورتی آمد بروں
باز شد انا الیہ راجعوں

فتح الٰہی۔ از ایران

ثنائے خواجہؒ

ساقیا! دے وہ مئے جامِ ولائے خواجہ — کہ دل و دیدہ ہوں مدہوشِ لقائے خواجہؒ

چلتی ہے سرد ہوا چھائی ہے گھنگھور گھٹا — گرم ہے میکدۂ جود و سخائے خواجہؒ

پھر وہی سننے وہی نغمہ ہے وہی ساغر ہے — پھر اُسی دھن میں ہیں مستانِ ولائے خواجہؒ

پھر وہی سوز و گداز اور وہی ساز و نیاز — پھر اُسی لے کا ترانہ ہے ثنائے خواجہؒ

محو مطرب ہے جدا نغمۂ عشاق جدا — سنیئے اب زمزمۂ مدح سرائے خواجہؒ

تار ہے رشتۂ جاں دل کی کھٹک ہے مضراب — ہر بن مو سے نکلتی ہے صدائے خواجہؒ

دل یہ کہتا ہے کہ ہو جائے نثار اجمیر — جان کہتی ہے کہ ہو جا کے فدائے خواجہؒ

صدقے محبوبی و رعنائی و زیبائی کے — واہ کیا شان ہے قربان ادائے خواجہؒ

شیخ مدہوش ہے زاہد خود میں بیخود — اللہ اللہ نگہ ہوش ربائے خواجہؒ

ہند میں اسکی ولایت کے گڑے ہیں جھنڈے — اولیا سب ہیں تہِ ظلِ لوائے خواجہؒ

خرقہ پوشوں کے لیے طرۂ دستار بنا — حبذا گوشۂ دامانِ قبائے خواجہؒ

صابری اور نظامی فقرا ہیں دونوں — بستۂ سلسلۂ زلف دوتائے خواجہؒ

مرہمِ داغِ جگر دل کی دوا خاکِ شفا — سرمۂ دیدہ - غبارِ کفِ پائے خواجہؒ

کھل گئی دل کی گرہ حل ہوئے مشکل عقدے — بارک اللہ! لبِ عقدہ کشائے خواجہؒ

عرش سے آتی ہے تاثیر پئے استقبال — اللہ اللہ یہ توقیر دعائے خواجہؒ

رضی اللہ و رضوا عنہ میں داخل ہیں آپ — یعنی ہے عینِ رضا حق کی رضائے خواجہؒ

کردے مفلس کو غنی اور گدا کو سلطان — دولتِ فقر عطا کر کے عطائے خواجہؒ

جسکے بندے بھی ہوں اللہ کے پیارے بندے — ایسا بندہ ہے شفق کون؟ سوائے خواجہؒ

شفق - رضوی قادری چشتی

تازہ نعتیں

(۱)

(از مولانا محی الدین تمنا عمادی مجیبی۔ پھلواروی)

خدا کا شکر ہے روح القدس یاور سخنور کا
نہیں تو یہ زباں، اور حوصلہ نعت پیمبرؐ کا

بڑھا سودا اگر اس شاہ کی زلفِ معنبر کا
گریباں اپنے ہاتھوں چاک ہوگا صبحِ محشر کا

اگر لائے یہاں تک نفحہ اُس زلفِ معنبر کا
بڑا احسان ہے مجھ پر نسیمِ روح پرور کا

ہے جب سے عشق مجھکو چہرۂ پاکِ پیمبرؐ کا
نظر آتا ہے کچھ بے نور سا رخ مہرِ انور کا

نہیں ہے خوف مجھکو آفتابِ روزِ محشر کا
بجائے چتر ہوگا سایہ دامانِ پیمبرؐ کا

ترے صحرا نوردانِ جنوں کے پائے وحشت سے
تعجب کیا کہ عرصہ تنگ ہو دامانِ محشر کا

مرے ہیں عشق میں اُس گوہرِ بحرِ رسالت کے
ہمارے غسلِ میت کو ہو پانی حوضِ کوثر کا

چلی آتی ہے بھینی بھینی خوشبو کوئے حضرتؐ سے
ہماری قبر کیوں احسان لے پھولوں کی چادر کا

ثنا خواں دیکھکر مجھکو گلی کوچوں میں طیبہ کے
کہا لوگوں نے "طوطی بولتا ہے باغِ سرور کا"

نظر آیا کہیں اُن کا نظیر ایماں سے کہدے
جہاں گردی ہی میں یہ سن ہوا چرخِ معمر کا

چمک خورشید کی جچتی نہیں ہے میری نظروں میں
کہ تھا کچھ اور عالم آپ کے روئے منور کا

کہا رضواں نے مجھکو لاکھ، چلئے خلد میں لیکن
درِ پاک نبی سے ایک جو بھی میں نہیں سرکا

کشش ہوتی ہے، یہ تاثیر ہے عشقِ پیمبرؐ کی
نہیں جاتا ہوں، یہ کچھ پھیر ہے اپنے مقدر کا

مری جو بیت ہے، تصویر ہے ابروئے حضرتؐ کی
مرا جو شعر ہے، گویا مرقع ہے پیمبرؐ کا

نکیرین آکے مجھ سے پوچھتے کیا ہیں تہِ تربت
کوئی کہدے کہ جاؤ، یہ ثنا خواں ہے پیمبرؐ کا

اُٹھا پھرتا ہے تنکوں کی طرح کوچہ میں حضرتؐ کے
تعالی اللہ! کیا رتبہ ہے میرے جسمِ لاغر کا

مرے دل میں ہے عکسِ شاہؐ، اسمیں نقشہ عالم
یہ آئینہ ہے میرا، تھا وہ آئینہ سکندر کا

خدا کے فضل سے نانِ جویں عزّانہ کھاتا ہوں
بنایا مفلسی نے تبع مجھکو پیمبر کا

عرب جانا نہیں ہی میری قسمت میں اگر ہو تو
ہی تیرے دستِ قدرت میں بدل دینا مقدر کا

نبیؐ کی مدح لکھیں گے جو اپنے صفحۂ دل پر
رگِ جاں سے ہم اپنی کام لینگے تارِ مسطر کا

نسیمِ صبح آتی ہے چلی کوئے پیمبرؐ سے
بتا دیتا کوئی جاکر پتا اُسکو مرے گھر کا

خطا بخشی گئی، جنت ملی، یہ تھی کرم تیرے
ملے اب داورِ محشر! صلا نعتِ پیمبرؐ کا

تمنا ہے تخلص نام ہے میر محی الدین
فدائی ہوں ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ کا

رضی اللہ عنہم اجمعین
وارضاھم عنا۔

(۲)

(از مولوی قاضی امداد علی جمالی الوری)

بہ شد بورد نامت ہر کار ما محمدؐ
آساں بلطفِ عامت دشوار ما محمدؐ

آبِ ہوائے بستان خرم نیا بدم کہ باشد
خار زخیرِ یارت گلزار ما محمدؐ

اندر غمِ تو مردن بہتر ز زندگانی
خوشتر ز تندرستی آزار ما محمدؐ

جز نام نامیٔ تو یادِ دگر نہ داریم
اوراد ما محمدؐ اذکار ما محمدؐ

بودیم غرقِ عصیاں پابندِ شرک و کفرا
بشکستہ برحمت زنار ما محمدؐ

دور از تو خستہ حالم پیش کہ زار نالم
اے رحمتِ دو عالم غمخوار ما محمدؐ

حاشا کہ احتیاج مشک تتار داریم
ہر تار گیسوئے تو تاتار ما محمدؐ

پس نا مہا سیاہیم افتادہ ما بہ ہیم
آلودہ گناہیم ستار ما محمدؐ

در فتنہ گاہِ محشر تسلیم چوں جمالی
باشد ز نارِ دوزخ زنہار ما محمدؐ

چہرۂ تصوف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہزاروں محامد اور اوصاف اُس قادرِ مطلق کو جس نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے تمام عالم میں اُن تاثیرات اور استعدادات کا افاضہ فرمایا کہ ہر ہر شئے اہلِ نظر کے لیئے اُسکی قدرت کے عجائب و غرائب کا طلسم خانہ اور طرح طرح کی نمود کا عجائب خانہ ہے اور لاکھوں درود و سلام اُس جامع عبدیت اور عابدیت کو جس نے گم گشتگان وادیِ ضلالت کو اپنے فیضانِ صحبت سے صاحب شریعت اور ذوی عرفان کرکے موافق روایات حضرت علیؓ کرم اللہ وجہٗ اور دیگر رواۃ صادق البیان کے کسی کو غوث کسیکو قطب کسیکو ابدال کسیکو اوتاد کسیکو افراد کسیکو نُقبا کسیکو نُجبا کسیکو ابرار کسیکو اخیار کسیکو صاحب ملہمات کسیکو مستجاب الدعوات بنادیا۔ جن کی ہمم اور اہتمام باطنی سے تمام عالم ظاہری کا انتظام ہورہا ہے صلی اللہ علے خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ٭

سلہ عن علی قال قال رسول اللہ صلعم ان لکل نبی سبعۃ نجباء و نقباء و اعطیت انا اربعۃ عشر قلنا منہم قال انا و ابنائی وجعفر وحمزۃ وابو بکر وعمرؓ مصعب بن عمیر وبلال وسلمانؓ وعمار وعبداللہ بن مسعود وابوذر والمقداد رواہ الترمذی ۱۲

سلہ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلعم ان اللہ عزوجل فی الخلق ثلثمائۃ قلوبہم علی قلب آدم و للہ فی الخلق اربعون ابدال قلوبہم علی قلب موسیٰ و للہ فی الخلق سبعۃ ثلاثۃ قلوبہم علی قلب ابراھیم و للہ فی الخلق خمسۃ خمسہ قلوبہم علی قلب جبرئیل و للہ

(بقیہ برصفحہ ۲)

بعد حمد و نعت کے کمترین خلائق سید محمد فائق نظامی نیازی ساکن قصبہ ہسوہ ضلع فتحپور ماہران ذی عقل و شعور کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہے کہ آجکل ایک رسالہ مسمّی بہ **تصوف کا آئینہ** جو حقیقۃً تصوف کا آئین نہ تھا دیکھنے میں آیا۔ نظر پڑتے ہی صورت برعکس منعکس ہوئی۔ اصل کچھ بشبیہہ کچھ دکھلائی دی۔ یعنی اُسکے مؤلف صاحب اپنی جودت طبع سے چند باتیں بے اصل گھڑ گھڑا کر تصوف کی بیخکنی کے درپے ہوئے ہیں اور بزرگوں کی بزرگی کو جو عطیۂ خداوندی ہے بے اصل ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ خبر نہیں ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

اِس رسالہ کے **مؤلف** یہ لکھتے ہیں کہ آدمی کا دل دیکھنے میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اور اُسکا جوف بھی بہت تنگ ہے مگر اس میں اللہ تعالی نے جتنے مکتسبات ہیں اُن سب کی قوتیں رکھدی ہیں کہ جب اُنکو ہر ایک کے طریقۂ خاص سے قوۃ سے فعل میں لایا جاتا ہی تو جس قوۃ کا خاصہ اور ثمرہ ہے وہ ظہور میں آتا ہی۔ چنانچہ منجملہ اُن قوتوں کے ایک قوۃ صوفیہ بھی اسمیں مکنون ہے کہ جب بذریعۂ پاس انفاس اسکو قوت سے فعل میں لاتے ہیں تو اسمیں نور افتراقی پیدا ہوتا ہے کہ جسکی وجہ سے اسکا کاسب عجائب و غرائب قدرت الٰہی کا تماشا دیکھتا ہے۔ اور طرح طرح کے خرق عادت اُس سے ظہور میں آتے ہیں اور اسی عمل کو تصوف کہتے ہیں۔ اور ہندی میں اسیکا نام جوگ سادھنا ہی۔ یہی تصفیہ قلب ہے اِسی کو تزکیۂ نفس کہتے ہیں۔ غرض کہ اِسی قوت صوفیہ مکنونہ کو پاس انفاس کی مباشرت سے

(بقیہ صفحہ) فی الخلق ثلثۃ قلوبہم علی قلب میکائیل و للہ فی الخلق واحد قلبہ علی قلب اسرافیل ع فاذا مات الواحد ابدل اللہ مکانہ من الثلاثۃ واذا مات من الثلاثۃ ابدل اللہ مکانہ من الخمسۃ واذا مات من الخمسۃ ابدل اللہ مکانہ من السبعۃ واذا مات من السبعۃ ابدل اللہ مکانہ من الاربعین واذا مات من الاربعین ابدل اللہ مکانہ من الثلاثمائۃ

واذا مات من الثلاث مائۃ ابدل اللہ مکانہ من العامۃ فیہم یحیی و یمیت و ینبت و یدفع البلاء

قوت عمل میں لاکر نور اشراقی حاصل کرنا اور اُسکے ذریعہ سے طرح طرح کے عجائبات دیکھنا خلاف عقل امور بطور خرق ظہور میں لانا۔ اس فن کی غایت اور غرض ہے۔ اور یہ فن جوگیان ہند اور برہمنان مصر اور حکمائے اشراقین کا ہے۔ طالب اس کے اپنی اپنی وضع خاص سے اِس میں ریاضت اور مشاقی کرکے اسکو موجب وصول الی اللہ اور سبب تقرب الٰہی کا سمجھتے تھے اور اس ریاضت کو عبادت اور خداپرستی جانتے تھے۔ اور اسکا کاسب عابد اور خداپرست اور ولی اللہ سمجھا جاتا تھا۔ اِسلام نے آکر تمام مذاہب سابقہ کی جتنی باتیں تھیں اُن میں سے اچھی اچھی باتیں منتخب کرکے شریعت میں داخل کرلیں۔ اور جتنی بُری بُری باتیں تھیں اُن سب کو منسوخ کردیا۔ اور اُنہیں کے ضمن میں یہ تصوف بھی ملیامیٹ ہوگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر قرون ثلٰثہ تک کسیکو اسکی طرف توجہ نہیں ہوئی۔ بعد قرون ثلٰثہ کے مسلمانوں نے اس فن منسوخ شدہ کو اُنہیں کفار سے سیکھا۔ اور اپنی طرف سے کچھ تغیر تبدل کرکے اُسکی مباشرت کو ذریعہ تقرب الٰہی کا سمجھے اور مستحق غوثیت اور قطبیت اور ابدالیت وغیرہ کے ہوئے۔ اب یہ تعلیم یافتہ از کفار بندۂ پاس انفاس کشف حاصل کرتے ہیں۔ اور طرح طرح کے عجائب اور غرائب کا مشاہدہ کرکے خرق عادت۔ کچھ تصرفات ظہور میں لاتے ہیں۔ اور اسکو کشف و کرامات پر محمول کرکے مخلوق کے نزدیک ولی اللہ اور صاحب تصرف اور غوث اور قطب بنتے ہیں حالانکہ شریعت اس سے ساکت ہے۔ آیت اور حدیث میں اسکا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ محدثین اور مجتہدین نے قرآن و حدیث میں بہت کچھ چھان بین کی۔ مگر کسی سے اِسکی خبر سنی نہیں جاتی جب در ضمن ادیان سابقہ اس تصوف کو شریعت نے منسوخ کردیا۔ پھر اس حالت میں اِن اعمال کے ذریعہ سے ولی اور غوث اور قطب بننا تو برطرف اِن عملوں کا ثواب بھی نہیں ملتا۔

یہ مؤلف کے اِس رسالہ کی چند فصلوں کا خلاصہ اور ماحصل ہے

الغرض جب اِس قسم کی بے اصل باتیں ہمارے بھائیوں کے کانوں تک پہنچی ہیں

تو بوجہ ناواقفیت از اصل کار کے تصوف کو بے اصل سمجھکر بزرگوں سے بدعقیدہ ہوتے جاتے ہیں۔ اور چونکہ سائنس نے آجکل اپنا اثر پورا پورا جما رکھا ہے۔ اور خیالات محدود سے لوگ مطلق العنان ہوتے جاتے ہیں۔ پس اُنکے لیئے زیادہ تر مضحکہ کرنیکا موقع ملتا ہے۔ پس بنظر خیر خواہی و اصلاح کار اول ہم اس تصوف کو قرآن وحدیث سے ثابت کر کے انشاء اللہ تعالی اس بات کا یقین دلائیں گے کہ مثل شریعت کے یہ طریقت اور تصوف بھی مطلوب خداوندی اور مقبول بارگاہ ایزدی ہے اور کاسب اور مکتسب دونوں ماجور اور مقبول ہوکر بعد وصول الی اللہ اللہ تعالی اپنے فضل و کرم اور انعام اتم سے جسکو چاہتا ہے علی قدر مراتب مناصب غوثیت اور قطبیت اور ابدالیت وغیرہ سے سرفراز کرتا رہتا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ صلی اللہ تعالے علے خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۞

مؤلف کا یہ کہنا

کہ اس تصوف کو مسلمانوں نے کفاروں سے سیکھا ہی بالکل غلط اور مؤلف کی ناسمجھی ہے اس لیئے کہ مسلمانوں کا تصوف اور ہی اور کفاروں کا تصوف اور۔ اس لیئے کہ موافق اُن کے لکھنے کے کفاروں کے تصوف کی غایت اور غرض نور اشراقی حاصل کر کے عجائب اور غرائب کا تماشا کرنا اور بطور خرق عادت خلاف عقل چیزوں کا ظہور میں لانا ہی۔ اور مسلمانوں کے تصوف کی غایت اور غرض اپنی اور ماسوی اللہ کی ہستی کو نیست و نابود کر کے ذات میں فنا ہو جانا ہی۔ کفاروں کے تصوف کا مبدأ موافق اُن کے لکھنے کے وہ قلب ہے جو گوشت کا لوتھڑا اور ایک شئے مادی ہے۔ اور مسلمانوں کے تصوف کا مبدأ وہ قلب ہے جسکو حقیقت جامعہ کہتے ہیں۔ اور وہ ایک شئے مجرد عن المادہ ہے کفاروں کے تصوف کے مبادی وہ امور ہیں جنکو وہ اپنے طور پر کرتے ہیں۔ اور موافق لکھنے مؤلف کے مسلمانوں کے تصوف کے مبادی اُنکے غیر وہ امور ہیں جنکو مسلمان کچھ تغیر و تبدیل

کرکے اُنکو اپنے کام میں لا رہے ہیں۔کفاروں کو پاس انفاس کے ذریعہ سے کشف و کرامات کا حاصل ہونا۔یہ اُن کا عین مقصود ہے۔مسلمانوں کے پاس انفاس سے جو عجائب و غرائب بلا قصد و ارادہ سرزد ہوتے ہیں وہ خارج از مقصود ایک امر زاید بلکہ اُن کے مقصود کے مخل ہیں۔کفاروں میں پاس انفاس کی مزاولت موافق اُنکے لکھنے کے بغرض حصول نور اشراقی ہوا کرتی ہے۔مسلمانوں میں پاس انفاس کی مزاولت مثل اور اذکار اور اشغال کے بغرض تصفیۂ قلب اور یاد الٰہی ہوا کرتی ہے +

الغرض جب مسلمانوں اور کفاروں کے تصوف کا مبدأ الگ الگ۔دونوں کے مبادی جدا جدا۔دونوں کی غایت اور غرض علٰحدہ علٰحدہ۔مقاصد جدا جدا۔انفاس ایک ہر کے غیر غیر۔جب اس قدر اسباب مغائرت ایک دوسرے میں کُھلم کُھلا ہوں پھر یہ کہنا کہ مسلمانوں نے اِس تصوف کو کفاروں سے سیکھا ہے یہ مؤلف کی خوش فہمی ہے

جب یہ معلوم ہوا

کہ **تصوف** اہل اللہ کا اور۔اور کفاروں کا **تصوف** اور ہے اور مؤلف کی اول سے آخر تک کی تحریر کا مبنیٰ اسی کفاروں کے تصوف پر ہے جو ہمارے بحث سے خارج اور ایک شئے غیر ہے۔لہذا ہمارا اُس میں بحث کرنا بے سود اور اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے۔لیکن بغرض افادہ عام چند دلائل اپنے تصوف کے ثبوت میں پیش کیے جاتے ہیں۔اور اسکے ضمن میں جو مؤلف کے بعض بعض خیال بے اصل لوگوں کو بہکانے والے ہیں اُنکو رفع کیا جاتا ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ +

قبل از مقصود اِس امر کا جاننا بھی بہت ضرور ہے

کہ ہر علم اور فن میں دو حصے ہوا کرتے ہیں۔ایک نظریات دوسرے عملیات۔علم طریقت میں نظریات کو تصوف کہتے ہیں۔جسکا موضوع وجود مطلق ہے۔اور اُس میں مراتب ستہ کی بحث ہوتی ہے۔اور عملیات کو سلوک کہتے ہیں۔جسکا موضوع افعال

مکلفین من حیث الایصال ہے۔ طالب حق کو تصوف مقصود نہیں ہوتا۔ ال بغرض بصیرت اُس کے مسئلے مسائل کو معلوم کرلیتا ہے۔ اسی طرح اسکو سلوک بھی مقصود نہیں ہوتا۔ لیکن یہ سلوک چونکہ حصول مدعا کے لیئے مبادی اور معدات واقع ہوا ہے اور بغیر مزاولت اس کے مقصود حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس لیئے بغرض حصول مقصود اُسکی مزاولت لازم ہوتی ہی۔ اگر بغیر ان مبادی اور معدات کے مقصود حاصل ہوتا تو ہرگز ہرگز کوئی اُسکی طرف التفات نکرتا۔ اور نیز اثنائے مزاولت ان مبادی اور معدات کے جو کشف اور انکشاف اور عجائب غرائب کا مشاہدہ بلا قصد و ارادہ خود بخود ظہور میں آتا ہے تو حتی الامکان شیخ کامل اُسکا انسداد کرتا ہے۔ اس لیئے کہ وہ خارج مقصود ہوتے ہیں۔ اور اگر اُن کا انسداد نہ ہوا تو طالب حق اُسکی طرف التفات نہیں کرتا اپنے مطلوب کی دُھن میں چلا جاتا ہے۔

غرض کہ طالب حق کو نہ تو تصوف سے غرض ہوتی ہے نہ بالذات سلوک مقصود ہوتا ہے۔ نہ اثنائے سلوک میں جو کشف و انکشاف اور تصرفات اور کرامات اور عجائب و غرائب چیزوں کا جو مشاہدہ ہوتا ہے ان سے اُسکو بحث ہوتی ہے اسکی اصلی طلب اور غائت مقصود اپنی اور ماسوئی کی ہستیٔ موہومہ کا مٹانا اور ہستیٔ حق میں فنا ہو جانا ہے۔ بس اُسی فنائیت تام کو عرفان کہتے ہیں۔ اِسیکا نام وصال حق ہے۔ اِسیکا نام مشاہدہ ذات ہی۔ اِسیکا نام قرب الٰہی ہے۔ اِسیکا نام مقصود ذاتی ہے۔ اِسیکا نام فنا ہے۔ اِسیکا نام فناء الفناء۔ اِسیکا نام فنا فی اللہ ہے۔ اِسی مرتبہ میں آکر سالک کو عارف کہتے ہیں۔ اسی مرتبہ میں اُسکو ولی اللہ سمجھتے ہیں۔ اِسی مرتبہ میں وہ کامل اور اکمل ہے اور ایسے ہی فضل و کمال والوں میں سے جسکو خدا چاہتا ہے مرتبہ غوثیت کا عطا کرتا ہے جسکو چاہتا ہے مرتبہ قطبیت کا دیتا ہے جسکو چاہتا ہے ابدال بناتا ہے۔ جسکو چاہتا ہے اوتاد کرتا ہے۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح اپنے فعل پر قادر اور مالک اور متصرف

احد مختار ہے۔ جسکو جس منصب کے ساتھ چاہے سرفراز کرتا ہے۔ کسی کو مجال گفتگو کی نہیں
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

واقفانِ اسرارِ الٰہی اور مطیعانِ احکامِ نامتناہی پر

پہلا ثبوت

یہ بات روشن اور مبرہن ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب کی زبان مبارک سے ایک جگہ یہ ارشاد فرمایا ہے۔ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ یعنی میں ایک خزانہ مخفی تھا۔ پس میں نے چاہا کہ میرا عرفان ہو۔ پس بغرض عرفان میں نے اس مخلوق کو پیدا کیا*

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے لفظ اُعْرَفَ کا فرمایا۔ اُعْلَمَ کا نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس مخلوق کے پیدا کرنے سے اللہ تعالے کو اپنا عرفان مقصود ہے۔ علم مقصود نہیں۔ عرفان کے معنی شناختن یعنی پہچاننا۔ اور علم کے معنی دانستن یعنی جاننا عرفان خاص ہے۔ اور علم عام۔ اس لیئے کہ علم کے حصول کے لیئے بہت سے ذرائع ہیں۔ مثلاً کبھی تو علم آلات سے حاصل ہوتا ہے کبھی اخبار سے۔ کبھی آثار سے کبھی الہام سے کبھی مشاہدہ سے کبھی دوسرے اسباب اور علل سے بخلاف عرفان کے کہ اسکے حصول کا صرف ایک ہی ذریعہ مشاہدہ ہے اور یہ مشاہدہ قرب سے حاصل ہوتا ہے*

دوسری جگہ

سورہ والذاریات کے اخیر رکوع میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ یعنی میں نے جن اور انسان کو اپنی عبادت کے لیئے پیدا کیا*

ط ہماری اس تحریر اور توضیح سے ہر عاقل معلوم کرسکتا ہے کہ مؤلف نے جو بیسیوں فصلوں میں پاس انفاس اور ذکر قلبی کو اصل اصول تصوف کا قرار دے کر طرح طرح کے خیالات بے اصل جو باعث توہین صوفیہ کرام ہیں ظاہر کیئے ہیں فَجَعَلْنٰهُ هَبَاۗءً مَّنْثُوْرًا۔ پس ہم نے انکو غبار بنا کر اڑا دیا۔ اب ہر ہر فصل کے متعلق علیحدہ علیحدہ بحث کرنا سوائے بجز طوالت کے کوئی نتیجہ نہیں ۱۲

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ جن اور انسان کے پیدا کرنے سے اللہ تعالیٰ کو اپنی عبادت مقصود ہے۔ اِس آیۃ اور حدیث سے یہ امر ثابت اور متحقق ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کو اپنی عبادت مقصود ہے اسیطرح اُسکو اپنا عرفان بھی مدِنظر ہے۔ اور باصطلاح علماء اور عرفاء یہ امر مشہور ہے کہ جن اصول اور قواعد کے ذریعہ سے عرفان حاصل ہوتا ہے اُسکو علم طریقت اور تصوف کہتے ہیں۔ اور جن اصول اور قواعد کے ذریعہ سے عبادت حاصل ہوتی ہے اسکو علم شریعت کہتے ہیں۔ اِس صورت میں عرفان غایت اور غرض علم تصوف کا ہوا اور عبادت غایت اور غرض علم شریعت کی ہوئی۔ اور یہ معلوم ہے کہ ہر علم کے لیئے غایت اور غرض اور اُسکا موضوع ہوا کرتا ہے۔ علم شریعت اور طریقت کی غایت تو معلوم ہو چکی کہ شریعت کی غایت عبادت ہے اور طریقت کی غایت عبدیت ہے۔ رہا اُنکا موضوع۔ پس شریعت کا موضوع افعال مکلفین باعتبار مامور بہ ہونے کے ہیں۔ اور طریقت کا موضوع بحیثیت سلوک یہی افعال ہیں جو بغرض استحصال قربت کام میں آتے ہیں اور بحیثیت حصول وجود مطلق ہے جو مبحوث عنہ مراتب ستہ کا ہے۔ جب موضوع شریعت اور طریقت کا علیحدہ علیحدہ اور غایت ہر ایک کی جدا جدا ہوئی۔ تو اس تغائر موضوعین اور اختلاف غایتوں سے معلوم ہوا کہ علم شریعت اور شئے ہے اور علم طریقت اور شئے۔ لیکن باوجود اِس مغایرت کے کسی وقت طریقت کو شریعت سے مفارقت نہیں۔ اور نہ طریقت کو بغیر شریعت کے چارہ ہے۔ اِسیوجہ سے بعض بعض صاحبوں کا یہ خیال ہو کہ شریعت اور طریقت دونوں ایک شئے ہیں۔ اور حقیقۃً بوجہ غایت ارتباط کے باوجود یکہ یہ دونوں ایک جان دو قالب ہو رہی ہیں +

اِس آیت شریف میں بوجہ حصر اور مقصور بالعبادت ہونیکے جن اور انسان پر عبادت فرض ہوگئی کہ اُس کے ترک اور نہ کرنے سے خاطی اور گنہگار ہو کر مستحق جزا اور سزا کا ہوتا ہے

اور اس حدیث شریف میں سوائے اظہار مرضیات الٰہی کے کسی قسم کا خطاب نہیں نہ کوئی مامور علیہ بنایا گیا۔ اس لیئے عرفان کا حاصل کرنا کسی پر فرض اور واجب نہوا اور یہی وجہ ہے کہ اہل شریعت نے اس سے کچھہ بحث نہیں کی۔ ہاں کوئی اپنی خواہش سے بغرض ازدیاد مدارج و حصول قربت اسکو حاصل کرے وہ بہر نوع مقبول اور پسندیدہ خداوندی ہے اور چونکہ یہ عرفان از قبیلہ مامور بہ خلائق نہیں۔ اس لیئے اسکی تعلیم عام نہیں کہی گئی بلکہ خاص خاص جو طالب اور شائق قرب الٰہی کا ہوتا ہے اسکو بحسب خواہش اسکی تعلیم ہوتی ہے اور بوجہ مامور بہ نہ ہونیکے اسکے ترک سے کوئی مواخذہ نہیں ؛

نظیر اسکی یہ ہے کہ جس طرح احکام شاہی میں ہر خاص و عام رعیت امتثال میں مجبور ہوتا ہے اور متمنی قربت کے لیئے کوئی مواخذہ نہیں کرتا بلکہ اسکو اسی کی خواہش اور طلب پر چھوڑا جاتا ہے۔ اسیطرح احکام شریعت کی پابندی علی قدر محکوم بہ ہر خاص عام پر واجب اور ضروری ہواکرتی ہے۔ اور احکام طریقت کے امتثال میں کوئی بندہ مجبور نہیں کیا جاتا۔ وہ خود ہی اپنی بہبودی کے لیئے اسکے مبادی اور معدات بہم پہنچا اُن کے ذریعہ سے قرب الٰہی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ شریعت اور سلطنت کے احکام کی بجاآوری بحکم حاکم ہواکرتی ہے۔ اُن کے نہ کرنیسے بوجہ عدول حکمی آدمی خاطی اور گنہگار ہوکر مستحق عذاب کا ہوتا ہے۔ پس مثل قانون سلطنت کے کہ وہ مجموعہ احکام مامور بہ کا ہی یہ شریعت بھی عبارت ہے مجموعہ عقائد اور عبادت اور معاملات اور اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدن سے جن کے لیئے بندہ مامور ہوا ہے۔ پس ان کا نہ کرنا حاکم کے حکم سے اعراض کرنا ہے جو قابل مواخذہ اور مستحق جزا اور سزا کا ہے اور طالبان قربت کے متعلق جتنے احکام ہیں اُنکے صدور کے لیئے خود متمنی کی خواہش داعی ہواکرتی ہے۔ اسمیں حاکم کے حکم کو کچھہ دخل نہیں ہوتا۔ پس تصوف میں بلا حکم حاکم خود متمنی اپنی خواہش اور طلب سے اسباب تقرب حاصل کرکے حسب استعداد ذات اور

صفات کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہے جسکو عرفان کہتے ہیں +

الغرض بمقتضائے آیت و حدیث جب اللہ جل شانہ کو بنظر غایت شریعت اور طریقت دونوں کی اشاعت منظور ہوئی تو سرچشمۂ فیض جلی و خفی سرور عالم محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ - کا خطاب دیکر بغرض ہدایت اس عالم میں بھیجا۔ کہ بندگان خدا اور طالبان حق کو قوانین شریعت اور اصول طریقت سے آگاہ کرکے جامۂ عابدیت اور حلیہ عبدیت سے آراستہ اور مزین کرکے انکو اس قابل کردیں کہ وہ ہمارے دربار میں حاضر ہوکر حسب خواہش اپنے اپنے انعام اور اکرام پانے کے مستحق ہوں +

عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

کی صفت کے ساتھ رسول اللہ صلعم کو بھیجنا اس میں اس امر کا استعاوہ ہے کہ آپ حامل شریعت اور طریقت دونوں کے ہیں۔ کیونکہ عبد ماخذ ہے طریقت کا اس لیے کہ طریقت کی غایت اور غرض عبدیت ہی جو مستلزم ہے عرفان کو۔ اور رسول ماخذ ہے شریعت کا۔ اسواسطے کہ ارسال احکام آلٰہی مستلزم ہے عابدیت کو جو غایت اور غرض شریعت کی ہے۔ اور صوفیہ کرام کی اصطلاح میں عبد سے بڑھکر کوئی مرتبہ قربت کا نہیں۔ پس رسول اللہ صلعم کی صفت میں عبد اور رسول کو ھو کی طرف مضاف کیا گیا جسکی دلالت ذات بحت پر ہے۔ اسمیں یہ نکتہ اور اشارہ ہی کہ رسول اللہ صلعم کو ذات بحت کے ساتھ اس درجہ قرب و اتصال ہے کہ کسی دوسرے کے لیئے ممکن نہیں اگر بجائے عبدہٗ و رسولہ کے عبد اللہ و رسول اللہ ہوتا تو یہ قرب و اتصال مفہوم نہ ہوتا۔ اسلیئے کہ بوجہ بُعد مراتب فی الجملہ اسمیں بُعد ہے اور اگر اس عبدہٗ و رسولہ میں اضافت بیانی ہے تو اسکا بھید کسی عارف سے پوچھنا چاہیئے ؎

راز درون پردہ ز رندان مست پرس کاین حال نیست صوفی عالی مقام را

اور باوجود اس قرب و اتصال کے بھی مثل مستسقی العطش العطش آپ کی زبان مبارک پر

دوم نمبر

یہی کلمہ جاری رہا۔

مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ وَمَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ

جو تیرے پہچاننے کا حق ہے ویسا ہم نے پہچانا نہیں۔ اور جو تیری عبادت کا حق ہے ویسی ہم تیری عبادت نہیں ہو سکی۔

پہلے جملہ میں معرفت کا ہونا شارع کی طرف سے ثبوت طریقت کا ہی ہے کہ ذریعہ سے معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور دوسرے جملہ میں عبادت کا ہونا ثبوت شریعت کا ہی۔ جسکے ذریعہ سے عبادت میسر آتی ہے۔

بقرینہ عبدہ ورسولہ

ذات اقدس میں جو شان عبدیت ہی وہ ہر وقت نظارہ ذات میں مستغرق ہے اور جو شان رسالت ہی وہ ہر وقت مخلوق کی طرف توجہ دلا رہی ہے۔ سبحان اللہ کیا عجیب شان ہے ؎

اِدہر مخلوق میں شامل اُدہر اللہ سے واصل
خواص اس برزخ کبریٰ میں تہا حرف مشدد کا

الغرض بحکم خداوندی جب جناب اقدس صلعم خدمت رسالت اور طریقت پر مامور ہو کر دنیا میں تشریف لائے تو اول ہی اول کلمۃ الحق۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

کا نقارہ سارے عالم میں بجوادیا۔ اور جتنے ادیان سابقہ آسمانی یا غیر آسمانی تھے اُن سب کو منسوخ کر کے بالکلیہ اُن کی بیخکنی کردی۔ اور تمام عالم میں اس امر کی منادی کرادی

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین حق اور پسندیدہ اور مقبول دین اسلام ہی

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ

اور جو کوئی سوائے اسلام کے کسی اور دین کی اچھی یا بری بات کی پیروی کرے گا وہ ہرگز قبول نہ ہوگی

اور بغرض انفاذ اور انقیاد احکام و اصطلاح امور معاد و معاش کے ایک قانون محکم جامع امور جزئی و کلی حاوی مصالح دینی و دنیوی نازل فرماکر ارشاد ہوا۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ

یعنی یہ وہ قانون جامع امور جزئی و کلی دینی و دنیوی ہے کہ جس میں رطب یابس سب کچھ موجود ہے۔ اب بغرض اصلاح کا رکسی اور دین کے محاسن یا غیر محاسن لیکر اُس پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ جب سے یہ حکم ناطق صادر ہوا جتنے اہل اسلام تھے سبھوں نے ادیان سابقہ کے امور کو بالکلیہ ترک کر دیا۔ کسی امر کے اختیار کرنے کا کیا ذکر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر کی مشابہت کو بھی پسند نہیں فرمایا۔ حتی کہ آپ ہمیشہ عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ جب آپکو معلوم ہوا کہ یہودی بھی اس دن روزہ رکھا کرتے ہیں تو آپنے مشابہت مٹانے کی غرض سے یہ فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو سال آیندہ سے دو روزے رکھا کروں گا +

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ توریت کا مطالعہ کر رہے تھے رسول اللہ صلعم کی نظر پڑتے ہی آپ کا چہرہ متغیر ہوگیا اور غصہ سے یہ فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر اسوقت میرے زمانہ میں حضرت موسی علی نبینا علیہ الصلٰوۃ والسلام ہوتے تو سوائے میرے اتباع کے انکو کوئی چارہ نہ ہوتا۔ اُس تاریخ سے سب کے سب متنبہ ہوکر غیر مذاہب کے دین کی باتوں میں سے ایک لخت التفات کرنا چھوڑ دیا۔ اور موافق احکام شریعت اور طریقت کے عمل کرنے لگے +

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ حال کہ

توریت کے دیکھنے سے بھی ناخوش ہوئے جو مثل قرآن کے آسمانی کتاب ہے اور صوفی کا

یہ اختراکہ اسلام نے ادیان سابقہ کی اچھی اچھی باتیں لیکر شریعت میں داخل کرلیں اور اُن کی بُری بُری باتوں کو منسوخ کردیا۔ اور دشمن اُسکے یہ تصوف بھی معرض زوال میں آگیا۔ یہ ظاھر ہے کہ بانی مبانی اس شریعت اورطریقت کا خداوند تعلےاور رسول اللہ صلعم ہیں۔ خداوند تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ اس انتخاب کا محتاج نہیں رسول اللہ صلعم امّی محض تھے۔ اُنکو دوسروں کے مذہبوں کی اچھی بُری باتوں کی کیا خبر جو انتخاب کرکے اُسکو اپنا دین بنالیتے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ آپنے دوسری قوم کی مشابہت کو پسند نہیں فرمایا۔ ھاں وہ امور اسلامی جو حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام سے لیکر رسول اللہ صلعم کے زمانہ تک ہر نبی اپنے اپنے زمانہ میں اُنکی تبلیغ پر مامور رہے۔ وہی امور شریعت محمدیہ میں بھی مامور ہوئے تو اول تو وہ خارج از اسلام نہیں۔ اس لیئے کہ ہر نبی ملت اسلام پر چلے آتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جب وہ شریعت محمدیہ میں مامور بہ ہوئے تو آپ شریعت سابقہ کی طرف منسوب نہونگے نہ اُنکو یہ کہا جاسے گا کہ یہ دوسری شریعت سے ماخوذ ہیں۔ بلکہ مثل اور احکام الٰہی کے یہ احکام بھی منزل من اللہ الیٰ رسول الثقلین کہلائینگے مثال اُسکی جیسے کہ عدالتوں میں قانون مروجہ میں بہت سی دفعات قانون منسوخ شدہ کی بھی پائی جاتی ہیں۔ مگر جب اُن میں سے کسی دفعہ کا حوالہ کیا جاتا ہی تو قانون مروجہ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ قانون منسوخ شدہ کی طرف خیال بھی نہیں جاتا نہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ دفعہ قانون منسوخ شدہ کی لی گئی ہے۔ بلکہ مستقل وہ دفعہ اسی قانون مروجہ کی سمجھی جاتی ہے ٭

شریعت کے متعلق ایک یہودی نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ تمہارے نبی صلعم تم کو سب باتیں سکھلاتے ہیں۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں وہ ہمیں پاخانہ اور پیشاب تک کے بھی آداب تعلیم کرتے ہیں ٭

طریقت کے متعلق ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں

حَفِظْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ وِعَائَیْنِ فَاَمَّا اَحَدُھُمَا فَبَثَثْتُہٗ فِیْکُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُہٗ قُطِعَ ھٰذَا الْبُلْعُوْمُ یَعْنِیْ مَجْرَی الطَّعَامِ۔ رواہ البخاری منقول عن المشکوٰۃ ٭

یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو علم یاد کیے یعنی سیکھے ایک وہ علم ہے جسکو میں نے تم لوگوں میں پھیلایا۔ اور ہر خاص و عام کو پہنچایا۔ اور دوسرا وہ علم ہے کہ اگر میں اسکو ظاہر کروں تو (بوجہ افشائے راز) میری گردن اڑا دی جائے ؎

بقرینہ اشاعت بَثَثْتُہٗ سے علم شریعت مراد ہے جو ہر خاص و عام کو طوعًا اور کرہًا پہنچایا گیا۔ اور بقرینہ قطع لَوْ بَثَثْتُہٗ سے علم طریقت مراد ہے کہ بوجہ افشائے راز عام لوگوں سے چھپایا گیا ؎

حضرت ابوہریرہ رضہ نے جن لوگوں سے مخاطب ہوکر اپنا یہ حال بیان کیا تو بوجہ ہمعصر ہونیکے وہ صحابی اور تابعی تھے۔ مگر اُن میں سے کسی کو اسکی خبر نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس طریقت کی تعلیم عام نہ تھی۔ اور جسکو اسکی تعلیم ہوتی تھی وہ پوشیدہ ہوتی تھی کہ کسی دوسرے کو اسکی خبر نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ وہی دستور اب تک فقرا میں چلا آتا ہے کہ جب کسیکو بیعت کرتے ہیں تو بیعت کے وقت تخلیہ ہوجایا کرتا ہے جب حضرت ابوہریرہ رضہ کے اس بیان سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے ان کو اس طریقت کی تعلیم فرمائی۔ مؤلف کا بارھویں فصل میں یہ کہنا کہ کسی ایک صحابہ سے بھی اس تصوف کا عامل ہونا اور اسکی تعلیم اور تلقین کرنا منقول نہیں ہے یہ بالکل غلط ہے۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ امام بخاری نے تیسری صدی میں اس بخاری شریف کی ترتیب دی ہے۔ پس امام بخاری کو دو ڈھائی سو برس کے بعد یہ حدیث ملی۔ اب غور

فرمایئے کہ اُسکے سلسلہ رواۃ میں اِس دو ڈھائی سو برس کے درمیان میں اِس حدیث کے راوی کتنے صحابی ہونگے ۔ کتنے تابعی ہونگے ۔ کتنے محدثین گزرے ہوں گے جسکی نسبت **مؤلف** کا یہ قول کہ محدثین نے بہت کچھ چھان بین کی مگر کسی کو اِسکا پتہ نہیں ملا ۔ یہ بھی غلط ہوا عَنِ الْحَسَنِ قَالَ الْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِی الْقَلْبِ فَذَالِکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَی اللِّسَانِ فَذَالِکَ حُجَّۃُ اللّٰہِ عَلٰی اِبْنِ آدَمَ رواہ الدارمی +

یعنی روایت ہی حسن بصریؒ سے کہ کہا علم دو ہیں ۔ ایک علم تو بیچ دل کے ہی ۔ پس یہ علم نفع دیتا ہے ۔ اور ایک علم اوپر زبان کے ہے ۔ پس یہ حجت ہی اللہ جل شانہ کی اوپر بیٹے آدمؑ کے ۔ روایت کیا اسکو دارمی نے +

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ اول علم کو علم باطن کہتے ہیں ۔ اور دوسرے علم کو علم ظاہر لیکن کچھہ علم باطن میں سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ اصلاح ظاہر کی نہ کرے ۔ اور اسیطرح علم ظاہر نہیں تمام ہوتا بدون اصلاح باطن کے ۔ انتہیٰ کلامہ +

جب حضرت ابو ہریرہ کے بیان سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے اُنکو دو علم تعلیم فرمائے ۔ ایک علم شریعت ۔ دوسرے علم طریقت ۔ اور حضرت حسن رضؓ کی روایت سے یہ ثابت ہوا کہ علم دو ہیں ۔ ایک علم قلبی ۔ اور دوسرا علم لسانی ۔ اور ملا علی قاری جنکے تبحر علمی اور محقق ہونے کا شہرہ تمام ہندوستان میں ہے ۔ وہ اُسکی تشریح کرتے ہیں کہ علم قلبی سے علم باطن یعنی تصوف مراد ہے ۔ اور علم لسانی سے علم ظاہر یعنی علم شریعت مراد ہے +

اب مؤلف (۲ فصل) میں بے نام و نشان کون ایسے محققین صوفیہ ذی علم ہیں جو اپنی تالیفات میں خلافِ تعلیم رسول اللہ صلعم اور خلاف بیان حضرت ابو ہریرہ رضؓ اور حضرت حسنؒ اور ملا علی قاریؒ کے یہ لکھتے ہیں کہ "تصوف کی تعلیم اسلام نے نہیں کی

اور نہ اسلام میں تصوف کی ضرورت ہی"۔ سبحان اللہ۔ اللہ تعالی تو یہ فرماتا ہے کہ میں نے اس مخلوق کو اپنے عرفان کے لیے پیدا کیا۔ جو تصوف سے حاصل ہوتا ہے اور خدا کے مقابل میں صوفیوں کا باوجود محقق اور ذی علم ہونے کے یہ کہنا کہ "اسلام کو تصوف کی ضرورت نہیں"۔ اگر اس علم تصوف کی ضرورت نہ تھی تو ان لوگوں کو تصوف حاصل کرکے صوفی بننا کیا ضرور تھا۔ حضرت! جتنے خاندان ہیں ہر ایک کے شجروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر اخیر تک جتنے بزرگان دین داخل سلسلہ ہیں۔ انکی تصنیفوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر ان میں سے عالم متبحر اور بہتیرے عالم متوسط گزرے۔ اور کوئی صاحب سلسلہ ایسا نہیں جو علم شریعت نہ جانتا ہو۔ اس صورت میں اس علم تصوف کی تعلیم اسلامی اور حسب مرضیات الٰہی نہوتی تو رسول اللہ صلعم حضرت ابوہریرہ رض کو یہ علم تعلیم نہ فرماتے۔ اور لکھوکہا علماء جو داخل سلسلہ ہیں اس تصوف میں پڑکر اپنی عمر ضائع نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس تصوف کی تعلیم اسلامی ہے اور یہ قول کسی صوفی کا نہیں۔ مؤلف صاحب خود ہی لوگوں کے بہکانے کی غرض سے اپنی طرف سے یہ فرماتے ہیں کہ محققین صوفیہ اپنی تالیفات میں یہ لکھتے ہیں کہ "تصوف کی تعلیم اسلام نے نہیں کی نہ اسلام میں تصوف کی ضرورت ہی"۔ محقق کا کیا ذکر ہے کوئی جاہل صوفی بھی ایسا نہیں لکھہ سکتا۔

رسول اللہ صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں یہ فرمایا۔ اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا۔ میں مدینہ علم کا ہوں اور علی اُسکا دروازہ ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ دروازہ داخل دار اور اُسکا جزو ہوا کرتا ہے۔ جب حضرت نے اپنی ذات بابرکات کو مدینہ فرمایا۔ اور حضرت علی رض کو اسکا دروازہ تو موافق روایت عمران بن حصین کے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ۔ رواہ الترمذی۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک علی مجھسے ہے

خوفناک صورتوں اور مہلک واقعات سے اُن کا مقابلہ ہوتا تھا۔ مگر انکی مستقل طبیعتیں ہٹنے کا نام نہ لیتی تھیں۔ اگرچہ اُنہیں طرح طرح کی رکاوٹیں اور مزاحمتیں پیش آئیں مگر وہ منزلِ مقصود پر پہنچ کر ہی رہے +

جن حکیموں نے علم ہیئت اور سماوی کوائف ثابت اور معلوم کی ہیں۔ گو اُنہیں اپنی عمر میں یہ تجربے کرتے ہوئے صدہا بار ہزیمتیں اُٹھانی پڑیں۔ مگر اُنہوں نے کبھی مقابلہ سے منہ نہیں موڑا۔ اِن لوگوں اور اِس فرقہ کا ایسے مقابلوں اور آزمائشوں میں مبتلا ہونا درحقیقت ایک سخت محنت اور کڑی ریاضت تھی۔ اُن کے مشاہدے اور مجاہدے یہی محنتیں اور یہی دور اندیشیاں تھیں +

اگر وہ اپنی عمر میں یہ مشاہدے اور یہ مجاہدے نہ کرتے اور اِسقدر سخت تکلیفات اور دقتیں نہ اُٹھاتے تو کوئی امید نہ تھی کہ وہ اِسقدر حکمتوں اور عمدگیوں کے وارث یا مالک ہوتے۔ اُنہوں نے جیسی ظاہری علم کے حل دقائق میں تکلیفیں اُٹھائیں ویسے ہی اُن کے دل صفائی اور تزکیہ حاصل کرتے گئے۔ اور اخیر پر اُن کے قیاسات اور آراء میں وہ صفائی اور وہ عمدگی پیدا ہو گئی کہ گویا اُن کی ہر ایک بات اور ہر ایک نکتہ تیر بہدف تھا۔ اِسقدر مشقتوں اور ریاضتوں کے بعد اُنہیں معلوم ہو گیا کہ درا‌صل انسانی دل بہت دور تک پرواز کر سکتا ہے۔ مگر اسکے واسطے صفائی اور تزکیہ کی ضرورت ہی۔ اُنہوں نے ثابت کر دیا کہ خداوند کریم نے انسانی قلوب مدرک اور اپنی اپنی حیثیت پر کامل پیدا کیے ہیں۔ مگر یہ کمالات اُسی وقت اور اُسی حالت میں عالم ظہور میں آتے ہیں کہ جب اُنہیں تزکیہ اور تصفیہ حاصل ہو۔ جب تک یہ نہو۔ تب تک نہ تو قیاس میں ہی صفائی آسکتی ہی اور نہ آرا کی طاقتیں ہی درست ہو سکتی ہیں۔ اِن حکیموں کی رائے میں انسان کا دل ایک لوہے کی مانند بنایا گیا ہے اُسمیں یہ جوہر تو رکھا گیا ہے کہ وہ ایک ترکیب سے ضیا اور جلا حاصل کر سکتا ہی۔ مگر یہ حالت اُسمیں سہولت سے نہیں پیدا ہو سکتی جیسے

لوہا بہت کوفتوں کے بعد ایسی جلا قبول کرتا ہے۔ ایسے ہی انسان کا دل بیسیوں ریاضتوں اور مشقتوں کے بعد اصلیت اور صفائی پر آتا ہے۔ انسان کا دل ایک لطیف جانور ہے جسے پر تو دیئے گئے ہیں اور وہ پرواز بھی کر سکتا ہے مگر قدرت نے اُسے پر باندھ کر انسان کے حوالے کیا ہے۔ جب تک اُس کے پر پُرزے نہیں کھلیں گے تب تک وہ اُس آشیانہ سے دُور تک پرواز نہیں کر سکتا۔ اور نہ وہ حقائق پا سکتا ہے جو اُسکی غذا ہیں۔ یہ پر پُرزے اُسیوقت کھلتے ہیں کہ جب خود انسان اُنہیں کھولتا ہے ارسطو کا قول ہے کہ انسان جہاں تک چاہے ترقی کر سکتا ہے۔ اور وہاں تک پرواز کر سکتا ہے جو اِس ظاہری عالم سے پاک اور روشن تر ہے ۔

حکیم غورس کہتا ہے کہ نفس بے بال حقیقی سے پرواز کر کے جس جگہ چاہے پہنچ سکتا اور جس چیز کو چاہے دیکھ سکتا ہے۔ افلاطون کہتا ہے کہ جب میں نے خلع بدن کر کے اپنے آپ کی سیر کی تو مجھے اپنے آپ میں اِسقدر زیبائش اور روشنی نظر آئی کہ میں اُسکا بیان نہیں کر سکتا۔ اِس زمانہ کے حکماء نیوٹن اور بیکن اور اسکاٹ وغیرہ بھی دل کے اِن کمالات اور ترقیات کے علمی طور پر شاہد اور قائل ہیں مگر یہ سب کمالات اُسی حالت میں حاصل ہو سکتے ہیں کہ جب صفائی اور تزکیہ حاصل ہو۔ اگر ہم چاہیں کہ تزکیہ کے سوائے اِن معارج اور ترقیات کے وارث ہوں تو یہ ایک مشکل امر ہے ۔

حضرت امام غزالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کے دل کی دو کھڑکیاں ہیں۔ ایک عالم لدنی کی طرف کھل سکتی ہے اور ایک عالم محسوسات یا ظاہری کی راہ دکھاتی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو ہر ایک انسان پر اِس قول کی صداقت ظاہر ہو سکتی ہے۔ واقعی انسان کا دل دو پہلوؤں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک پہلو امور محسوسہ اور ظاہری کے متعلق ہے اور دوسرا امور باطنی اور لدنی سے دونوں صورتوں میں استعمال کمالات کے واسطے تزکیہ چاہتی ہیں۔ اگر ظاہر کے پارٹ کا نہ ہو تو اُس میں بھی صفائی اور ضیا نہیں پیدا ہوتی

اور نہ وہ کمال حاصل ہوتا ہے جو انسان کا دل حاصل کر سکتا ہے ۔ اصل میں بقول امام صاحب کے دل کی درحقیقت دو کھڑکیاں یا دو حصے نہیں ہیں ۔ دل ایک ہی ہے ۔ ایک درجہ کی صفائی اور تزکیہ سے اُسمیں دنیوی اور محسوسہ کمالات کے حاصل کرنے کا مادہ اور طاقت پیدا ہوتی ہے ۔ اور ایک ایسی ضیا اور روشنی پیدا ہوتی ہے جو قیاس اور حدس کی صفائی اور پاکیزگی سے قدرت کے ظاہری اور معمولی محسوسہ کوائف اور انوار حاصل کر لیتی ہے ۔ اور انسان کی نظر عالم محسوسہ کی ان صورتوں اور لطائف اور باریکیوں پر جا پڑتی ہے جو پہلے اُسپر مخفی اور پوشیدہ تھیں ۔ ایک شئے کا جو دوسری شئے سے رابطہ اور تعلق ہوتا ہے وہ انسان کی سمجھ میں قیاس کی صفائی سے آجاتا ہے اور انسان آسانی سے سمجھ لیتا ہے کہ ایک شئے دوسری شئے سے اس دنیا میں کیا کچھ تعلق اور کیا نسبت رکھتی ہے اور اُنکے جوڑنے یا جدا کرنے سے کیا کیا کچھ فوائد یا کیا کچھ مناقص ظہور میں آسکتے ہیں ۔ اور اُن اشیا اور اُن تراکیب کا دنیا کے حق میں ان نسبتوں کے اعتبار سے کیا کچھ فائدہ ہے ۔ جب اس درجہ پر آدمی کی عقل اور علم فائز ہو جاتا ہے تو اُس وقت اُسے حکیم یا فلاسفر کہا جاتا ہے ۔ وہ حکیم یا فلاسفر جوں جوں ان مراتب میں ترقی کرتا جاتا ہے ووں ووں اُسے نئے نئے ظاہری نسبتی تعلقات کا سلسلہ عمدگی سے معلوم ہوتا جاتا ہے ۔ یہاں تک کہ اُسکے قیاس اور تدبر میں ایک قسم کی ضیا اور نورانیت پیدا ہو جاتی ہے ۔ بعض حکیم اور فلاسفر جب اُس حالت سے تجاوز کرتے ہیں تو وہ اسی سلسلہ میں جا پہنچتے ہیں ۔ جسے باطنی یا لدنی سلسلہ کہتے ہیں اور جو گویا ایک دوسری راہ ہے ۔ یہاں سے لوگوں کے لیئے دل کی دوسری تہہ شروع ہوتی ہے ۔ جب وہ دل کا تزکیہ کرتے کرتے ایک خاص حد تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر یہ موقع آجاتا ہے کہ محسوسہ امور کا ادراک بند ہو کر دوسرے عالم کے انوار اور اشکال سامنے آنے لگتے ہیں جو حکیم یا فلاسفر اُس تہہ سے آگے نہیں جاتے اور اُسی پر بس کر دیتے ہیں

وہ صرف اِسی عالم کے ظاہری انوار اور برکات پاتے ہیں۔ اور اُن کا فیض صرف دنیا سے ہی وابستہ رہتا ہے +

یہ ضروری امر تھا کہ اِن میں سے اکثر حصہ صرف اوپر کی تہہ تک ہی رہے۔ کیونکہ اگر سب کے سب اُس دوسرے عالم میں چلے جاتے تو پھر اِن دنیاوی امور اور دنیاوی ترقیات کا اُنہیں خیال نہ رہتا۔ اور دنیا کے ظاہری حصہ کی رونق اور نشو و نما اور خوبصورتی بالکل ماری جاتی کیونکہ جو لوگ اُس دوسرے عالم میں پہنچ جاتے ہیں۔ اُن کے نزدیک ان ظاہری امور اور محسوسہ نکات پر نظر کرنا بچوں کے ساتھ کھیلنا ہے۔ اور اُسکی بلند پرواز نظروں میں اُنکی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ وہ یہ باطنی اور لدنی کمالات اور انوار دیکھ کر پہلے ظاہری کمالات بالکل فراموش کر دیتے ہیں۔ اِسی لحاظ سے کہا گیا ہے "جو حقیقت پاتا ہے وہ خاموش ہو جاتا ہے"۔ اسکا یہ سبب نہیں ہے کہ وہاں کے انوار اور کمالات انسانی کلام گویائی میں نہیں آسکتے۔ اور انسان اُنہیں دنیا کی حقیقتوں اور کوائف کے سامنے بے حقیقت سمجھتا ہے۔ اور نہیں چاہتا کہ ایسے بے حقیقت گھر میں اُن کا ذکر تک کرے۔ اور اُسی پاک اور پر نور حصہ میں سب کے سب حکیم یا فلاسفر جا پہنچتے تو اِسمیں کیا شک تھا کہ اِس دنیا کے فانی کمالات اور جزوی انوار کی جانب اُنہیں رجوع اور توجہ ہی نہ ہوتی۔ اِس ضرورت کے سبب قدرت نے ظاہری حصہ کیواسطے بھی بعض اجزا مخصوص کر رکھے ہیں۔ اُنکے قلوب انہیں درجوں تک ضیا اور روشنی حاصل کرتے ہیں جو محسوسہ معاملات اور عالم اسباب کے واقعات اور حقائق کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے ایک کنوئیں کے اوپر کے حصوں یا تہوں کی پانی نکلنے تک بیسیوں قسم کی مٹی اور جواہر ارضیہ برآمد ہوتے ہیں۔ لیکن اگر شفاف اور صاف پانی کی خواہش ہے تو وہ اخیر تہہ میں ہی ملیگا۔ اوپر کی تہوں اور حصوں میں وہی چیزیں ملیں گی جو عارضی اور بالائی ہیں۔ اصلیت آخری تہہ میں ہی ہوتی ہے۔ دل کی ہزار ہا شئیں ہیں ہر ایک

تہہ میں ایک جدا رنگ اور ہر ایک حصہ کا ایک الگ عالم ہے۔ ہر رنگ اور ہر عالم میں انسان رنگا جا سکتا ہے۔ ابتدا میں انسان خیال کرتا ہے کہ بس صرف یہی عالم آخری ہے لیکن اگر وہ اور کوشش کرے گا تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ ابھی مقصد اور ہے۔ دنیا کے جسقدر ظاہری کمالات اور اسبابی انوار اور ترکیبی عجائبات ہیں یہ سب دل کے اوپر کے حصوں کی مخلوق یا موجودات ہیں۔ جو لوگ ان حصوں سے آگے گزرتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ اُسکے آخری حصوں اور تہوں میں کیا کچھ کمالات اور انوار موجود ہیں یہ جو کہا گیا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ یہ اُسی تہہ اور حصہ کا حال بیان کیا گیا ہے جسے آخری تہہ کہا جاتا ہے۔ جب انسان اُس حصہ پر پہنچتا ہے تو اُس وقت گویا وہ اپنے نفس اور دل کی حقیقت پاتا ہے۔ اور اُس کے ساتھ ہی اُسے دیدار الٰہی بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ گویا حقیقت نفس کا معلوم کرنا یعنی اُس کی آخری تہہ اور حصہ پر جا پہنچنا دیدار الٰہی کا مستلزم ہے یہ پوچھا جائے گا کہ یہ استلزام کیوں ہے۔ سبب اِسکا یہ ہے کہ جب انسان ریاضتوں اور مجاہدوں سے اُس آخری شفاف اور پر انوار تہہ یا حصہ تک رسائی کرتا ہے تو اُس کے ذریعہ سے ذات ربی کا نورانی عکس ہی نہیں بلکہ عین ذات ہی دکھائی دیتی ہے جیسے کوئی انسان جوں ہی کہ ایک شیشہ کے قریب پہنچے تو فوراً اُسے اپنا چہرہ دکھائی دیگا ایسے ہی حقیقت نفس پانے کے ساتھ ہی ذات ربی کا ظہور ہو جاتا ہے۔ گویا ذات ربی کے حاصل کرنیکے واسطے خود انسان کا دل اور نفس ہی ایک شیشہ اور ذریعہ کامل ہے ذات ربی کی شناخت کیا ہے۔ اپنی ذات اور اپنے دل کا شناخت کرنا۔ ہم اُس دل کی شناخت اور عرفان کرتے ہیں جو گویا ایک دفعہ اول ہی اس دنیا میں آنے سے اُس ذات ربی کے انوار حاصل کر چکا ہے۔ جب "عالم ارواح" میں روحوں اور نفوس سے "الست بربکم" کہا گیا تو اُسوقت ہر دل میں ایک نور اور ایک اطلاع محسوس

ہوئی تھی۔ لیکن عالم خلق یا عالم توالد و تناسل میں آکر وہ وعدہ اور وہ نور ہیت یا اطلاع مختلف اغراض اور حجاب کے نیچے دب گئی۔ جب ریاضتوں اور محنتوں سے وہ حجاب دور کیئے گئے تو پھر آئینہ دل میں وہی وعدہ اور وہی نور حق منعکس ہو گیا۔ جب نگاہ کی تو وہ سامنے موجود تھا۔ یہ جو کہا گیا ہے "قلب المؤمن عرش اللہ" اس کا مطلب یہی ہے کہ جب انسان اپنا دل کدورتوں اور غلاظتوں سے پاک اور صاف کرتا ہے تو اُس کا دل گویا حضرت ذات احدیت کا مورد ہوتا ہے +

قرآن مجید میں ایک جگہ کہا گیا ہے "انّ اللہ یحول بین المرء وقلبہ" یعنی اللہ تعالیٰ درمیان آدمی اور اُسکے دل کے حائل ہے۔ اس آیت میں صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آدمی کے دل کے مقابل میں ہے جیسے کہ ایک شیشہ کے سامنے کوئی وجود یا طاقت قائم ہو۔ اگر شیشہ میں قوت منعکسہ ہوگی تو اُس میں اُسکا عکس پڑ جائے گا ورنہ نہیں۔ یہی حالت ذات احدیت کی ہے۔ اگر دل کی آخری تہہ صاف ہے تو گویا اُسکے عین میں ذات احدیت جلوہ کناں ہوگی اور اگر صاف نہیں تو پھر اُسکا عکس نہیں پڑ سکتا +

پھر ایک دوسری آیت میں اسی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے "ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون" اور ہم اُس سے بہت نزدیک ہیں۔ لیکن تم نہیں دیکھتے۔ بیشک خدا ساتھ ہے۔ اور ہم خدا کے پاس ہیں۔ لیکن دل کی کدورت اور عدم صفائی کے سبب ہم نور الٰہی دیکھ نہیں سکتے۔ اگر ایک شیشہ میں صفائی نہ ہو تو ممکن نہیں کہ اُس میں کوئی عکس پڑ سکے۔ یہ کہا جائے گا کہ خدا تو خود نور اور ضیا ہے اسکا عکس یا حلول نورانیت کے اعتبار سے قلوب انسان پر کیونکر پڑے گا۔ شیشہ ایک دوسرے شیشے کا وجود قبول نہیں کر سکتا۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ خدا ایک اعلےٰ نور اور بے مثال ضیا ہے۔ لیکن اُسکے عکس سے ہمارا یہ منشا نہیں ہے کہ وہ

ایک وجود کے ظہور پر حلول کر جائے گا۔ نہیں۔ مدعا یہ ہے کہ جب انسان کا دل صاف اور روشن ہو جائے گا تو اُس سے اُسکو اُس نور کا حاصل کرنا آسان ہو جائیگا کیونکہ جب تک اُسکی صفائی نہ ہو۔ تب تک وہ نور ایک مکدر اور غلیظ وجود میں کیونکر محسوس ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کہا جاتے کہ خود وہ نور ہی کیوں انسانی قلوب پر موثر اور تاباں نہیں ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ درخشاں و تاباں ہے۔ لیکن جب ہمیں چشم بینا ہی نہیں تو اُسکا ادراک کیونکر کر سکتے ہیں۔ اِسی ادراک کیواسطے تو کہا جاتا ہے کہ تزکیہ نفوس اور تصفیہ قلوب لازمی اور ضروری ہے۔ تصفیہ قلب کیا ہے؟ چشم بینا کا پیدا ہونا۔ یا حاصل کرنا۔ جسوقت یہ صورت حاصل ہو جاتی ہے اُسوقت بمصداق آیت مسبوق الذکر انسان پر بخوبی روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ ذات ہر وقت اور ہر آن پاس اور ساتھ ہے۔ آیت شریفہ "نحن اقرب الیہ من حبل الورید" میں اِس قرب و بُعد کی تشریح کر دیگئی ہے۔ قرب تو اسقدر ہے مگر چونکہ ہم چشم بینا نہیں رکھتے۔ اِس واسطے اُس کے تعقل اور ادراک سے عاجز اور بے بہرہ ہیں۔ جن لوگوں نے **ہمہ اوست** کا مذہب اختیار کر لیا ہے اُنکی بنیاد اِسی قرب اور معیت ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اُسکی ذات عین سب کی ہے گو اسمیں اُنکی ایک مسامحت ہے مگر استدلال اِسی سے کیا گیا ہے۔ یہ قرب اُس وقت ظاہر حاصل ہوتا ہے کہ جب انسان کا دل تمام دوسرے اغراض اور عوالم سے پاک اور صاف ہو جائے۔ اور اُسکی وہی آخری تہہ یا حصہ صاف شدہ رہجاے جو مورد انوار ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اُس ذات احدیت کا ظہور تام اُسی قلب میں ہوگا جو کدورتوں اور مناقص سے پاک اور صاف ہو۔ اور ایسے ہی قلب سے **قلب مومن** مراد ہے +

جب ظاہری علوم اور محسوسہ امور کے واسطے تزکیہ نفوس اور صفائی قلوب

کی اشد ضرورت ہی تو عالم ثانی کے انکشاف اور ضروریات کے واسطے تو اس سے بہی ننو گنا زیادہ ضرورت ہوگی۔ کیونکہ ظاہری حصہ تو ایک معمولی حصہ اور آسان مرحلہ ہے۔ حصۂ باطنی ہی ٹیڑھی کہیر اور صعب گذار راہ ہے۔ یہ بحث کہ دوسرا عالم موجود بہی ہے یا نہیں۔ یعنی جو حصہ باطنی اور لدنی مرحلہ سے تعبیر پاتا ہی وہ وہمی ہی ہے یا اُسکا کوئی وجود بہی ہے؟ +

انکار کرنیکے لیئے تو بہت وسیع میدان ہے۔ انسان ہر ایک بات سے انکار اور اعراض کر سکتا ہی۔ اور کچھ نہ کچھ دلائل اور براہین بہی لائے جا سکتے ہیں کیونکہ دنیا کی ہر ایک بات اور ہر ایک دعوے پر رطب و یابس دلائل کا لانا چنداں مشکل نہیں لیکن اگر انکشاف حقیقت کی غرض سے دیکہا جائے تو ماننا پڑے گا کہ وہ عالم موجود ہے۔ اور یہی دل یا نفس اُسکا پتہ تبلاتا ہے۔ جب انسان عالم انانیت میں محو ہو کر یہ کہتا ہے کہ مَیں ہوں اور مَیں تہا تو اُسے پوچھنا چاہیئے کہ وہ کیا ہے اور کیا تہا۔ اِسی پر غور کرتے کرتے اُسے معلوم ہو جائے گا کہ درحقیقت کوئی دوسرا عالم اور دوسرا پردا بہی موجود ہے۔ خواب میں اُسے کیا تماشا نظر آتا ہے خود تو وہ ایک چارپائی پر ہوتا ہے۔ اور وہ کیا چیز ہے جو دور دور تک پہرتی اور سیر کرتی ہے۔ اور جب اُسکی ظاہری آنکہہ کہلتی ہے تو سوائے چارپائی کے اور کچھہ نہیں ہوتا۔ دنیا کے معاملات جب سرسری نگاہوں سے دیکہے جاتے ہیں تو وہ بالکل سادہ اور معمولی ہوتے ہیں۔ لیکن جب امعان نظر سے مشاہدہ اور تماشا کیا گیا تو ہزاروں نکات اُنہیں سادگیوں سے نکلے۔ ہزاروں حکمتیں جو مخفی اور پوشیدہ تہیں قیاس کی ضیا اور روشنی سے واضح اور ثابت ہوئیں۔ مدتوں تک اُنہیں اِن ظاہری آنکہوں اور معمولی قیاسات نے حاصل نہیں کیا۔ لیکن جب امعانِ نظر اور گہرے قیاس کی امداد سے دیکہا گیا تو اُن میں سے ہی صدہا قیمتی

حلقہ کی کارگزاری

حوادثِ الم۔ کمال تاسف کا مقام ہے کہ اجمیر شریف کے سجادہ نشین حضرت دیوان سید امام الدین صاحب چشتی نے ۱۱ر جمادی الاخرٰی کو دو ماہ بخار وغیرہ میں مبتلا رہکر رحلت فرمائی۔ مرنا سب کو ہے۔ مگر دیوان صاحب مرحوم کی روشنخیالی اور علم دوستی سے اہل حلقہ کی بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ چنانچہ اس عرس شریف کے موقع پر آپکی صدارت میں حلقہ کا ایک شاندار جلسہ ہونے والا تھا جسمیں درسگاہ تصوف کے معاملہ پر غور و خوض کیا جاتا۔ ابھی باضابطہ اعلان نہیں ہوا کہ کون بزرگ جانشین مقرر ہوتے ہیں۔ کیونکہ مرحوم نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ اہل حلقہ مرحوم کے لیئے فاتحہ خیر پڑہیں۔ اور جدید جانشین کے خیر مقدم کے واسطے خلوص قلب سے تیار رہیں ⁂

حیدر آباد سے اِسی قسم کی ایک اور المناک خبر آئی ہے کہ وہاں کے مشہور و معروف بزرگ حضرت مولانا حسن الزمان صاحب چشتی نظامی نے انتقال فرمایا مولانا سلسلہ نظامیہ میں بڑے پایہ کے فاضل اور سچے فقیر تھے۔ آپ کی تصنیفات عربی و فارسی میں تصوف و متعلقات تصوف پر بکثرت پائی جاتی ہیں آپ کی رحلت سے نظامیوں میں ایک یگانہ فرد کم کر دیا جسکا سب وابستگان سلسلہ کو دلی صدمہ ہے ⁂

جناب ڈاکٹر عبد الوہاب صاحب صوفی وارثی نظامی سجادہ نشین خانقاہ نوشاہیہ دہلی نے ایک نہایت مفید مگر اہم سلسلہ شروع کیا ہے جو طبقہ صوفیہ کے لیئے بیمثل چیز ہوگی۔ آیندہ میں اِسکی مشرح کیفیت لکھی جائے گی ⁂

خادم حلقہ پر عتاب۔ افسوس ہے کہ حلقہ کے مخلص خادم نواب سید عبد اللہ خان صاحب منتخب ریاست حیدر آباد کے عتاب میں آکر خارج البلد کر دیئے گئے ہیں۔ جہاں تک ہمکو معلوم ہے سید صاحب ریاست کے دلی خیر خواہ تھے۔ معلوم نہیں انکے دشمن سازشی کار عمل

میں کس طرح کامیاب ہوگئے۔ میں اپنے دوست مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب مدار المہام سے امید رکھتا ہوں کہ وہ حلقہ نظام المشائخ کے خادم کی بیگناہی کو حضور نظام کے سامنے پیش کریں گے +

تشریف آوری۔ اہل ہند کی خوش نصیبی ہے کہ ان کی چشتیہ مملکت میں قادریہ شہزادہ مہمان ہوکر آیا ہے۔ یعنی محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے سجادہ نشین سیاحت ہندوستان کے لیے تشریف لائے ہیں اور آجکل بمبئی میں رونق افروز ہیں۔ ہندوستان کے تمام سلسلے آپکا خیر مقدم کرتے ہیں علی الخصوص حلقہ دلی شادمانی کے ساتھ لبیک کہتا ہے +

اخبارات میں شائع ہوا ہے کہ کراچی و بمبئی میں اہل عقیدت نے حضرت موصوف کے گرد بہت ہجوم کیا تو حضرت نے ایک تقریر میں اسکی شکایت فرمائی بلکہ ایک موقع پر تو یہ ارشاد ہوا کہ ہندوستانی مشائخ نے لوگوں کو بگاڑ دیا ہے۔ اور ان میں نا رواں مادۂ پیر پرستی پیدا کر دیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ +

راقم کو حضرت موصوف کے اس ارشاد سے اختلاف ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان میں بعض مشائخ کی حالت زبونی میں ہے۔ مگر نہ اتنی جسپر بغداد شریف جیسے اعلیٰ مقام کے سجادہ نشین کو جرح قدح کی ضرورت ہو +

حضرت کو ہندوستان کے عقیدتمندوں کا تجربہ نہیں ہے۔ آپ عرب کے مریدین و معتقدین پر ہندیوں کو قیاس فرماتے ہیں۔ حالانکہ میرے تازہ مشاہدات کے بموجب آجکل اہل عرب ولولۂ عقیدت اور سوز الفت شیخ سے قطعی نابلد ہوگئے ہیں۔ میں نے صدہا مشائخ کی زیارتیں کیں۔ مگر ان کی مریدین میں وہ ادب و وقار اپنے شیخ کا نہ دیکھا۔ جو ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ یہ امر اسپر دلیل نہیں ہو سکتا کہ بزرگوں کا احترام اور اشتیاق زیارت جائز نہیں ہے۔ کیونکہ عرب میں یہ نئے زمانہ کا مذاق ہے۔ وہابیت کا اثر لوگوں

میں پڑھا گیا ہے۔ ورنہ ایسی بغداد شریف کے ہزاروں واقعات کتب سیر میں مذکور ہیں کہ یہاں کے مشائخ صوفیہ کے گرد خلقت پروانوں کی مثل طواف کرتی تھی۔ اور ہندوستان تو چشتیوں کی تعلیم ہے۔ یہاں جتنا شوق و ذوق ظاہر کیا جائے۔ اور جسقدر بیتابی زیادہ شیخ کے واسطے ہو کم ہے اور شانِ فدائیت کو نمایاں کرتی ہے۔ یہ وہ ملک ہے کہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ خلقت کے ہجوم سے پریشان ہوکر حجرہ میں تشریف لیجاتے تو کسی کی دلشکنی نہ ہونے دیتے تھے۔ بلکہ اپنا خرقۂ مبارک ڈلوا دیتے اور لوگ اسکی زیارت کرکے تسکین حاصل کرتے تھے۔ لکھا ہے کہ خرقہ شریف بوسہ دیتے دیتے تارتار ہو گیا تھا۔ مگر حضرت نے کبھی خلقت کے ذوق شوق کی شکایت نہ کی۔ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی نے خلقت کے ہجوم سے پریشان ہوکر اپنے شیخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ سے درخواست کی تھی کہ مجھکو جنگل یا کسی پہاڑ میں چلے جانے کی اجازت دیجائے تاکہ وہاں یادِ حق کروں اور خلقت کے غل وشور سے امن پاؤں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا نہیں۔ تم کو اسی شہر میں رہنا ہوگا۔ اور خلقت کے جفا و قفا برداشت کرنے پڑینگے۔ یہ ہے چشتیوں کی تعلیم۔ یہ ہے اُن کا مقام تسلیم و رضا۔ جسنے ہندوستان میں کروڑوں آدمیوں کو ان کا حلقہ بگوش بنادیا۔ اور جس کے طفیل بے شمار روحیں دائرۂ اسلام میں شامل ہوئیں۔

حلقہ کی جانب سے حضرت ممدوح کی خدمت اقدس میں دعوت نامہ بھیجا گیا ہے کہ دہلی میں تشریف لاکر زیارات بزرگانِ دین سے بہرہ اندوز ہوں اور حلقہ کو ملاحظہ فرمائیں نیز موجودہ سجادہ نشین صاحب اجمیر شریف سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ براہ راست اجمیر شریف سے عرس میں بغداد شریف کے سجادہ نشین صاحب کو مدعو کریں۔

دہلی میں پانی کے نل کچھ خراب ہوگئے تھے۔ ہرچند کوشش کی گئی مگر ایک رات نلوں میں پانی جاری نہ ہو سکا۔ اس کے سبب شہر میں بڑی پریشانی رہی اور روزہ

تمام کارد یا. بند ہوگئے۔ جو بجلی اور بہاپ سے چلتے ہیں۔ کیونکہ پانی نہونے کے سبب کلیں رُک گئی تہیں۔ اس سے متاثر ہو کر حلقہ نے ایک اعلان شائع کیا جسمیں خلقت کو قدرتِ الٰہی یاد دلائی گئی تہی۔ اور بتایا گیا تہا کہ انسان اُس خداوند بزرگ و برتر کو کبہی نہ بہولے جسکے قبضہ میں یہ سب کارخانے ہیں۔ یہ اعلان شہر و بیرونجات علاقوں میں بکثرت تقسیم کیا گیا ہے جن محبان حلقہ کو ضرورت ہو۔ محصول ڈاک بہیجکر طلب کریں۔ چند کاپیاں اہل حلقہ کے لیئے بچا کر رکہلی ہیں ؁

مدراس سے یاور حلقہ مولوی نصیر الدین صاحب فریدی نے یہ سوالات ارسال فرمائے ہیں۔ اہل حلقہ سے امید ہے کہ ان کا علمی جواب تحریر فرمائیں گے۔ سوالات یہ ہیں:۔

"اخبار اہل حدیث امرت سر" جلد ۹ نمبر ۲۔ مطبوعہ ۲۵ ربیع الثانی یوم جمعہ صفحہ میں ایک مضمون بعنوان "حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ و زمانۂ بعثت" محررہ عبدالسلام صاحب مبارکپوری شائع ہوا ہے۔ اُسمیں تصوف۔ خاندانوں۔ میں مرید ہونے۔ شجرہ لینے وغیرہ کو امور محدث فی الدین و بدعت کہا گیا ہے۔ یہاں کے معتقدین جو کسی نہ کسی خاندان سے ارادت یا عقیدت رکہتے ہیں۔ اُس مضمون سے نہایت رنجیدہ ہوئے۔ میرے ایک دوست نے چند سوالات میرے پاس بہیجکر خواہش کی کہ اسکے جوابات نظام المشائخ کے ذریعہ منگوائے جائیں۔ اور بہی بعض حضرات کے اصرار پر وہ سوالات پیش کیئے جاتے ہیں براہ کرم و نوازش عبارت کو درست فرماکر مع جواب پرچہ میں شائع فرمانے کی تکلیف گوارا فرمائیں ؁

(۱) بدعت کی تعریف کیا ہے؟

(۲) تصوف کیا ہے؟

(۳) تصوف کا وجود یہود و نصاریٰ و ہنود میں قبل از اسلام تہا۔ اور پہر اسلام میں

اُن کے میل جول سے پیدا ہوگیا۔ اس لیئے تصوف کو محدث فی الدین کہنا درست ہے؟

(۴) کیا تصوف ایسا گندہ ہے کہ جس سے ملت حنیفیہ بیضا کا چہرہ داغدار و بدنما ہوگیا؟

(۵) مسائل تصوف سے دین حنیفی کو کیا تعلق ہے؟

(۶) یہود و نصاریٰ میں بھی صوفی ہیں جوگیوں۔ جوتشوں میں بھی۔ اسیطرح خاندانوں میں مرید ہونا شجرہ لینا وغیرہ وغیرہ۔ امور محدث فی الدین بدعات ہیں؟

(۷) کیا انہیں امور کے لیئے وکل بدعۃ ضلالۃ تیرہ سو برس پہلے فرمایا گیا؟ بینوا توجروا۔ فقیر حقیر نصیر الدین فریدی

رسائل شیخ سنوسی و کتاب الامر کا انگریزی ترجمہ مطلوب ہے پہلے جہاں تجویز کی گئی وہاں قابل اطمینان تکمیل کا موقع نہ ملا۔ اہل حلقہ میں جو صاحب انگریزی کی کافی مہارت رکھتے ہوں۔ وہ خط و کتابت کریں۔ ترجمہ کا دستور کے موافق حق المحنت دیا جائیگا اس ترجمہ کا انگلستان میں تقسیم کرنا مقصود ہے۔ لہذا اس شان کا ہونا چاہیئے۔ جو **شہنشاہ جارج** کی خدمت میں پیش ہوسکے۔

جن لوگوں کو اس معاملہ سے اتفاق ہے کہ انگریزوں کو مذکورہ رسائل کے مضمون سے آگاہ کیا جائے تاکہ وہ اسلام کی جانب مائل ہوں۔ اُن کو ترجمہ کے مصارف میں مالی امداد کرنی چاہیئے۔

حیدر آباد کے وزیراعظم مہاراجہ سرکشن پرشاد مع الالقاب بڑے درویش صفت ہیں۔ آپکے ایک تازہ اخلاص نامہ سے جو حلقہ میں صادر ہوا۔ ظاہر کیا کہ آپ رسالہ نظام المشائخ کو توجہ سے ملاحظہ فرماتے ہیں۔ راقم الحروف حسن نظامی کی نسبت مدارالمہام صاحب نے جن الفاظ میں حسن ظن کا اظہار کیا ہے وہ اُن کی محبت پر مبنی ہیں ورنہ وہ ایک وجود بیکار کے سوا کچھہ ہستی نہیں رکھتا۔

مہاراجہ بہادر نے اپنا تازہ کلام بھی مرحمت فرمایا ہے جو آیندہ رسالہ میں درج کیا جائے گا۔

اس ماہ میں حلقہ کی آمدنی بہت محدود رہی۔ پانچ روپیہ مولوی سید عبدالرحمن صاحب بی اے نے اپنے ماہانہ تقرر کے ارسال فرمائے۔ اور پانچ روپیہ سید بہادر شاہ صاحب نے کہر لا کنگرہ سے منت کے بھیجے۔ کل دس روپیہ کی آمدنی اور پچیس[۲۵] روپیہ کا خرچ۔ اب اہل حلقہ خود ہی غور فرمائیں کہ بغیر روپے پیسے کے یہ کام کیونکر چل سکتا ہے۔ دعا خانہ کی نذریں نہ آئیں تو اتنا کام بھی نہ چلے۔

دعا خانہ کے لیئے مکان۔ جناب خان بہادر مولوی سید اکبر حسین صاحب جج الہ آبادی کی اس تحریک سے مجھے اتفاق ہے کہ اہل حلقہ ایک مکان بنائیں جو عبادت و دعا کے لیئے مخصوص ہو۔ جس میں لوگ جمع ہو کر دعائیں کیا کریں۔ اور یاد الٰہی میں اطمینان قلب سے مصروف ہو سکیں۔ یہ مکان خانقاہ مبارک حضرت محبوب الٰہی رض کے قریب ہونا چاہیئے۔

اہل حلقہ سے درخواست ہے کہ وہ سب اس مبارک و مستحسن تجویز کی نسبت رائے دیں۔

آستانہ حضرت بی بی زلیخا رض والدہ ماجدہ حضرت محبوب الٰہی رض کی نسبت کسی گزشتہ نمبر میں لکھا گیا تھا کہ اسکی حالت نہایت شکستہ و قابل مرمت ہو گئی ہے یہ درگاہ حضرت خواجہ قطب صاحب کے راستہ میں واقع ہے۔ یہاں حضرت بی بی صاحبہ کے مزار مقدس کے علاوہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل برادر حضرت بابا فریدالدین گنجشکر کی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ رح کا مزار بھی ہے۔ حصار کی شکستگی کے سبب جانور اندر گھس جاتے ہیں۔ اور غلاظت سے آلودگی پھیلاتے ہیں۔

دہلی کے نیک دل رئیس نواب کرم اللہ خاں صاحب کو ادہر توجہ ہوئی ہے اور صاحب

کی تعمیر ہونے لگی ہے۔ اب ضرورت ہی کہ ان مزارات پر علیحدہ علیحدہ کتبے لگا دیئے جائیں۔ بلکہ اس قسم کے کتبے دہلی کے تمام مشہور مزاروں پر لگنے چاہئیں۔

میر نیرنگ صاحب نظامی بی اے وکیل انبالہ نے اس مد میں پچیس روپیہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ پچیس میں خود دونگا۔ دیگر محب الفقراء حضرات سے درخواست ہے کہ وہ بھی اس کارخیر میں حصہ لیں ۔

آمد و خرچ حسب ذیل ہے

آمد

از جناب سید محمد عبدالرحمن صاحب بی اے بابت ماہ جون ۱۲ء	عہ
از جناب سید بہاول شاہ صاحب گیلانی بابت منت	عہ
میزان	عـہ
بقایا سابقہ موجودہ خزانہ حلقہ	۱۱ ؍ ۔۔
میزانکل	۱۱ ؍ ۔۔

خرچ ماہ جون

کرایہ مکان بابت جون ۱۲ء	عـہ
تنخواہ محرر بابت جون ۱۲ء	عہ
خرچ اشتہار بندش حل	۔؍
خط و کتابت	؍
خرچ نیاز الکیسوں	؍
میزان	عـہ

بقایا موجودہ ۱۱ ؍ ۔۔

حسن نظامی

دعاخانہ

عزیزم سید حسین محمود نظامی اور اُنکے بھائیوں کے مقاصد قلبی کے لیئے دعا کی جائے حسب حیثیت جداگانہ فرداً فرداً منت مانتے ہیں +

عزیزم اکرام حسین نظامی ٹھیکہ دار الہ آباد کی صحت و ترقی معاش کی دعا ہو معقول نذر مانتے ہیں +

حفیظ اللہ صاحب الہ آبادی صحت چشم کی دعا چاہتے ہیں اور منت مقرر کرتے ہیں +

کلکتہ کے ایک صاحب جنکا نام میرے ذہن میں ہے اپنے مخفی مقصد کی دعا چاہتے ہیں اور خدا و رسول کو ضامن دیکر سو روپیہ نذر حلقہ کرنے کا وعدہ کرتے ہیں +

عزیزم داروغہ محمد عمر نظامی ادائیگی قرض کی دعا چاہتے ہیں بیس روپیہ نذر کرینگے +

غلام غوث صاحب کنجاہی ضلع گجرات اپنی دلی مراد کی دعا چاہتے ہیں چار روپیہ منت مانتے ہیں +

حامد حسن صاحب مراد آبادی دلی مقصد کی کامیابی کے طلبگار ہیں۔ پانچ روپیہ منت مانی ہے +

قاضی امجد علی صاحب متعینہ تھانہ سبزمنڈی دعاے ترقی چاہتے ہیں۔ اور معقول منت مانتے ہیں +

انکے علاوہ چند اصحاب اور ہیں جو اپنا نام و شہر ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ ان سب کے لیے میرے ذہن کا حوالہ دیکر دعا کیجائے۔ یہ سب دعائیں مدینہ منورہ بھیجدی گئی ہیں +

جو صاحب دعاخانہ میں نام درج کرانا نہ چاہیں۔ وہ جلی طور پر لکھدیا کریں۔ ممبر حلقہ کا محض یادداشت کے رجسٹر میں نام و پتہ لکھہ لیگا تو وہ نام ضرور شائع ہو جائےگا

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم +

دعاگو حسن نظامی

[illegible]یت جہان نمائے ہر صفحہ [illegible]

[illegible] حضرت خواجہ عزیز الدین صاحب عزیز مدظلہ نے جب الناظر کے اجرائی تاریخ [illegible] کسی کو گمان بھی ہو سکتا تھا کہ چند ہی مہینوں میں اس کی یہ حالت ہو گی مگر آج جو پرچہ الناظر کا شائع [illegible] ارشاد گرامی کی تصدیق ہو جائیگی **جون** کے پرچہ کی فہرست مضامین ملاحظہ ہو

ایڈیٹر ظفر الملک

[illegible] ہندوستان بھر کے رسالوں سے ممتاز ہے [illegible] صفحوں کے حجم پر قیمت [illegible] صرف [illegible] رکھی گئی ہے نمونہ کے پرچہ کے لئے [illegible] کے ٹکٹ [illegible]

منیجر الناظر لکھنؤ

فہرست کتب دکان غلام نظام الدین تاجر کتب چاندنی چوک دہلی متصل فوارہ

اعمال مجربہ سورہ مزمل شریف باموکل مع طریقہ زکوۃ جسمیں ۴۴ عمل ترقی دولت ومحبت وعداوت وغیرہ چند عمل سورہ یوسف درج ہیں قیمت ۳ر

اعمال مجربہ سورہ یسین شریف باموکل مع طریق زکوۃ جسمیں ۱۱۶ عمل نہایت مجرب ہیں قیمت ۲ر

اعمال مجربہ آیۃ الکرسی آیۃ کریمہ نادعلی شریف باموکل مع طریقہ زکوۃ وغیرہ لکھے ہیں قیمت ۳ر

اعمال مجربہ سورہ اخلاص اللہ الصمد حیل شریف باموکل مع طریقہ زکوۃ کے کام اسمیں درج ہیں ۲ر

مجموعہ ظائف اسمیں ہر ایک قسم کے ہر امراض کے دفعیہ کے لیے درج ہیں۔ نہایت مستند قیمت ۱ر

طب یمانی اسمیں تمام اعمال اور دوے قرآن وحدیث درج ہیں مصنفہ نواب صاحب یحییٰ حسن خان مرحوم قیمت ۱ر

مجربات خاندان عزیزیہ - اسمیں تمام اعمال خاندان مولوی شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز رحمہ درج ہیں قیمت ۴ر

مفلسی کا مجرب علاج مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دربارہ ترقی رزق وغیرہ کے لیے قیمت ۱ر

لوح سلیمانی چار حصہ سے اعمال اور نقش ہیں بہت بے نظیر کتاب ہے ہر کام کیلئے عمل موجود ہے قیمت ۸ر

خلاصہ تواریخ مکہ معظمہ اردو میں نہایت عمدہ قیمت ۳ر

شواہد نظامی اسمیں حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رح کے تمام حالات ومعمولات وغیرہ واعمال درج ہیں۔ بڑی قابل دید کتاب ہے اور آپکے تمام سوانحعمری پیدائش سے وفات تک اور خانقاہ شریف اور گرد ونواح کے مزارات کا حال درج ہے قیمت ۸ر

تذکرۃ المخدرات اسمیں ڈیڑھ سو کے قریب خاتون اسلامیہ کے عالمہ وفاضلہ عورتوں کا ذکر ہے قیمت ۸ر

طریقت الحقیقت فارسی مصنفہ حضرت شیخ سعدی شیرازی رح تصوف میں عمدہ کتاب ہے قیمت ۴ر

مرآت شریف اردو مصنفہ شاہ کلیم اللہ رحمۃ اللہ جہان آبادی یہ اعمال اور اوراد میں مستند کتاب ہے قیمت ۴ر

فصوص الحکم (ترجمہ اردو) مصنفہ امام الطریقۃ حضرت محی الدین ابن عربی رح بڑے پایہ کی کتاب ہے قیمت ۱۲ر

تاریخ سید سالار مسعود غازی اردو میں ہے قیمت ۳ر

کرامات رزاقیہ یعنی ملفوظات وحالات حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی قادری رح قیمت ۲ر

اسم اعظم یعنی سوانحعمری حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رح قیمت ۱۲ر

شجرۃ الہی حضرت صلعم سلسلہ وار ابوالبشر حضرت آدم سے تک ہر شجرہ سلسلہ وار ائمہ اطہار قیمت ۷ر

[illegible] محمد اسمٰعیل [illegible] دہلی نے شائع کیا

جلد ۱۵ نمبر ۱۲

[illegible]

۷۸۶

نظام المشائخ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام

جو ہر چاند کی چھٹی تاریخ کو سیدی خواجہ حسن نظامی صاحب خانزادہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی و نگرانی میں شائع ہوتا ہے

اڈیٹر

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک قسم خاص ۵؎ قسم اول ۳؎ قسم دوم ۲؎ ششماہی ۳؎ و ۲؎ و ۱؎ علی الترتیب نمونہ ۴؎

مقام اشاعت۔ دہلی قصاب بازار۔ دفتر رسالہ

مطبوعہ روز بازار سٹیم پریس امرتسر

حضور شہنشاہ معظم قیصر ہند

کے دربار دہلی کی یادگار میں

سند سلطانی سنہری

زبدۃ الحکما حکیم ڈاکٹر غلام نبی صاحب اڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور مالک شفاخانہ یونانی و ڈاکٹری کو مرحمت ہوئی ہے جسکی سفارش ڈپٹی کمشنر صاحب و کمشنر صاحب بہادر نے بحضور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی تہی لاٹ صاحب بہادر نے اس سفارش کو حضور وائسرائے ہند معہ کونسل کی خدمت میں بہیجدیا تہا۔ صاحب موصوف نے کونسل میں بادشاہ سلامت کی خدمت میں بہیجکر سفارش کردی تہی کہ زبدۃ الحکما صاحب موصوف کی طاعونی خدمات اور دوا اکسیر شفا دافع طاعونی وبا جسکے استعمال سے ہزاروں مریض موت سے بچ گئے اور انسداد طاعون کی آسان تدابیر کو اعلے حکام نے پسند فرمایا۔ ان خدمات کو تسلیم فرماکر دربار جشن تاجپوشی دہلی میں حکیم صاحب موصوف کو سند سنہری مرحمت فرماکر عزت افزائی فرمائی جو کسی یونانی طبیب کو لاہور میں نصیب نہیں ہوئی۔ اس خوشی کی یادگار میں زبدۃ الحکما صاحب موصوف اپنی

پچاس سالہ مجرب ادویات و نادر طبی کتابیں

ایکماہ تک ایک روپیہ کے بجائے ۱۲ آنہ کو دیئے جانیکا اعلان کرتے ہیں تاکہ مریض امراض کہنہ سے نجات پاکر بیکے لیے اور حضور بادشاہ سلامت کیلئے دعائے درازئ عمر کریں علاوہ طبی کتابوں اور مجرب آزمودہ دواؤں کے مشہور و معروف کثیر المنافع کم مقدار **دوائی آب حیات** سریع الاثر اکیلی سیکڑوں امراض دور کرنے کی مجرب ہے وہ بھی ایک روپیہ کے بجائے ۱۲ کو دیجائے گی محصول بھی گرہ سے لگایا جائیگا۔ تاکہ دنیا میں اس قلیل القیمت کثیر المنفعت کم مقدار دوا کے مسیحائی اثروں کو آزمائے اسکے علاوہ سات کتابیں اور ۱۴ سالہ گزشتہ جنتری رنگین خوب صورت مفت ان لوگوں کو دیجاویں گی جو قیمت بذریعہ منی آرڈر پیشگی بہیج دیں گے۔

کتاب **کیمیاگر ہندوستان و انگلستان** جسکے مطالعہ سے ہر ایک گھر بیٹھے کمانے کے قابل ہو جاتا ہے باتصویر قیمت صہ کے بجائے تین روپے (۳) یہ رعایت صرف ایکماہ تک رہے گی۔

فہرست ادویہ مجرب و فہرست کتب طب اپنا پورا پتہ خوشخط لکھکر مندرجہ ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ شفاخانہ یونانی و ڈاکٹری ڈاکٹر حکیم حاجی غلام نبی صاحب زبدۃ الحکما موجد آب حیات و اکسیر شفا موچی دروازہ (لاہور)

نظام المشائخ

جلد ۴ — بابت ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۳۱ھ — نمبر ۲

فہرست مضامین

ایڈیٹوریل

نوٹ

شیخ المشائخ مولانا سید امام الدین علیخاں (رحمۃ اللہ علیہ) سابق دیوان بارگاہ خواجہ غریب نواز اجمیر شریف کی وفات حسرت آیات کا ذکر ناظرین گزشتہ ماہ کے نظام المشائخ میں پڑھ چکے ہیں۔ اِسی واقعہ پر مرحوم کے بھائی جناب سید اکبر حسین صاحب اکبر چشتی نے ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے جو ہمیں قاضی سید شہاب الدین صاحب (ابن برادر خورد حضرت شیخ المشائخ) کے ذریعہ سے پہنچا ہے۔ وہو ہذا:۔

نور چشم معین کا ماتم ہے　جتنا غم کیجیے وہ ہی تھوڑا
جس سے رونق تھی باغ خواجہ کی　مرگ دست اجل نے گل توڑا
گئے سوئے عدم امام الدیں　ہمکو رونے کے واسطے چھوڑا
غم سے سینے میں پڑ گئے ناسو　دل ہے پہلو میں یا کہ ہی پھوڑا
مصرعہ سال فوت لکھ اکبر　آج بیوقت تونے منہ موڑا

ایسے جلیل القدر اور شاندار بزرگ کا غم جلد مٹنے والا نہیں۔ لیکن امید ہے یہ خبر تمام غلامان خواجہ خواجگان کی نہ صرف باشک شوئی بلکہ کمال طمانیت و مسرت کا باعث ہوگی کہ جنہیں اب آپ کی جانشینی کا رتبہ ملا ہے وہ بھی نہایت اچھے اور قابل قدر شخص ہیں۔ یعنی حضرت سید شاہ شرف الدین علیخاں صاحب عرف کالے میاں۔ آپکا دیوان صاحب مغفور سے قریبی رشتہ تھا۔ یعنی دونوں ایک دوسرے کے ماموں زاد اور پھوپی زاد بھائی تھے۔ سارے خاندان اور کل صاحبزادگان نے متفقہ طور پر یہ انتخاب کیا ہے۔ اسکی مفصل کیفیت ہمارے ایک دوست اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب مرحوم دیوانصاحب خواجہ حسین علیہ الرحمۃ کے گنبد میں دفن ہو چکے تو جملہ

اہل خاندان و باشندگان شہر و خدامان درگاہ نے یکزبان ہو کر حضرت قبلہ سمیت شرف الدین علیخان صاحب عرف کالے میاں کو سجادہ نشین تجویز کیا۔ اور ۱۴ مئی ۱۹۱۳ء جمعہ کے دن (بعد فاتحہ سوم دیوانصاحب مرحوم) رسم دستار بندی ادا کر کے تجویز پر تقرر کی مہر لگادی۔ صاحب کمشنر بہادر قسمت اجمیر و دیگر حکام نے بھی اسکی تائید کی۔ اور باضابطہ منظوری عطا فرما کر متوسلین درگاہ کو موقع دیا کہ وہ اپنے نئے سردار کو خاص مسند مبارک پر جا بٹھائیں۔ جہاں پریسیڈنٹ کمیٹی درگاہ کیطرف سے حضرت دیوان صاحب کو خلعت سجادگی پہنایا گیا۔ اور حاضرین نے بڑے جوش اور دلی خلوص کے ساتھ دوبارہ ایک دستار پیش کی۔ ان امور کو ختم کر کے حضرت قبلہ روضۂ اقدس کی زیارت کو روانہ ہوئے۔ زینہ پر قدم رکھنا تھا کہ شادیانوں کا شور مچ گیا۔ مزار کے سامنے وظیفہ داروں نے آپکے لیے دعا پڑھی۔ اور یہاں بھی ایک دفعہ اور دستار بندی کی گئی۔ بعد ازاں خانقاہ شریف میں تشریف لا کر رونق افروز ہوئے۔ اور جو جو رسوم باقی تھیں وہ وہاں پوری ہوئیں۔ ان مراسم میں علاوہ صاحب جوڈیشل اسسٹنٹ کمشنر کے کہ ان کا آنا تو سرکاری حکم سے تھا اور کئی ہندو مسلمان عہدہ دار و عمائد شہر شریک تھے جن میں بابو مٹھن لال بی اے۔ ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ نے حسب حال ایک تقریر بھی فرمائی جس سے لوگ بہت محظوظ ہوئے۔

ریویوز

جنگ طرابلس
المعروف بہ
خون ناحق

لڑائیاں تو دنیا میں ہزارہا ہوئی ہونگی۔ خود اس آخری صدی میں عیسائی مسلمانوں کے ہی کیا کچھ کم معرکے نہیں ہوئے لیکن جو شان جنگ طرابلس نے پیدا کی ہے وہ کسی میں نظر نہیں آتی۔ مدتوں کے سوئے ہوؤں کو جنہیں اپنے جاگنے سے آپ بھی مایوسی ہو چکی تھی

جگانا اسی جنگ کا کام تھا سچ ہے ع۔ خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما درآں باشد + اُن متعدد فوائد میں سے جو اسکے ہم نے بہت تھوڑی سی قربانیاں دیکر حاصل کرلیئے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ خیر عربی کو تو اسکی کوئی احتیاج نہ تھی۔ مگر فارسی اور خصوصًا اردو جنگی لٹریچر سے مالا مال ہوگئی۔ اردو زبان میں آج تک ایسے پاکیزہ اور روح پیدا کرنیوالے مضامین نہیں لکھے گئے تھے۔ اور انکے لیئے وہ ہمیشہ زمیندار لاہور اور وکیل امرت سر کی زیر بار احسان رہیگی۔ کتاب "جنگ طرابلس معروف بہ خون ناحق" ان ہی انمول موتیوں کی لڑی ہے جو ہمارے قابل اور فاضل دوست مولوی شیخ احسان الحق صاحب قادری رئیس لال کورتی میرٹھ نے بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ تیار کی ہے۔ اسمیں ابتدائے جنگ سے آخر ۱۹۱۱ء تک کی تمام وہ تحریریں جو مولوی ظفر علی خاں و مولانا عبد اللہ العمادی مرتبین اخبارات مذکورہ بالا اور اُنکے ممتاز نامہ نگاروں کے پرجوش افکار کا نتیجہ تھیں۔ جمع کی گئی ہیں شروع میں مؤلف نے اپنا ایک دیباچہ بھی لگایا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس سے پہلے حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب کی تقریظ ہے جسے کل کتاب کا نچوڑ کہنا چاہیئے ہم اُسے یہاں نقل کیئے دیتے ہیں کہ ناظرین اس کا لطف بھی اٹھا لیں اور انہیں کتاب کی پوری کیفیت بھی معلوم ہو جائے۔ لکھا ہے :۔

چیست ایں؟ قاشِ دلِ صد پارہ

اس کتاب کی نسبت اگر سوال کیا جائے کہ یہ کیا ہے اور اسکے اندر کیا ہے تو جواب میں ایک فقرہ کافی ہوگا۔ "قاش دلِ صد پارہ"۔ نشتر دہے شگاف یافتہ۔ شکستہ۔ دیدہ دلِ مسلم کا ایک ٹکڑا۔ جو زبان نقوش سے عالم خاموشی میں ظلم و ستم کی فریاد کر رہا ہے +

ہر واقف کار جانتا ہے کہ چودھویں صدی کی چھری کا لوہا سب سے زیادہ مسلمانوں پر تیز ہے۔ کوئی مسلمان جو ایسا نہیں جو اسکے خنجر جفا کا زخم خوردہ نہو۔ خاصکر سنہ ۱۳۲۹ ہجری

اسلامی دور فلاکت کی نمایاں یادگار ہے یہی وہ سال ہے جس میں بنی فاطمہ کی آخری حکومت مراکو کا چراغ فرانس کی مکارانہ پھونک سے گل ہوا - ترکی یورپ کے نرغے میں مبتلا ہوئی طرابلس میں غریب و بیداٹلی کی تیغ دغا شعار سے گاجر مولی کیطرح کاٹے گئے ایران میں روس نے پاؤں نکالے - اور آزاد مومنین کو غلام بنانے اور بیکس کے خون ناحق سے ہاتھ رنگنے پر کمر باندہی - یہ کتاب اسی سوزش درونی کا مظہر ہے جو واقعات مذکورہ سے قلوب مسلمین پر نمک پاشی کر رہی ہے - جب ہم نہونگے اور یہ دور جفا ہی فنا ہوچکیگا اُسوقت لوگ اس کتاب کو پڑھکر غور کرینگے کہ ہماری قوم پر کیسے کیسے نازک وقت آچکے ہیں - اور یہ اندازہ ان کی بہبودی و سلامتی کے واسطے ایک مفید رہبر ثابت ہوگا میری رائے میں یہ قاش دلِ صد پارہ "خون ناحق" کی یادگار میں اُفق کائنات پر ہمیشہ آفتاب شفق آلود کی شکل میں برقرار رہکر غافلوں کی رہنمائی کرے گی - اور مؤلف کی حسن نیت کا اجر بارگاہ سبحان سے دلوائے گی "

حجم ۲۰×۲۶ سائز کے ۱۳۵ صفحے - لکھائی - چھپائی - کاغذ - اسقدر عمدہ کہ تعریف نہیں ہوسکتی - قیمت فی جلد قسم اول عہ - قسم دوم عہ علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ سید محمد انوار صاحب ہاشمی مدیر مکتبہ قادریہ لال کرتی میرٹھ

نعتیہ کلام

یہ ہندوستان و ایران کے موجودہ و گزشتہ نامور و باکمال شعرا کی پُردرد اور دل آویز نعتوں کا مجموعہ ہے جس کی خدمتِ ترتیب کا شرف منشی محمد حسین صاحب صادق ہیڈ کلرک دفتر اخبار زمیندار لاہور نے حاصل کیا ہے - نہایت شاندار چیز - ہر محب رسول ؐ کے پاس رہنے کے لائق - نئی پرانی اوضاع کے لوگ دیکھکر منشی صاحب موصوف کی حسن عقیدت کی داد دیتے ہیں - ۱۸×۲۲ - تختی کے ۹۲ صفحے - قیمت صرف ۸ منشی صاحب ہی سے طلب فرمائیے

رسالہ نظام المشائخ دہلی کے قواعد ضوابط

(۱) رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو (جو حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا یوم عرس ہی) شائع ہوتا ہی لیکن اِسے کسی ایک سلسلہ سے خصوصیت نہیں۔ یہ تمام خاندانوں اور خانوادوں کا یکساں خدمتگزار ہی مضامین اسمیں علمی۔ تاریخی۔ مذہبی۔ اخلاقی۔ اصلاحی۔ مگر سب صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ تحریروں میں انشا پردازی اور دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہی۔ حجم کم از کم ۷۲ صفحے مقرر ہی۔ سال میں ۷۲ × ۱۲ = ۸۶۴ صفحوں سے زیادہ ہوجائیں تو ہوجائیں لیکن اسمیں تخفیف کبھی نہیں ہوتی ۔

(۲) اگر رسالہ ۷ یا ۸ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کرکے ۱۰۔ ۱۲ تک انتظار کریں۔ اسکے بعد فوراً اطلاع دینی چاہیئے ۔ ورنہ دوبارہ پرچہ کی قیمت لیجائے گی ۔

(۳) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو وہ براہ عنایت چوتھی ماہ ہلالی سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیویں۔ ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے ۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے گاؤں یا شہر کے ڈاک خانہ کو کردینی کافی ہے ۔

(۴) رسالہ کے متعلق تمام خط و کتابت میرے نام ہونی چاہیئے۔ خط و کتابت میں اپنا نام و پتہ نہایت صاف و خوشخط لکھیئے ۔ اور خریداری کا نمبر ضرور بتایئے ۔ ورنہ تعمیل محال ہے۔ جوابی امور کے لیئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجیئے ۔

(۵) رسالہ کی قیمت ہر حال میں پیشگی لی جاتی ہے۔ نمونہ کے لیئے ۳ آنے کے ٹکٹ آنے چاہئیں ۔

خاکسار محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ دہلی

آتینک نگرہ گولیان

ہماری آتینک نگرہ گولیونکی شہرت کا چارسوڈنکا بج رہا ہی۔ لاکھون سرٹیفکٹ موجود ہین۔ یہ گولیان ہر قسم کی کمزوریکو طاقت کے ساتھہ و بڑہاپے کو جوانی کے ساتھہ ضعف اعصاب کو قوت مردمی کیساتھہ بدلدیتی ہین۔ اکثر بے اولادون کو صاحب اولاد کردیا ہی۔ حافظہ کو تیز کرنا۔ عمر کو دراز کرنا۔ تندرستی کا محافظ رہنا ان گولیون کا خاص کام ہے۔ مردون و عورتون کو ہر موسم مین یکسان فائدہ بخش ہین۔ نباتاتی اجزا سے مرکب ہین۔ کوئی کشتہ دہات پارہ وغیرہ کا جز اسمین نہین۔ بہت احتیاط وصفائی سے ہمارے روبرو بنتی ہین۔ ہاتھہ لگانے کا کام نہین پڑتا۔ مشین کے ذریعہ بنائی جاتی ہین۔ مادہ تولیہ کے نقصانات کو دور کرنے مین اس سے بہتر دوا آپکو ملنا دشوار ہے صرف ایک گولی صبح و ایک شام کو کھانی پڑتی ہی۔ ہندوستان تو کیا بلکہ غیر ممالک تک مین صدہا پارسلین روزانہ ہمارے برانچ آفسون سے جو بڑے بڑے مشہور شہرون بمبئی۔ کلکتہ۔ پونہ۔ مدراس۔ رنگون سیلون۔ کرانچی وغیرہ مین ہی روانہ ہوتی رہتی ہین۔ قیمت ۳۲ گولیان فی ڈبیہ **ایک روپیہ** (عہ) +

مزید احوال معلوم کرنے کیلئے آپ ہماری کتاب رہنمائے صحت یعنی **کام شاستر** ہم سے مفت پیڈ منگواکر مطالعہ فرماوین جو اردو۔ انگریزی۔ ناگری۔ گجراتی۔ مرہٹی۔ بنگالی۔ تامل تیلگو کنیزی برہمیز وغیرہ دس زبانون مین مختلف ترجمہ کراکر چھاپی گئی ہین۔ جس زبان مین آپ کو مہارت ہو وہی ترجمہ منگوا لیجئے۔ ہم اب تک اسکی ۸ لاکھہ کاپیان مفت تقسیم کرچکے ہین محصول ڈاک بھی اپنے پاس سے ہی اب تک دیتے رہتے ہین۔ اسکے مطالعہ کرنے سے زندگی کو صحت کے ساتھہ گزارنے کے طریقے و جدید معلومات آپ کو حاصل ہونگی +

ہمارا پتہ۔ وید شاستری منی شنکر گووندجی۔ جام نگر۔ کاٹھیاوار

جلدی طلب کیجئے ورنہ دوسرے ایڈیشن کا منتظر رہنا پڑے گا!

جاماسپ نامہ

یعنی

حکیم زرتشت بانی مذہب آتش پرستی کے خلیفہ اعظم حکیم جاماسپ کی وہ نایاب کتاب

جسمیں

حساب نجوم سے قیامت تک کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ ہر صفحہ غیبی دوربین دنیا کے ہر بڑے آدمی کا زائچہ۔ اور اس سے تاریخی کارناموں کا ثبوت۔ دینی پیغمبروں۔ ملکی بادشاہوں کی جداگانہ خبریں۔ جنہوں نے زمین پر کوئی شاندار کام کیا ہے۔ ہمارے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی صاف بشارت اور وہ سب حالات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کو پیش آئے۔ کربلائے معلےٰ کا ہوبہو منظر۔ موجودہ اور آئندہ زمانہ کے انقلابات کی نسبت چونکا دینے والی پیشین گوئیاں نجوم سے واقفکاروں کے لیئے لوح طلسم کشا۔ ہر شخص کی دلچسپی کا سامان +

اصل تصنیف کا ژند زبان سے ایک ایرانی فاضل نے فارسی میں ترجمہ کیا۔ اب فارسی سے **ملا محمد الواحدی** اڈیٹر رسالہ **نظام المشائخ** دہلی نے بامحاورہ وصاف اردو میں لیا +

ضخامت قریبًا ڈہائی جزو **قیمت** مع محصولڈاک ۳ / بذریعہ وی پی بہ رآنے۔ درخواستیں جلدی آنی چاہئیں ایسا نہو کہ طبع ثانی کا منتظر رہنا پڑے +

المشتہر مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

نظام المشائخ

دیباچہ معرفت شیخ

حضرت شیخ محی الدین اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات مکیہ کے باب ترپن[۵۳] میں ان امور کی نسبت جو مرید کو مرشد پانے سے قبل اختیار کرنے چاہئیں۔ اسطرح تعلیم فرماتے ہیں "خدائے بزرگ و برتر اپنی تائید ہدایت سب کے شامل حال کرے"۔ واضح ہو کہ جو شخص اس طریقہ الٰہیہ مشروعہ میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ اسکے لیے سب سے پہلے ضروری بات یہ ہے کہ استاد کی ٹوہ میں لگا رہے۔ یہاں تک وہ مل جاوے ساتھ ہی جبکہ وہ استاد کی تلاش میں مشغول ہو اُسکو امور ذیل پر کاربند رہنا چاہیئے۔ یہ امور نو چیزوں پر مشتمل ہیں۔ طالب کو چاہیئے کہ انہیں اپنے اوپر واجب کرے۔ چونکہ یہ نو چیزیں اعداد بسیطہ ہیں۔ اگر ان پر عمل کیا جائے گا تو توحید میں قدم راسخ حاصل ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ خدائے تعالےٰ نے

افلاک تعداد میں نو بنائے ہیں۔ اور ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ ان نو افلاک کی حرکات میں حکمت الٰہی کے کیا کیا اسرار بھرے ہیں۔ ان نو چیزوں میں سے چار تو انسان کے ظاہر سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور پانچ انسان کے باطن سے۔ ظاہر سے تعلق رکھنے والی چار چیزیں جوع (بھوک) سہر (شب بیداری) صمت (خاموشی) اور عزلت (گوشہ نشینی) ہیں۔ ان میں سے دو یعنی جوع اور عزلت فاعل یعنی موثر ہیں۔ اور باقی دو یعنی سہر اور صمت منفعل اور متاثر ہیں۔ صمت سے میری مراد یہ ہے کہ لوگوں سے کلام کرنا چھوڑ دیا جائے اور ذکر خیال کیساتھ اشتغال رکھا جائے۔ اور سوائے ان امور کے جو خدا تعالیٰ کیطرف سے واجب کیے گئے ہیں۔ جیسے کہ قرارت الحمد شریف اور نماز میں جہاں تک ہو سکے قرآن شریف کا پڑھنا اور تکبیر اور نیز سوائے ان امور کے جو تسبیح اذکار دعا۔ تشہد اور درود شریف وغیرہ میں سے شرع میں وارد ہیں۔ تمام دیگر امور میں خاموشی سے کام لینا چاہیئے۔ اور نطق لسانی کی بجائے نطق نفس کو قائم کیا جائے تاکہ صمت لسانی کے ذریعہ نطق لسانی سے خلاصی حاصل کر کے انسان ذکر قلبی کے لیے فارغ ہو جائے۔ بھوک سے تب بیداری حاصل ہوتی ہے۔ اور گوشہ نشینی سے خاموشی۔ باقی باطن سے تعلق رکھنے والی پانچ چیزیں ہیں۔ صدق۔ توکل صبر۔ عزیمۃ اور یقین ہیں۔ یہ نو چیزیں نیکی کی اصل اصول ہیں۔ جن میں تمام قسم کی نیکی شامل ہے۔ اور طریقہ کی تمام شاخیں یہیں جا کر ملتی ہیں۔ جب تک مرشد کامل نہ ملے انپر مداولت رکھنی چاہیئے ۔

یہ پانچ چیزیں جو شیخ اکبرؓ نے بیان فرمائی ہیں امہات امور میں سے ہیں۔ انکی شرح بھی خود شیخ علیہ الرحمۃ نے کر دی ہے۔ اسی بحث کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ خصائل مذکورہ بالا میں سے ہر ایک کے متعلق اب میں چند ایسے امور بیان کرتا ہوں جنسے ان پر عمل و ثبات کی جانب رغبت اور شوق پیدا ہو (خدا ہم سب کو نفع پہنچائے اور اپنی عنایت سے شامل حال کرے) اول ہم ظاہر سے تعلق رکھنے والی چیزوں کا ذکر

کرتے ہیں۔ ان میں پہلے عزلت کو لو۔ جو مذکورہ بالا چار چیزوں کے جو ہمارے گروہ کے نزدیک معتبر ہیں۔ اصل اصول ہے۔ میرے پیر بھائی عبد المجید سلمہ اللہ تعالیٰ نے (جو بلاد اندلس کے ضلع اشبیلیہ کے قصبہ مورشانۃ الزیتون کے خطیب تھے اور عبادت میں اہل جد اور اجتہاد کا مرتبہ رکھتے تھے) ۵۸۶ھ میں مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رات کے وقت میں اپنے مکان میں بیٹھا تھا۔ کچھ رات گزر جانے کے بعد میں نماز کے لیے کھڑا ہوا۔ میں مصلے پر نماز میں کھڑا تھا اور مکان اور کمرے کے دروازے اندر سے مقفل تھے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک صاحب میری طرف بڑھے۔ اور السلام علیکم کہا۔ میں حیران تھا کہ وہ اندر کیسے داخل ہوئے۔ اس خیال سے مجھ پر خوف طاری ہوا۔ اور میں نے نماز مختصر کر دی۔ جب میں نے سلام پھیرا تو مجھ سے فرمانے لگے "اے عبد المجید جس شخص کو خدا سے اُنس اور لگاؤ ہو گیا ہو اسکو خوف سے کیا واسطہ" اس کے بعد وہ کپڑا جس پر نماز پڑھ رہا تھا۔ انہوں نے اٹھا لیا اور جھاڑ کر پھینک دیا اور بجائے اس کے ایک چھوٹا سا بوریا جو ان کے پاس تھا۔ بچھا دیا۔ اور کہا اس پر نماز پڑھو۔ اس کے بعد عبد المجید صاحب فرماتے ہیں کہ پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور گھر سے باہر لے چلے۔ اور شہر سے نکلکر مجھے ایک ایسی سرزمین میں لے گئے جسے میں نہیں جانتا تھا۔ اور نہ مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ خدا کی زمین کے کس خطہ پر اس وقت قدم زن ہوں۔ غرضکہ ہم دونوں ان مقامات میں خدا کا ذکر کرتے رہے بعدہ مجھے وہ گھر میں اسی جگہ واپس لائے جہاں کہ میں پہلے تھا۔" اسکے بعد فرماتے ہیں کہ "میں نے ان صاحب سے پوچھا کہ اخی! ابدال کن کن چیزوں کے کرنے سے ابدال ہو جاتے ہیں"۔ انہوں نے فرمایا چار باتوں کے کرنے سے جن کو ابو طالب نے اپنی کتاب قوت میں بیان فرمایا ہے اسکے بعد انہوں نے ان چار چیزوں کا نام بتایا اور کہا۔ وہ جوع۔ سہر۔ صمت اور عزلت ہیں۔ از روئے قلب کے۔ بعد اسکے فرمایا "اے عبد المجید۔ یہ انہی لوگوں کا بوریا ہے

پس میں نے اسپر نماز پڑھی"+

یہ صاحب ایک بڑے پایہ کے ابدال تھے۔ جن کا نام معاذ بن اشہرش تھا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ+

عزلت تین قسم کی ہوتی ہے۔ اول عزلت حالی ہے۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ مرید تمام صفات ذمیمہ اور اخلاق دنیہ سے علیحدگی اختیار کرے۔ دوسری عزلت قلبی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ دل کا تعلق ماسوے اللہ سے بالکل قطع کردے۔ خواہ یہ ماسوے اللہ بیوی ہو یا مال ہو۔ یا اولاد یا دوست۔ غرضکہ ہر ایک ایسی چیز جو انسان اور اُسکے خدا کے ذکر قلبی کے درمیان حائل ہو۔ دل کا تعلق اُٹھادے۔ حتی کہ خیالات وخطرات کو بھی پاس نہ پھٹکنے دے۔ اور صرف ایک ہی غرض میں منہمک ہوجائے۔ اور وہ غرض خدا سے اپنا تعلق پیدا کرنا ہے۔ تیسری عزلت حسی ہے۔ اس عزلت کو ابتدائے حال میں اختیار کرنا چاہیئے۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ لوگوں اور مالوفات دنیاوی سے انقطاع اختیار کرے۔ خواہ اس امر کا انتظام گھر میں کرے۔ خواہ خدا کی زمین پر پھر کر اگر شہر میں رہنا چاہے تو اُسکو ایسی جگہ منتخب کرنی چاہیئے۔ جہاں اُسکو کوئی معلوم نہ کرسکے۔ اور اگر شہر میں نہ رہتا ہو تو سمندر کے کنارے یا پہاڑوں اور جنگلوں کی طرف نکل جانا چاہیئے۔ اور جو مکان لوگوں سے دور ہوں اُن میں رہائش کرنی چاہیئے۔ اگر وحوش یہاں پر اُس سے مانوس ہوجائیں۔ اور اُس کے دل میں انکی الفت پیدا ہو چلے۔ اور خدا اُن کو اِس بندے کے حق میں نطق عطا کرے تو خواہ وہ اِس سے کلام کریں یا نہ کریں۔ اِسکو چاہیئے کہ ان وحوش اور حیوانات سے بھی گریز اور کنارہ کشی اختیار کرے اور خدا سے یہ خواہش رکھے کہ وہ اُسے اپنے ماسوا کے ساتھ مشغول نہ ہونے دے اور ذکر خفی پر مواظبت رکھے۔ اگر وہ انسان حافظ قرآن ہو تو ہر ایک رات اسمیں سے کچھ حصہ نماز میں پڑھے تاکہ بھول نہ جائے۔ اور اوراد و وظائف میں کثرت کو اختیار نہ کرے

اور شتغال قلبی کو ہمیشہ تازہ کرتا جائے ۔ غرضکہ یہی عادت اور رسم اُسے اختیار کرنی چاہیئے ؛

صمت سے یہ مراد ہے کہ سیاحت یا گوشہ نشینی کی حالت میں مخلوق و حوش و حشرات سے جو اُسکے ساتھ ملازم ہو گئے ہوں ۔ کوئی کلام نہ کرے ۔ اور اگر اس کے پاس کوئی جن یا ملاء اعلیٰ سے فرشتہ ظاہر ہو تو اپنی آنکھ بند کرے ۔ اور نفس کو اُن کے ساتھ کلام میں مشغول نہ کرے ۔ اور اگر وہ اس کو مخاطب کریں تو اگر جواب دینا فرض ہو تو صرف بقدر فرض کفایہ جواب دے اور کسی قسم کا اضافہ نہ کرے ۔ اور اگر جواب فرض نہو تو خاموش قلب کے ساتھ مشغول رہے ۔ کیونکہ جب وہ اسے اس حالت میں دیکھیں گے تو وہ خود بخود کنارہ اختیار کریں گے اور اس کے کام میں حارج نہ ہوں گے ۔ اور اس سے پوشیدہ ہو جائیں گے ۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ان میں سے جو کوئی ایسے شخص کو جو مشغول بخدا ہو ۔ اس مشغولیت سے باز رکھیگا تو سخت سے سخت سزا کا مستوجب ہوگا ؛

صمت کی دوسری قسم صمت نفسی ہے ۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے دل میں دل کی باتوں کی طرف بھی متوجہ نہو مثلاً خدا کی طرف متوجہ ہونے میں جن چیزوں کے حصول کی انسان خواہش یا امید رکھتا ہے ۔ اُن میں سے کسی کا ذکر دل میں دل کے ساتھ بھی نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اس سے سوائے تضیع اوقات کے اور کچھ حاصل نہیں اور یہ خواہشیں حرف امانی ہیں ۔ اگر دل کو دل کے ساتھ باتیں کرنے کا خوگر کر دے گا تو یہ امر اس انسان اور اُس کے ذکر قلبی کے درمیان حائل ہو جائیگا ۔ کیونکہ قلب میں ذکر اور کلام دو دو چیزوں کی گنجائش نہیں ہے ۔ پس جو غرض اس انسان کو اس عزلت اور صمت سے مطلوب ہے وہ فوت ہو جائے گی ۔ اور یہ غرض اللہ کا ذکر ہے ۔ جس کے سبب سے اُس کا آئینہ قلب مجلّٰے اور مصدر تجلیاتِ الٓہی بن جائے گا ؛

سہی جوع ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خوراک رفتہ رفتہ کم کر دے ۔ اور جس قدر طعام کھایا جائے

جو نماز فرض میں خدائے جل شانہ کی عبادت کیلئے پشت سیدھی رکھنے کیواسطے کافی ہو۔ کیونکہ قلتِ خوراک سے جو ضعف ناشی ہوگا۔ اُسکی وجہ سے نماز نفل بیٹھکر ادا کرنا زیادہ نافع اور افضل ہے۔ اور غذا سے حصول مراد میں اِس قوت سے زیادہ قوی ہو جو نماز نفل کھڑے ہوکر ادا کرنیکے لیئے غذا سے حاصل کی جاتی ہے۔ کیونکہ شکم سیری فضولیات کی طرف بلاتی ہے۔ اور جب پیٹ بھرجاتا ہے تو اعضا و جوارح بے قابو ہوجاتے ہیں۔ اور حرکت۔ نظر۔ سماع اور کلام کے فضولیات میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ اور یہ تمام باتیں مدعائے اصلی سے دور کرنے والی ہیں۔

سہر کے معنی بیداری کے ہیں۔ رطوبت اور بخارات نیند پیدا کرتے ہیں خاصکر پانی کا پینا۔ کیونکہ یہ سب کا سب نیند ہوتا ہے۔ اور اسکی خواہش کا ذب ہوتی ہے بھوک چونکہ رطوبت اور بخارات کو کم کردیتی ہے۔ سہر اسکا لازمی نتیجہ ہے خدا کے ساتھ مشغول ہونے کی حالت میں انسان جس چیز کو لازم کرلیتا ہے۔ سہر کے واسطے بیداری اور ہوشیاری کا موجب ہوتا ہے۔ جب مرید سوجاتا ہے تو عالم برزخ میں میں اسی حالت میں منتقل ہوجاتا ہے جس حالت میں کہ بیداری کے وقت تھا۔ اِس لیئے اسکو کوئی زیادتی حاصل نہیں ہوتی بلکہ بہت سی عمدہ باتوں سے جو سوائے سہر کی حالت کے معلوم نہیں ہوسکتیں وہ محروم رہجاتا ہے۔ لیکن جب مرید سہر کو ستلزم کرلیگا تو یہ سہر اُس کے قلب تک سرایت کرجائیگا۔ اور ملازمت ذکر کی وجہ سے بصیرت کی آنکھ روشن ہوجائے گی۔ اور خیرات امور میں سے جو کچھ خدا کو منظور ہوگا ملجائے گا انہیں چار چیزوں کے حصول سے۔ اور دوسری چار چیزیں بھی حاصل ہوتی ہیں جو اہل اللہ کے لیئے معرفت حق کی بنیاد ہیں اور جن کی چہار بین میں حارث بن الاسد المحاسبی نے سب سے بڑھکر حصہ لیا ہے۔ وہ دوسری چار چیزیں یہ ہیں۔ خدا کی معرفت۔ نفس کی معرفت دنیا کی پہچان۔ اور شیطان کی شناخت۔ بعضوں نے بجائے خدا کی معرفت کے ہوا و ہوس

کی معرفت کو لکھا ہے ۔

باقی پانچ اشیاء جو باطن سے تعلق رکھتی ہیں۔ انکی اہمیت کی تائید میں اس واقعہ کو غور سے پڑھو۔ ایک نیک بی بی مریم بنت محمد بن عبدون بن عبدالرحمان البجائی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میری ہر مہم میں میرے ساتھ اور میری ہمدردی کر رہا ہے۔ عالم حس میں میں نے کبھی کوئی انسان اس شکل کا نہیں دیکھا تھا۔ اس شخص نے مجھ سے پوچھا کہ کیا رستے کی تلاش ہے میں نے کہا۔ ہاں خدا کی قسم مجھے رستے کی تلاش ہے۔ لیکن حیران ہوں کہ کیسے ملیگا۔ اُس نے جواب دیا کہ پانچ چیزوں سے حاصل ہوگا۔ اور وہ پانچ چیزیں توکل یقین صبر عزیمۃ اور صدق ہیں۔ اُن بی بی نے یہ خواب میرے سامنے بیان کیا گیا۔ اور میں نے کہا۔ ہاں ان لوگوں کا یہی مذہب ہے۔ اللھم ارزقنی وکل من امن بحبیبک المصطفیٰ و نبیک المجتبیٰ بحق اہل بیتہ الکرام و صحابتہ العظام رضی اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین ط آمین ۔

عثمان آباد دکن — نواب الدین بی اے (علیگ)

یہ سب باتیں سچی ہیں۔ مگر آجکل کی دنیا کے فقر میں ان کی کچھ شنوائی نہیں مرشد ہونے سے پہلے تو خیر کوئی کیا اتنی محنت کریگا۔ مرید ہونیکے بعد بھی بقول حضرت مولانا غوث علیشاہ صاحبؒ رنگین کپڑے پہننا اور حال کھیلنا ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔ پھر چاہے غوث بنو چاہے قطب۔ اور چاہے خَيْرٌ مِّنْ كُلِّ الْمَوْجُوْدَاتِ۔ لیکن اصل یہی ہے کہ ؎

سرمد غم عشق بوالہوس را نہ دہند — سوز دل پروانہ مگس را نہ دہند

عمرے باید کہ یار آید بہ کنار — ایں دولت سرمد ہمہ کس را نہ دہند

(اوحدی)

۷۸۶

کلامِ ولی

(۱)

من یکے ہستم بخود دانم یکے — ہر چہ بینم جملہ را خوانم یکے
گرچہ در ظاہر بود صورت ہزار — لیک در باطن ہماں شانم یکے
عاشقم بر خود و معشوقم منم — من از و او از من از جانم یکے
آمدم اندر مکاں از لا مکاں — منزلِ ایں باشد و یا آنم یکے
گفت استادم الف را قدِ یار — شد سبق ایں در دبستانم یکے
فرق باشد گرچہ در نور و ظہور — تا ش بینم از دو چشمانم یکے
آں یکے در جملہ آمد اے ثنا — وانکہ در امکان و عرفانم یکے

(۲)

کافرم اکنوں مرا از دین و ایماں کار نیست — بت پرستی میکنم اسلام ہم در کار نیست
داشتم در خانۂ دل صورتِ بُت را عیاں — کعبہ را بُت خانہ کردم اندریں گفتار نیست
بت چہ باشد من ز شکلِ حور وش عاشق گشتہ ام — غیر را در محفلِ عشاق ہرگز بار نیست
چوں دلم دلبر گرفت و صبر و طاقت ہوش رفت — من ز تن خالی شدم خبرم ز من زنہار نیست
لا اُبالی گشت ملکم از کسے پروائے نے — اندریں ملکِ بقا جز من کسے سرکار نیست
رفت در عشقِ بتاں عقل و ہنر ناموس ننگ — بر تنم جامہ ندارم بر سرم دستار نیست
در دلم در چشم دارم جلوۂ یار اے ثنا — اوست اندر جان من جانم بجز آں یار نیست

ولی محمد ۔ از حیدر آباد

۷۸۶

سبت کی مسافرت

(تصوف کے قافلہ سالاروں کا کوچ)

سفر کے لیے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "یوم السبت والخمیس" یعنی پنجشنبہ و شنبہ کو ہونا چاہیے۔ اس لیے جن مشائخ کبار کا سفر منزل حقیقی کی جانب سبت کے دن ہوا۔ ان کے تذکرے لطف روحانی کے لیے لکھے جاتے ہیں۔

نمبر شمار	اسمائے مبارک	مختصر حالات مع تاریخ و سنہ وفات
۱	حضرت امیر ابوالعلا اکبرآبادی	آپ کے جد امجد عہد اکبر شاہ میں سمرقند سے ہندوستان آئے۔ تعلیم آپ نے اپنے پردادا سے پائی جن کا نام خواجہ فیضی تھا۔ پیدائش آپ کی سنہ ۹۹۰ ہجری میں ہوئی۔ ابتدائے سلطنت جہانگیر میں آپ ترک دنیا فرما کر اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپس اکبرآباد آ کر اپنے چچا امیر عبداللہ سے جو آپ کے خسر بھی تھے بیعت کی۔ بعد وصال چچا کے اُن کی مسند خلافت پر بیٹھے۔ وصال آپ کا ۹ صفر سنہ ۱۰۶۱ھ مطابق سنہ ۱۶۵۱ء میں ہوا ہے۔ قبر شریف اکبرآباد میں ہے۔ عمر ۷۱ سال کی ہوئی جس دن جناب نے منزل حقیقی کی جانب سفر فرمایا۔ شنبہ تھا۔
۲	سلطان العارفین حضرت ابراہیم بن ادہم	آپ بلخ کے بادشاہ تھے جوانی کے عالم میں تخت سے کنارہ فرمایا اور چند خاص حادثات سے جن کا ذکر کتب سیر میں بتفصیل ہے طلب مولا میں سرگرم ہوئے۔ خرقۂ خلافت حضرت خواجہ فضیل عیاض سے حاصل کیا۔ آپ کی صحبت حضرت امام اعظم رح جیسے فقیہ سے مکہ مکرمہ میں کو شیخ ابو سفیان ثوری

نمبر شمار	اسمائے مبارک	مختصر حالات مع تاریخ و سنہ وفات
		اور ابو یوسف ھمدانی جیسے بزرگوں سے رہی۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ نے آپ کو کلیدِ علم تصوف و عرفان فرمایا ہے۔ آپکے بے انتہا اور عجیب غریب حالات ہیں جنکا اِس مختصر سے تذکرے میں بیان ہونا ممکن نہیں۔ وفات آپ کی شنبہ کے دن ۲۶۔ جمادی الاولےٰ ۱۹۲ھ یا ۱۹۱ھ میں ہوئی۔ مزار مقدس باختلاف روایات جبل شام یا بغداد میں ہے۔ لیکن قول صحیح جبل شام کی بابت معلوم ہوتا ہے۔
۳	حضرت شیخ [illegible]	حنبلی مذہب تھے۔ نسبت ارادت حضرت شیخ احمد کوکانی سے فرماتے۔ وفات شنبہ کے دن ۶ ذی الحجہ ۳۱۲ھ کو پائی مزار مبارک خراسان میں ہے۔
۴	حضرت شیخ [illegible]	اپنے وقت کے ممتاز مشائخوں میں تھے۔ حضرت سید الطائفہ کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ شیخ ابو عبدالرحمن سلمی فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے عرض کیا مجھے کوئی وصیت کیجئے۔ فرمایا ایسا کام نہ کرو جس سے پشیمانی ہو۔ ۔ صفر ۳۶۹ھ شنبہ کے دن انتقال فرمایا۔ قبر شریف ہرات میں ہے۔
۵	حضرت شیخ ابو عمرو زنجانی	اکابر مشائخ سے تھے۔ شیخ ابو عبداللہ سے اکثر صحبت رہتی تھی صاحب خزینۃ الاصفیا فرماتے ہیں کہ بعض اصحاب ذو النون مصری سے بھی ہمصحبتی رہی۔ تصوف کی تعریف فرماتے ہیں۔ ہر چیز کو سوائے خدا کے نقصان رساں سمجھے بلکہ آنکھیں بند رکھے۔ کیونکہ اُس کی نورانیت اور تنزیہہ کے سامنے سب ہیچ ہیں۔ ثابت ۱۷۔ ربیع الاول ۳۲۲ھ

		شنبہ کے دن پائی۔ مدفن اسفرائن علاقہ خراسان میں ہے +
۶	حضرت شیخ ابوالحسن بن سالم بصری	عالم متبحر الصوفی باصفا تھے۔ ابوطالب مکی جیسے فاضل آپکے شاگرد تھے۔ سہیل بن عبداللہ تستری کے مریدوں میں بھی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے آخر میں ۹۔ ذی الحجہ سنہ ۳۶۰ھ شنبہ کے دن انتقال کیا۔ اور بغداد میں مدفون ہیں +
۷	حضرت شیخ ابو محمد ابراہیم اسحاق بن احمد مودود الصوفی	شیخ مسلم مغربی کے مرید ہیں۔ ابو عبداللہ خفیف ملا ابراہیم قصار سید الطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے بھی مستفیض ہوئے فرماتے ہیں کہ ابتدا میں حضرت شیخ کی تعریف سن کر پیادہ پا خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نماز پڑھ رہے تھے۔ اور الحمد شریف بعض جگہ غلط قرأت فرماتے۔ اپنی پیادہ پائی اور دور دراز کی محنت کا افسوس ہوا۔ رات بھر رہکر صبح فرات کے کنارے طہارت کے لیئے جانا چاہا۔ رستہ میں شیر صحرائی سوتا تھا۔ حیران ہوا۔ کیونکر چلوں۔ اتنے میں حضرت شیخ مسلم مغربی نظر آئے۔ شیر اٹھکر حضرت سے قدمبوس ہوا۔ حضرت نے اس کے کان پکڑے اور فرمایا کہ ہمارے مہمانوں کا رستہ بھی روکتا ہے۔ اس کے بعد مجھسے فرمایا۔ بابا اسحق! تم ظاہر درست کرنے کی فکر میں ہو اور میں باطن کیطرف۔ ۱۶۔ شوال سنہ ۳۶۶ھ دو شنبہ کے دن انتقال فرمایا۔ اور شیراز میں دفن ہوئے +
۸	حضرت شیخ ابوالفضل احمد بن جعفر خزری	بڑے عارف کامل اور بلند درجہ رکھتے تھے۔ جس سال حج کو نہ جاتے تھے۔ زائران حرم عرفات میں موجود پاتے۔ ۱۲۔ صفر سنہ ۳۷۰ھ ہجری شنبہ کے دن رحلت فرمائی۔ مدفن بغداد میں ہے +

نمبر شمار	اسمائے مبارک	مختصر حالات مع تاریخ و سنہ وفات
۹	حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن مسروق قصابؒ	اصل باشندہ طوس سے تھے بسلسلۂ ارادت کا پتہ نہیں چلتا۔ علوم ظاہری کی سند حارث محاسبی سے پائی۔ اور بعد حصول سند درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ شیخ علی رودباری جیسے ممتاز بزرگ آپکے شاگرد تھے۔ شیخ سری سقطی اور محمد بن منصور طوسی سے اکثر صحبتیں رہیں۔ فرماتے ہیں۔ باطل کی طرف زیادہ نظر رکھنا معرفت حق کو دل سے کھو دیتا ہے۔ ۲۹۹ھ مطابق ۱۶ جمادی الاولےٰ شنبہ کے دن بغداد میں رحلت فرمائی اور وہیں دفن ہوئے۔
۱۰	حضرت شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن داؤد قصارؒ	نہایت ممتاز بزرگ تھے۔ حضرت ذوالنون مصری۔ سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی۔ عبداللہ جلا وغیرہ جیسے بزرگوں کے دیکھنے والے ہیں عمر زیادہ پائی۔ فرماتے ہیں۔ سب سے زیادہ عاجز اور کمزور وہ ہے جو اپنی خواہشوں کو نہ روک سکے۔ اور سب سے زیادہ قوی وہ ہے جو ان کو قابو میں رکھے۔ ۱۱ صفر ۳۲۶ھ دوشنبہ کے دن انتقال فرمایا اور خرخر حوالی شام میں مدفون ہوئے۔
۱۱	حضرت ابو یعقوب اسحٰق بن محمد نہرجوریؒ	ابو یعقوب سوسی کے شاگرد ہیں۔ عمرو بن عثمان مکی اور حضرت جنیدؒ سے ہم صحبت رہے۔ برسوں مکہ معظمہ میں جاروب کشی فرمائی۔ علوم ظاہری و باطنی دونوں کی سند اپنے استاد سے پائی۔ فرماتے ہیں الدنیا بحر والاٰخرۃ ساحل والمرکب التقویٰ والناس علی سفر۔ یعنی دنیا دریا ہے۔ اور کنارہ آخرت۔ مخلوق مسافر ہے تقوے کی کشتی سے پار اترنا ممکن ہے۔ ۴ شوال ۳۳۰ھ دوشنبہ کے دن رحلت فرمائی۔ مزار مبارک مکہ معظمہ میں ہے۔

نمبر شمار	اسمائے مبارک	مختصر حالات مع تاریخ و سنہ وفات
۱۲	شیخ ابوالعباس محمد بن احمد حریشی رح	آپ بغدادی الاصل ہیں۔ علوم ظاہری کی سند شیخ ابراہیم ملتانی سے حاصل فرمائی۔ سید الطائفہ حضرت جنید رح اور شیخ ابوسعید خراز رح کے ہم جلیس تھے۔ شہادت حسین منصور کی بابت جب آپ سے وزیر قاہر باللہ نے سوال کیا تو آپنے جواب اسکی طبیعت کے خلاف دیا۔ جسکی پاداش میں آپ کا ایک ایک دانت توڑا گیا۔ اور اسی حالت میں ۲۴۔ محرم شنبہ کے دن سنہ ۳۰۹ھ یا بقول بعض سنہ ۳۱۱ھ میں شہادت پائی۔ مزار مبارک سناور (مغرب الاقصا) میں ہے ٭
۱۳	حضرت شیخ ابو ایوب مشار رح	شنبہ کے دن ۱۱۔ جمادی الاخری سنہ ۵۹۴ھ میں وفات پائی۔ مزار شریف تلمسان (مغرب الاقصا۔ افریقہ) میں ہے ٭
۱۴	حضرت شاہ ابوالفتح خنفلی کنتوری	آپ کا مزار مبارک لکھنؤ میں ہے ۹۔ محرم سنہ ۱۲۰۴ ہجری کو شنبہ کے دن انتقال فرمایا ٭
۱۵	حضرت ابوالبیان ابن الحورانی	مزار مبارک آپ کا ہرات میں ہے شنبہ کے دن ۲۲۔ شعبان ۵۵۱ھ میں وفات پائی ٭
۱۶	ابو عمران راملی	دوسری صدی کے بزرگوں میں ہیں۔ ۲۷ صفر سنہ ۱۹۹ھ شنبہ کے دن وفات پائی۔ مزار شریف کوفہ میں ہے ٭
۱۷	حضرت ابو عبداللہ احمد بن یحییٰ بغدادی	۱۱ صفر سنہ ۳۰۶ ہجری شنبہ کے دن وفات پائی۔ مزار شریف قلوان علاقہ شام میں ہے ٭
۱۸	حضرت قاضی القضاۃ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی	صاحب تصانیف کثیرہ اور بڑے پایہ کے بزرگ گزرے ہیں۔ شہرت عام حاصل کی۔ تمام تذکرے حالات سے لبریز ہیں۔ ۲۰ ذی الحجہ سنہ ۸۵۲ھ شنبہ کے دن وفات پائی۔ مزار مبارک قاہرہ میں ہے ٭

نمبر شمار	اسمائے مبارک	مختصر حالات مع تاریخ و سنہ وفات
۱۹	حضرت امیر الدین گجراتی	حضرات متاخرین سے ہیں۔ ۲۲۔ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۰۲۰ ہجری یکشنبہ کے دن وفات پائی۔ اور سہارنپور میں دفن ہیں +
۲۰	حضرت شاہ بایزید بغدادی	۱۴۔ ذی الحجہ سنہ [illegible] ہجری پنجشنبہ کے دن آپ کا وصال ہوا۔ بغداد میں مرقد مبارک مرجع خلائق ہے +
۲۱	حضرت شاہ باسط علی قلندرؒ	شنبہ کے دن انتقال فرمایا۔ ذی الحجہ کی ۱۰۔ تاریخ سنہ ۱۱۹۶ ہجری دگڑہ حوالی الہ آباد میں مدفون ہوئے +
۲۲	شیخ تقی الدین احمر صوفی	۳۔ محرم سنہ ۹۹۵ ہجری یکشنبہ کے دن انتقال فرمایا مزار شریف طولہ طبری (شام کے پہاڑی سلسلہ) میں واقع ہے +
۲۳	حضرت سید جعفر گیلانیؒ	اصلی نام سید جعفر بن حاجی محمد ہاشم بن صوفی علی گیلانی ہے۔ یگانہ وقت تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں والد بزرگوار سے اجازت حاصل فرمائی۔ جمعرات کے دن ۱۹۔ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۰۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور یکشنبہ کے دن ۹۔ رجب سنہ ۱۱۱۱ھ چہیاسٹھ سال کی عمر میں دار فانی سے رحلت فرمائی۔ لاہور سے باہر ایک تکیہ میں دفن ہیں +
۲۴	حضرت ابوالقاسم جعفر رازیؒ	اصلی نام جعفر بن احمد بن محمد ہے۔ ابن عطار محمد بن ابی الحواری ابو علی رود باری رحمہم اللہ کے ہمعصر اور صحبت یافتہ تھے۔ نہایت متمول شخص تھے۔ مشائخ رے کا قول ہے کہ ابو جعفر رازی ایسی چار چیزوں کے مالک ہیں جو دوسروں میں نہیں۔ جمال۔ مال۔ زہد۔ سخاوت۔ ۱۳۔ رجب سنہ ۳۰۰ھ یکشنبہ کے دن وفات پائی اور بصرہ میں دفن ہوئے +

نمبر شمار	اسمائے مبارک	مختصر حالات مع تاریخ و سنہ وفات
۲۵	حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب سید الشہداء رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	آپ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا اور رضاعی بھائی تھے بعثت کے دوسرے سال شرف با سلام ہوئے۔ بعمر ستاون سال جنگ اُحد میں وحشی حبشی کے ہاتھوں شہادت پائی۔ آپکے جنازے کی نماز بہتر مرتبہ پڑھی گئی۔ شہادت کی تاریخ باختلاف روایات ۱۵۔ یا ۷۔ شوال ۳ھ ہے شنبہ کا دن تھا۔ جبکہ شہیدوں کا سردار عالم جاودانی کو سدھارا۔ جس چادر میں آپ مکفون ہوئے وہ اس قدر چھوٹی تھی کہ پیر ڈھکنے سے سر اور سر ڈھکنے سے پیر کھل جاتے تھے۔ آخر سر ڈھکا گیا۔ اور پیروں پر اذخر کی گھاس ڈالی گئی۔ مزار شریف کوہ اُحد پر مدینہ منورہ میں واقع ہے۔ اور اسی کے قریب وہ میدان ہے۔ جہاں جناب رسالت مآبؐ اور کفار قریش سے خون آشام معرکہ ہوا تھا۔
۲۶	حضرت حبیب عجمیؒ	اصل رہنے والے فارس کے ہیں حضرت شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے خاص ارادت تھی اور حضرت بھی تمام مریدوں سے زیادہ نظر رحمت فرماتے۔ ایسے مشہور و معروف بزرگ ہیں کہ کوئی تذکرہ حال سے خالی نہیں مفصل حالات اسی لیے چھوڑ دیے گئے ۹۔ رمضان باختلاف سنین سنہ ۱۵۶ھ یا سنہ ۱۲۰ھ یا سنہ ۱۲۱ھ شنبہ کے دن وفات پائی۔ مزار پر انوار بصرہ میں ہے۔
۲۷	حضرت شیخ حسین خوارزمی	مخدوم اعظم حضرت حاجی جنو شانی سے سلسلہ کبرویہ میں مرید ہوئے سنہ ۹۵۶ھ شنبہ کے دن ۱۱۔ محرم کو وفات پائی۔ اور دمشق میں مدفون ہوئے۔

مختصر حالات مع تاریخ و سنہ وفات	اسمائے مبارک	نمبر شمار
اصل نام جواد یا حماد ہے۔ اقطع اسلیئے کہتے ہیں کہ ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ دودھ سے زیادہ رغبت تھی۔ ہاتھ کٹنے کا قصہ صاحب نفحات الانس نے لکھا ہے۔ زنبیل بافی سے قوت لایموت حاصل فرماتے۔ سید الطائفہ حضرت جنیدؒ اور ابو عبداللہؒ کے ہمعصر تھے۔ ۲۱۔ صفر ۳۴۳ھ دوشنبہ کے دن وفات پائی مزار مبارک سنجر (عراق) میں ہے۔	حضرت ابو الخیر تنیانی الاقطع	۲۸
چھٹی صدی کے مشہور بزرگوں میں ہیں۔ ۲۰۔ جمادی الاخرٰی ۵۵۱ھ شنبہ کے دن رحلت فرمائی۔ اور خراسان میں دفن ہوئے۔	حضرت شیخ حیات خراسانی	۲۹
دوسری صدی کے مشہور بزرگوں سے ہیں۔ شاگردی کا فخر حضرت امام المسلمین ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ اور سلسلۂ بیعت حضرت حبیب راعی رحمۃ اللہ علیہ سے رکھتے ہیں۔ علوم ظاہر و باطن کے عالم اور فقیہ الفقہا تھے۔ حضرت فضیل عیاض و حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ کی آنکھیں دیکھی ہیں۔ فرماتے ہیں۔ ان اردت السلامۃ سلم علی الدنیا و ان اردت الکرامۃ کبر علی الاخرۃ۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ داؤد طائی سے زیادہ دنیا کو حقیر جاننے والا کوئی نہیں دیکھا گیا۔ سال وفات باختلاف روایات ۱۶۳ھ یا ۱۶۵ھ ۲۸۔ ربیع الاول شنبہ کا دن ہے۔ مزار شریف بغداد میں ہے۔	حضرت ابو سلیمان داؤد بن نصیر طائی	۳۰
تیسری صدی کے بزرگوں میں ہیں ۳ محرم ۲۲۱ھ شنبہ کے دن وفات پائی اور قیروان (مغرب الاقصٰی) میں دفن ہوئے۔	حضرت شیخ سعید قیروانی	۳۱

نمبر شمار	اسمائے مبارک	مختصر حالات مع تاریخ و سنہ وفات
۳۲	حضرت سلطان ولد رحمۃ اللہ علیہ	حضرت مولانا جلال الدین رومی کے فرزند رشید ہیں۔ اپنے والد سے علوم ظاہری و باطنی کی سند حاصل کی اور بعد وفات سجادہ نشین ہوئے۔ مولانا حسام الدین چلپی اور مولانا شمس الدین تبریزی سے بھی فیض حاصل کیا ہے۔ شیخ صلاح الدین زرکوب سے بھی (جو آپکے خسر تھے) ارادت رکھتے تھے۔ آپ کی ایک مثنوی حکیم سنائی کے وزن پر مشہور ہے۔ بعد وفات والد بزرگوار گیارہ سال تک زندہ رہکر ۱۰۔ رجب ۷۱۲ھ شنبہ کے دن رحلت کی اور قونیہ (ایشیائے کوچک) میں دفن ہوئے۔
۳۳	حضرت شیخ سلمان ترکمان دمشقی	بلاضرورت سخت اپنی جگہ سے نہ اٹھتے۔ کم کھانا۔ کم سونا کم بولنا طبیعت ثانیہ تھی۔ علمائے ظاہر باوجود اپنے عظیم الشان اثر کے نیازمندانہ طریق سے پیش آتے کبھی (بظاہر) نماز ترک فرمادیتے اور کبھی ایام رمضان میں کچھ تناول فرماتے۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ وفات ۱۲۔ شعبان یوم شنبہ ۷۳۰ھ میں ہوئی اور اپنی جائے قیام یعنی دمشق میں دفن ہوئے۔
۳۴	ابو الفوارس حضرت شیخ شجاع کرمانی	حضرت ابو حفص حداد کے مرید ہیں۔ ابو تراب نخشبی۔ ابو فداع مصری۔ ابو عبید بصری وغیرہم بزرگوں سے صحبت رہی۔ چالیس برس تک آپ نہ سوئے۔ آنکھوں میں نمک لگا کر نیند دفع فرماتے۔ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ۱۶۔ جمادی الاولی ۲۷۲ھ ہجری میں شنبہ کے دن انتقال فرمایا۔ مدفن کشمیر میں ہے۔

نمبر شمار	اسمائے مبارک	مختصر حالات مع تاریخ و سنہ وفات
۳۵	حضرت شیخ شمس الدین محمد کوسوی	ہرات کے مشہور بزرگوں میں ہیں۔ صاحب سفینۃ الاولیا فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ احمد جام کا وہ خرقہ جس میں پیراہن مقدس رسول خدا م کا ایک حصہ چسپاں تھا آپکے حصہ میں آیا۔ ۲۹۔ جمادی الاولی ۸۶۳ھ شنبہ کے دن وفات پائی مزار شریف ہرات میں مسجد شیخ ابویزید کے قریب ہے +
۳۶	حضرت خواجہ شمس الدین محمد روجی	حضرت خواجہ سعد الدین کاشغری کے خاص دوستوں میں ہیں حضرت مولانا جامیؒ سے بھی فیض حاصل کیا۔ کامل و اکمل بزرگ تھے صاحب رشحات نے آپ کی پیدایش کا عجیب قصہ نقل کیا ہے ۱۶۔ رمضان ۹۰۴ھ کو شنبہ کے دن رحلت فرمائی۔ مرقد منورہ ہرات میں ہے +
۳۷	حضرت شمس الدین عارف	دسویں صدی کے مشہور بزرگوں میں ہیں۔ ۶ صفر ۹۹۳ھ کو شنبہ کے دن رحلت فرمائی۔ قبر شریف طبرستان (عراق عجم کنارہ بحر اخضر) میں ہے +
۳۸	حضرت شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر سہروردی	اپنے وقت کے غوث اور پیشوا تھے۔ نسباً سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رض کی اولاد میں اور سلسلۃً اپنے چچا کے جانشین ہیں۔ حضرت غوث الاعظم جیلانی رض سے بھی فیض حاصل کیا عوارف المعارف مشہور تصنیف ہے۔ اور کتابیں بھی آپنے لکھی ہیں۔ یکم محرم ۶۳۲ھ کو شنبہ کے دن وصال ہوا۔ قبر شریف سہرورد میں ہے +
۳۹	حضرت شاہ بہاء الدین [illegible] عارف	آپ ظاہری صورت میں رسالت مآب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔ آپکے والدین اور دادی کا نام بھی

مختصر حالات مع تاریخ و سنہ وفات	اسمائے مبارک	نمبر شمار
وہی تھا۔ جو رسول اللہ کی دائی اور والدین کا تھا۔ اپنے وقت کے ممتاز بزرگوں میں ہیں۔ ۸۔ جمادی الآخرے ۸۸۰ھ شنبہ کے دن عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ فرمایا قبر شریف احمد آباد گجرات میں ہے۔		
امام وقت اور غوث زمانہ تھے۔ جن و انسان آپ سے فیض حاصل کرتے۔ تمام تذکرے آپ کے حالات سے لبریز ہیں۔ ۹۔ ربیع الآخر ۵۶۱ھ شنبہ کے دن وفات پائی۔ مرقد مطہر بغداد میں مسجود عالم ہے۔	حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی حسنی و حسینی	۴۰
تصوف کی مشہور کتاب کشف الاسرار کے مصنف ہیں۔ شکار سے زیادہ رغبت تھی۔ قوت جسمی کی یہ حالت تھی کہ شیر کے پنجہ میں پنجہ ڈالکر توڑ دیتے تھے۔ ابتدائے عمر سے مجاہدہ میں مشغول رہے۔ اکثر اوقات رات کو دریائے راوی والے قبرستان میں تنہا تشریف لیجاتے۔ اور عبادت فرماتے۔ دن میں طبابت سے مخلوق کو فیض پہنچاتے۔ بچپن میں سید عبداللہ مکی سے فیض حاصل کیا۔ انکے بیت اللہ جانیکے بعد سید عبدالرحمن صاحب کی خدمت میں گزاری۔ سید عبدالرحمن کے انتقال کے بعد سید صدرالدین علاؤالدین حسینی سے اکتساب فیض کیا۔ طب شاہ عبدالرسول پنجابی لاہوری سے حاصل فرمائی۔ حدیث۔ تفسیر فقہ کی سند اپنے ماموں سید اسمٰعیل بن قاسم بن سید علی صدفی سے پائی سلسلہ عالیہ قادریہ میں والد بزرگوار سے اجازت تھی۔ رسالہ	حضرت شیخ سید عبدالقادر ثانی قدس سرہٗ گیلانی	۴۱

نمبر شمار	اسمائے مبارک	مختصر حالات مع تاریخ و سنہ وفات
		اسرار الکتانی بھی آپ ہی کی تصنیف ہے۔ جمعہ ۲۔ ذی الحجہ سنہ ۱۰۶۳ ہجری کو پیدا ہوئے۔ اور سنہ ۱۱۵۴ھ شنبہ کے دن اکانوے سال کی عمر میں وفات پائی۔ مزار مبارک لاہور میں ہے +
۴۲	حضرت شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی	بارہ واسطوں سے سلسلہ نسب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضہ سے ملتا ہے۔ نسبت ارادت شیخ احمد غزالی اور شیخ وجیہ الدین سے ہے۔ ایک روز کسی قصاب کی دکان پر گزر ہوا۔ بکری ذبح شدہ لٹکی ہوئی تھی۔ کچھ دیر اسکی طرف دیکھکر فرمایا۔ بکری مجھ سے شکایت کرتی ہے کہ مردہ[سلہ] ہوں۔ قصاب یہ سُنکر خوف کے سبب بیہوش ہوگیا۔ جب ہوش آیا تو قدموں میں گرا اور معافی چاہی۔ شہزادہ داراشکوہ فرماتے ہیں۔ شیخ کو اظہار کرامت مقصود نہ تھا۔ لیکن چونکہ عام مسلمانوں کو حرام سے بچانا اور قصاب کی توبہ کا وقت آگیا تھا توجہ فرمائی۔ ۱۲۔ جمادی الاخرے شنبہ کی رات میں سنہ ۵۶۳ھ کو وفات پائی اور بغداد میں دفن ہوئے +
۴۳	حضرت شیخ ابو طاہر عبد الرزاق اندلسی	چوتھی صدی کے نہایت ممتاز بزرگ تھے۔ شنبہ کے دن۔ ۲۱۔ شعبان سنہ ۳۲۵ھ کو انتقال فرمایا۔ مزار اندلس میں ہے +
۴۴	حضرت خواجہ عبد الکریم ابو القاسم خطیب	بغداد میں مزار شریف زیارت گاہ خلائق ہے۔ ۱۲ صفر سنہ ۳۰۳ ہجری کو شنبہ کے دن رحلت پائی +

سلہ یعنی مرنے کے بعد گلے پر چھری پھیر دی گئی تھی۔ جسکا کھانا حرام ہے ۱۲ اڈیٹر

نمبر شمار	اسمائے مبارک	مختصر حالات مع تاریخ و سنہ وفات
۴۵	حضرت ابو العباس عبداللہ بستی	اصلی نام عبداللہ بن محمد بن نافع بن مکرم ہے۔ اطراف قندھار کے قصبہ بست کے رہنے والے ہیں۔ صاحب تاریخ کبیر لکھتے ہیں کہ ستر سال تک مجاہدہ میں مشغول رہے۔ اور آرام نہ فرمایا نیشاپور سے پیادہ پا حرمین تشریف لے گئے۔ ۲۶ محرم سنہ ۳۰۰ھ شنبہ کے دن انتقال فرمایا۔ مزار شریف بیت المقدس میں ہے۔
۴۶	شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل خواجہ عبداللہ انصاری	حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں۔ بہت بڑے ادیب اور کامل اکمل تھے۔ چھ ہزار سے زیادہ عربی اشعار تصنیف فرمائے۔ تین لاکھ حدیثوں کے حافظ تھے۔ ۱۵۔ ربیع الثانی سنہ ۴۸۱ھ شنبہ کے دن وفات پائی مزار مبارک ہرات میں ہے۔
۴۷	خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار نقشبندی	حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد سیاحت شروع کی۔ اور خواجہ بہاء الدین نقشبند کے بعض خلفا سے مستفیض ہوتے ہوئے۔ سمرقند میں حضرت قاسم انوار مولانا شرف الدین خاموش۔ خواجہ سراج الدین۔ مولانا حسام الدین مولانا حمید شاشی۔ خواجہ علاؤ الدین وغیرہ سے اکتساب فیض فرمایا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ یعقوب چرخی کی خدمت میں پہنچکر حلقہ بگوش ہوگئے۔ ۳۰ ربیع الاول سنہ ۸۹۵ھ مطابق سنہ ۱۴۹۰ء شنبہ کے دن رحلت فرمائی۔ مزار مبارک سمرقند میں ہے۔
۴۸	حضرت ابو بکر علی طوسی	کثرت زہد و عبادت کی وجہ سے طاؤس الحرمین کے نام سے بھی پکارا گیا ہے۔ ابراہیم شیبان کرمان شاہی سے ہم صحبت رہے۔ اور ابو الحسن مالکی سے علوم ظاہر کی تکمیل فرمائی۔ ۱۲ محرم سنہ ۳۷۶ھ

نمبر شمار	اسمائے مبارک	مختصر حالات مع تاریخ و سنہ وفات
		شنبہ کے دن رحلت فرمائی اور مکہ معظمہ میں دفن ہوئے ✦
۴۹	حضرت بدر الدین	چوتھی صدی کے مشہور بزرگوں میں ہیں۔ وفات ۲۷-جمادی الآخر سنہ ۹۹ ہجری شنبہ کے دن پائی۔ مزار شریف کوفہ میں ہے ✦
۵۰	حضرت عمرو بصری	مفصل حالات شہزادہ دارا شکوہ سے معلوم کیجئے۔ ہمیں زیادہ رو و قدح نہیں کرنی۔ اتنا بتائے دیتے ہیں کہ ۱۶-رمضان سنہ ۶۹۲ ہجری شنبہ کے دن انتقال فرمایا ہے۔ مرقد مطہر بصرہ میں ہے ✦
۵۱	حضرت خواجہ فخر الدین زاہد	۱۷-ذی الحجہ سنہ ۳۰۴ھ شنبہ کے دن رحلت فرمائی۔ قبر جدہ میں ہے ✦
۵۲	حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں	اپنے والد حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی کے خلیفہ اکبر ہیں۔ سب سے پہلے لفظ "مولانا" سے حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے مخاطب فرمایا تھا۔ آپ سے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کو بڑی ترقی ہوئی پنجاب و بنگال و اودھ میں آجکل آپکا بہت اثر پھیلا ہوا ہے۔ ۲۷-جمادی الآخر سنہ ۱۱۹۹ ہجری۔ شنبہ کے دن رحلت فرمائی مزار مبارک آستانہ قطب صاحب دہلی میں ہے ✦
۵۳	حضرت قاسم انوار	یہ بزرگ آذربائیجان کے رہنے والے ہیں۔ ابتدائے عمر میں شیخ صدر الدین آردبیلی سے ارادت تھی بعد ازاں حضرت شیخ صدر الدین علی یمنی سے فیض حاصل کیا۔ آپ کا دیوان عارفانہ کلام کا مجموعہ ہے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اکتساب فیض فرمایا ہے۔ ۱۱-صفر سنہ ۸۳۷ھ شنبہ کے دن رحلت فرمائی قبر شریف خرخر (صوبہ یمن) میں ہے ✦

نمبر شمار	اسمائے مبارک	مختصر حالات مع تاریخ و سنہ وفات
۵۴	حضرت شیخ قطب	آٹھویں صدی کے بزرگوں میں ہیں۔ ۷۔ شوال سنہ ۷۸۹ھ شنبہ کے دن انتقال فرمایا۔ اور جدہ میں دفن ہوئے۔
۵۵	حضرت شاہ گدائی	کشمیر کے رہنے والے ہیں۔ ابتدائً پکے دنیادار تھے شیخ کامل کی نظر پڑتے ہی تمام معاملات سے کنارہ کیا۔ اور ایسے محو ہوئے کہ انتقال کے وقت بھی نفی و اثبات میں مشغول تھے۔ شنبہ کے روز سنہ ۱۰۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔ اور کشمیر میں دفن ہوئے۔
۵۶	حضرت شاہ لطف اللہ آنباکو	حضرت شاہ بھیکہ چشتی کے خاص مریدوں میں ہیں۔ بچپن سے پیرومرشد کی خدمت میں رہے۔ اور علوم ظاہری و باطنی حاصل کیے۔ حضرت شاہ بھیکہ کے حالات میں ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ثمرۃ الفوائد ہے۔ ۲۰۔ ذیقعدہ سنہ ۱۱۸۶ھ شنبہ کے دن انتقال فرمایا۔ قبر جالندھر میں ہے۔
۵۷	حضرت ابو عبداللہ محمد بن علی حکیم ترمذی	حضرت ابو تراب بخشی اور احمد خضرویہ کے ہم جلیس تھے۔ مستند محدث ہونیکے علاوہ علم باطن سے کماحقہ آگاہ۔ ختم الولایہ۔ کتاب النہج۔ نوادر الاصول وغیرہ آپ کی تصنیفات سے ہیں کلام مجید کی تفسیر شروع کی تھی۔ لیکن عمر نے وفا نہ کی۔ آپ کے خاص مرید ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ہر یکشنبہ کو خضر علیہ السلام تشریف لاتے۔ اور باہم تبادلہ خیالات فرماتے۔ فرماتے ہیں مَنْ جَهِلَ باوصاف العبودیۃ فهو باوصاف الربوبیۃ اَجْهَلُ ۔ جس نے خودشناسی نہ کی وہ خدا کو بھی نہیں پہچان سکتا۔ حضرت امام اعظم رح کے خاص دوستوں میں ہیں

نمبر شمار	اسمائے مبارک	مختصر حالات مع تاریخ و سنہ وفات
		۱۲ صفر سہ شنبہ کے دن ۳۰۲ھ وفات پائی۔ قبر مبارک حلہ (قریہ شام) میں ہے۔
۵۸	محمد بن علی بن جعفر البغدادی معروف با بوبکر کتانی	مکہ معظمہ میں برسوں جادب کشی کی۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب سے ہیں۔ آپ کو چراغ الحرم کے نام سے پکارا گیا ہے کوئی سوال آپ سے کیا جاتا تو فرما دیتے کہ دریافت کرکے جواب دوں گا رات کو خواب کے ذریعہ حضور سرور کائنات تعلیم فرماتے۔ اور آپ مسائل کا جواب عنایت فرماتے۔ ایک مرتبہ خواب میں ہدایت فرمائی کہ جو کوئی اکتالیس بار یاحی یا قیوم یا لا الٰہ الا انت پڑھے گا۔ اس کا دل مردہ نہ ہوگا۔ ۲۷۔ شوال ۳۲۲ھ شنبہ کے دن وفات پائی۔ اور مکہ معظمہ میں مدفون ہوئے۔
۵۹	حضرت ابو علی محمد ثقفی	اصلی نام محمد بن عبد الوہاب ہے۔ ابو الحفص حداد اور حمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ کے دیکھنے والوں میں ہیں۔ علم تفسیر و حدیث میں مہارت کامل تھی۔ فرماتے ہیں۔ العلم باللہ حیوۃ القلب من الجهل و نور العين من الظلمة۔ ۳۔ رجب ۳۲۸ھ شنبہ کے دن وفات پائی۔ مزار مبارک مسقط (بندرگاہ بحر عمان) میں ہے۔
۶۰	حضرت ابوطالب محمد بن عطیۃ الحارثی المکی	مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ شیخ ابو الحسن محمد بن ابی عبد اللہ احمد ابن سالم البصری کے مرید ہیں۔ ۱۷۔ جمادی الاخری ۳۸۶ھ یا بقول صاحب مخزن الاسرار ۳۸۲ ہجری سہ شنبہ کے دن وفات پائی۔ مزار مبارک مسقط میں ہے۔

نمبر شمار	اسمائے مبارک	مختصر حالات مع تاریخ و سنہ وفات
۶۱	حضرت خواجہ ابوبکر محمد خطیب	چوتھی صدی کے بزرگوں میں ہیں مفصل حالات حضرت مولانا جامی رح بتا سکتے ہیں۔ یکم محرم ۳۲۲ھ شنبہ کے دن وصال ہوا ہے۔ قبر شریف مدینہ منورہ میں ہے۔
۶۲	حضرت شیخ محمد بن القائد	مشہور اور بڑے مرتبہ والے بزرگ تھے مفصل حالات شہزادہ دارا شکوہ یا صاحب اسرار الاولیاء بتلا سکتے ہیں۔ ۱۷ جمادی الآخرے ۵۵۵ھ شنبہ کے دن وصال ہوا۔ قبر شریف طائف میں ہے۔
۶۳	حضرت ابونصر محمود پارسا بلخی	اپنے والد خواجہ محمد پارسا کے خلیفہ اعظم ہیں۔ علوم ظاہر و باطن کے بہت بڑے عالم تھے۔ جب کوئی شخص مسئلہ دریافت کرتا۔ کتاب کھولتے ہی فوراً مسئلہ پیش نظر ہو جاتا۔ یہ کمال تھا کہ کبھی ورق گردانی کی نوبت نہ آئی۔ جن الفاظ میں جواب عطا فرماتے بعینہ وہی الفاظ کتاب میں برآمد ہوتے۔ ۱۲ شعبان ۸۶۵ھ ہجری شنبہ کے دن وصال ہوا۔ قبر شریف بلخ میں ہے۔
۶۴	حضرت دیوان محمد فضیل	سجادہ نشینان پاک پٹن شریف سے ہیں۔ ۲۹ رجب ۵۶ھ شنبہ کے دن انتقال فرمایا۔ قبر شریف اجودہن میں ہے۔
۶۵	حضرت شیخ منصور زاہد طالحی	علاوہ صاحب باطن ہونے کے علوم ظاہر سے پورے خبردار تھے مولانا جامی رح مفصل حالات بتائیں گے۔ ۱۱ رجب ۵۵ھ شنبہ کے دن انتقال فرما کر کاشغر میں دفن ہوئے۔
۶۶	شیخ نجم الدین صغرائے قلندر	۲۷ جمادی الاخرے شنبہ کے دن ۶۸۹ھ میں انتقال فرمایا۔ مزار شریف دہلی میں موجود ہے۔

نمبر شمار	اسمائے مبارک	مختصر حالات مع تاریخ و سنہ وفات
٦٧	حضرت شیخ نظام الدین نارنولی	چالیس برس تک ہدایت و ارشاد میں مشغول رہے نارنول سے پیادہ پا حضرت خواجہ قطب جہاں قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوتے۔ زیادہ تر گوالیار میں مقیم رہے۔ ١٧ صفر سنہ ١٥١١ھ شنبہ کے دن رخت سفر منزل حقیقی کی جانب باندھا۔ مزار شریف نارنول میں ہے +
٦٨	حضرت شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی	علوم ظاہری میں دستگاہ کامل تھی۔ اکثر درسی کتابوں پر حاشیے چڑھائے ہیں۔ گجرات میں آپکے اثر سے اسلام کی بہت اشاعت ہوئی لہٰذا آجتک اس علاقہ کا ہر شخص آپ سے عقیدت رکھتا ہے۔ یکم صفر سنہ ٩٩٨ھ شنبہ کے دن وصال ہوا۔ مزار مبارک احمد آباد میں ہے +
٦٩	حضرت ولی اسد حقی	١٦ صفر سنہ ١١٩٩ ہجری شنبہ کے دن انتقال فرمایا قبر مرادگنج میں ہے +
٧٠	حضرت ابوالفرح طرطوسی	صاحب نفحات الانس نے مفصل حالات لکھے ہیں۔ وفات ٥۔ محرم سنہ ٤٦١ ہجری شنبہ کے دن ہوئی۔ مزار مبارک اندلس کے مشہور شہر طرطوس میں ہے +
		راقم مقبول احمد نظامی سیوہاروی

رباعی

تو قاتلِ دیگری و من مائل تو — تو کشتۂ دیگری و من بسمل تو

عشقت صنما! بحق رساند بخدا — تو در دل مائی۔ خدا در دل تو

امجد۔ حیدرآبادی

نوائے سروش

فروغِ رنگِ بطون کیوں نہو نوائے سروش — حضورِ قلب میں ہم نے سنی ندائے سروش
طلسمِ ہوش رُبا ہے ادائے جلوۂ راز — فسونِ ذوقِ تماشا ہی ماجرائے سروش
ہمارا آئینۂ قلب ہو صفا منزل — اگر ہو پیشِ نظر رُوئے خوش لقائے سروش
جو اہلِ دل ہیں وہ کیفِ حضور رکھتے ہیں — سرورِ جامِ تجلی ہوئی ادائے سروش
نیا مشاہدۂ ذات رابطہ اپنا — وقوفِ قلب کی تنویر ہی عطائے سروش
کیا ہے محرمِ اسرارِ غیب دم بھر میں — دلِ شکستہ ہمارا ہوا فدائے سروش
جو زندہ دل ہیں وہ آگاہ کنزِ مخفی ہیں — نقابِ وہم کی رو کش ہوئی ضیائے سروش
کیا ہے اہلِ نظر ہم کو صوتِ سرمد نے — دلیلِ راہ بنی طالبو صدائے سروش
رمِ خیال کا مانع نہیں ہے رنگِ صفات — نگاہ عینِ تعین میں ہی جلائے سروش
صفائے قلب سے حسنِ صفا ہوا حاصل — بقائے عشق کا اکرام ہے صفائے سروش

ہوا ہی ساقیؔ آشفتہ دل بھی مائلِ شوق
خرد فریب ہے طرزِ رمِ آشنائے سروش

فقیر
عریانِ خراباتِ ساقیؔ دہلوی

قولِ حکیم

انسان کے لیے اعلےٰ درجہ کا علم یہ ہے کہ وہ نیکی و بدی اور بھلائی برائی کا اصلی فرق جان سکے ✦

(ضیاء الدین احمد برنی)

درِ دل کی حفاظت

(بقول مولانا اشرف رح)

درِ دل کا کرو سجدہ کہ سو کعبہ سے بہتر ہے   یہ محراب عبادتخانہ اللہ اکبر ہے

اس قلعہ کا دروازہ دیکھو۔ کس قدر جیّد ہے۔ لکڑی مضبوط لگی ہے۔ زنجیریں آہنی ہیں۔ قفل بھی اتنا بڑا ہے شاید قفل ابجد اسی کو کہتے ہیں۔ لیکن اگر اس قلعہ میں قیمتی اشیا اور اس کے باہر چوروں کا جگھٹا نہیں ہے۔ تو ایسے زبردست انتظام کی کیا ضرورت تھی ہاں اگر اندر بے بہا چیزیں ہوں اور باہر سے قزاقوں کے حملہ کا بھی اندیشہ ہو تو بیشک اس عمارت کے دروازے کی مضبوطی مناسب ہے اور اسپر سخت پہرہ رہنا چاہیئے ۔

عزیزو! ہمارا جسم قلعہ کی مانند ہے۔ اسکی مالک ایک بزرگ حضرت روح ہیں اُسکے خزانہ میں عرفان اور علم الٰہی کی بیش بہا امانتیں محفوظ ہیں۔ ہمارا دل جسمانی قلعہ کا دروازہ ہے اُسکے گرد خلقت کا ہجوم ہے جسکے سبب اسمیں ایک شور عظیم برپا ہے۔ ہمکو لازم ہے کہ نیک اطوار لوگوں کو اپنے ایوان میں داخل ہونے دیں۔ اور بُرے آدمیوں کو جو محض چوری کی غرض سے آتے ہیں۔ اندر جانیسے روکیں۔ اچھا تو چلکر دیکھیں۔ کون کون حضرات جمع ہوئے ہیں۔ پھر دروازہ کھولدیں گے ۔

اس دروازے کے متصل جو حضرت استادہ ہیں ان سے ہمارا قدیم تعارف ہے۔ ہاں یہ جناب امّارہ ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔ آپ کی جبین کیسی چین آمود اور ابرو کتنی خبث آلود ہے۔ صورت بھی بڑی ہولناک۔ لبوں پر لرزہ چھایا ہوا ہیئت سے غول بیابانی معلوم ہوتے ہیں۔ توبہ توبہ دروازہ بندکرلو۔ انہیں اندر آنیسے روکو۔ ورنہ زبردستی گھس پڑیں گے یاد رکھو اگر یہ ذات شریف اندر آگئے تو ہم بھی اذیت

پائیں گے۔ اور جو اِن کے شکنجہ میں آئیگا۔ زخموں سے چُور چُور ہو جائیگا۔ یہ دوسرے
جناب عالی کون ہیں۔ ہاں **تکبر خان** ہیں۔ اِن کا دماغ قبۂ آسمان کو اپنا تاج شاہی
سمجھتا ہے۔ خدا کی پناہ۔ وہ دیکھو نظر چُرانے میں کیا کیا کمال دکھا رہے ہیں۔ ان کے آگے
کسی کی ہستی نہیں سمجھتے۔ واہ کیا سینہ نکالے ہوئے تخت رعونت پر تشریف فرما ہیں
گویا حاکم وقت یہی ہیں۔ میں یہ دروازہ ابھی بند رکھتا ہوں۔ خان والاشان سے باتیں کرتا
ہوا خود نکل جاؤں گا۔ اور انکو کچھ فاصلے پر چھوڑ کر واپس آؤنگا۔ لو۔ اُن کو پہنچا آیا
اب دوسروں سے مخاطب ہوتا ہوں۔ یہ حضور کون ہیں؟ **حسد** صاحب ہیں۔ انکا
آتش افروز چہرہ کیسا غضبناک معلوم ہوتا ہے۔ نتھنوں سے جو سانس نکلتا ہے۔ گرم لوؤں
کی لپٹ بنکر۔ اِن کے قدم بھی باہر رہیں تو اچھا۔ کیونکہ یہ گھر میں داخل ہوتے ہی گھر والوں
کو رُلا دینگے۔ اور سب کو جلا کر خاک سیاہ کر دینگے۔ جناب من! آپ کو یہاں جگہ
نہیں ملیگی۔ بہتر ہے کہ جہاں سے آتے ہیں وہیں تشریف لیجائیں +

یہ صاحب پیر فرتوت کہاں کے ہیں۔ سراپا حرص و آز۔ پہچان لیا۔ نام نامی حرص
ہی تو ہے۔ دوہری پسلی کا آدمی اسی کو کہتے ہیں۔ بظاہر ضعیف القویٰ لیکن باطن
میں جوانی کی اُمنگ پہلوانی کی ترنگ۔ بڑی بی! اب تو آپ چلنے پھرنے سے بھی عاری
ہیں۔ یہ عصا بھی بمشکل سنبھلتا ہے۔ کہیں پڑ رہو۔ یہاں سے دور ہو ورنہ بوریا بدھنا
اُٹھا کر پھینکدیا جائے گا۔ وہ دیکھو شاہانہ لباس میں کون حضرت نمودار ہوئے۔ ہاں ہاں
مرزا زادہ عیش بہادر۔ خوب۔ ظاہری شکل راحت بخش جاں ہے۔ باطنی احوال سے اللہ
یاری کا دم بھرنا اِن کا ہی کام ہے۔ لیکن آپ بغلی گھونسہ کی صفت رکھتے ہیں۔ لات ماردی
اور کل اعضا شیشہ کی طرح ٹوٹ پھوٹ گئے۔ آپ اندر آنے کی ہرگز استدعا نہ کریں۔ اپنی
دکان جَوّ فروشی یہاں سے اُٹھا لیں۔ اور کسی اَور گلی کوچہ میں گندم نمائی کا اظہار فرمائیں
یہ آہستہ آہستہ چلنے والی آسامی کون آرہی ہے۔ اخاہ۔ نواب زادہ تغافل قلی ہیں۔

خدا جانے اس طرف کیوں وارد ہوتے۔ کیا میرے گھر کے سوا ان کو کہیں آرام نہیں ملتا؟ انہوں نے نیند اور جمائی لیکر مجھے بالکل ادھموا بنا دیا۔ ای مفت خوار رفیق! تو نے میرا ناک میں دم کردیا۔ یہاں سے جلد چلا جا۔ مجھے انگڑائی لینے کی فرصت نہیں +

مرحبا! اب کن پریوشوں کا جمال جہاں آراء پیش نظر ہے۔ یہ بیبیاں کون ہیں۔ سبحان اللہ! بڑی خوبصورت خندہ رو۔ نیک باطن نظر آتی ہیں۔ اِنکے گلابی رخساروں سے خوشی و مسرت کے آبدار قطرے ٹپک رہے ہیں۔ معلوم نہیں بیگمیں ہیں یا ابدی راحت کی دیویاں۔ ایک کا نام مجھے یاد ہی۔ محبت زمانی بیگم۔ اور دوسری کا نام بھولتا ہوں۔ یاد کرنے دو۔ ہاں ہاں یاد آیا۔ خدمت جہانی بیگم۔ اگر یہ رشک حور بیبیاں میرے قصر دل میں مسند عروسی پر جلوہ افروز ہوں تو میں اپنے آپ کو اُن کا خوش نصیب میزبان اور مخلص خادم سمجھوں گا۔ اور ان کا عرصۂ قیام میری زندگی میں بہار کا موسم ہوگا۔ آئیں۔ آپ شوق سے آئیں۔ یہ غریب خانہ نیکوں کے لئے وقف ہی۔ چوبدار و بہٹر ہٹا دو۔ محل کا دروازہ کھل گیا یہ مکان اب لائق مہمانوں کی قدم رنجگی سے اصلی دولت خانہ بنیگا +

چونکہ دروازہ کے قریب لوگوں کی کثرت ہی۔ اسمیں اچھے بُرے ہر قسم کے لوگ شریک ہیں میں اُنسے کچھ خطاب کر کے رخصت ہوتا ہوں +

حضرات! یاد رکھیئے۔ اگر انسان اپنے دروازۂ دل کی اچھی طرح حفاظت کرے تو دل کے عالیشان محل میں اچھوں کی داخلی بسہولت ہوسکتی ہی اور بدوں کو باہر نکالنا مطلقاً دشوار نہیں۔ اچھوں کی تواضع و تکریم کرنا اور بُروں سے اجتناب کرنا نیکدل انسانوں کا کام ہی۔ کوئی مالک خزانہ اپنے خزانہ کو برباد کرنا پسند نہیں کرتا۔ اسلیئے ہر صاحبدل کا فرض منصبی ہی کہ دل جیسے عمدہ مکان کو آراستہ رکھے اور اُسکے لائق مہمانوں اور اسباب کی فراہمی میں کوشاں رہے۔ ہر انسان میں کسِ ناکس۔ نیک بد کی تمیز کا مادہ کم و بیش موجود ہی۔ صاحبو! اب میری آخر گزارش یہ ہی کہ اپنے ایمان دلکو قزاقوں کی دستبرد سے بچاؤ۔ نور سلطانی قلعہ کے دروازہ کی پوری نگہبانی کرو۔ دل بیدار و ہوشیار رکھو ورنہ زندگی کے اصلی مقصد کا بیجا خون ہماری گردن پر رہیگا۔ اور حصول نجات کی امید یاس سے

۴۸۶

نعت

والفجر ہے وصف رخ نیکوے محمدؐ — واللیل ہے ذکر خم گیسوے محمدؐ
بلبل ہے شہید لب خوشگوے محمدؐ — سنبل ہے اسیر خم گیسوے محمدؐ
بیمار محبت اسے آنکھوں سے لگائیں — ہے خاک شفا خاک سر کوے محمدؐ
خالق نے دیا مصرعۂ طرح مہ نو — لکھتا ہوں میں وصف خم ابروے محمدؐ
کرتے ہیں ہمیں اہل نظر سجدۂ تعظیم — محراب دعا ہے خم ابروے محمدؐ
جنت کا سزاوار ہے دلدادہ اسی کا — مفتاح در خلد ہے ابروے محمدؐ
ہے حسن و تنوّر میں مہ نو سے زیادہ — ہر مصرعۂ وصف خم ابروے محمدؐ
ناخن کی طرح کھولدیں گرہیں مرے دل کی — ہے عقدہ کشا جنبش ابروے محمدؐ
محشر میں مجھے دیکھکے سب چیخ رہے ہیں — آیا ہے شہید خم ابروے محمدؐ
بیمار محبت کو غش آیا ہے الٰہی! — دے لخلخۂ زلف سمن بوے محمدؐ
حسرت ہے کہ جب کوچ ہو دنیا سے ہمارا — دل سوے خدا ہو تو نظر سوے محمدؐ
اے مردہ دلو! زندۂ جاوید بنانا — ہے معجزۂ نرگس جادوے محمدؐ
خورشید ہو یا ماہ ہمیں چرخ بریں پر — ہے پرتوۂ عارض نیکوے محمدؐ
گر جوشش تمنائے علی راہنما ہو — آنکھوں سے چلیں ہم طرف کوے محمدؐ

دنیا کے کسی شخص سے مطلب نہیں اسکو
واللہ تمنا ہے رضا جوے محمدؐ

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ و خیار امتہ و بارک وسلم

تمنا عمادی پھلواروی

والانامہ شاہ فتح اللّٰہ

ہوالحی القیوم

میاں سنتے ہو۔ ہمارا تو یہ حال ہے ؎

لب خشک در تشنگی مُردگاں کا ———— زیارت کدہ ہوں دل آزردگاں کا
ہمہ نا اُمیدی ہمہ بدگمانی ———— میں دل ہوں فریب وفا خوردگاں کا

اے عزیز! کیا سُنا نہیں ؏ افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را۔ ہمارے ملنے میں ملال صحبت میں کلفت ہوگی۔ جان برادر! لطف صحبت جاتا رہا۔ زبان بندسی ہوگئی ہے بات چیت کی حالت نہیں۔ گویائی کی قوت نہیں۔ یہ تو ظاہری حالت ہے۔ اور اس حالت پر خدا گواہ ہے۔ وکفیٰ باللہ شہیدا۔ شب میں صورت اچھی نظر آئی۔ کچھ پیار کی باتیں ہوگئیں۔ جب وہ پیکر خاکی آنکھ سے اوجھل ہوا تو ہی ہم تھے اور ٹوٹا پھوٹا دل۔ خواب و خیال میں یوں حکایت شکایت تھی ؎

گفت اے شیدا دلِ محزون من ———— وے بلاکش عاشق مفتون من
کیف حال القلب فی نار الفراق ———— گفتمش واللہ حال لا یطاق
یاد کن یارِ قدیمیت بودہ ام ———— پیش یک سالے ندیمت بودہ ام
این زماں از من چرا بیگانۂ ———— مست نازی یا چو من دیوانۂ
ہر کہ دیوانہ نہ شد دیوانہ است ———— ہر کہ دیوانہ شد او فرزانہ است
عاشقم من بر فنِ دیوانگی ———— سیرم از فرہنگی و فرزانگی
من نخواہم عشوہ و دانش شنود ———— آزمودم چند خواہم آزمود

مختصر قصہ نہیں ہے عشق کا
پھر کبھی کہدینگے جب موقع ملا

اے عزیز! کہتے ہیں کہ لسان الحال انطق من لسان المقال - یہاں نہ حال نہ قال - بے زبانی کے قربان کہ گویائی کا نام نہیں - نہ سکوت نہ کلام - ایں طرفہ ماجرا ست کہ از واحد و اثنین کارے ندارم - کارم ہمہ بیکاری - وائے بیکسی و ناداری ؎

نہ شگوفۂ نہ برگے نہ ثمر نہ شاخ دارم
ہمہ حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

جسم زار و روح ناتواں ؎

مخفیاں کے رسی بمنزل دوست
راہ تاریک مرکبت لنگ ست

اے عزیز! علاوہ اشعار عنوان ایں شعر غالب دہلوی گویا تکیہ کلام ست ؎

دم واپسیں بر سر راہ ہے
عزیزو بس اللہ ہی اللہ ہے

وقت آخر اللہ اللہ تلقین میکنند - عارف میداند کہ ہر دم دم واپسین ست کلام آخر ہمیں ست کہ ایں را شغل وجودی میگویند و بعض قلندران ذکر ارّہ مینامند و شاید ہمیں ذکر خدادی باشد +

یا ابن آدم انفاسک انبیائی فمن یخرج بغیر ذکری فقتلت انبیائی

استغراق نام نصیب خواہد شد - ہاں میاں کتابت اچھی چیز ہے - بات چیت ہوجایا کرتی حضوری میں نہ بلاؤ - دوری سے دل بہلاؤ - فقیر بے بضاعت خدمت گزاری سے باہر نہیں - جو ہونا ہے ہو کر رہیگا سکون قلبی (Collection of mind) خوب نہایت خوب ہے - ترک محسوسات سکون میں آپ ہی آپ ہے ہاں آپ ہی آپ ہے - پھر ترک کیا اور محسوس کیا - بات دور پہنچی - اے دوست مجبورم معذور دارید انشاء اللہ زود ملاقی خواہم شد - از دعائے خیر دریغ مدارید کہ کارم سخت افتادہ است خوش گفتہ است ؎ اجل گھاتے بیٹھے ہو گھات ہر کسی پہ ہے + ہوش باش کہ عالم ہے رواروی پر اللہ ہے بس باقی ہوس

صورت از بے صورتی آمد بروں ∴ باز شد انا الیہ راجعون

تتمہ

تحفہ

نورانی ذات کی صفت

جداکب یا محمدؐ حق سے تو ہے — جو تو گل ہے تو وہ مانند بو ہے
شمیمِ مشک پھیلی چارسو ہے — زباں پر نعتِ گیسو مو بمو ہے
زلیخا کو لبھائے حسنِ یوسفؑ — خدا عاشق ہے تو وہ خوب رو ہے
موذن نام لینے کو ہے اُن کا — ادب کا دھیان ہی فکرِ وضو ہے
ہے اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ سے یہ ظاہر — وہ تیرا بھید اُس کا بھید تو ہے
ہے عکسِ نور تیرا مہر و مہ میں — سراپا نور ذاتِ پاک تو ہے
ترا دیدار ان آنکھوں سے دیکھوں — حبیبِ حق! یہ میری آرزو ہے
یہ روزِ حشر ہر عاصی کہے گا — شفیع المذنبینؐ کی جستجو ہے
دیا چھینٹا ترے ابرِ کرم نے — مرا سرسبز نخلِ آرزو ہے
یہ ہے عکسِ لبِ حضرت کا صدقہ — جو ہر لعلِ بدخشاں سرخرو ہے
دُرِ دندانِ احمدؐ کے مقابل — ہر اک سلکِ گہر بے آبرو ہے
کیا ہے دامنِ دل عشق نے چاک — رفوگر کو عبث فکرِ رفو ہے
جو ہے مجکو خطا کرنے کی عادت — تو یارب بخشدینا تیری خو ہے
مری آنکھوں کو وقتِ نزع حضرت — تمہارے دیکھنے کی آرزو ہے

ترے محبوب کے در پر یہ سر ہو
الٰہی یہ حسن کی آرزو ہے

حسن ازفیضپور

۱۹۰۶ء

دوا کی شیشی کے باطنی اشارے

آنکھ نے دیکھے کان نے سُنے

جب ڈاکٹر انصاری نے اپنے کان میں وہ آلہ چڑھایا جسکو کان کی عینک کہنا چاہیے۔ اور حسن نظامی کے سینے کو دیکھنا شروع کیا تو حسن نظامی کی آنکھ نے ڈاکٹری سازوسامان سے باتیں شروع کیں اور اُن سے کچھ سُنا۔ گویا ڈاکٹر صاحب کے کان نے دیکھا۔ اور حسن نظامی کی آنکھ نے سُنا۔

ڈاکٹر نے کہا۔ معدہ و جگر میں ورم ہے۔ پھیپھڑہ اپنے غنیم امراض کا مقابلہ کرتے کرتے تھک گیا۔ اِسکو سکون کی ضرورت ہے۔ دماغ ترکِ مشاغل کا خواستگار ہے۔ یہ نسخہ استعمال کرو۔ اور چپ چاپ ہو کر بیٹھو۔

کان کی تشخیص سے ڈاکٹری زبان تقریر کر رہی تھی۔ مگر اُسکے جواب میں حسن نظامی کی آنکھ نے دخل نہ دیا۔ وہ برابر اُن اشیاء کو دیکھتی رہی جو میز پر مراقبہ ربانی میں مصروف تھیں۔

قلم آزادی سے دوات کے پہلو میں بیٹھا تھا کہ ڈاکٹر کے ہاتھ نے اُسکو گرفتار کیا۔ اور کہا لکھ۔ اُس نے تعمیل کی۔ اور کاغذ پر حرکت کرنے لگا۔ پوچھا گیا۔ کیا لکھتا ہے۔ بولا کچھ خبر نہیں۔ ہاتھ کا تابعدار ہوں۔ جو چاہتا ہے لکھواتا ہے۔ ہاتھ کی آواز آئی نہیں میرا اسمیں کچھ دخل نہیں۔ آنکھ کے اشارہ سے لکھ رہا ہوں۔ آنکھ نے بگڑ کر کہا۔ کان نے مرض کی شناخت کی ہے۔ وہی لکھواتا ہوگا۔ کان نے کہا۔ نہیں جناب مجھے بھی کچھ خبر نہیں۔ یہ تو کسی اور طاقت کا کام ہے۔

حسن نظامی اِس عجیب انکاریہ بحث کو سُن رہا تھا کہ نسخہ تیار ہو گیا۔ کاغذی پرزہ تھا دوافروش نے پڑھکر دو شیشیاں دیدیں۔ جنپر ولایتی لاکھ کی سُرخ مہر لگی ہوئی تھی۔

جب یہ شیشیاں گھر میں آئیں۔ کاغذی خرقہ سے برہنہ ہوئیں۔ واحدی صاحب نے بستر بیمار کے قریب لاکر رکھا۔ چاقو منگایا۔ تاکہ بہید کی مہر شیشی کے منہ سے تراشیں تو ایک صدائے سرمدی آنکھ میں آئی۔ پہلے مجکو دیکھو اور میری سنو۔

کانچ کی معمولی شیشیا ہوں۔ دیکھنے میں چھوٹا سا ظرف رکھتی ہوں۔ مگر انسان اشرف المخلوق سے زیادہ صاحب تحمل و برداشت ہوں۔ اگر آدمی وہ سب دوا ایک ہی دفعہ پی جائے جو میرے اندر ہے تو مرجائے۔ مگر میں خود زندہ ہوں۔ اور دوسروں کی زندگی میرے ہاتھ میں ہے۔

یہ تمہارے منہ پر مہر کیسی ہے؟

باتیں تم نہیں جانتے۔ باطنی تاثیر کیلئے یہ لازمی شرط ہے کہ سربمہر ہو۔ درویش کے منہ پر سکوت کی مہر اسی غرض سے لگائی جاتی ہے کہ وہ امراض روحانی کی دوا ہے۔ منہ کھلی شیشی کی دوا قابل اعتبار نہیں۔

اچھا تو کاغذی لباس تم کو کیوں پہنایا گیا تھا؟

اس کا جواب بھی سن لو۔ الناس باللباس آدمیت کی پہچان لباس سے ہوتی ہے تو میں دائرہ شائستگی سے کس طرح باہر رہتی۔ خرقہ مکتوبی پہنکر نمودار ہوئی تب معلوم ہوا کہ میں کس مرض کی دوا ہوں۔

کیوں بی شیشی! تمہاری شکل تو گوری ہے۔ اگر تم کالی ہوتیں تو دوا کی تاثیر میں کچھ فرق پڑجاتا یا نہیں؟

واہ۔ کیا مجکو یورپین خیال کرلیا۔ گو میری نمود یورپ میں ہوئی۔ لیکن ہوں اصل نسل مسلمان۔ اور اسپر صوفیانہ عقائد رکھنے والی۔ میرے ہاں گورے کالے کی بحث گناہ ہے۔ میں تو یہ جانتی ہوں کہ باطن صاف ہونا چاہیئے۔ رنگ سفید ہو یا سیاہ۔ اگر میرا تن سیاہ ہوتا تو دوا کی تاثیر کو کیا نقصان پہنچاتا۔ اصلیت ہم دونوں کی کانچ ہوتی ہے

دوا دونوں میں یکساں ہوتی ہے۔ پھر سیاہ سفید کی حجت سے کیا حاصل ؟

درویش کی مہر سکوت ٹوٹ جائے تو پھر وہ کسی کام کا نہیں رہتا۔ تمہاری لاکھی مُہر ٹوٹ جائے تو بیکار ہوجاتی ہو یا نہیں۔ میری مہر سکوت کُھلتی ہو تو دوسرے کے فائدے کے لئے کھلتی ہے۔ ایسا ہی درویش اگر دوسرے کی فائدہ رسانی کی خاطر سکوت کی مہر توڑ ڈالے تو حرج نہیں۔ بلکہ مُہر لگتی اسی واسطے ہو کہ کسی کے فائدہ کے لیئے ٹوٹے۔ میرے منہ پر مُہر نہو تو کوڑی کے کام کی نہیں۔ کوئی ہاتھ بھی نہ لگائے۔ مثلاً اگر کسی حادثہ سے میرا مُنہ کھل جائے تو دوا فروش مجکو پھینک دیتا ہے کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اب بازار میں اسکا کوئی خریدار نہ ہوگا۔ اسکے علاوہ اندیشہ ہو کہ بیرونی زہریلا اثر اسمیں نہو گیا ہو۔ جو بیمار کو نقصان پہنچائے۔ اسی پر درویش کو قیاس کرنا چاہیئے کہ جب اسکا مُنہ نفسانی و دنیاوی خواہشات کے لیئے کھل جاتا ہے تو روحانی ہسپتال میں وہ پھینکنے کے قابل ہوجاتا ہے ؟

واحدی کو دیکھو ابھی باتیں ختم نہ ہونے پائی تھیں کہ انھوں نے شیشی کا مُنہ کھولکر چمچہ میں دوا نکال لی۔ اور اس زبان و حلق کو تلخ کر دیا۔ جبکہ پڑوسی آنکھ کان شیشی کے باطنی اشاروں کا مزیدار لطف اُٹھا رہے تھے ؟ حسن نظامی

ڈاکٹر انصاری سے مراد ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری بی اے (مدراس) ایم۔ ڈی (ایڈنبرا) ایم۔ ایس (ایڈنبرا) ایم۔ آر۔ ایس (انگلینڈ) ایل آر سی پی (لندن) سابق ہوس سرجن چیرنگ کراس ہسپتال لنڈن + آر۔ ایم۔ او۔ ایچ۔ ایس ورجسٹرار (لنڈن) لاک ہسپتال وغیرہ وغیرہ ہیں۔ جنہوں نے ابھی حال میں یورپ سے واپس آکر دہلی میں مطب جاری کیا ہو۔ یہاں اُن کی شہرت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ بعض اطباء نے حضرت خواجہ صاحب کے مرض کو دق تشخیص کیا تھا۔ جسکے سبب کئی دن بیحد تشویش میں گزرے۔ اب ڈاکٹر انصاری صاحب نے جگر و معدہ کی خرابی بتا کر علاج شروع کیا ہو جسکا بہت اچھا فائدہ ظاہر

۷۸۶

غزل فارسی

بے نشان و بے صفت در عین آثار آمدی
گرد خود در دور گردش ہمچو پرکار آمدی

یوسف مصر جمالی و زلیخا کے طلب
خود شدی جنس عزیز و خود خریدار آمدی

دعوت دیں کردی و خود بر زدی بانگ ریا
وحی منزل گشتی و ہم خود باقرار آمدی

حسن چوں بے پردہ شد غوغائے عشق آمد پدید
طالبان خویش را ہم خود طلبگار آمدی

چوں بہ بیرنگی رسیدی خار و گل را سوختی
چوں برنگ بو فتادی ہمچو گلزار آمدی

چوں حجاب خود شدی بزم شہود آراستی
خویشتن را غیر بنمودی باظہار آمدی

بہر اظہار شفا خود را مریضے ساختی
چارہ گر گشتی و بر بالین بیمار آمدی

عالم اندر رقص آمد چوں خرامیدی بناز
شور در جانہا فتادہ تا بگفتار آمدی

ہر چہ اندیشم نہ یا ایں ہمہ غیر تو نیست
بحر مواج و حباب و در شہوار آمدی

ناقۂ لیلائے حسنت چوں بصحرا سر نہاد
کسوت مجنوں بہ بر کردی و ہشیار آمدی

علم گشتی و شدی مستور اندر چین کفر
رند و گمراہ و قلندر مست و سرشار آمدی

محمد اسمٰعیل میرٹھی

۱۹۲۸ء

وحدت سرد کام

برف

پتشنگی آلود ایام کیسے بھارکے ہیں جو لوگ حبس دم کے بھید سے واقف نہیں قدرت اُنپر موسمی حبس طاری کرتی ہو۔ اسکے بعد ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا بھیجکر دیکھتی ہے کہ آزادی حبس سے اُن کی زبان پر شکر آلہی جاری ہوا یا نہیں۔ مگر یہ غافل ہستیاں شکرادا کرنیکے بجائے اور غفلت کی طرف جُھکتی ہیں۔ یوں تو ہر موسم شان یزدانی کا ایک کرشمہ ہوتا ہے۔ مگر گرمی ملک ہندوستان میں ایک بے بہا نعمت ہو۔ جہاں ہمیشہ سردی رہتی ہے یا گرمی تیز نہیں ہوتی۔ وہاں کے باشندے اس لطف سے نا آشنا ہیں کہ لُو کی گرم بازاری ہے۔ پسینے بہ رہے ہیں۔ یکایک کسی گھنے درخت کے سایہ میں پہنچے اور خنک ہوا بدن کو لگی۔ بس اُسوقت جو کیفیت جسم و روح دیکھتی ہے وہ زبان یا قلم سے ادا ہونی محال ہے۔ اللہ میاں نے ہر چیز ایک حکمت سے پیدا کی ہے۔ موسم گرما میں بھی ہزاروں اسرار ہیں جن کو چشم بصیرت عطا ہوتی ہے وہ اِن چیزوں کی حقیقت پر غور کرکے ذات باری کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔

اور تو اور ذرا گرمی کے تحفہ برف کا خیال کرو۔ کیا صاف۔ شفاف۔ پیاری صورت والی چیز ہے۔ مگر آپ تو اسکو پی جانا جانتے ہیں۔ کبھی اس پگھلنے والے وجود کے رموز پر غور نہیں کرتے۔ آیئے آج دو گھڑی اسمیں جی بہلائیں۔

برف کیا چیز؟

اِسکی دو قسمیں ہیں۔ ایک آسمانی۔ دوسری مصنوعی۔ آسمانی برف اونچے مقامات پر از خود

نازل ہوتی ہے۔ سائنس والے کہتے ہیں کہ وہ ابخرے جو سمندر و زمین سے اٹھکر اوپر جاتے ہیں اور مینہ کی صورت بن کر دوبارہ زمین پر برستے ہیں۔ وہی ابخرے شان الٰہی سے پہاڑوں پر برف کی شکل اختیار کرکے گرتے ہیں اور جم جاتے ہیں +

نئے زمانہ والوں نے قدرتی برف پر غور کرتے کرتے بناوٹی برف کا بھید معلوم کر لیا۔ مشین کے ذریعہ سے معمولی پانی کے وہ اجزا نکال لیے جاتے ہیں جنکے سبب پانی میں نرمی اور پتلاپن ہے۔ ان اجزا کے نکلتے ہی پانی سخت اور پتھر ہوکر ایسا ٹھنڈا ہو جاتا ہے کہ گرمی کے موسم میں ہر شخص اسپر جان دیتا ہے +

برف میں صوفیانہ نکات

اس مختصر بیان کے بعد جس سے برف کی ظاہری حقیقت معلوم ہوئی اسکی باطنی کیفیت پر توجہ کیجئے +

جبتک پانی کے اندر نفسانی وکثیف اجزا شامل تھے اُسکے جسم کو قرار و یکسوئی میسر نہ تھی۔ بہتا تھا۔ ہلتا تھا۔ ذرا سی گندگی سے میلا و بدبودار ہو جاتا تھا۔ جو رنگ اسمیں ڈالا جاتا فوراً اُسکا اثر قبول کرکے وہی رنگ اختیار کر لیتا تھا۔ لیکن مجاہدۂ مشین نے اسکے تفرقہ انداز اجزا کو فنا کرکے ایسا پکا متحد کر دیا کہ جس رخ سے دیکھئے ایک ہی شکل نظر آتی ہے۔ اوپر بھی پانی۔ نیچے بھی پانی۔ اندر بھی پانی باہر بھی پانی اور سب خنک سرد۔ اسکو کہتے ہیں وحدت کا کمال۔ اب اسپر گندگی ڈالیئے تو پھسل کر بہ جائے گی رنگ ڈالیئے تو وہ بھی اوپر اوپر اتر جائیگا +

صوفی بھی جب برف کی طرح اپنے باطن کو مجتمع کر لیتا ہے تو پھر وہ خواہ کیسے ہی بدنما مقام میں جائے اُسپر کسی برائی کا اثر نہیں ہو سکتا +

اور یہ بھی سن لیجئے کہ برف میں ایسی خنکی کہاں سے آگئی کہ انسان اسکو ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ حالانکہ جبتک وہ پانی کی شکل میں تھی۔ ہر شخص آسانی سے اسمیں ہاتھ

پاؤں ڈالتا تھا اسکی وجہ یہ ہے کہ جب نفسانی کثافت دور ہو جاتی ہے تو قدرت ایک ایسا جوہر پیدا کر دیتی ہے کہ پھر ہر کس و ناکس آسانی سے اسپر قبضہ نہیں پا سکتا۔

رہی یہ بات کہ پھر انسان اسکو کاٹ کر اور کچل کر شربت میں ملا کر کیوں پی جاتے ہیں۔ اسکا جواب صاف ہی کہ جس طرح صوفی دوسروں کی فائدہ رسانی و تسکین کے لیے پیدا ہوا ہے۔ اسیطرح برف بھی پیاسوں و تشنہ کاموں کو تسلی دیتی ہے اور طرہ یہ کہ اپنی ہستی قربان کر کے تسلی دیتی ہے +

ہائے غفلت شعار آدمی شیشہ کے گلاس میں برف کا ٹکڑا ڈالکر گھونٹ لے رہا ہے۔ اور یہ نہیں سوچتا کہ پارہ برف تیری خاطر اپنی چکدار ہستی مٹا رہا ہی۔ گھلا جاتا ہے اور پانی کو سرد کام کر رہا ہے۔ مگر ابن آدم اس ذات ترحم صفات کا شکرانہ نہیں بھیجتا جس نے کائنات کے بیشمار جلوے اس کے لیئے پیدا کیئے۔ اول اول تو چند دن ڈھیل دیتا ہے۔ اور دیکھتا ہے کہ شاید یہ بندہ مجکو یاد کرلے۔ مگر جب وہ بیخبری سے باز نہیں آتا تو پھر وہ تماشہ دکھاتا ہے جو ابھی حال میں پیش آیا +

کہ ٹشانک نامی جہاز اہل مغرب نے بنایا۔ اور سمجھا کہ اب اس سے بڑا کوئی جہاز دنیا میں نہیں ہے۔ اسمیں ہوائی کمرے بنائے تاکہ وہ پانی کے طوفان سے محفوظ رہے اور ڈوبنے نہ پائے۔ لیکن قدرت نے خیال کیا کہ یہ سرکش آدمی یوں نہیں مانیں گے اس واسطے اُس نے اس جہاز کو برباد کرنے کے لیئے برف کا ایک ٹکڑا بھیجا جس نے دنیا کے سب سے بڑے جہاز کو ایک ہلکی سی ٹکر مار کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا +

اب انسانوں کی آنکھ کھلی کہ جس برف کو سوڈے کے پانی میں گھولکر پی جاتے تھے جس برف کو موگری سے کچل ڈالتے تھے۔ اس برف کے ٹکڑے نے سیکڑوں قیمتی جانوں کو سمندر کے کھاری سوڈے میں ملاکر نوش جان کر لیا +

جلال و جبروت والے کی ثنا

برف کی یہ گرم کہانی سنکران لوگوں کا فرض ہے جو جنگل میں درختوں کے پتوں پر معرفت الٰہی کے دفتر لکھے دیکھتے ہیں کہ اپنے جلال دجبروت والے خدا کی حمد و ثنا کریں۔ اے رب العزت۔ اے رب الحکمت۔ اے رب الاسرار۔ جان تجھپر صدقے۔ دل تجھپر واری +
برف سے گرنیوالے ٹھنڈے قطروں کی قسم۔ ہم اُن میں تیرے فیضان کی بہار دیکھتے ہیں۔ یہ قطرے زبان کی پیاس کو بجھاتے ہیں۔ ایسا قطرہ عنایت فرما جو دل کی تشنگی کو سیراب کرے +

برف ہوا سے بچائی جائے۔ گرم کمبل میں چھپائی جائے تو جلدی نہیں پگھلتی ہم کو اپنی گلیم معرفت کے دامن میں ڈھک لے تاکہ حوادث ایام کی ہوا ہماری روحانی ہستی کو برباد نہ کرنے پائے۔ الٰہی برف کے عذاب سے بچا۔ اور اسکو ہمارے جسم و روح کے لیئے عذب و شیریں کام بنا۔ آمین +

حسن نظامی

ہمارے معاونین

ذیل میں نہایت شکرگزاری کے ساتھ اُن حضرات کے اسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں جنہوں نے اِس ماہ میں رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں مدد فرماکر ہمیں اپنا مرہون منت بنایا + جزاہم اللہ خیر الجزاء +

شیخ فضل الٰہی صاحب گرداور قانونگوی (۱) مولوی محمد مہدی صاحب علی گڈھ (۱)
حبیب اللہ خان صاحب ڈلہوزی (۱) بابو عبدالخالق صاحب سٹیشن ماسٹر دگئی (۱)
منشی محمد اسمٰعیل صاحب کوکب اسسٹنٹ انسپکٹر پولیس (۱) ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب حیدرآباد (۲)
مسٹر اردین محمد صاحب نائب تحصیلدار (۲) مولوی مقبول احمد صاحب نظامی سیوہارہ (۱)
منشی حافظ حسین صاحب نائب تحصیلدار (۱) محمد حسین خانصاحب مراد علی محمد خانصاحب (۱)

۱۸۹۶ء
تخیلِ مُسلم

ہر نفس اقبال تیرا آہ میں مستور ہے
سینۂ سوزاں ترا فریاد سے معمور ہے

نغمۂ امید تیری بربطِ دل میں نہیں
ہم سمجھتے ہیں یہ لیلیٰ تیرے محمل میں نہیں

گوش آوازِ سرودِ رفتہ کا جویا ترا
اور دل ہنگامۂ حاضر سے بے پروا ترا

قصۂ گل ہم نوایانِ چمن سنتے نہیں
اہلِ محفل تیرا پیغامِ کہن سنتے نہیں

اے درائے کاروانِ خفتہ پا خاموش رہ
ہے بہت یاس آفریں تیری صدا خاموش رہ

زندہ پھر وہ محفلِ دیرینہ ہو سکتی نہیں
شمع سے روشن شبِ دوشینہ ہو سکتی نہیں

ہمنشیں مسلم ہوں میں توحید کا حامل ہوں میں
اس صداقت پر ازل سے شاہدِ عادل ہوں میں

نبضِ موجودات میں پیدا حرارت اس سے ہے
اور مسلم کے تخیل میں جسارت اس سے ہے

حق نے عالم اس صداقت کیلئے پیدا کیا / اور مجھے اسکی حفاظت کے لئے پیدا کیا
دہر میں غارتگر باطل پرستی میں ہوا / حق تو یہ ہے حافظِ ناموس ہستی میں ہوا
میری ہستی پیرہن عریانیٔ عالم کی ہے / میرے مٹ جانیسے رسوائی بنی آدم کی ہے
قسمتِ عالم کا مسلم کوکب تابندہ ہے / جسکی تابانی سے افسونِ سحر شرمندہ ہے
آشکارا ہیں مری آنکھوں پر اسرارِ حیات / کر نہیں سکتی مجھے مایوس پیکارِ حیات
کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے / ہے بھروسا اپنی ملت کے مقدر پر مجھے
یاس کے عنصر سے ہے آزاد میرا روزگار / فتح کامل کی خبر دیتا ہے جوشِ کارزار
ہاں یہ سچ ہے چشم بر عہدِ کہن رہتا ہوں میں / اہلِ محفل سے پرانی داستاں کہتا ہوں میں
یادِ عہدِ رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے / میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

سامنے رکھتا ہوں اس دورِ نشاط افزا کو میں
دیکھتا ہوں دوش کے آئینہ میں فردا کو میں

[illegible]

حلقہ کی باتیں

درخواست تعطیل - راقم کی صحت نے اب بالکل جواب دیدیا - یوں تو ہمیشہ کچھ نہ کچھ علالت رہتی ہے - مگر ایسی حالت کبھی نہیں ہوئی - گزشتہ چند ماہ میں باوجود ناسازی طبع کے حلقہ کی خدمت سے ہاتھ نہیں اٹھایا گیا - لیکن اب ناتوانی کا یہ عالم ہے کہ معمولی خطوط بھی نہیں لکھے جا سکتے - اطبا - کی رائے میں اگر چندروز خاموشی سے آرام نہ لیا گیا تو سخت خطرات کا سامنا ہوگا +

ایک مہینہ سے کھانسی بخار کی شکایت بڑھ گئی ہے - ڈاکٹر ہیپٹو اور معدہ وجگر کی خرابی تجویز کرتے ہیں - لہذا اہل حلقہ سے درخواست ہے کہ دو ماہ کی رخصت عنایت فرمائیں - تاکہ کسی گوشہ میں تعلقات کو ترک کرکے خاموشی سے علاج کیا جائے +

اس عرصہ میں اگر کوئی صاحب فرائض حلقہ کی تعمیل کرنی چاہیں تو تشریف لاکر تمام حساب کتاب اپنے ہاتھ میں لیلیں کیونکہ واحدی صاحب کو رسالہ کے کام سے مطلق فرصت نہیں ہوتی - خدا کے فضل سے اب رسالہ کی کثرت اشاعت نے اُنکے سامنے کاموں کا انبار لگا دیا ہے +

ورنہ دو مہینہ تک حلقہ کا کام بند رکھنا پڑے گا +

جناب سید ابراہیم سیف الدین افندی پیرزادہ بغداد شریف کی خدمت میں حلقہ کی جانب سے دعوت نامہ بھیجا گیا تھا جسکا جواب موصول نہوا تو بذریعہ تار دریافت کیا گیا - کہ آیا دہلی تشریف لانا ہوگا یا نہیں - اور تشریف آوری ہوگی تو کب ہوگی - اسکا جواب جناب موصوف نے بذریعہ تار مرحمت فرمایا کہ بالفعل کشمیر جارہے ہیں - واپسی میں قیام دہلی کا ارادہ ہے +

سید صاحب کی نسبت اہل ہند کو معلوم نہو گا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ اکثر اصحاب ان کو بغداد شریف کا سجادہ نشین تصور کرتے ہیں۔ لہذا اطلاع دیجاتی ہے کہ جناب سید ابراہیم سیف الدین افندی خود سجادہ نشین نہیں ہیں۔ ان کے والد بزرگوار جناب سید سلیمان افندی سابق میں سجادہ نشین تھے۔ انکی رحلت کے بعد جناب سید عبدالرحمن صاحب آفندی جانشین ہوئے جو آج تک مسند آرائے خلافت ہیں گویا سید ابراہیم سیف الدین افندی محض پیرزادہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے والد بزرگوار کے کراچی و بمبئی وغیرہ میں بکثرت مریدین ہیں جنہوں نے صاحب موصوف کو بغداد شریف سے مدعو کیا ہے۔

سید ابراہیم سیف الدین افندی بڑے روشن خیال اور ذی علم بزرگ ہیں اور مسلمانوں کی محبت کا سچا درد دل میں رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں ان کی جسقدر عظمت کی گئی ہے شاید اس سے پہلے کسی اجنبی مہمان کی نہیں کی گئی۔ طبقہ صوفیہ کرام اور جمیع اہل حلقہ کے لیے یہ امر مسرت خیز ہے اور وہ اس عزت کو اپنی عزت تصور کرتے ہیں جو جناب سید ابراہیم سیف الدین افندی کی کیگئی۔

خوشی کا مقام ہے کہ نئی دہلی کا تجویز شدہ موقع تبدیل کر دیا گیا۔ اور مزارات و مساجد کی بربادی کا جو اندیشہ کیا جاتا تھا۔ اب اُسکا بہت کم فکر کرنا پڑے گا موجودہ تجویز میں عمارات قدیم ایک حد تک بچ گئی ہیں۔ تاہم امید ہے کہ انگریزی سرکار احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھیگی۔ اور اگر کوئی مذہبی مقام اس رقبہ میں آجائے تو اسکو بے حرمتی سے بچائے گی۔

مزارات اولیائے دہلی کے نام سے جناب محمد عالم شاہ صاحب فریدی دہلوی نے ایک کتاب حال میں شائع کی ہے۔ اسمیں ان مزارات کا جائے وقوع بتایا گیا ہے جو آجکل بہت کم لوگوں کو معلوم ہیں یا کچھ دن گزرنے کے بعد اندیشہ ہے

کہ پھر کوئی شخص اُنسے واقف نہ رہیگا۔ اگرچہ ابھی اِس کتاب کا پہلا حصہ شائع ہوا ہے جسمیں تمام وکمال مزارات کے پتے و حالات نہیں ہیں لیکن اُمید ہے کہ صاحب موصوف بہت جلد باقی حصے شائع کرکے اِس خدمت کو پورا کرینگے۔ اِس قسم کی ایک کتاب راقم نے بھی لکھنی شروع کی تھی جو کثرت مشاغل کے سبب پوری نہو سکی۔ فریدی صاحب تین سال سے اِسکی ترتیب و تحقیق میں مصروف تھے بعض مقامات کی نسبت مجھسے بھی وقتاً فوقتاً دریافت کرکے لکھا گیا ہے قصہ مختصر فریدی صاحب کی محنت قابل داد ہے اور تمام محب الفقرا حضرات کا فرض ہے کہ وہ مؤلف کی ہمت بندہائیں اور ایک ایک جلد خرید کر اپنے پاس رکھیں جس سے دہلی کے روحانی خزانوں کا پتہ چلیگا۔ اور آیندہ نسل کی واقفیت کےلیئے ایک ذخیرہ خیر مہیا ہو جائیگا۔ پہلے حصہ کی قیمت صرف ۱۲ ہے۔ دفتر حلقہ نظام المشائخ سے منگائیے۔

ایام تعطیل میں ڈاکٹری مشورہ نے تحریری مشاغل بالکل ترک کردینے کی ہدایت کی ہے۔ لہذا التماس ہے کہ کوئی صاحب مجھسے براہ راست خط و کتابت نکریں۔ کوئی ضروری امر دریافت کرنا ہو تو صرف حلقہ نظام المشائخ دہلی پتہ لکھیں۔ دفتر سے جواب بھیجدیا جائیگا۔

علالت کی اطلاع عام طور پر شائع نہیں کیگئی تھی۔ اِسپر بھی جن احباب کو معلوم ہوا اُنہوں نے اظہار عیادت کیا۔ اُنکا شکریہ۔ خاصکر جنابہ والدہ احمد امد فیاض ساکن ضلع اناؤ کا دلی شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے نہایت مہربانی فرمائی اور مسلسل عیادت نامے بھیجے اور اپنی مخلصانہ محبت کا عملی ثبوت یہ دیا کہ عہ نذر صحت کے حلقہ کو مرحمت فرمائے۔ یہ خاتون بڑی روشنخیال اور دیندار ہیں۔ ہندوستان کے شہرہ آفاق اسلام دوست جناب حاجی ریاض الدین احمد صاحب بریلوی انکے شوہر ہیں۔

اِس ماہ میں حسب ذیل آمدنی ہوئی

از مولوی سید عبدالرحمن صاحب بی اے بابت جون ۱۲ء عہ ۔ از منشی محمد سمعیل صاحب گورکب انسپکٹر پولیس چوپڑہ خاندیس للعہ ۔ از حافظ محمد حلیم صاحب تاجر کانپور بابت جون و جولائی ۱۹۱۲ء للعہ

از والدہ صاحبہ احمد اللہ فیاض سنتالو ۔۔۔ از بابو عبدالقدیر بابت منت کامیابی امتحان محمد فاضل

حاصل چندی عہ، میزان ۔۔۔ بقایا سابقہ ۔۔۔ میزان کل ۔۔۔

خرچ یہ ہے

کرایہ مکان ماہ رجب ۔۔۔ تنخواہ محرر بابت ماہ رجب ۔۔۔ متفرق خط و کتابت و تار ۔۔۔

میزان خرچ ۔۔۔ باقی موجودہ ۔۔۔ حسن نظامی

دعاخانے

جناب خان بہادر مخدوم حسن بخش صاحب سہروردی سجادہ نشین و رئیس اعظم ملتان کے اپیل متدائرہ پریوی کونسل کے لیے دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ مخدوم صاحب موصوف کا جدی حق انکو دلائے اور اپیل میں کامیابی ہو۔ ایک سو روپیہ منت مانتے ہیں مخلقہ کے دیرینہ معاون خیر طلب ہیں۔ شمس الدین صاحب ہیڈ کلرک کی ترقی و تولید فرزند نرینہ کی دعا کیجائے دونوں مرادوں کے لیے ۔۔۔ روپیہ منت مانتے ہیں۔ خلقہ کے خادم ملک اللہ دتا صاحب کے فرزند نصر اللہ کی صحت سلامتی کی دعا ہو۔ اسکا نام حلقہ کا مجوزہ ہے۔ نیز ملک صاحب کے مقاصد قلبی کی دعا کی جائے حسب حیثیت نذر دینگے۔ مسماۃ سائرہ بی بی ساکن للت ضلع الہ آباد کی صحت و مسماۃ گوہر بی بی کے مقدمہ کی دعا ہو۔ ۔۔۔ منت مانی ہے۔ شیخ جان محمد صاحب سوداگر ساکن ضلع کرنال تین مقاصد کی دعا چاہتے ہیں۔ دو مرادوں کے لیے دس روپے اور ایک مراد کے لیے علیحدہ دس روپے منت مانتے ہیں۔ محمد بخش صاحب کلرک شملوی کی صحت کے لیے دعا ہو حسب توفیق منت مانتے ہیں۔ شیخ رحمن صاحب رائے پور جیتس گڈھ کی صحت کامل کی دعا کیجائے حسب حیثیت نذر مانتے ہیں۔ خادم حلقہ مولوی عبدالخالق صاحب اسٹیشن ماسٹر ہاتیاں نوشہرو کے لیے عطائے فرزند کی دعا کیجائے۔ میر فضل الرحمن صاحب نعمت اللہی حیدرآبادی دلی مراد کی دعا چاہتے ہیں اور حسب مقدور منت مقرر کرتے ہیں۔ ایک پوشمین صاحب اپنی ترقی یا تقرر برعہدہ برانچ پوسٹ ماسٹر کی دعا چاہتے ہیں اور پانچ روپیہ منت مانتے ہیں۔ والدہ صاحبہ احمد اللہ فیاض اناؤ حسن نظامی کی تندرستی کی دعا چاہتی ہیں ۔۔۔ منت کا ادا کر دیا ہے۔ لکھنؤ سے محمد خلیل الرحمن صاحب قریشی دو مرادوں کی دعا چاہتے ہیں پہلی مراد پوری ہوگی تو ۔۔۔ روپیہ نذر دینگے اور دوسری پوری ہوگی تو دس روپیہ پیش کرینگے۔ اور دونوں ہوئیں تو ۔۔۔ روپیہ نقد منت دینگے۔ مہدی علی صاحب بلوچ تین مرادوں کی دعا چاہتے ہیں پہلی مراد پوری ہوگی تو دس روپیہ دوسری پر ۔۔۔ تیسری پر ۔۔۔ روپیہ منت مانتے ہیں۔ مراد پوری ہوئی۔ محمد فاضل امتحان انٹرنس میں کامیاب ہوئے بابو عبدالقدیر صاحب نے ایک روپیہ منت کا ادا کر دیا ہے۔ بابو محمد عبد اللہ صاحب ایک مقدمہ کے لیے دعا چاہتے ہیں ایک روپیہ منت مانتے ہیں۔ یہ سب دعائیں مدینہ منورہ بھیجدی گئی ہیں۔

اور میں اُس سے ہوں۔ پس بقرینۂ بیانیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلعم کے جزو اور اُن کے عین ہوئے۔ پس موافق مسلک اہل طریقت کے علی اور محمدؐ میں غیریت اعتباری ہوئی۔ بحیثیت محمدؐ ہونیکے آپ مدینہ ہیں اور بحیثیت علی ہونیکے آپ ہی اُس کے دروازہ ہیں۔ اس صورت میں اشاعت علم کی بلاواسطہ آپ ہی کی ذات سے ہوئی۔ اور اگر علی اور محمدؐ میں غیریت ذاتی ہے تو اس مصداق بننے کے لیئے یہ امر ضروری ہے کہ جس قدر علم رسول اللہ صلعم کے سینہ مبارک میں تھا وہ سارا علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سینہ میں ہوگا تاکہ اس علم کی اشاعت آپ کی ذات سے ظہور میں آئے جب یہ معلوم ہوا تو آپ خیال فرمایئے۔ کہ اس حدیث میں علم سے کونسا علم مراد ہے۔ آیا علم شریعت مراد ہے یا علم طریقت۔ اگر علم شریعت کہیئے تو شریعت عبارت ہے قرآن اور حدیث سے۔ قرآن کی اشاعت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوئی اس لیئے کہ وہ جامع قرآن ہیں۔ اور سارے جہان میں اسکی تلاوت ہو رہی ہے۔ رہی حدیث اسکی اشاعت جس قدر حضرت ابی ھریرہ رضہ سے ہوئی۔ بہ نسبت اُن کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بہت کم ہوئی۔ اس صورت میں یہ حدیث ابوہریرہ رضہ کی شان میں ہونی چاہیئے۔ اور جب اُن کی شان میں نہیں ہے تو اس قرینہ سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں علم سے علم شریعت مراد نہیں بلکہ اُس سے علم طریقت مراد ہے۔ اس لیئے کہ علم طریقت کی اشاعت جس قدر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات سے ہوئی اس قدر کسی دوسرے صحابی سے نہیں ہوئی۔ چنانچہ جتنے سلاسل فقر کے ہیں سب کے سب آپ ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور جو سلسلۂ فقر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شائع ہوا وہ بھی بعض بعض طرق سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملجاتا ہے جب تمام فقر کے سلسلوں کی اشاعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات سے ہوئی تو اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے آپ کو علم طریقت کے نکلنے اور شائع

ہونے کا دروازہ فرمایا۔ اس تشریح سے یہ امر متیقن ہوا کہ علم طریقت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر گنجینہ میں تھا وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیا گیا۔ پھر آپ کے سینہ سے ہر سلسلہ میں اُس کا فیض جاری ہوا۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

یہ حدیث تو صراحتًہ یہ کہہ رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو طریقت کی تعلیم فرمائی۔ پس مؤلف کا یہ دعوے کہ رسول اللہ صلعم نے کسی کو طریقت کی تعلیم نہیں فرمائی۔ یہ بالکل غلط اور بے اصل بات ہے۔

سیدالشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام نے

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے واسطے جو مرآت العارفین لکھی ہے بعد تمہید اور توطیہ کے یہ لکھتے ہیں:۔

فَنَقُوْلُ کَمَا اَنَّ بَیْنَ ذَاتِ الْحَقِّ وَذَاتِ الْاِنْسَانِ الْکَامِلِ وَعِلْمِ الْحَقِّ وَعِلْمِہٖ مُضَاھَاۃٌ وَاِنَّ کُلَّمَا فِیْھَا مُجْمَلٌ فَھُوَ فِیْھَا مُجْمَلٌ وَکُلَّمَا فِیْہِ مُفَصَّلٌ فَھُوَ فِیْہِ مُفَصَّلٌ کَذٰلِکَ بَیْنَ الْقَلَمِ وَرُوْحِ الْاِنْسَانِ وَاللَّوْحِ وَقَلْبِ الْاِنْسَانِ وَالْعَرْشِ وَجِسْمِ الْاِنْسَانِ وَالْکُرْسِیِّ وَنَفْسِ الْاِنْسَانِ مُضَاھَاۃٌ وَکُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھَا مِرْاٰۃٌ لِمَا یُضَاھِیْہِ فَکُلَّمَا فِی الْقَلَمِ مُجْمَلٌ فَھُوَ فِیْ رُوْحِہٖ مُجْمَلٌ وَکُلَّمَا فِی اللَّوْحِ مُفَصَّلٌ فَھُوَ فِیْ قَلْبِہٖ مُفَصَّلٌ وَکُلَّمَا فِی الْعَرْشِ مُجْمَلٌ فَھُوَ فِیْ جِسْمِہٖ مُجْمَلٌ وَکُلَّمَا فِی الْکُرْسِیِّ مُفَصَّلٌ فَھُوَ فِیْ نَفْسِہٖ مُفَصَّلٌ فَالْاِنْسَانُ کِتَابٌ جَامِعٌ لِجَمِیْعِ الْکُتُبِ الْاِلٰھِیَّۃِ وَالْکَوْنِیَّۃِ کَمَا قُلْنَا فِیْ حَقِّ الْحَقِّ اِنَّ عِلْمَہٗ بِذَاتِہٖ مُسْتَلْزِمٌ لِعِلْمِہٖ بِجَمِیْعِ الْاَشْیَاءِ وَاِنَّہٗ یَعْلَمُ جَمِیْعَ الْاَشْیَاءَ مِنْ عِلْمِہٖ بِذَاتِہٖ

كَذٰلِكَ نَقُوْلُ فِيْ حَقِّ الْاِنْسَانِ الْكَامِلِ اَنَّ عِلْمَهٗ بِذَاتِهٖ مُسْتَلْزِمٌ لِعِلْمِهٖ بِجَمِيْعِ الْاَشْيَاءِ وَاَنَّهٗ يَعْلَمُ جَمِيْعَ الْاَشْيَاءِ مِنْ عِلْمِهٖ بِذَاتِهٖ لِاَنَّهٗ هُوَ جَمِيْعُ الْاَشْيَاءِ اِجْمَالًا وَتَفْصِيْلًا فَمَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ وَعَرَفَ جَمِيْعَ الْاَشْيَاءِ فَفِكْرُكَ يَا وَلَدِيْ فِيْكَ يَكْفِيْكَ فَلَيْسَ شَيْءٌ خَارِجًا مِّنْكَ كَمَا قَالَ اَبِيْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ ؎

دَوَاءُكَ فِيْكَ وَمَا تَشْعُرُ ... وَفِيْكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ
وَاَنْتَ الْكِتَابُ الْمُبِيْنُ الَّذِيْ ... بِاَحْرُفِهٖ يَظْهَرُ الْمُضْمَرُ
فَلَا حَاجَةَ لَكَ فِيْ خَارِجٍ ... وَفِكْرُكَ فِيْكَ وَمَا تَفْكُرُ

حدیث مدینۃ العلم سے

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو طریقت کی تعلیم فرمائی۔ اور سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ فرمانا کما قال ابی امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ۔ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اشعار نقل کیے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے صاحبزادہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو طریقت تعلیم فرمائی۔ پھر اس عبارت مذکورہ الصدر کے اخیر میں حضرت امام علیہ السلام کا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے فرمانا ففکرک یا ولدی فیک یکفیک فلیس شیء خارجًا منک اس سے ثابت ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے صاحبزادہ امام زین العابدین علیہ السلام کو طریقت کی تعلیم فرمائی۔ غرض کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس طریقت کو اپنے والد ماجد حضرت امام حسین علیہ السلام سے حاصل کیا۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس طریقت کو اپنے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حاصل کیا اور

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس طریقت کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔ چنانچہ اس ہندوستان میں جتنے اکابر خاندان قادریہ کے ہیں اُن سب کے شجروں میں بعینہ یہی ترتیب پائی جاتی ہے۔ اور باوجود اس ثبوت کے مؤلف کا یہ دعوے کہ اہل بیت میں سے کسیکو رسول اللہ صلعم نے طریقت کی تعلیم نہیں فرمائی یہ بالکل غلط ہوا۔ اور نیز (۱۶) فصل میں مؤلف کا یہ کہنا کہ قرن اول وثانی وثالث مشہود بہا بالخیر میں علم تصوف سے تمام مسلمان بے خبر تھے۔ کوئی ایک شخص اہل اسلام کا بھی اس علم کا عالم ومعلم نہیں تھا۔ بعد قرون ثلثہ کے امت اسلام نے تصوف کو سیکھا یہ بھی غلط ہوا۔

حضرت غوث پاک رضہ کی

تعلیم کے واسطے جو اُنکے پیر ومرشد حضرت شیخ ابو سعید مبارک بن علی بن حسین مخزومی رضی اللہ عنہ نے رسالہ تحفہ مرسلہ لکھا ہی۔ اُس میں وحدت وجود کے ثبوت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول نقل فرمایا ہی:-

الوحدۃ اسقاط الاضافات

تمام اضافتوں کا دور کرنا اس کا نام وحدت ہی

یہ معلوم ہے کہ توحید کے معنی خدا تعالیٰ کو ایک ماننا اور یہ اصل اصول شریعت کا ہے۔ اور وحدت کے معنی تمام اضافتوں اور غیریت کو مٹاکر ایک ہو جانا اور یہی نہایت اور غرض طریقت کی ہے جسکو فنا فی اللہ کہتے ہیں۔

بسا میری نظروں میں تو اس قدر کہ تجھ بن نظر کچھ نہ آیا مجھے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کو جب آثار طریقت کا غلبہ ہوتا تھا اور حالت از خود رفتگی میں اُسکو ضبط نہیں کر سکتے تھے تو بوجہ اخفاء اسرار آپ جنگل تشریف لیجایا کرتے تھے۔ اور کمیل بن زیاد

آپ کی نا قد کشی کے سبب ہمراہ ہوتے تھے۔ ایک روز کمیل نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کچھ دریافت کرنا چاہا تو اس وقت کے سوال و جواب کی تقریر کو حضرت مولانا عبدالرزاق کاشی قدس سرہ اس طرح نقل کرتے ہیں:-

قَالَ الْكُمَيْلُ سَائِلًا عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ مَا الْحَقِيْقَةُ فَقَالَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ مَالَكَ وَالْحَقِيْقَةَ فَقَالَ اَوَلَسْتُ صَاحِبَ سِرِّكَ فَقَالَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ بَلٰى وَلٰكِنْ يَتَرَشَّحُ عَلَيْكَ مَا يَطْفَحُ مِنِّيْ فَقَالَ كُمَيْلُ اَوَمِثْلُكَ يُخَيِّبُ سَائِلًا فَقَالَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَلْحَقِيْقَةُ كَشْفُ سُبُحَاتِ الْجَلَالِ مِنْ غَيْرِ اِشَارَةٍ فَقَالَ زِدْنِيْ بَيَانًا فَقَالَ مَحْوُ الْمَوْهُوْمِ مَعَ صَحْوِ الْمَعْلُوْمِ فَقَالَ زِدْنِيْ بَيَانًا فَقَالَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ هَتْكُ السِّتْرِ لِغَلَبَةِ السِّرِّ فَقَالَ زِدْنِيْ بَيَانًا فَقَالَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ جَذْبُ الْاَحَدِيَّةِ بِصِفَةِ التَّوْحِيْدِ فَقَالَ زِدْنِيْ بَيَانًا فَقَالَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ نُوْرٌ يَشْرُقُ مِنْ صُبْحِ الْاَزَلِ فَيَلُوْحُ عَلٰى هَيَاكِلِ التَّوْحِيْدِ اٰثَارُهٗ فَقَالَ زِدْنِيْ بَيَانًا فَقَالَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اِطْفِ السِّرَاجَ فَقَدْ طَلَعَ الصُّبْحُ

اس سوال و جواب میں کھلم کھلا اس امر کا ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو وہ وہ اسرار طریقت کے تعلیم فرمائے تھے کہ آپ اُسکو ضبط نہیں کر سکتے تھے۔ بے اختیار دوسروں پر ظاہر ہو جاتا تھا۔ چنانچہ کمیل بن زیاد کے اس کہنے پر اَوَلَسْتُ صَاحِبَ سِرِّكَ آپ نے یہ جواب دیا بَلٰى وَلٰكِنْ يَتَرَشَّحُ عَلَيْكَ مَا يَطْفَحُ مِنِّيْ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کے اس کلام اسرار آمیز اور نیز حدیث مدینۃ العلم سے جب یہ ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلعم

صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو طریقت کی تعلیم فرمائی ہے تو اس صورت میں بغیر حوالہ کسی کتاب کے سینتیسویں فصل میں مؤلف کا یہ کہنا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حلفاً بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے ہمکو نسبت عام لوگوں کے کوئی چیز زائد تعلیم نہیں کی۔ اور حضرت عائشہ رضہ اور صحابہ کرام رضہ اسکی تصدیق کرتے ہیں بالکل غلط ہے۔ ان علم شریعت کی نسبت اگر آپنے حلفیہ یہ کہا ہو کہ بہ نسبت عام لوگوں کے کوئی چیز ہمکو زائد نہیں بتلائی گئی تو عجب نہیں۔ کیونکہ شریعت کی تعلیم عام ہی تخصیص شخص ورن شخص اور فرض کیا کہ علم شریعت ہو یا علم طریقت ہی سہی مگر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس امر میں قسم کہانے کی ضرورت ہی کیا پڑی تھی۔ اور صحابہ کرام اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا تصدیق کرنا کس غرض سے تھا۔ کیا کوئی مقدمہ درپیش تھا کہ انکی شہادت کی ضرورت پڑی۔ اور بغیر سند اور بغیر حوالہ کسی کتاب کے ویسے ہی لکھہ دینا یہ اور طرفہ معاملہ ہے +

اللہ جل شانہ نے

حضرت موسی علیہ السلام کو توریت عطا فرمائی اور انکی شان میں یہ فرمایا وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ اور لکہدیا ہم نے اُن کو اس توریت میں ہر شئے نصیحت کی اور تفصیل ہر شئے کی۔ اس آیت شریف سے معلوم ہوا کہ حضرت موسی علیہ السلام کو شریعت کے جتنے احکام تھے سب کے سب بالتفصیل اللہ تعالی نے اس توریت میں بیان فرمائے۔ اب شریعت کے متعلق اُن کو کسی چیز کے سیکہنے کی ضرورت نہ تہی لیکن چونکہ علم طریقت اور علم اسرار نہ تھا اس لیئے حضرت موسی علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جانے کا حکم ہوا جنکی شان میں اللہ تعالی نے یہ فرمایا ہے عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا ـ یعنی میرے بندوں میں سے ایک بندہ ہی جس کو

ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور ہم نے اپنے پاس سے اُسکو ایک علم سکھایا۔
پس موافق حکم خداوند تعالیٰ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام
کے پاس گئے۔ اور قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا
عُلِّمْتَ رُشْدًا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ آپ
شرط پر میں آپ کی اتباع کروں کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم فرمایا ہے وہ علم مجکو
تعلیم کیجئے۔ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا
کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کرسکوگے وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا
اور تم کس طرح صبر کرسکوگے۔ تم کو جو علم دیا گیا ہے اُسکی بنا احکام ظاہری پر ہے
اور مجکو علم باطنی عطا ہوا ہے جس میں بہت سے ایسے اسرار ہوتے ہیں جو بظاہر
شرع کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ اس صورت میں تم کو صبر کس طرح ہوگا +
الغرض ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ یہ علم باطنی جسکو موسیٰ علیہ السلام سیکھنے
گئے تھے۔ یہ میراث انبیاء علیہ السلام کی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے چلا
آتا ہے۔ شاید مؤلف نے کلام شریف نہیں پڑھا۔ جو موسیٰ علیہ السلام اور خضر
علیہ السلام کا قصہ دیکھکر یہ معلوم کرتے کہ یہ علم طریقت حقیقۃً تعلیم خداوندی ہے
جو بقرینہ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ کے حضرت خضر علیہ السلام کو تعلیم ہوا +

حضرت سلیمان علیہ السلام نے

بلقیس کے تخت لانیکے لیئے جب لوگوں سے پوچھا کہ کون شخص اور کتنی جلدی
اُسکو لاسکتا ہے تو اس قائل کی نسبت اللہ جل شانہ سورۂ نمل میں بطور حکایت کے
فرماتا ہے قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ
يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ + کہا آصف بن برخیا نے جن کو علم آسمانی دیا گیا تھا میں آنکھ
پھیرتے اُسکو لاسکتا ہوں۔ چنانچہ وہ گئے اور ایک ہی آن میں اُسکو لاکر حاضر کردیا

اِس آیت شریف میں اصف بن برخیا کو جو علم عطا ہوا تھا۔ اُس سے علم شریعت مراد نہیں
کیونکہ صاحب شریعت اُس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام تھے بلکہ اِس علم سے علم
باطن مراد ہے کہ جیسے زور اور قوت روحانی سے تین گز یا اسّی گز مربع کا تخت تن تنہا
ایک مسافت بعیدہ سے آناً فاناً لاکر حاضر کردیا۔ الغرض اِس آیت شریف سے یہ امر
واضح ہوگیا کہ یہ علم باطن اہل اسلام میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے سے
چلا آتا ہے اور بقرینہ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ کے یہ علم عطیہ خداوندی ہے جسکی
نسبت **مؤلف** کا یہ قول ہے کہ یہ علم کفاروں کا ہے۔ یہ **بات مشہور ہے**
کہ افلاطون خاتم الاشراقین گزرا اور اُسی کی ذات سے اِس علم اشراق کا شیوع ہوا
چنانچہ برہمنان مصر اور جوگیان ہند وغیرہ اِس علم اشراق میں بواسطہ یا بلا واسطہ سب
افلاطون سے فیض یافتہ ہیں۔ اور ایک **صاحب** کا بیان ہے کہ افلاطون کو
حضرت اصف بن برخیا سے بواسطہ یا بلا واسطہ تلمذ تھا جن کی شان میں اللہ تعالیٰ
یہ فرماتا ہے اَلَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اگر یہ قول صحیح ہے تو یہ علم اشراق
کا افلاطون کو حضرت اصف بن برخیا سے حاصل ہوا۔ پھر افلاطون سے یہ علم برہمنوں یا
اور جوگیوں کو پہنچا۔ اِس صورت میں جتنے برہمن اور جوگی اشراقی ہیں وہ سب
بواسطہ افلاطون کے فیض یافتہ حضرت اصف بن برخیا کے ہوئے جو مسلمان تھے
اِس تقریر سے یہ امر ثابت ہوا کہ یہ علم اشراق اصل میں مسلمانوں کا تھا جو جوگیوں
اور برہمنوں میں پھیلا ہوا ہے جسکی نسبت **مؤلف** کا یہ قول کہ یہ علم برہمنوں اور
جوگیوں کا ہے۔

[illegible]

مَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا

اس حدیث میں چند شبہات کا دفع کرنا مدنظر ہے۔ اس لیئے چند باتیں ناگفتنی کہنے کی ضرورت پڑی۔ وہ یہ ہیں کہ ذات مطلق جب باقتضائے ذاتی مرتبہ بطون سے ظہور کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور شیون مختلفہ اور اسمائے متنوعہ درجہ بدرجہ ظہور اور نزول کرتے ہوئے اخیر مرتبہ جامعیت میں ظہور فرمایا تو اس مرتبہ میں آکر اُسکو انسان کہنے لگے اور جب بمقتضائے کل شیٔ یرجع الی اصلہ کے اُسکو اپنے اصلی مرکز کی طرف توجہ اور طلب ہوتی۔ اور طالب نکرحلی اصول الطریقۃ یوماً فیوماً عروج اور ترقی کرتا ہوا حب قبل فنائیت تام پہنچا۔ اُسوقت اسمیں آثار فنائیت کے پیدا ہونے لگے۔ پس بنظر کمی بیشی فنا کبھی تو ایسی حالت ہوتی ہے کہ سالک اپنے جوارح کو ذات میں فانی پاتا ہے اور اپنے آپ کو عبد جانتا ہے۔ اور یہ وہ حالت ہے۔ جس میں صفات بشری زائل ہوجاتے ہیں اور صفات الٰہیہ کا ظہور ہوتا ہے۔ اور اس فنائیت کو قرب نوافل کہتے ہیں اور کبھی سالک۔ اپنے آپکو ذات پاتا ہے۔ اور جوارح کو عبد۔ پس اس مرتبہ کا نام قرب فرائض ہے۔ اور کبھی اپنے آپ اور جوارح دونوں کو ذات پاتا ہے۔ پس اس فنائیت میں اگر اسکو اپنے فنا ہونے کا علم ہے تو اس مرتبہ کو فنا فی اللہ اور فنا فی الذات کہتے ہیں۔ اور اگر اپنی فنائیت کا علم نہ رہا تو اس مرتبہ کو فناء الفنا کہتے ہیں۔ پھر اسمیں اگر ذات ہمیشہ اپنی الٰہیۃ پر ہے اور عبدیت خلل انداز نہیں ہوتی تو اُسکا نام بقا ہے اور جب سالک دوبارہ مرتبہ احدیت سے لوٹ کر آئے اور اپنے آپ کو ذات ہی جانے اور عبدیت خلل انداز نہو تو یہ مرتبہ بقاء جامع کا ہے۔ اسی مرتبہ میں آکر انسان کامل مکمل اور عارف باللہ اور اہل اللہ اور ولی اللہ کہلاتا ہے۔ اور جتنے ذات کے تصرفات ہیں سب اُسکی ذات سے صادر ہونے لگتے ہیں۔ اور یہ تصرفات حقیقۃً اُس کی صورت میں ذات کے تصرفات ہوتے ہیں۔ اس لیئے کہ جب یہ سالک ذات میں فنا ہوگیا۔ اور اُسکی ہستی عین ذات کی ہستی ہوگئی تو جو اُسکا کہنا سننا دیکھنا بھالنا ہے

وہ سب حقیقۃً ذات کا دیکھنا بھالنا کہنا سننا ہے۔ چنانچہ اسی معنی کر مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

پس اس حالت میں جتنے عجائب اور غرائب اور تصرفات اسکی ذات سے سرزد ہونگے حقیقۃً وہ سب کشف وکرامات ہیں اور جو تصرفات بذریعۂ آلات اور قوائے نفسانی وغیرہ کے ظہور میں آتے ہیں وہ کشف وکرامات نہیں۔ گو صورۃً دونوں متحد اور ایک نظر آتے ہوں۔

بعد اس تمہید کے اب اس حدیث کا مطلب سُنیئے

اس حدیث میں نوافل سے نماز اشراق اور چاشت اور سنن زوائد مراد نہیں بلکہ اس نوافل سے قرب نوافل۔ اور قرب فرائض مراد ہیں۔ جس میں ذات اور صفات بشری کا زوال اور ذات اور صفات الٰہیہ کا ظہور ہوتا ہے۔ اس لیئے کہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے یتقرب الیّ۔ فرمایا۔ اور یتقرب منی نہیں فرمایا اور یہ معلوم ہے کہ الیٰ واسطے مسافت انتہائی کے آیا کرتا ہے بخلاف مِن کے کہ اسکی وضع محض ابتدا کے واسطے ہے۔ پس بقرینہ الیٰ جو مسافت کو مستلزم ہے۔ یہاں عبد سے سالک مراد ہے۔ اور اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے عبد فرمایا۔ مومن۔ مسلم۔ مصلی متنفل نہیں فرمایا۔ اس لیئے کہ باصطلاح عرفا عبد کے معنی فانی کے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بوجہ فنائیت تام اللہ تعالیٰ حضرت کا نام نہیں لیتا۔ جب فرماتا ہے عبد اللہ عبدہٗ (اے فانی فی اللہ) فرماتا ہے۔ اور چونکہ عبد بواسطہ یائے متکلم ذات کی طرف مضاف ہے اس صورت میں عبدی کے معنی فانی فی الذات کے ہوئے۔ اور بقرینہ الیٰ جو مستلزم مسافت کو ہے عبدی کے یہ معنی ہوئے۔ وہ سالک جو باعتبار مآل کے ذات میں فنا ہونیوالا ہے یا وہ سالک جو ذات میں فنا ہونے کا قصد کرتا ہے۔

اس حدیث میں اللہ تعالی نے یتقرب کی نسبت عبد کی طرف کی اور اُحب اور کنت کی نسبت اپنی طرف کی۔ اسمیں یہ اشارہ ہی کہ جو سالک ذات میں فنا ہونیکا قصد رکھتا ہے۔ جب وہ درجہ بدرجہ منازل سلوک طے کرتا ہوا میرے قریب آتا ہی تو موافق اس حدیث کے (کہ جو بندہ میری طرف ایک بالشت آتا ہی۔ میں اُسکی طرف دو بالشت آتا ہوں الخ) میں اُسکو حبیب بنالیتا ہوں۔ اور حب مقتضی وصال کو ہی۔ اس صورت میں حدیث کے یہ معنی ہوئے کہ جو سالک ذات میں فنا ہونیکے قصد سے درجہ بدرجہ منازل سلوک کے طے کرتا ہوا میرے قریب ہوتا ہی تو میں اُسکو حبیب بناکر آغوش رحمت میں لے لیتا ہوں اور غایت اتصال اور فنائیت تام میں میں اُس کے کان ہوجاتا ہوں۔ میں اُسکی آنکھہ ہوجاتا ہوں۔ میں اُسکے ہاتھ ہوجاتا ہوں۔ میں اُسکے پاؤں ہوجاتا ہوں۔ پس مجھہی سے وہ سنتا ہی۔ مجھہی سے وہ دیکھتا ہے مجھہی سے وہ پکڑتا ہے۔ مجھہی سے وہ چلتا ہے۔ غرض کہ جتنے افعال اور حرکات اور سکنات اُس سے سرزد ہوتے ہیں۔ اُسکے پردے میں وہ سب میرے ہی ہوتے ہیں۔ اور اُسکی ذات بصورتِ بشری میری ہی ذات ہوتی ہے۔ سبحان اللہ۔ محب اور عاشق بنکر ذات میں فنا ہونے کو چلے تھے۔ جب قریب پہنچے تو برعکس اُسکے محب سے محبوب اور عاشق سے معشوق بنکر آغوش رحمت میں آگئے اور غایت اتصال سے ذات ذات میں وصل اور فنا ہوکر قطرہ دریا میں جاکر ایک ہوگیا ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اس بیان سے

چند نتیجے مستنبط ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ جو شخص بغرض فنائیت فی اللہ ذات سلوک طے

نہیں کرتا بلکہ مقصود اُسکا کشف وکرامات یا کوئی دوسری غرض ہے تو وہ حقیقۃً نہ سالک ہے نہ فقیر نہ ولی اللہ نہ عارف ہے۔ نہ صاحب کمال۔ گو آسمان پر اُڑتا ہو یا پانی پر چلتا ہو۔ آگ پر دوڑتا ہو۔ اسی طرح کے عجائب اور غرائب خلاف عقل باتیں دکھلاتا ہو۔ لیکن ایک بھی ان میں سے نہ تو کوئی کرامت ہے نہ آثار ولایت ہے۔ بلکہ مثل بازیگروں کے ایک شعبدہ بازی ہے ٭

اور جس نے بغرض فنائیت سلوک میں قدم رکھا اور چلتے چلتے آغوش رحمت میں آکر فنا ہو گیا۔ اور اُسکی ذات اور صفات ذات اور صفات الٰہیہ میں فنا ہو گئی اور اسکی ہستی عین ذات کی ہستی ہو گئی اُسوقت وہ اہل کمال۔ عارف کامل۔ اہل اللہ ولی اللہ فنا فی اللہ بلکہ عین اللہ ہے۔ اذا تم الفقر فھو اللہ ٭ گو ساری عمر اُس سے کوئی کرامت اور آثار ولایت کے ظاہر نہ ہوتی ہوں۔ اور مثل عام لوگوں کے ہر جگہ پھرتا پھرتا ہو۔ پس ایسے حضرات سے جو تصرفات ہوتے ہیں وہ حقیقۃً ذات کے تصرفات ہوتے ہیں۔ اور جتنے مقدورات الٰہی ہیں وہ سب کے سب اُسوقت اُس کے دست قدرت میں ہوتے ہیں اور اگر انہیں تصرفات کو کشف وکرامات اور آثار ولایت بولتے ہیں۔ اور اسی معنی کر مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

اولیا راہست قدرت از اِلٰہ — تیر جستہ باز گرداند ز راہ
دست پیر از غایباں کوتاہ نیست — دست او جز قبضہ اللہ نیست

جب قرب نوافل اور بقائے جامع وغیرہ

کی حقیقت معلوم ہوئی کہ بندہ اپنی ہستی سے گزر کر عین ذات بن جاتا ہے تو اس حالت میں دعا کو گنجائش نہیں ہوتی یہ خود متصرف بالذات ہے جو چاہتا ہے انسانی لباس میں خدائی کرتا ہے۔ چنانچہ یہ حدیث ہمارے اس کلام کی تائید کر رہی ہے کہیں

اُس کے کان ہوجاتا ہوں کہ مجھ ہی سے وہ سنتا ہے۔ میں اُسکی آنکھ ہوجاتا ہوں کہ مجھ ہی سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اُسکے ہاتھ ہوجاتا ہوں کہ مجھ ہی سے وہ پکڑتا ہو میں اُسکے پاؤں ہوجاتا ہوں کہ مجھ ہی سے وہ چلتا ہے۔ غرضکہ میں اُسکی ذات ہوکر جتنے اُس کے کرنیکے کام ہیں سب کو میں انجام دیتا ہوں۔ جب یہ حال ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ اِس **حالت** میں جو لوگ اِن حضرات سے دعا مانگتے ہیں اور اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں تو وہ حقیقۃً خدا ہی سے دعا مانگتے ہیں اور اُسی سے حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ علی ہذا اول تو سوائے **بوسہ** کے جو حدیثوں[1] سے ثابت ہی کوئی کسی بزرگ کو سجدہ نہیں کرتا۔ اور بالفرض لوگوں کے خیال کے موافق اگر کوئی کسی بزرگ کو خالق فی الذات سمجھ کر سجدہ کرے تو وہ سجدہ حقیقۃً خدا ہی کا سجدہ ہوا کیونکہ جب اُن کی ہستی موہومہ مٹ گئی اور وہ اپنی ہستی سے گزر کر ذات میں فنا ہوگئے اور ذات نے اُس کی صورت میں ظہور فرمایا تو اُن کو سجدہ کرنا حقیقۃً ذات ہی کو سجدہ کرنا ہوا۔ اِس صورت میں سجدہ کرنے والوں کو یا حاجت مانگنے والوں کو مشرک اور کافر کس وجہ سے کہہ سکتے ہیں ؎

کافر ہو جو سجدہ کرے بُتخانہ سمجھکر
سر رکھدیا ہم نے درِ جانانہ سمجھکر

ہاں جو کافر اور مشرک کہنے والے ہیں وہ البتہ اِس کہنے کی وجہ سے خود ہی کافر اور مشرک بنتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی ایسے شخص پر لعنت کرتا ہے جو اس لعنت کا مستحق نہیں ہے تو وہ لعنت لوٹ کر اُس لعنت کرنیوالے پر آتی ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِي فِيهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ۔

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ طریقت کا انجام اور اُسکی نہایت یہ ہے کہ طالب حق اپنی اور غیر اللہ کی ہستی کو مٹا کر ذات میں فنا ہوجاتے۔ پس اِس نہایت کا یہ حال

[1] مشکوٰۃ شریف باب الکبائر فصل ثانی میں ایک حدیث طویل طویل صفوان بن عسال سے منقول ہو جسکا خلاصہ یہ ہو کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ مجکو اس نبی کے پاس لے چل۔ اسکے ساتھی نے کہا کہ تم انکو نبی نہ کہو اگر وہ سنیں گے تو وہ [illegible]

[illegible]

کہ رفتہ رفتہ اس قدر محویت اور استغراق ہوجاتا ہے کہ نہ تو اسکو اپنا علم رہتا ہے نہ اپنے فنا ہونے کا علم رہتا ہے۔ اسوقت سوائے ذات کے کسی دوسرے کی نمود نہیں ہوتی۔ پس ایسی فنائیت تام کی نسبت رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں کہ مجکو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہو کہ اُس میں نہ تو کسی فرشتۂ مقرب کی گنجائش ہوتی ہے نہ کسی نبی مرسل کی۔ پس یہی فنائیت تام عین غایت اور غرض طالب طریقت کی ہے جسکو رسول اللہ صلعم خود اپنی طرف نسبت کر کے اُس حالت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور یہ نہ حالت ہو کہ سوائے اہل طریقت کے اہل شریعت کو حاصل نہیں ہوسکتی +

کَادَ الْفَقْرُ یَکُوْنُ کُفْرًا +

اَنَا سَیِّدُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَلَا فَخْرَ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ +

یہ دو حدیثیں ہیں۔ پہلی حدیث میں فقر سے ناداری اور محتاجی مراد ہے۔ اس لیے کہ اکثر کلمات کفریہ بسبب ناداری اور محتاجی کے صادر ہوتے ہیں +

دوسری حدیث

میں جو فقر ہے اُسکی تشریح سُنیئے کہ ذات بحت کو جب اپنے ظہور کی طرف توجہ ہوئی اور التفات نزولی علت ظہور کی ہوئی تو نزول کرتے کرتے جب اخیر ظہور مرتبہ جامعیت کو پہنچا تو اُسوقت وہ حضرت انسان کے ساتھ ملتفت ہوا۔ اور پھر جب اس انسان کو اپنے اصلی مرکز کی طرف توجہ ہوئی اور بطریق سلوک سالک بن کر صعود اور عروج کرتے ہوئے مرتبہ فناء الفناء اور بقاء البقاء میں پہنچکر مساوی الطرفین اور برزخ بن گیا۔ اُسوقت یہ انسان کامل مکمل کہلایا۔ پس یہی مرتبہ فقر کا ہے جسکی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ +

اور اسی مرتبہ میں آکر یہ کہا جاتا ہے اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ + اور یہ وہ مرتبہ

قرب الٰہی کا ہے کہ خود رسول اللہ صلعم اس مرتبہ پر فخر فرماتے ہیں اور یہ مرتبہ سوائے اہل طریقت کے اہل شریعت کو نصیب نہیں ❊

مؤلف نے پاس انفاس کے بحث میں ساری کتاب سیاہ کردی ہے اور اس عمل کو جوگیوں کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ یہ پہلا ہی سبق گلستان کا ہے جو بچوں کو تعلیم ہوا کرتا ہے۔ شاید انہوں نے گلستان نہیں پڑہی۔ اگر پڑہی ہے تو بچپن کا پڑہا ہوا بھول گئے۔ یا استاد نے اصل مطلب گلستان کا بتلایا نہیں کہ جس سے پاس انفاس کی حقیقت کھلتی۔ اللہ جل شانہ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونَ

تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں۔ تم میرا شکر کرو اور کفران نعمت مت کرو

اس آیت شریف میں

لفظ اشکروا صیغہ امر کا ہے جو باعتبار اصل کے وجوب پر دلالت کرتا ہے مگر مجازاً اسمیں احتمال اباحۃ کا تھا۔ اس لیئے رفع احتمال کے لیئے تاکیداً یہ حکم ہوا ولاتکفرون یعنی میری نعمتوں کا شکر کرو اور کفران نعمت مت کرو۔ کسی نعمت کا شکر نہ کرنا بھی کفران نعمت ہی۔ پس بعد اشکروا کے تاکیداً ولاتکفرون کا ہونا دلیل اس امر کی ہے کہ یہاں امر واسطے وجوب کے ہے۔ اباحت کے لیئے نہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ اول ہی سبق گلستان میں یہ فرماتے ہیں (ہر نفسے کہ فرو می رود ممد حیات است وچوں برمے آید مفرح ذات۔ پس در ہر نفسے دو نعمت موجود است وبر ہر نعمتے شکرے واجب) ❊

وشکر در اصطلاح صرف عبد است بجمیع آنچہ عطا کردہ بودے خدائے تعالیٰ در آنچہ بجہت آں عطا کردہ مثلاً صرف نظر در مطالعہ مصنوعات الٰہی جہت استدلال بر وجود صانع (از ترجمہ شرح تہذیب فارسی) جب شکر کے یہ معنی ہوتے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے

جن جن کاموں کے لیئے عطا فرمایا ہے۔ اسمیں اُن کو صرف کرنا۔ پس آنکھ کا شکریہ ہے
کہ اللہ تعالٰی کے مصنوعات پر نظر کرکے اُس کے صانع کا خیال کرے۔ کان کا شکریہ
ہے کہ اُس کے اوامر اور نواہی سنکر اُن پر عمل کرنے کا قصد کرے۔ زبان کا شکر
پند و نصائح۔ تسبیح و تہلیل۔ درس و تدریس قرآن و حدیث ہے۔ جوارح کا شکر جو جو
افعال اُن سے متعلق ہیں اُن کو نیک کام میں صرف کرنا ہے۔ دل کا شکر ذکر قلبی ہے
یعنی ہر وقت دل سے اُسکی یاد کرتا ہے۔ اور سانس کی آمد و رفت سے جو درازی عمر
اور ترویح روح ہوتی ہے۔ اُسکا شکریہ پاس انفاس ہے۔ الغرض اس بیان سے
یہ امر واضح ہوا کہ یہ پاس انفاس حقیقتہً شکریہ اُن نعمتوں کا ہے جو سانس کے آمد و رفت
سے درازی عمر اور ترویح روح کی ہوا کرتی ہے۔ اگر سانس نہ آتا تو خاتمہ تھا اگر خارج
نہوتا تو گھٹ کر ویسے ہی مرجاتے (پس در ہر نفسے دو نعمت موجود است و بر ہر
نعمتے شکرے واجب) اور یہ ظاہر ہے کہ ان دونوں نعمتوں کا شکریہ سوائے
پاس انفاس کے کسی دوسرے طریق سے ممکن نہیں۔ اس لیئے کہ ہر ہر عضو اُسکی
نعمتوں میں جکڑا ہوا ہے۔ پس جس عضو کے ساتھ جو نعمت مخصوص ہے اُس کا
شکریہ اُسی عضو سے ہو سکتا ہے۔ اگر اسکا شکریہ کسی دوسرے عضو سے ادا کیا
جائے تو اُس دوسرے عضو کی نعمت کا شکریہ کس عضو سے ادا ہوگا۔ پس اس سے
معلوم ہوا کہ جو نعمت جس عضو کے ساتھ مخصوص ہے اُسکا شکریہ اُسی عضو سے ادا
ہو سکتا ہے دوسرے سے نہیں ہو سکتا۔ اور جب ان دونوں نعمتوں کا شکریہ
سوائے پاس انفاس کے کسی دوسرے طریق سے ممکن نہیں۔ پس بحسب اقتضائے
اس آیۂ کریمہ کے پاس انفاس کا کرنا واجب ہوا۔ جس کی نسبت **مؤلف** کا یہ قول
کہ پاس انفاس کا ثبوت نہ قرآن سے ہے نہ حدیث سے۔ اور یہ عمل جوگیوں کا
ہے ۔

موتی نکلے۔ جن سے ساری دنیا جگمگا رہی ہے۔ قیاسات اور تجربوں نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ دل دور تک پرواز کر سکتا ہے۔ اور وہاں پہنچ جاتا ہے کہ جہاں پہنچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ اِن باتوں سے پتہ لگتا ہے کہ اس دل کے واسطے کوئی مخفی پردہ یا پوشیدہ عالم بھی موجود ہے۔ اور اسمیں یہ طاقت قدرتاً ودیعت کی گئی ہے کہ وہ مخفیات اور مکتومات کا ادراک اور تعقل کرے۔ دنیا میں اسوقت بہت سے ایسے امور اور ایسے حقائق پائے جاتے ہیں کہ جنہیں اُنکے ادراک سے پہلے محال یا ناممکن خیال کیا جاتا تھا۔ اور لوگوں کا اُن پر بالکل اعتبار اور یقین نہ تھا۔ جب انسان کی دلی طاقتوں نے اُن تک رسائی اور شناسائی کی تو معلوم ہو گیا کہ محسوسات کے پردوں میں بہت سے امور مخفی اور مکتوم ہیں۔ اور ان تک انسان کی طبیعت کوشش اور سعی سے رسائی کر سکتی ہے۔ ہیلوگراف اور تار برقی وغیرہ حکمتوں کے وجود سے پہلے کسے اقرار تھا۔ جب ابتدا میں دنیا کے مجمعوں میں اُنکا نام لیا گیا تو لوگوں نے سوائے وہم اور ترکے اور کچھ نہ خیال کیا۔ اُنہیں جادو اور سحر بھی کہا گیا۔ اور اُن کے صانعین کو طرح طرح کی تکلیفیں بھی دی گئیں۔ لیکن جب رفتہ رفتہ انسانوں نے معلوم کیا کہ ہر ایک کیفیت اور امر کی تہ تک انسان کا دل رسائی اور شناسائی حاصل کر سکتا ہے۔ اور وہ امور کوشش اور ریاضت سے دریافت اور معلوم ہو سکتے ہیں کہ جو مخفی اور محجوب ہیں تو یقین اور اعتبار آگیا کہ یہ حکمتیں نہ تو جادو ہیں۔ اور نہ سحر اور نہ اُن کے صانعین دیوانہ اور پاگل ہیں حقائق الاشیاء کے ذریعہ سے بہت سے نادر امور ظہور میں آسکتے ہیں ٭

جب انسان کا دل اکثر محسوسات کے امور مخفیہ پر فائز ہو چکا ہے تو کیا وجہ ہو کہ وہ امور باطنی اور رموز لدنی پر کامیاب نہ ہو درحالیکہ ان امور اور اُن رموز کا وجود پایا جاتا ہے۔ اور انسان اُنہیں خود اپنے ہی وجود میں پاتا ہے ٭

جب عالم ثانی اور باطنی حصص موجود ہیں تو اُن کا پانا یا حاصل کرنا بجز اسکے نہیں ہو سکتا کہ انسان کے قیاس اور قلوب میں طبقۂ محسوسات کی نسبت بہی بڑھ کر صفائی اور جلا پیدا ہو۔ کیونکہ محسوسات کے علم اور ادراک کے واسطے۔ تو انسان اُن اسباب اور موجبات سے بہی مدد لیتا ہے کہ جو خود اُس کے ہاتھ میں قدرت نے سہولت سے دے رکھے ہیں۔ اور گویا جنپر اسکا اپنا تصرف اور قبضہ ہے۔ لیکن اُس عالم کے ادراک کیواسطے جسقدر اسباب اور اور موجبات ہیں وہ سب اسکی بسترس اور ید قدرت سے باہر ہیں۔ گویا وہ عالم ایک انسان کے واسطے ابتدا میں ایک ظلمات ہی۔ ظلمات میں چلنے کیلئے ضرور ہے کہ سالک کے ہاتھ میں کامل ضیاء کا سرمایہ ہو اور وہ ایسے اسباب اور موجبات کی مدد یا شرکت سے ایسا سفر طے کر سکے کہ جو اُس راہ کے مناسب ہوں۔ سب سے بڑا ذریعہ اور عمدہ سبیل اس روحانی سفر کی اپنے دل کی صفائی اور تزکیہ ہے۔ یہی ایک مشعل اور یہی ایک عمدہ اور روشن دیا ہی جو بے غل و غش اُس ظلمات سے پار لیجا کر بقعۂ نور میں داخل کر سکتا ہے۔ اگر اس راہ میں سیکڑوں غاریں اور صدہا ظلمات ہیں مگر اخیر پر اُن کے ایک بقعۂ نور اور عالم ضیا بہی ہے۔ لوہا اوپر سے کیسا سیاہ اور بے ضیا ہوتا ہے۔ لیکن جب اُسے کو فتوں سے درست کیا جاتا ہی تو اُس میں سے انسان اپنا چہرہ دیکھہ سکتا ہی۔ یہی حال انسانی ضمیر کا ہے۔ اگرچہ شروع میں تو اُسمیں سے کچہہ دکہائی نہیں دیتا۔ اور انسان چند مدت کے لیے ششدر اور حیران سا ہو جاتا ہے۔ مگر اگر ہمت قائم رکھے تو اخیر پر لوہے کی طرح ایک تہہ ایسی ہی نکل آتی اور نمودار ہوتی ہے کہ اُس میں سے سب حقائق کا تماشا ہو سکتا ہے ؎

یہ سوال کیا جائے گا کہ کیا ظاہری حکیموں یا فلاسفروں کے دلوں میں

بھی یہی ضیا اور روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اسکا یہ جواب ہی کہ گو اِن ظاہری حکیموں کی حالت اُن پاکوں سے کوسوں دور ہے۔ مگر پھر بھی چونکہ اُن کی مشقتین اور ریاضتیں دل کے طبقات صاف اور درست کرتی ہیں۔ اور اُس صفائی کے ذریعہ سے دنیا کے ظاہری کوائف اور حقائق حاصل کرتی اور پاتی ہیں۔ اِس واسطے اُن میں بھی کچھہ نہ کچھہ بہ نسبت دوسرے لوگوں کے روشنی اور ضیاء پیدا ہوکر اُنکے دلوں میں ایک نور اور صفائی آجاتی ہے۔ اور بعض تو اِسی کی بدولت استدراج کی حالت تک جا پہنچتے ہیں۔ گویا انہیں ایک درجہ اور رتبہ مل جاتا ہے یعنی ایک ڈگری تو وہ لے لیتے ہیں مگر وہ خصوصیت کا رتبہ اور پایہ نہیں حاصل ہوتا کہ جو خاصانِ خدا اور مقبولانِ درگاہ ایزدی پاتے ہیں۔ ریاضتیں اور محنتیں کرتے کرتے صفائی قلب کا حاصل ہو جانا ایک اور بات ہی۔ اور خاصانِ خدا میں شامل ہونا ایک دوسری صورت یونیورسٹی کی ڈگریاں گو بہت سے طالب علم حاصل کر لیتے ہیں مگر گورنمنٹ کے نزدیک خاص ہی لوگ خصوصیت مآب ہوتے ہیں +

یہ بھی **سوال** ہوسکتا ہی کہ کیا سب دل یکساں پیدا کیئے گئے ہیں۔ اور کیا سب قلوب کے تزکیہ اور تصفیہ کی ضرورت ہی۔ اور کیا قدرت نے قلوب یا نفوس ایک پیدا کیئے ہیں +

خالق تو اِن سب قلوب یا نفوس کا ایک ہی ہے۔ قانون خلقت بھی واحد ہے مگر قدرتی حیثیت یا مقدار اور کیفیت اُن کی جدا جدا ہے۔ سرشت یا فطرت میں اِن مراتب کے لحاظ سے تفاوت ہی اور تفاوت ضروری تھا۔ کیونکہ اگر یکساں حیثیت اور یکساں مقدار یا کیفیت رکھی جاتی تو دنیا کے انتظامی امور میں ایک انقلاب ناشی ہوتا تو مد حالت کی صورت میں ہر ایک خلقت اور ہر ایک قلب کا ایک ہی طرف ایک ہی آن میں ایک ہی کمیت اور ایک ہی کیفیت اور مقدار سے

رجحان اور میل ہوتا۔ اِس صورت میں دنیا کا انتظامی سلسلہ بڑی مشکل سے چلتا یا تو سارے کے سارے حکیم ہی ہوتے۔ اور یا جاہل۔ یا سب بادشاہ بن جاتے اور سب کے سب رعایا بنتے۔ اگر الٰہیات کیجانب رجوع ہوتا تو کل نبی یا ولی بننے کی ڈگری ہی حاصل کرتے۔ کوئی تفاوت اور تمیز باقی نہ رہتی۔ کیا اِس صورت میں یہ کارخانہ چل سکتا؟ ہرگز نہیں ؛

یہ ضروری تھا کہ دنیا کے انتظام میں متفاوت الحیثیت خلقتیں پائی جائیں اِس ضرورت کے لحاظ سے ہی قلوب متفاوت الحیثیت بنائے گئے۔ کیونکہ دنیا کے کمالات اور امور کا شروع انہیں قلوب یا نفوس سے ہوتا ہے ؛

اگر ہم دنیا کی موجودہ صورت غور کی نگاہوں سے دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوجائیگا کہ ہر ایک سرشت میں قدرتی طور پر تفاوت پایا جاتا ہے۔ اگرچہ ضمیر ہر ایک انسانی جماعت رکھتی ہے۔ مگر اُنکے اکتسابات اور کمالات اور میل و رجحان میں بیّن تفاوت اور فرق ہے۔ کوئی کچھ حیثیت رکھتا ہے۔ اور کوئی کچھ ؛

ایک دل حکیم اور خلا سفر بن کر خدا کے مقبولوں میں جا ملتا ہے۔ اور ایک دل اُسی اپنی قدرتی حیثیت پر قائم رہکر چند روزہ زندگی گزار کر فنا ہوجاتا ہے۔ ایک دل دنیوی عروج پسند کرتا ہے۔ اور ایک اِس عروج کو ایک تماشا اور خیال کرکے خاموشی سے گزارتا ہے۔ ایک ہوشیار ہے اور ایک دیوانگی میں رہتا اور بسر کرتا ہے۔ ایک بینا اور ناظر ہے۔ اور دوسرا حیرانگی میں جان دیتا ہے۔ ایک ہی مدرسہ میں صدہا طالبعلم پڑھتے اور تعلیم پاتے ہیں۔ لیکن باوجود محنت اور ریاضت کی ڈگری کوئی کوئی ہی لیتا ہے۔ لڑائی اور جنگ میں جاتے سب ہیں۔ اور اُن میں سے اکثر مرتے بھی ہیں۔ لیکن بہادروں میں نام بعض کا ہی لکھا جاتا ہے۔ ایک صوفی کے مقدس حلقہ میں صدہا بلکہ بیسیوں مرید اور ارادتمند داخل ہوتے ہیں۔ مگر توجہ کا اثر ایک پر

کہہ چکے تو شیخ قطب الدین رح کی باری آئی۔ ارشاد ہوا کہ ابتدا ابتدا میں میں ایک شہر میں پہنچا۔ اسمیں ایک درویش رہتے تھے۔ اُن کے مسکن کے قریب ایک مسجد تھی جو بہت خستہ ہو رہی تھی۔ اور اسمیں ایک منارہ تھا۔ جو ہفت منارہ کہلاتا تھا مگر تھا وہ ایک ہی۔ اُسپر چڑھکر جو دعا کی جاتی تھی۔ اِسکی بابت لوگوں کا خیال تھا کہ ایک دعا کا اثر سات دعاؤں کے برابر ہوتا ہے اور اگر فلاں فلاں دعا وہاں بیٹھکر پڑہی جاسکے تو خواجہ خضر سے ملاقات ہوجاتی ہے۔ القصہ میں اس مسجد میں پہنچا۔ اور دوگانہ ادا کرکے اس منارے پر چڑھ گیا۔ اور اس دعا کو پڑہکر نیچے آیا۔ تھوڑی دیر انتظار کرتا رہا کہ اب خواجہ خضر علیہ السلام آتے ہوں گے مگر خواجہ خضر آئے نہ اور کوئی۔ آخر نا امید ہوکر دروازے سے باہر قدم رکھنے ہی کو تھا کہ ایک صاحب نظر آئے۔ جنہوں نے چھوٹتے ہی مجھ سے سوال کیا۔ کہ اندر کیا کر رہے تھے۔ میں نے جواب دیا۔ خواجہ خضر کا انتظار کر رہا تھا۔ دوگانہ نماز کا پڑہا۔ دعا کا ورد بھی کیا مگر وہ دولت میسر نہ آئی۔ اب گھر جاتا ہوں۔ مستفسر نے کہا کہ خواجہ خضر سے تمہیں کیا کام ہے۔ وہ بھی تمہاری طرح سرگردان پھرتے ہیں۔ تم اُن کو دیکھکر کیا کروگے دنیا مانگوگے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ کہا۔ اچھا تو دیکھو اس شہر میں ایک بزرگ ہیں جنکے دروازے پر خضر روز آتے ہیں۔ لیکن اندر گھسنے نہیں پاتے۔ میری اور ان مستفسر کی اتنی ہی باتیں ہوتی تہیں کہ یکایک ایک سبز پوش شخص نظر آئے مستفسر نے آگے بڑہکر اُنکے پیر چومے اُنہوں نے میری بابت دریافت کیا کہ یہ دنیا چاہتا ہے یا کوئی اور چیز۔ مستفسر نے کہا۔ صرف آپ کی ملاقات۔ اِسکے سوا کچھ نہیں۔ گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ ایک دفعہ ہی اذان کی آواز آئی۔ چاروں طرف سے خود بخود درویش نمودار ہونے شروع ہوگئے۔ ایک نے تکبیر کہی۔ ایک آگے کھڑا ہوکر امامت کرنے لگا۔ تراویحوں کا زمانہ تھا۔ بارہ سیپارے پڑہے۔ میرے دلمیں

خیال گزرا کہ کاش اور زیادہ پڑہے جاتے۔ مگر خیر نماز ختم ہوئی۔ اور ہر شخص جدہر سے آیا تہا اُدہر چلدیا۔ میں بہی اپنی جگہ آگیا۔ دوسری شب وضو کرکے پہر پہنچا لیکن صبح تک بیٹہا رہا کوئی نظر نہ آیا۔ شیخ الاسلام اسقدر فوائد بیان کرکے نماز کے لیے کہڑے ہوگئے۔ حاضرین نے بہی اپنی اپنی راہ لی۔ الحمد للہ علی ذلک۔

۵۔ رمضان المبارک ۵۵۵ھ

دولت قدمبوسی میسر آئی۔ عزیزان اہل صفہ حاضر تھے۔ ماہ صیام پر بحث چھڑ گئی ارشاد ہوا۔ یہ بڑا بزرگ مہینہ ہے۔ اسمیں ابلیس لعین بند کردیا جاتا ہی تاکہ مسلمان اس کے بہکانے سے محفوظ رہیں۔ اور رحمت کے کل دروازے کہلجاتے ہیں ہر ہر مسلمان کے ہاں ایک ایک فرشتہ طبق رحمت لانیکے لیے مقرر ہوجاتا ہی روز و شب زمین و آسمان کے درمیان ان فرشتوں کی آمد و رفت کا تانتا بندہا رہتا ہی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ روزہ افطار کرے۔ فوراً اسپر ایک طبق رحمت ڈالدو۔ پہر ارشاد ہوا کہ روزہ بندے اور مولے کے درمیان ایک سر ہے۔ ہر عبادت کی جزا خدا کی طرف سے مقرر ہوگئی ہے۔ لیکن روزے کے ثواب کا بجز خدا کے کوئی اندازہ نہیں کرسکتا۔ چنانچہ خود فرمایا ہی۔ الصوم لی وانا اجزی بہ روزہ میرے لیے اور میں ہی جانتا ہوں کہ روزے کا ثواب کیا دونگا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا۔ اس مہینہ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک کا نام دہلہ رحمت۔ دوسری کا دہلہ مغفرت تیسری کا دہلہ ازآزادی از آتش دوزخ۔ پہلے دہلہ میں بندے پر آسمان سے رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے۔ دوسرے دہلہ میں مغفرت انعام اور بخشش ہے۔ اسمیں کوئی لمحہ ایسا نہیں جاتا جسمیں لاکہوں مسلمانوں کو حق تعالیٰ کی رضامندی نہ ملتی ہو تیسرے دہلہ میں وہ تمام مسلمان جنہوں نے زندگی میں روزے رکہے ہوئے ہیں دوزخ سے آزاد کردیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جو شخص رمضان شریف

کی آمد سے خوش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اُسے پھر کسی وقت غمناک نہیں کرتا۔ اور خیر و برکت اُس پر بڑھاتا ہے۔ اور جو اِس ماہ مبارک کے ختم ہونیسے رنجیدہ ہوتا ہے حق سبحانہ و تعالیٰ اُسے دونوں جہان کی مسرت بخشتا ہے۔ بعدازاں فرمایا۔ کہ رمضان کے روزے رکھنے کا ثواب ہزار سال کی عبادت کے برابر لکھا جاتا ہے اور ایسی حساب سے گناہ بھی دُہلتے ہیں۔ پھر ارشاد ہوا کہ شب قدر آخر دہلہ میں ہوتی ہے انسان کو چاہیے کہ اِس زمانہ میں غافل نہ رہے۔ اور شب مذکورہ سے فائدہ اُٹھائے اِس کے بعد فرمایا۔ اہلِ باطن کے نزدیک ہر شب شبِ قدر ہے۔ اسے روز وہی نعمتیں ملتی ہیں جو عوام صرف شب قدر میں پاتے ہیں۔ تاہم مناسب یہی ہے کہ شبِ قدر کی خصوصیت سے قدر کیجائے۔ پھر فرمایا کہ خواجگان کا قاعدہ تھا کہ رمضان کی ہر شب کو تراویح میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ اور شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہٗ العزیز تو دو دو قرآن ختم کرتے تھے۔ اِس کے بعد ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ دعاگو مغرب کی طرف کا سفر کر رہا تھا کہ رمضان کا مہینہ آگیا۔ میں نے مسجد امام حدادی میں قیام کیا۔ ایک بڑے باعظمت بزرگ تھے جن کا نام شیخ عبداللہ محمد مافرزی تھا وہ اِس مسجد میں امامت کرتے تھے۔ اُنہوں نے ایک ایک شب میں تین تین قرآن اور اس پر اور چار چار سیپارے سُنائے۔ چنانچہ دعاگو نے بھی مہینہ بھر خوب ثواب سمیٹا۔ سچلتے وقت فرمایا۔ اِس طرح محنت و مجاہدہ کیا جاتا ہے۔ تب کہیں کام بنتا ہے۔ اہلِ صفہ کا قول ہے کہ یہ راہ بغیر مجاہدے کے طے نہیں ہو سکتی۔" پھر ارشاد ہوا کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ العزیز نے ستر سال خدائے عزوجل کی عبادت کی۔ کئی کئی دن پانی نہ پیتے تھے۔ اور کئی کئی دن کھانا نہ کھاتے تھے جب اتنی تکلیفیں اُٹھائیں تو حضوری ملی۔ اور جس وقت حضوری ملی۔ اُس وقت ہاتف کی آواز آئی کہ ابھی آلائش دنیا باقی ہے۔ جب تک اسے دور نہ کرو گے آگے نہ بڑھ

سکو گے۔ عرض کیا کہ الٰہ العالمین اب میرا تو کسی چیز سے بھی تعلق نہیں۔ جواب ملا
کہ پوستین اور کوزے کو دیکھو۔ حضرت بایزید نے اسکے بھی دست کشی کرلی۔ پھر اوصا
پایا۔ شیخ الاسلام اتنا بیان کر کے رونے لگے۔ اور ارشاد فرمایا۔ بایزید ایک پوستین
اور کوزے کے ہونیکے سبب روک دیئے گئے۔ لوگ اسقدر دنیا کے جنجالوں میں
پھنسکر کیونکر کسی بات کی امید کریں۔ اِسکے بعد فرمایا کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے میں ایک
شب کی تراویحوں میں ختم قرآن کروں گا۔ کوئی ہے جو میرا ساتھ دے۔ کل حاضرین
نے سرِ تسلیم زمین پر رکھدیا۔ اور کہا کہ زہے سعادت۔ پھر شیخ الاسلام نے ایک ایک
شب میں دو دو قرآن ختم کرنے شروع کیئے۔ فی رکعت دس دس پارے پڑھ جاتے
اور تھوڑی رات رہے فارغ ہوتے۔ اِس رمضان میں دعاگو بھی برابر حاضر رہا۔
المختصر اِس کے بعد کشف و کرامات کا تذکرہ ہونے لگا۔ فرمایا۔ ایک دفعہ دعاگو
اور شیخ جمال الدین اوچہ رحمۃ اللہ علیہ یک جا تھے۔ شیخ جمال الدین صاحب
نعمت اور با قوت درویش تھے۔ چنانچہ ایک دن میں اُن کے پاس بیٹھا تھا چند
قلندر کمر میں لوہے کی سیخیں لگائے ہوئے آئے اور سلام کرکے شیخ مذکور
کے پاس بیٹھ گئے۔ اِن قلندروں میں سے ہر ہر فرد نہایت اوندھے مزاج کا
تھا۔ چنانچہ اِن دنوں اتفاقاً جماعت خانہ شیخ میں دہی موجود نہ تھا۔ قلندروں
نے اِسی کو طلب کیا۔ شیخ نے میری طرف دیکھا اور میں نے شیخ کی طرف اِس
خیال سے کہ کوئی تدبیر دہی پیدا کرنے کی کیجائے۔ ندی قریب بہتی تھی۔ شیخ نے
قلندروں سے کہا۔ دہی چاہیئے تو اِس ندی میں گھس جاؤ۔ وہاں جتنا چاہنا کھانا
قلندروں کو یہ بات بہت دشوار معلوم ہوئی۔ تاہم زور میں آکر کھڑے ہو گئے۔ اور پانی
کے پاس پہنچے۔ نظر اُٹھا کر جو دیکھتے ہیں تو سب دہی دہی ہے۔ خوب شکم سیر ہوئے
شیخ جمال الدین نے درویش کی طرف رخ کیا اور فرمایا۔ اب اِسکے اندر چلے جاؤ۔ اور

نظام المشائخ ایجنسی کی قابل دید کتابین

کشف بامین خانہ عقل

ایسی عجیب وغریب کتاب آجتک دیکھنے مین نہ آئی ہوگی۔ جدت طراز مصنف نے ابجد۔ ہوز۔ حطی۔ کلمن وغیرہ کے مقررہ اعداد سے مبہوت کر دینے والے نتائج نکالے ہین جن سے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تصدیق اور مسائل اسلام کی حقانیت ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً "حبیب محمد" اور "مدینے" دونون کے عدد مساوی یعنے ۱۱۴ ہین اس سے یہ راز کھلا کہ حبیب محمد وہی ہین۔ جو مدینے مین رونق افروز ہین۔ یا "حیات دل" اور "محمد رسول اللہ" کے عدد چار چار سو آتے ہین۔ نتیجہ یہ کہ دل کی حیات محمد رسول اللہ کی اتباع پر منحصر ہے۔ پوری کیفیت کل کتاب کے پڑہے بغیر سمجھنی ممکن نہین۔ ضخامت الکیتو چھ صفحے۔ **قیمت** صرف (۸/) علاوہ محصولڈاک +

گلدستہ آسیہ

دہلی کے شہرہ آفاق واعظ حضرت مولانا عبدالرب رحمۃ اللہ علیہ کا مقبول انام میلاد شریف ہے۔ ہر محفل مین پڑہنے کے قابل۔ اکیاون صفحے۔ **قیمت** دو آنہ (۲/) علاوہ محصول +

عملیات مجربہ

دہلی کے مشہور ومعروف خاندان علماء وصلحا یعنے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم حضرت شاہ ولی اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز حضرت شاہ رفیع الدین وحضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی مجربہ دعائین۔ نمازین۔ اسم ذات۔ عملیات۔ تعویذات۔ اور سورۂ یٰسین ومنزل کے طریقہ زکوٰۃ نیز دعائے حزب البحر کی مسلم ترکیب۔ ان بزرگون کے اسمائے گرامی اعمال کی صداقت کیلئے کافی شہادت ہین۔ ضخامت چھپن صفحے +

قیمت (۴/) چار آنے۔ علاوہ محصولڈاک

(۲) اذان و نماز دو، فوائد نماز ۔ ۳۲ صفحے **قیمت** (تین آنے، ۳) علاوہ محصول ۔

اچھا عقیدہ

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے رسالہ حسن العقیدہ کا اردو ترجمہ جسمین عقیدے کے متعلق کل ایسی ضروری باتین جمع ہیں جنکا جاننا۔ معلوم کرنا۔ بتانا۔ سکھانا۔ اہل اسلام اور اُن کے بچون کے لئے نہایت ضروری بلکہ فرض ہے۔ ۲۴ صفحے **قیمت** (ایک آنہ) علاوہ محصولڈاک ۔

تحفۂ ہند بزبان اُردو در علم ویدک

اس کتاب مین مصنف باکمال نے یہ خوبی رکھی ہے کہ ان ہندی دواؤن کے افعال و خواص و ماہیت تحریر کی ہے۔ جن کا پتہ نہ آپ کے مخزن مین ہے اور نہ تحفہ مین اور پھر اس رسالے مین سر۔ پاؤن تک کے جملہ امراض کے وہ مجرب و مستند نسخے تحریر فرمائے ہیں کہ ان کے استعمال سے انشاء اللہ ایک ہی بار شفا ہو جاتی ہے۔ مصنفہ و مؤلفہ حضرت مولانا حکیم شاہ اہل اللہ برادر خورد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ۹۰ صفحے **قیمت** چار آنے (۴) علاوہ محصولڈاک ۔

انفاس رحیمیہ

اس کتاب مین حالات۔ کرامات۔ ملفوظات۔ حکایات معمولات حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب درج ہین ضخامت چالیس صفحہ۔ **قیمت** (۳) تین آنے۔ علاوہ محصولڈاک ۔

الطاف القدس مترجم

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی علم تصوف اور کشف اصطلاحات مین لاجواب کتاب ہے۔ قلب۔ نفس۔ عقل۔ روح۔ سر۔ خفی۔ اخفیٰ۔ و لطائف وغیرہ کا بیان پورے استدلال کے ساتھ دیکھنا اور تصوف کے نکات سے واقف ہونا ہو تو یہ چیز ضرور منگائیے۔ ۱۲۶ صفحہ۔ **قیمت** (۶) علاوہ محصولڈاک ۔

وصیت نامہ شرح مع ترجمہ اردو

مصنفہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب شرح قاضی محمد ثناء اللہ صاحب پانی پتی مترجمہ مولوی سید احمد صاحب ولی اللہی۔ اسمین ایسی باتین ہین جنکا ہر مرد اور عورت کو پابند ہونا چاہیئے۔ ۲۶ صفحے **قیمت** (۲؍) علاوہ محصولڈاک ✤

میزان العقائد محشی عربی

حضرت خاتم المحدثین مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فن عقائد مین تیرہ سطر کا ایک رسالہ نصف دقیقے مین تحریر فرمایا تہا۔ چونکہ اسمین اختصار زیادہ تھا جس سے اسکا پورے طور پر سمجہہ مین آنا دشوار تہا۔ لہذا خود ہی اسکی شرح فرمائی۔ اول تو متن ہی عجیب ہے پھر شرح اور بھی نادر۔ غرضکہ یہ رسالہ فن عقائد مین لاثانی ہے ہر اہل علم کے کتب خانے مین رہنے کے قابل۔ حضرت شاہ صاحب کی تقریر مین جنبین معقولیون کا رد کیا گیا ہے۔ اسکا لطف پڑہنے ہی سے معلوم ہوگا ✤

ضخامت ۳۲ صفحے **قیمت** (۲؍) دو آنے۔ علاوہ محصولڈاک ✤

ارشاد رحیمیہ

از مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہما۔ اسمین حضرات نقشبندیہ کے ذکر اشغال۔ توجہ و مراقبے وغیرہ کا بیان ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کا رسالہ شرح عارف درج کرکے اسپر بہت سے فوائد چڑہائے ہین جو اس طریقے کے سالکون کے لیئے بہت عمدہ کارآمد ہین۔ حجم ۸۴ صفحے ✤

قیمت (تین آنہ) ۳؍ علاوہ محصولڈاک ✤

ردالاوہام مع شرح العزیز فارسی

اس رسالے مین مضامین ذیل ابیات کی شرح لکھی گئی ہے۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ✤

ابیات یہ ہین

(۱)

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ فال | کہ من از خدا پیش بودم دو سال

(۲)

من آن وقت کردم خدا را سجود | کہ ذات و صفات خدا ہم نبود

(۳)

گر نبودے ذات حق اندر وجود | آب و گل را کے ملک کردے سجود

(۴)

مے خورد مصحف بسوز و آتش اندر کعبہ زن | ساکن بتخانہ باش و مردم آزاری مکن

ضخامت ۲۴ صفحے۔ **قیمت** (۲ر علاوہ محصولڈاک)

میلاد الرسول

جناب مولانا حسن میان صاحب پھلواروی کی وہ تصنیف جسکا ایک حصہ انہون نے کتاب ہذا کے تیار ہونے سے پہلے بعنوان "کتب سابقہ کی بشارتین" نظام المشائخ کے رسولنمبر ۱۳۳۰ءمین طبع کرایا تھا۔ قیمت ۶ر چھ آنے علاوہ محصولڈاک۔ ضخامت ۱۰۵ صفحے +

تفسیر غایت البرہان۔ چودہوین صدی کی لاجواب یادگار۔ توراۃ۔ انجیل۔ وید۔ اور تمام مذہبی کتابون سے اسلام اور کتاب اسلام کی تطبیق۔ اور وہ پیشین گوئیان جو آجکل ہوبہو پوری ہو رہی ہین۔ علاوہ مین اب تک اسکی صرف ۲ جلدین تہین اب تیسری بھی آگئی ہے تینون کی ضخامت قریب سترہ سو صفحات کے ہے اور **قیمت** صرف (۲عہ) دو روپے آٹھ آنے۔ علاوہ محصولڈاک۔ ۸ر محصول وغیرہ کے لئے پیشگی آنے چاہئین +

المشتہر

مینیجر رسالہ نظام المشائخ و نظام المشائخ بک ایجنسی دہلی

ملک الموت کے بھائی ملک الحیات

ایک شخص ملک الحیات کی خدمت مین حاضر ہوا اور چند سوال کئے۔

(سوال) آپکے بھائی صاحب کا نام نامی کیا ہی جنکا لقب ملک الموت ہی؟

(جواب) ایک نہین سیکڑون نام ہین سنیئے۔ درد سر۔ درد کان۔ درد چشم۔ درد [illegible] ضعف دماغ۔ ضعف نگاہ۔ ضعف قلب۔ ضعف معدہ۔ ضعف مثانہ۔ ضعف باہ۔ [illegible] نزلہ۔ بخار۔ تپ دق۔ سل۔ سوزاک۔ آتشک۔ پھوڑا۔ پھنسی۔ ورم۔ سوداو۔ طاعون [illegible] قے۔ دست۔ ہیضہ۔ طاعون۔ مرگی۔ آتشزدگی۔ تیزاب زدگی۔ نیز وغیرہ جن کا مصدر [illegible]

(س) [illegible] اسم مبارک؟ (ج) تریاق حیات!

(س) بھائی صاحب کی جائے قیام؟ (ج) جسم انسان!

(س) جناب کی جائے قیام؟ (ج) ہمارا پتہ جلی قلم سے اشتہر کے بعد [illegible]!

(س) بھائی صاحب کا شغل؟ (ج) مارنا!

(س) جناب کا شغل؟ (ج) موت سے بچانا!

(س) زبردست کون ہے؟ (ج) مارنے والے سے بچانے والا!!!

(س) بھائی صاحب کی حیثیت اور ذریعہ آمدنی؟ (ج) دنیا بھر کے دواخانے [illegible] ڈاکٹر اور حکیم [illegible]

(س) جناب کی حیثیت اور ذریعہ آمدنی؟ (ج) تریاق حیات کی شیشی کے بدل مین صرف [illegible]

(س) اگویا تمام بیماریونکا علاج تریاق حیات ہی؟ (ج) جی ہان! علاج اور کامل علاج۔ مجرب علاج!!!

دعا اور دوا

ایک کامل درویش نے ان دو زبردست طاقتون کو جمع کرکے اکسیر تیار کی اور نہایت مہربانی سے [illegible] فرمائی۔ یہ وہ شے ہی کہ پیر فلک نے آفتاب و ماہتاب کی عینک لگا کر بھی اسکا مثل دیکھا [illegible] سیکڑون تجربون مین ایک نے بھی خطا نہین کی۔ یہ آفتابی سرمہ ہی جو آنکھون کے ہر مرض کا [illegible] اجزاء نباتات اور جواہرات سے بنا ہی اور گردش سیارگان کے لحاظ سے آفتابی اثرات اسمین شامل [illegible] تک بھی مفید ہی کم سے کم چالیس دن اسکا تجربہ ضرور ہی۔ پورے سال بھر استعمال کرنے سے آنکھ [illegible] مین قیمت فی شیشی [illegible] اشتہر تین روپے شیشی برائے ایکسال مع نقرئی سلائی [illegible]

الشــ[illegible] منشی حامد حسین سوداگر [illegible] کا مند تریاق حیات [illegible]

فہرست کتب دکان غلام نظام الدین تاجر کتب چاندنی چوک دہلی

اعمال مجربہ سورہ مزمل شریف باموکل
مع طریقہ زکوٰۃ جسمیں ۱۲ عمل ترقی دولت و محبت
وعداوت وغیرہ مع چند عمل سورۂ یوسف درج ہیں قیمت ۴ر
ایضاً سورۂ یٰس شریف باموکل مع طریق زکوٰۃ
جسمیں ۱۱۶ عمل نہایت مجرب ہیں قیمت ۲ر
ایضاً آیۃ الکرسی و آیہ کریمہ و نادعلی شریف باموکل
مع طریقہ زکوٰۃ ہر کام کیواسطے لکھے ہیں قیمت ۳ر
ایضاً سورۂ اخلاص قل ہو اللہ الصمد مع حیل کاف شریف
مع طریقہ زکوٰۃ ہر کام کیواسطے قیمت ۲ر
مجموعۂ وظائف اسمیں ہر ایک قسم کے وظیفے ہیں
امراض کے دفعیہ کے واسطے درج ہیں قیمت ۱ر
طب ایمانی اسمیں تمام اعمال از روئے قرآن شریف
وحدیث درج ہیں مصنفہ نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم ۱۰ر
مجربات خاندان عزیزیہ ۔ اسمیں تمام اعمال خاندان
مولوی شاہ ولی اللہ رح شاہ عبدالعزیز رح درج ہیں قیمت ۴ر
مفلسی کا علاج مصنفہ خواجہ حسن نظامی صاحب
دربارہ ترقی رزق وغیرہ قیمت ۱ر
لوح سلیمانی چار حصہ ۔ یہ اعمال و نقش میں بہت
بے نظیر ہے ہر کام کے لیے عمل موجود ہے قیمت ۸ر
خلاصۂ تاریخ مکہ معظمہ اردو میں نہایت
عمدہ کتاب ہے قیمت ۳ر

شواہد نظامی اسمیں حضرت محبوب
الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رح کے حالات
اور معمولات وغیرہ درج ہیں بڑی قابل دید کتاب
ہے اور آپکے تمام سوانح عمری پیدایش سے وفات
تک اسمیں درج ہیں خانقاہ اور گرد و نواح کے
مزارات کا حال بھی لکھا ہے قیمت ۶ر
تذکرۃ المخدرات اسمیں ڈیڑھ سو کے
قریب خاتونان اسلام عالمہ فاضلہ کا ذکر ہے قیمت ۸ر
طریقۃ الحقیقۃ فارسی مصنفہ حضرت
شیخ سعدی شیرازی رح تصوف میں عمدہ ہے قیمت ۴
مرقع شریف اردو مصنفہ شاہ
کلیم اللہ رح جہان آبادی ۔ یہ اعمال و اوراد
میں مستند کتاب ہے قیمت ۳ر
فصوص الحکم ترجمہ اردو مصنفہ امام
الصوفیہ حضرت محی الدین ابن عربی رح
بڑے پایہ کی کتاب ہے قیمت ۴ر
تاریخ سید سالار مسعود غازی قیمت ۴ر
کرامات رزاقیہ یعنی ملفوظات و حالات
حضرت شاہ عبدالرزاق قادری رح بانسوی قیمت ۲ر
اسم اعظم حضرت پیران پیر غوث الاعظم
کی سوانح عمری قیمت ۱۲ر

مراد پوری ہوئی

جناب سیٹھ اسمٰعیل محمد ابراہیم باکو میاں رنگون سے لکھتے ہیں :-

مَیں نے دعا مانگی تھی کہ اگر میری دلی مراد پوری ہو جائے تو پچاس عہ روپے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب کی نذر کروں گا۔ خدا نے وہ کام پورا کیا۔ سو اب میں منت کا روپیہ روانہ کر کے چاہتا ہوں کہ اس رقم سے حضرت خواجہ صاحب کے علمی فیضان کو شائع کیا جائے۔ اور اسکی صورت یہ ہے کہ جو لوگ حضرت خواجہ صاحب کی تصنیفات پوری قیمت پر خریدنے کی توفیق نہیں رکھتے۔ اُن کو نصف قیمت پر کتابیں دیجائیں"

یہ روپے دفتر میں پہنچ گئے ہیں۔ اور اعلان کیا جاتا ہے کہ جو لوگ اتنی پوری قیمت دینے کی حیثیت نہیں رکھتے وہ باقرار صالح تحریر کریں۔ اُنکو نصف قیمت پر حسب ذیل کتابیں بھیجدی جائینگی :-

مضامین خواجہ حسن نظامی۔ یعنی ان تمام مضامین کا انتخاب جو حضرت خواجہ صاحب نے ساری عمر میں تحریر فرمائے ہیں۔ بڑی تقطیع کے ۲۵۰ صفحے قیمت فی جلد عہ

روزنامچہ خواجہ حسن نظامی بابت سفر ۱۹۲۰ء جسمیں سفر بمبئی کی سیر اور مندر سومنات کے چشم دید حالات۔ جوناگڈھ۔ مانگرول احمد آباد گجرات۔ بڑودہ وغیرہ مقامات کے نہایت دلچسپ مناظر درج ہیں۔ ۱۲۰ صفحے۔ قیمت فی جلد ۸ ر

اسلام کا انجام۔ دیار مصر کے شیخ المشائخ کی کتاب المستقبل الاسلام کا سلیس اردو ترجمہ ہے فلسفیانہ دلائل سے اسلام کے نیک انجام ہونیکا ثبوت دیا ہے۔ ۶۰ صفحے قیمت ۴ ر

اسرار۔ بابیہ فرقہ کے بانی جناب بہاء اللہ آفندی کی کتاب کا اردو ترجمہ مع اصل متن کے جسمیں صوفیانہ نکات کو عجب قابلیت سے بیان کیا ہے۔ ۶۰ صفحے قیمت ۴ ر

دفتر حلقہ نظام المشائخ دہلی سے طلب فرمائیے

روز بازار سٹیم پریس امرتسر میں باہتمام شیخ عبدالعزیز چھپی اور محمد اسمٰعیل واحدی ایڈیٹر و پبلشر نے دہلی سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۷۱

رمضان [illegible]

جلد ۱۷ نمبر ۹

نظام المشائخ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

رُوحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پرچہ

جو ہر چاند کی چھٹی تاریخ کو سید خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی و نگرانی میں شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ [illegible] قسم خاص [illegible] قسم اول [illegible] قسم دوم [illegible] ششماہی [illegible] فی پرچہ [illegible]

مقام اشاعت دہلی فیض بازار دفتر رسالہ

[illegible] پریس

حضور شہنشاہ معظم قیصر ہند

کے دربار دہلی کی یادگار میں

سند سلطانی سنہری

زبدۃ الحکما حکیم ڈاکٹر غلام نبی صاحب اڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور مالک شفاخانہ یونانی و ڈاکٹری کو مرحمت ہوئی ہے جسکی سفارش ڈپٹی کمشنر صاحب کمشنر صاحب بہادر نے بحضور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی تھی لاٹ صاحب بہادر نے اس سفارش کو حضور وایسرائے ہند مع کونسل کیخدمت میں بھیجدیا۔ صاحب موصوف نے کونسل میں بادشاہ سلامت کیخدمت میں بھیجکر سفارش کردی تھی کہ زبدۃ الحکما صاحب موصوف کی طاعونی خدمات اور دوا اکسیر شفا دافع طاعون و وبا جسکے استعمال سے ہزاروں مریض موت سے بچگئے اور انسداد طاعون کی آسان تدابیر کو اعلیٰ حکام نے پسند فرمایا۔ ان خدمات کو تسلیم فرماکر دربار تاجپوشی دہلی میں حکیم صاحب موصوف کو سند سنہری مرحمت فرماکر عزت افزائی فرمائی جو کسی یونانی طبیب کو لاہور میں نصیب نہیں ہوئی باس خوشی کی یادگار میں زبدۃ الحکما صاحب کو اپنی

پچاس سالہ مجرب ادویات اور نادر طبی کتابیں

ایک ماہ تک ایک روپیہ کے بجائے ۱۲ آنہ کو دیئے جانیکا اعلان کرتے ہیں تاکہ مریض امراض کہنہ سے نجات پاکر دیر لیے اور حضور بادشاہ سلامت کیلئے دعائے درازی عمر کریں۔ علاوہ طبی کتابوں اور مجرب آزمودہ دواؤں کے مشہور و معروف کثیر المنافع کم مقدار دوائی المجیات سریع الاثر کہ جو سیکڑوں امراض دور کرنے کی مجرب دوا ہے وہ بھی ایک روپیہ کے بجائے ۱۲ کو دیجائے گی محصول ہی گرہ سے لگایا جائیگا تاکہ دنیا میں اس قلیل القیمۃ کثیر المنفعۃ کم مقدار دوا کے مسیحائی اثروں کو آزمائے۔ اسکے علاوہ سات کتابیں اور ۱۲ سالہ گردشی جنتری رنگین خوبصورت مفت ان لوگوں کو دیجاویں گی جو قیمت بذریعہ منی آرڈر پیشگی بھیجدینگے۔

کتاب کیمیاگر ہندوستان و انگلستان جسکے مطالعہ سے روزی گھر بیٹھے کمانیکے قابل ہوجاتا ہے باتصویر قیمت للعہ بجائے تین روپے (عہ) یہ رعایت صرف ایک ماہ رہے گی۔

فہرست ادویہ مجربہ فہرست کتب طب اپنا پورا پتہ خوشخط لکھکر مندرجہ ذیل پتہ سے طلب کریں۔

منیجر شفاخانہ یونانی و ڈاکٹری

حاجی ڈاکٹر حکیم غلام نبی صاحب زبدۃ الحکما، موجد المجیات و اکسیر شفا۔ موچی دروازہ لاہور

نظام المشائخ

جلد   بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ   نمبر ۳

فہرست مضامین

ہمارے معاونین

الحمدللہ۔ اِس مہینے میں نظام المشائخ کی اشاعت غیر معمولی رفتار سے بڑھی جو مذکورالذیل اصحاب کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے + جزاءھم خیرالجزاء

نام	تعداد خریدار	نام	تعداد خریدار
ڈاکٹر محمد قمرالدین صاحب حیدرآباد	۶	منشی مولا بخش صاحب امرتسر	۱
سراروین محمد صاحب نائب تحصیلدار	۱	میر غلام بھیک صاحب نیرنگ بی اے وکیل	۳
منشی حافظ حسین صاحب نائب تحصیلدار	۱	محمد حشمت اللہ صاحب مظفرپوری	۱
مولوی مقبول احمد صاحب نظامی سیوہاروی	۱	کے۔ حاجی محمد محی الدین صاحب مرچنٹ	۱
محمد حسین خان و علی محمد خان صاحبان	۱	منشی محمد یوسف صاحب حیدرآباد	۱
شیخ عبدالحق صاحب نظامی سہارنپوری	۱	مرزا سیادت اللہ صاحب دہلی	۵
بابو غضنفر علی صاحب	۱	محمود زماں صاحب پانی پت	۵
منشی محمد اسمٰعیل صاحب[1] کورٹ سب انسپکٹر پولیس	۱	میر سید علی صاحب کانپور	۲
بابو نبی بخش صاحب سٹور کیپر	۱	محمد مرزا صاحب میرٹھ	۱
محمد ولی الدین صاحب سب رجسٹرار	۱	مرزا یعقوب علی بیگ صاحب دہلی	۳
حافظ محمد رحمت اللہ صاحب	۱	منشی جہانگیر خانصاحب لکھنو	۱
بابو شاہرخ محمد صاحب ڈلہوزی	۴	طہور الحسن صاحب جمالی	۲
مولوی محمد نصیرالدین صاحب مدراس	۱	مولوی محمد احمد صاحب مرادآباد	۲
مولوی سید غنی حیدر صاحب وکیل گیا	۳	مرزا غلام حیدر صاحب جبلپور	۱
ضیاءالدین احمد خان صاحب برنی۔ دہلی	۱	(خاکسار محمد الواحدی)	

[1] افسوس ان کا ۹ جولائی کو معمولی بیماری کے بعد انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نظام المشائخ کے بڑے عاشق تھے۔ حق مغفرت کرے۔ آمین ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

نظام المشائخ

روزوں کی فلاسفی

خداوند تعالے روزوں کی نسبت قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ط فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ
مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ
فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ط فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ط وَاَنْ
تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ
اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ
فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ
فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ
الْعُسْرَ ز وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ
أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ
لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى
نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ
كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ
بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى
يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ
ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ
فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ
وَتُدْلُوْا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ
وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (پارہ ۲۔ رکوع ۷)

مسلمانو! جس طرح تم سے پہلے لوگوں (یعنی اہل کتاب) پر روزہ رکھنا فرض تھا اسی طرح تم پر بھی فرض کیا گیا تاکہ (تم بہت سے گناہوں سے) بچو۔ گنتی کے چند روزے ہیں اس پر بھی جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی (پوری کردے) اور جن کو کھانا دینے کا مقدور ہے۔ اُن پر (ایک روزے کا) بدلہ ایک محتاج کو کھانا کھلا دینا ہے۔ ہاں جو شخص اپنی خوشی سے زیادہ نیک کام کرنا چاہے تو یہ اُسکے حق میں اور بہتر ہے۔ اور سمجھو تو روزہ رکھنا بہر حال تمہارے واسطے ہر طرح اچھا ہی ہے، (روزوں کا) مہینہ رمضان قرار پایا جسکے (روزوں کی) نسبت خدا کی طرف سے قرآن (میں حکم) نازل ہوا ہے (اور قرآن) لوگوں کا رہنما ہے اور اسمیں ہدایت اور (حق و باطل کی) تمیز کے کُھلے کُھلے حکم (موجود ہیں) تو مسلمانو! تم میں سے جو اس ماہ میں زندہ حیات ہو تو چاہئے

کہ اُس کے روزے رکھے۔ اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی (پوری کرے) اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہے۔ تمہارے ساتھ سختی کرنی نہیں چاہتا (اور یہ حکم اُس نے اس غرض سے دیئے ہیں) کہ تم روزوں کی گنتی پوری کر لو۔ اور اللہ نے تم کو جو راہ راست دکھائی ہے۔ اس نعمت پر اُس کی بڑائی کرو۔ اور اُسکا احسان مانو۔ اور (اے پیغمبر) جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں (تو اُن کو سمجھا دو کہ) ہم اُن کے پاس ہیں۔ جب کبھی کوئی ہم سے دعا کرے تو ہم ہر ایک دعا کرنے والے کی دعا کو (سنتے ہیں اور مناسب ہوتا ہے تو) قبول ہی کر لیتے ہیں۔ لہٰذا اُنکو چاہیئے کہ ہمارا حکم مانیں اور ہم پر ایمان لائیں تاکہ وہ سیدھے رستے پر پڑ لیں مسلمانو روزوں کی راتوں میں اپنی بیبیوں کے قریب جانا تمہارے لیئے جائز کر دیا گیا ہے وہ تمہاری دامن ہیں اور تم اُنکی چولی۔ اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ تم (چھپ چھپ کر اُن کے پاس جاتے تھے اور اپنی طبیعت پر جبر نہ کر سکتے تھے جس سے) تمہارا دینی نقصان ہوتا تھا اُس نے تمہارا قصور معاف کر دیا۔ اور تمہاری خطا سے درگزرا۔ پس اب (ایام صیام میں رات کیوقت) اُنسے ہم بستر ہو اور ہمبستری کا جو مطلب خدا نے تمہارے لیئے لکھ رکھا ہے (یعنی اولاد) اُسکے حصول کی خواہش کرو۔ اور کھاؤ پیو۔ یہاں تک (رات کی) کالی دھاری سے صبح کی سفید دھاری صاف دکھائی دینے لگے۔ پھر رات تک روزہ ختم کرو اور ہاں تم مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے ہو تو رات کو بھی اُنسے مباشرت نکرو۔ یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں (انکا خیال رکھنا) اور عورتوں کے پاس نہ پھٹکنا۔ علیٰ ہٰذا اللہ اپنے احکام لوگوں کے آگے بوضاحت بیان کرتا ہے تاکہ وہ (خلاف حکم کرنے سے) بچیں اور آپس میں ناحق (ناروا) ایک دوسرے کے مال کو خورد برد نہ کرو۔ اور نہ مال کو حکام تک (رسائی پیدا کرنے کا) ذریعہ بناؤ۔ جس سے لوگوں کے مال میں سے تھوڑا سا (جو کچھ ہاتھ لگ سکے) دیدہ و دانستہ ہضم ہو جائے"۔

(۱) دنیا میں جتنے مذاہب ہیں۔ یہودی۔ عیسائی۔ مجوسی۔ جینی۔ سکھ۔ بدھ سب میں روزہ تزکیہ نفس کا ذریعہ سمجھا گیا ہے۔ اور یہ وہ صداقت ہے جس سے دہریئے اور لامذہب بھی انکار نہیں کر سکتے۔ اس بنا پر روزہ عبادات میں داخل ہے۔ روزہ رکھنے سے روزہ دار کو بھوکا رہنے کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ اور اسکے مزاج میں عجز و فروتنی کی صفت پیدا ہو جاتی ہے۔ اشتہا و ہاضمہ حالت اعتدال میں رہتے ہیں جس سے انسان کے قوائے اپنا اپنا کام بخوبی کرتے ہیں۔ ایک دفعہ ایتھنز (دارالخلافہ یونان) میں وبا آئی جس میں سیکڑوں آدمی ہلاک برباد ہوگئے۔ کسی گھر میں مشکل سے کوئی متنفس ایسا رہا ہوگا جو بیماری میں مبتلا نہ ہوا ہو۔ لیکن حکیم سقراط کا اس وبا کے عرصہ میں کبھی سر بھی نہ دکھا۔ جب اس سے اسکی وجہ دریافت کی گئی تو اس نے کہا میں کبھی کبھی روزہ رکھا کرتا ہوں۔ اخلاقی حالت کی اصلاح کیلئے روزے سے مؤثر تر کوئی نسخہ نہیں۔ کیونکہ اس سے قوائے شہوانی و غضبی اعتدال پر آجاتے ہیں۔ روزہ رکھنے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ روزہ دار ان بے کسوں کی حالت زار کا اندازہ بآسانی کر سکتا ہے جو بھوک اور پیاس میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جب ایک شخص دوسرے کی مصیبت کا اندازہ کر سکیگا تو اس سے ان کی امداد و اعانت کی تحریک پیدا ہوگی۔ اسلام اپنے پیروؤں پر روزہ رکھنا فرض کر کے انکو صابر و ضابط اور چست و چالاک قوم بنانا چاہتا ہے نہ کہ شکم پرست اور حریص و طامع کہ تھوڑی دیر بھی بھوک و پیاس کی برداشت کرنے پر قادر نہوں۔ قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ جو حکم دیتا ہے اسکو دلائل و براہین سے ثابت کرتا ہے۔ اور اسکی غرض و غایت بھی بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید نے نماز کے فوائد یہ بیان کیے ہیں۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (پارہ ۲۱ سورۂ عنکبوت رکوع ۵) "کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی کے کاموں اور ناشائستہ حرکتوں سے روکتی رہتی ہے۔" ان کی غایت آیہ زیر بحث میں یہ لکھتے ہیں کہ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ہ "تاکہ تم گناہوں سے بچو اور متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔" +

اب سوال یہ ہے کہ بعض مسلمان جو پابند صوم وصلوٰۃ ہیں وہ بے حیائی کے کاموں اور ناشائستہ حرکتوں سے کیوں نہیں رُکتے۔ اور گناہوں سے بچکر متقی و پرہیزگار کیوں نہیں بن جاتے؟ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ہم ناظرین کو حضور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُس قول کیطرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں جو اُنہوں نے فرمایا ہے لَا یَبْقیٰ مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ وَلَا یَبْقیٰ مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُہٗ۔ قرآن مجید کا صرف رسم رواج ہی باقی رہجائے گا۔ اور اسلام کا صرف نام ہی نام باقی رہیگا۔ اب یہ سوال حل ہو گیا۔ کہ جو لوگ پابند صوم وصلوٰۃ ہو کر بے حیائی کے کاموں اور ناشائستہ حرکتوں سے نہیں رُکتے۔ اور گناہوں سے بچکر متقی و پرہیزگار نہیں بنجاتے۔ اور قرآن مجید کا صرف نام ہی جانتے ہیں اور نماز روزہ رسمی اور رواجی طور پر بجالاتے ہیں۔ اُن کو صرف چھلکے سے کام ہے۔ مغز تک نہیں پہنچے۔ کتنے نمازی ہیں جو نماز کے معانی و مطالب سے واقف ہیں اور کتنے روزہ دار ہیں جو روزوں میں رات کیوقت اکل وشرب اور لذائذ دنیوی میں یہاں تک مبالغہ نہیں کرتے کہ باقی گیارہ مہینوں کی کسر بھی نکل جائے؟ بعض لوگ ایسے بھی ہیں۔ اور اکثر مسجدوں کے ملاؤں کا یہی حال ہے کہ اُنہوں نے نماز روزے کو ذریعۂ معاش بنا رکھا ہے۔ کیونکہ جب وہ کوئی دوسرا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں تو نماز اور روزے کا نام ہی نہیں لیتے۔ اِن حالات سے نماز روزے کے جو فائدے ہیں وہ کیونکر حاصل ہوں؟ پس یہ قصور اُن نمازیوں اور روزہ داروں کا ہے۔ جنہوں نے صداقت کو صداقت کے واسطے نہیں اختیار کیا۔ روزوں کی فلاسفی یہ ہے کہ انسان کو دو چیزوں کی بہت ضرورت ہے۔ ایک تو بقائے شخصی کے لیئے غذا کی۔ اور دوسرے بقائے نوعی کیلئے بیوی کی اب دیکھو انسان گھر میں تنہا بیٹھا ہے۔ بڑی شدت سے پیاس محسوس ہو رہی ہے۔ دودھ موجود ہے۔ برف مہیا ہے۔ شربت حاضر ہے۔ کوئی روکنے والا نہیں۔ مگر پھر بھی سچا روزہ دار اسکو رسم و رواج کے طور پر یا ذریعۂ معاش سمجھکر روزہ رکھنے والا) ان چیزوں کے چکھنے کا

مطلق ارادہ تک نہیں کرتا۔ اسیطرح بیوی پاس ہے۔ کوئی چیز مانع بھی نہیں مگر وہ اس سے محترز ہے۔ کیوں؟ محض اسلیئے کہ وہ روزہ دار ہے اور موئے کا حکم ہے کہ ان دونوں چیزوں سے بچا رہے۔ یہ مشاقی ہمیں سکھاتی ہے کہ باوجود ضرورت کے اور سامانوں کے جمع ہونے کے ہم ان چیزوں سے رُکے رہیں۔ جنسے رُکے رہنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ اسلام میں ہر سال ایک ماہ تو بالالتزام یہ مشق کرائی جاتی ہے۔ اور ایک طرح سے چار ماہ کیلئے یہ مشق ہوتی ہے۔ کیونکہ عادت نبوی تھی کہ ہر دو شنبہ اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے۔ پھر ایام بیض (۱۲-۱۳-۱۴ تاریخ) میں بھی روزہ رکھتے تھے۔ گویا ہر مہینے میں بالاوسط دس دن اس حساب سے روزہ کے لیئے سال میں چار ماہ ہوتے ہیں۔ خیال کرو جو لوگ چار ماہ یہ مشق کرتے ہیں وہ رشوت کیوں لیں گے؟ اکل بالباطل کیوں کرینگے۔ کوئی ضرورت انسان کو ان ضرورتوں سے بڑھکر پیش نہیں آسکتی جو بقائے شخصی اور بقائے نوعی کے لیئے ضروری ہے۔ جب وہ ان ضرورتوں میں باوجود سامانوں کے مہیا ہونے اور کسی روک ٹوک کے نہ ہونیکے صرف اللہ کی فرمانبرداری کے لیئے محترز رہا ہے تو پھر ایک صریح حرام کا مرتکب کیوں ہونے لگا؟"۔

(۳) مولوی نذیر احمد صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "ہر ایک مسلمان کو فرضی روزہ رکھنا چاہیئے۔ مگر بیمار اور مسافر کو رخصت ہے کہ رمضان میں روزہ نہ رکھے۔ بعد کو قضا رکھلے اور یہ دونوں مقدور والے ہوں تو قضا بھی نہ رکھیں بلکہ روزے پیچھے ایک محتاج کا پیٹ بھر دیں۔ روزہ قضا بھی رکھیں اور محتاج کا پیٹ بھی بھر دیں تو نور علیٰ نور۔ روزے کے بدلے روزہ ہوا۔ اور فضیلت رمضان جو فوت ہوگئی تھی اُسکی تلافی کے لیئے محتاج کا پیٹ بھر دیا۔ اگرچہ بیماری اور سفر کیحالت میں مقدور والوں کو قضا کے بدلے فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا ہے۔ مگر انکے لیئے بھی روزہ قضا کا رکھنا اولیٰ ہے۔ تاکہ لوگ روزے سے بچنے کے لیئے بہانے نہ ڈھونڈیں"۔ ایک اور بزرگ فرماتے ہیں کہ "جو صوم کی طاقت رکھتے ہیں یعنی

جنہیں روزے رکھنے یسر آجائیں وہ ایک مسکین کا کھانا بطور صدقہ دیں۔ یہ صدقۃ الفطر کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ تعامل سے ثابت ہے کہ ہر روزہ دار نماز عید سے پہلے ایک مسکین کا کھانا صدقہ دیتا ہے۔ دوسری طرز پسندیدہ جو آثار سلف کے مطابق ہے وہ یہ ہے کہ خود روزہ رکھا اور اپنی روٹی کسی غریب کو کھلادی۔ جو لوگ اس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ جو طاقت نہیں رکھتے وہ فدیہ دیں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ نفلی روزوں میں ایسا کرلیں کہ ہر دوشنبہ۔ جمعرات اور ایام بیض میں روزہ نہیں رکھ سکتے تو اس روز مسکین کو کھانا کھلادیں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا۔ کیونکہ آپ تو ماہ صیام میں موسم ہوا کی ہوا سے بھی بڑھکر جود و سخا میں ہوجاتے تھے۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا۔ جو شخص کوئی نیکی خوشدلی سے کرے وہ بہت اچھی ہے۔ اور روزہ رکھنا تو ازحد مفید ہے۔ اس سے دعا کی مقبولیت ہوتی ہے۔ صبر و استقلال اور نواہی سے بچنے کی مشق ہوتی ہے تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ اپنی اصلاح ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ کمزور لوگوں کے لیے ایسے مجاہدے منع ہیں جن میں روزے رکھنے پڑتے ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ ایسے مجاہدات کی برداشت نہیں کرسکتے۔ اور آخرکار خشکی دماغ سے نیم سودائی ہوجاتے ہیں اور کسی کام کے نہیں رہتے۔

(۳) قرآن شریف کی طرز ہے کہ پہلے عام فضائل سکھاتا ہے۔ پھر خاص فضیلت کی تعلیم دیتا ہے۔ اسی طرح پہلے عام رذائل سے ہٹاتا ہے۔ پھر ارذل الرذائل شرک سے۔ پہلے عام بات کا حکم دیتا ہے۔ پھر خاص کا۔ مثلاً پہلے عمرہ وغیرہ کا حکم ہے۔ پھر حج کا۔ پہلے صدقات کی ترغیب ہے۔ پھر زکوٰۃ کی۔ اسیطرح پہلے یہاں نفلی و فرضی روزوں کا ذکر ہے پھر رمضان کے روزوں کا حکم دیا گیا ہے۔ پہلے ماہ رمضان کی فضیلت بیان کی ہے کہ اس میں قرآن شریف نازل ہوا۔ چونکہ قرآن کا اطلاق جزو و سورۃ پر بھی ہوسکتا ہے۔ اسلیے اسکا یہ مطلب نہیں کہ تمام قرآن شریف ماہ رمضان میں نازل ہوا۔ بلکہ ایک جزو سورۃ کا نزول

بہی کافی ہے۔ محققین کا قول ہی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جن دنوں غار حرا میں عبادت
کیا کرتے تھے۔ وہ رمضان کے دن تھے۔ اور وہیں پہلی سورۃ کا جزو نازل ہوا تو اِس
فضیلت میں دوسرے مہینے بہی شامل ہیں۔ اِس بنا پر دوسرے معنی یہ بہی ہوسکتے ہیں کہ وہ
رمضان جسکے بارہ میں قرآن شریف نازل ہوا تفسیر کبیر میں ان کا ماخذ موجود ہے۔ یہ سچ ہی
مگر خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ شروع نزول کی کیفیت ممتاز ہوتی ہے۔ الفرقان کے معنی
قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتے ہیں کہ فرقان نام ہے اُس فتح کا جسکے بعد دشمن کی کمر ٹوٹ
جائے۔ وہ بدر کا دن تہا۔ غزوۂ بدر بہی ماہ رمضان میں ہوا تھا۔ پس رمضان المبارک
کیا بلحاظ فتوحات دنیاوی کے اور کیا باعتبار ابتدائے نزول قرآنی کے یا تاکید قرآنی کے
ہر طرح قابل حرمت ہی۔ اِس مقام پر یہ امر بہی غور طلب ہی کہ عبادات کی قمری تاریخوں سے
متعلق ہونے میں کیا حکمت ہی؟ تمام اسلامی عبادتیں چاند کی تاریخوں کے حساب سے ہوتی
ہیں۔ اور دنیاداروں کی تاریخیں سورج کے ماتحت ہیں۔ اسمیں یہ نکتہ ہے کہ چاند کے حساب
پر عبادت کرنے کی وجہ سے سورج کی کوئی تاریخ خالی نہیں رہتی جس میں اُمت محمدی کے
افراد نے روزہ نہ رکہا ہو یا زکوٰۃ نہ دی ہو یا حج نہ کیا ہو۔ کیونکہ گیارہ روز کا ہر سال میں
فرق پڑتا ہے۔ اور چھتیس برس کے بعد پھر وہی دن آجاتا ہے۔

(۴) اگر سوال کیا جائے کہ روزوں سے کیا فائدہ ہے تو ایک تو خداوند تعالیٰ نے
یہ حکم دیا ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ اس کی بحث اوپر ہوچکی ہے۔ دوسرے یہ کہ انسان کو
خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں بہت قریب ہوجاتا ہوں اور دعا میں
قبول کرتا ہوں۔ لیکن اِسکے یہ معنی نہیں کہ جو مانگو وہی ملے۔ کیونکہ دوسرے مقام پر یہ
بہی ارشاد ہوا۔ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ (پارہ ہفتم
سورۃ الانعام رکوع ۴) بلکہ اُسی ایک خدا کو پکارو گے تو جس آفت کے دور کرنیکے واسطے اُسے پکاروگے۔ اگر
اُسکی مرضی ہوئی تو اُسکو دور کردیگا یعنی اگر چاہیگا تو اُس مصیبت کو ہٹا دیگا۔ یہاں بہی آل لگا کر اُسکی طرف

اشارہ کردیا ہے۔ پس ارشاد ربی ہوتا ہے کہ جسقدر تم میرے فرمانبردار ہوتے جاؤگے اور ایمان میں ترقی کرتے جاوٴگے۔ اُسیقدر دعائیں قبول کروں گا۔

(۵) عورتوں کو لباس فرماکر اُن کے بہت سے حقوق کیطرف اشارہ کردیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو اپنے ساتھ رکھنا چاہیئے۔ اس فلاسفی کا سمجھنا مشکل ہے کہ لحاف آگرے میں ہو اور موسم سرما لاہور میں بسر کیا جائے۔ جاڑا لگے تو کہدیا جائے کہ میرا لحاف تو ہے لیکن آگرے میں رکھا ہے۔ ایام جاہلیت میں عرب ایک غلط رسم میں مبتلا تھے۔ ان میں کوئی سو جاتا تو پھر رات بھر نہ کھانا کھاتا اور نہ بیوی کے پاس جاتا فرمایا اللہ نے۔ تم پر فضل کیا۔ مغرب کے بعد سو جاؤ تو اُٹھکر کھانا کھالو۔ ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ صیام صام کا مصدر ہے۔ اسکے لغوی معنی کسی شئے سے باز رہنے اور اسکو چھوڑ دینے کے ہیں۔ لیکن شرعی اصطلاح میں صبح کی پو پھٹنے سے لیکر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور مباشرت سے باز رہنے کو صوم کہتے ہیں۔ بشرطیکہ نیت اور نیت کیساتھ اپنے روزہ دار ہونے کا علم بھی ہو۔ گویا ارباب ظاہر کے نزدیک روزہ فاقہ کا نام ہے لیکن حضرات صوفیہ کے نزدیک جو اسکی حقیقت ہے اُسے مولانا رومؒ مثنوی شریف میں یوں بیان فرماتے ہیں ؎

ہست ظاہر روزہ امساکِ طعام — روزہٴ معنی توجہ ز اں تمام
ایں دہاں بند و کہ چیزے کم خورد — جاں بہ بندد چشم غیرے ننگرد
ہست گریہ روزہ دارانہ لصام — خفتہ کردہ خویش بہر صید عام
کردہ زیں بدظنی کج صد قوم را — کردہ بدنام اہل جود و صوم را

ظاہری روزہ یہ ہے کہ کھانا نہ کھایا جائے۔ لیکن معنوی روزہ توجہ کی اللہ کا نام ہے ظاہری روزہ دار منہ بند کر لیتا ہے کہ کوئی چیز نہ کھائے۔ لیکن معنوی روزہ دار آنکھیں بند کر لیتا ہے کہ خدا کے سوا کسی کیطرف نظر نہ ڈالے۔ بلی بھی روزہ رکھتی ہے جو شکار کرنے کیلئے

چپ چاپ لیٹ جاتی ہے۔ اس لغو خیال سے سیکڑوں قوموں کو آدمی خراب کر دیتا ہے اور اہل چود صوم کو بدنام کر دیتا ہے۔ غور کرو۔ روزوں کے فوری فوائد جو اسی دنیا میں روزہ دار کو حاصل ہوتے ہیں وہ کسقدر ہیں:-

(۱) روزی کی قدر معلوم ہوتی ہے۔

(۲) مزاج میں عجز و انکسار پیدا ہوتا ہے۔

(۳) صحت جسمانی کے لئے مفید ہے۔

(۴) رطوبات ردیہ مولد امراض زائل ہوتی ہیں۔

(۵) اشتہار۔ ہاضمہ اعتدال پر آجاتا ہے۔

(۶) قوٰے اپنا اپنا کام بخوبی کرنے لگتے ہیں۔

(۷) بھوکوں اور پیاسوں کی مصیبتوں کا اندازہ ہوجاتا ہے۔

(۸) بیکسوں کی مدد اور ہمدردی کی تحریک ہوتی ہے

(۹) بھوک پیاس کی برداشت کرنے کی قدرت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۰) صابر و ضابط بننے سے ہمت بڑھتی ہے۔

(۱۱) گناہوں سے اجتناب کرنیکے باعث تقوٰے پیدا ہوتا ہے۔

(۱۲) اخلاقی حالت کی اصلاح ہوتی ہے۔

(۱۳) خدا کا قرب ملتا ہے۔

(۱۴) قوائے شہوانی و غضبی اعتدال پر آجاتے ہیں۔

(۱۵) ایمان و اطاعت الٰہی میں ترقی ہوتی ہے جس سے روزہ دار مستجاب الدعوات بن جاتا ہے۔

یہ تو دنیوی اجر ہے وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

پارہ ۱۳ سورۂ یوسف رکوع ۷) اور جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے اجر

آخرت اُن کے لیئے (اس سے کہیں بڑھکر ہے) روزہ کے اجر کے متعلق فرمعنیین ارشاد وارد ہوا ہے الصّوم لی وانا اجزی بہ ۔یعنی روزہ میرے لیئے ہے اور میں ہی اسکا بدلہ دونگا۔ یا میں خود ہی اسکے عوض ملجاؤں گا۔ اب جسکی جیسی ہمت جیسا ظرف ہو اگر وصل حور کی تمنا اور شراب طہور کی ہوس میں روزہ رکھا ہے تو خدا اُن کو وہی بدلا دیگا بلکہ وہ تو یہاں تک فرماتا ہے لَهُم مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ (پارہ ۲۶ سورہ ق رکوع ۳) ان کے لیئے ہو وہاں جو وہ چاہیں اور ہمارے پاس کچھ اس سے بھی زیادہ ہے مگر ارباب نظر جو حظ نفس کو خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں آفت سمجھتے ہیں انکی آرزو ہی اور ہے

سودائے زاہداں ہمہ شوق بہشت حور ۔۔۔ غوغائے عارفاں ہمہ ذوق لقائے تست

حضرت رابعہ بصری رح سے حضرت سفیان ثوری رح نے پوچھا کہ آپکے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے خدا کی عبادت نہ دوزخ کے خوف سے کی ہے۔ اور نہ بہشت کی ہوس میں تاکہ میرا حال اس برے مزدور کا سا نہو جو مار کے خوف اور لالچ کی ہوس میں کام کرتا ہے۔ بلکہ میں نے اُسکی عبادت صرف اُسی کی محبت اور شوق کے سبب سے کی ہے ان حضرات کا حشر کے لق و دق میدان میں یہ عالم ہوگا۔ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۰ (پارہ ۲۹ سورۃ القیامتہ رکوع ۱) کتنے منہ اس دن تازے ہیں اپنے رب کی طرف دیکھتے ۔

نورالدین۔ گوجرانوالہ

رباعی

فرضیت صوم از برائے تطہیر ۔۔۔ تا نفس خسیس را نمائی تسخیر

آگہ چو شدی زشدت جوع و عطش ۔۔۔ ناچار کنی رحم بر احوال فقیر

عطا محمد امرتسری

۶۸۶

اجمیری تاج سے مسلم کی فریاد

مسلم کی ہے ذی رتبہ و ذی جاہ سے فریاد — شیون سے ہی فریاد غم آہ سے فریاد
فریاد ہے اجمیر کی درگاہ سے فریاد — جو بادشہ فقر ہے اُس شاہ سے فریاد

فریاد رسی کر مری اے ہند کے والی
درگاہ سے تیری نہیں جاتا کوئی خالی

اے مہر سپہر عرب و یثرب و بطحےٰ — تو چشت سے آکر اُفق ہند میں چمکا
پھیلا دیا توحید کا دنیا میں اُجالا — بیشک تو ولی ہند کا والی ہے ہمارا

تو قبلۂ حاجات و امان غربا ہے
اسلام کے قبلہ کا تو ہی قبلہ نما ہے

اسلام کا جو حال ہے ظاہر ہے وہ تجھ پر — بے یار و مددگار ہے وہ بے زر و بے پر
ایران کو اُدھر روس کیئے ہے تہ خنجر — اٹلی نے اِدھر خون سے پر کر لیا ساغر

پیمانہ ہے لبریز اُدھر ہو کہ اِدھر ہو
مظلوم کی فریاد رسی جلد۔ مگر ہو

مکر و دغل و ظلم و ستم کیا نہیں ہوتا — جو اہل ٹریپولی پہ برپا نہیں ہوتا
پر جوش شہادت ہے کہ ٹھنڈا نہیں ہوتا — ارمان ہے جو دل میں وہ پورا نہیں ہوتا

رہ رہ کے تڑپتے ہیں جوانان طرابلس
میدان بلاخیز ہے میدان طرابلس

اٹلی کے طرفدار فرانسیسی و روسی — سب مشرک و کفار یہودی و مجوسی

خاموش ہیں ترکی کیطرح مصری طوسی　　توحید کا ساتھی ہے فقط شیخ سنوسی

اللہ اکیلا ہے مددگار ہمارا
کیا کرسکیں پھر شرک و کفار ہمارا

اسلاف کے باقی نہیں گو ہم میں خصائل　　سب سیکھ لیئے دوسروں کے ہم نے رذائل
محروم ترقی سے ہوئے پستی پہ مائل　　ہاں شکر ہے اسکا کہ ہیں توحید کے قائل

اللہ کرے خاتمہ بالخیر ہمارا
اب حال ہے افسوس بہت غیر ہمارا

اے آب بقا مردہ کو پھر زندہ بنا دے　　قطرہ یم جاوید کا پھر ہم کو پلا دے
دل میں وہی تنویر دے آنکھوں میں ضیا دے　　قسمت کی برائی کو مقدر سے مٹا دے

قسمت نہ بدل صرف یہ اخلاق بدل دے
یا نامۂ اعمال کے اوراق بدل دے

یا خلعتِ نو قوم کو انعام میں مل جائے　　صحت کا مزہ دورۂ اسقام میں ملجائے
جو قوم کہ زندہ ہے وہ اسلام میں ملجائے　　انگلینڈ کا خطہ عرب و شام میں ملجائے

ہو نخلِ کہن میں شجرِ سبز کا پیوند
تثلیث کی آزادی ہو توحید کی پابند

ہر چیز میں ہو مد نظر حرمتِ اسلام　　وسکی کے عوض زمزم و کوثر سے بھریں جام
پتلون اُتر جائے بندھے چادرِ احرام　　اُٹھ جائے زن و مرد سے بے قیدی کا الزام

بے پردگی اسلام کی پردہ سے بدلجائے
کھانے کا مزہ قورمہ زردہ سے بدلجائے

تہذیب سے آراستہ ہو قوم کی صورت　　توحید سے پیراستہ ہو باطنی سیرت
سائنس میں ہو جلوہ فگن نورِ حقیقت　　عینک سے ہو افزود بصارت میں بصیرت

صورت کی طرح دل بھی پُر انوار بنا دے
سینہ کو خدا! محرمِ اسرار بنا دے

وہ دن ہو مبارک ہمیں وہ شام ہو مسعود ہو قوم میں ظاہر شہِ دیں مہدیٔ موعود
یہ ملت و ادیان کی تفریق ہو مفقود سب قوموں کا ہو ایک خدا ایک ہو مقصود

تصدیقِ رسالت کے جو ساماں نظر آئیں
پھر چرخِ چہارم سے مسیحا اُتر آئیں

مذہب میں جو یعقوب کی اولاد بہم ہو رُخ بیتِ مقدس کا سوئے بیتِ حرم ہو
ٹیمس کا سکوں نیل کے طوفان میں ضم ہو لنڈن میں عیاں شانِ عرب سطوتِ جم ہو

تاجِ شہِ انگلینڈ کو عمامہ مبارک
اسلام کو جو زیب دے وہ جامہ مبارک

فقیر محمد مہدی ابوالعلائی کالپوی

غزل

دل کو عشقِ روئے خواجہ کیوں نہو ہو جو بلبل گل کا شیدا کیوں نہو
یوسفِ اجمیر کو گر دیکھ لے؟ کیوں نہو شیدا زلیخا کیوں نہو
میرے خواجہ آپکے دیدار کا میری اِن آنکھوں کو لپکا کیوں نہو
اپنا کعبہ اور قبلہ تو وہی سر درِ خواجہ پہ نیچا کیوں نہو
دل ہو جس کا عاشقِ خواجہ حسن یا معین اُن کا وظیفا کیوں نہو
ہو جو معشوقِ الٰہی چشتیو! اِک جہاں کو عشق اُسکا کیوں نہو
گر مسیحِ ہند دیکھیں اک نظر یہ مریضِ عشق اچھا کیوں نہو
اُن کے خالِ رُخ کی ہو جس کو ولا نجمِ بخت اُس کا چمکتا کیوں نہو
سر میں سودا ہی تو دل بھی اے حسن گیسوئے خواجہ کا بندہ کیوں نہو

[illegible]

۷۸۶

اسلامی اربعہ عناصر

موجودہ زمانہ کے ڈاکٹر تو فاسفورس وغیرہ مفردات کا بھی انسانی جسم میں موجود ہونا بتاتے ہیں۔ لیکن یہ بات عام طور پر مسلم ہے کہ انسان کو خاک کا پتلا بننے کے لیے اکیلی مٹی کی ہی ضرورت نہیں بلکہ چار چیزوں کی ضرورت ہے جو اربعہ عناصر کہلاتی ہیں اور جنکو آب خاک۔ باد۔ آتش کہتے ہیں۔ گویا ایک جاندار انسانی جسم کے وجود کے لیئے مفصلہ بالا چار چیزوں کی ضرورت ہے۔ لیکن ایک گدھے اور سُور کے لیئے بھی یہی چار چیزیں درکار ہیں۔ اِس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان اور حیوان میں پھر فرق کیا رہا؟ مختلف زمانہ کے صاحب الرائے اور ذی علم اشخاص نے اِس مسئلہ کو مختلف طریقوں سے حل فرمایا ہے۔ اور مختلف دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔ جہاں اور اصحاب کی رائے کو مانا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ میری رائے کو بغور مطالعہ کرنیکے بعد کچھ وقعت حاصل ہو اور اُس سے عمدہ نتائج اخذ کیے جائیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قدرت نے انسان کو صرف ایک عقل زیادہ دیکر تمام حیوانوں پر فوقیت دیدی ہے۔ مگر اسپر یہ اعتراض ہوگا کہ گھوڑے اور ہاتھی میں بھی کم و بیش عقل ہوتی ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں یہ سب انسانوں سے نہیں تو گاؤں والوں سے ضرور بڑھکر ثابت ہوتے ہیں۔ ایک گروہ ایسا ہے جو کہتا ہے کہ انسان کو زبان دی گئی ہے اور حیوان بے زبان ہوتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ لوگ زبان کی تعریف اور اُس کا مفہوم نہیں سمجھتے۔ چونکہ ہم شیر۔ بلی۔ بندر وغیرہ کی آواز نہیں سمجھتے۔ اس لیئے ہم اُنہیں بے زبان کہتے ہیں۔ سائنس والوں کی چونکہ فلک تک رسائی نہیں۔ اس لیئے اُنھوں نے آسمان کے وجود سے قطعی انکار کر دیا۔ اور اِس نیلگوں شامیانے کو صرف حدِ نگاہ بتایا۔ اسیطرح چونکہ

انسان بندر اور بلی وغیرہ کی آواز کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ لہٰذا اس نے اُن کو بے زبان کہدیا۔ تعجب نہیں جو یہ جانور انسان کو ہی بے زبان سمجھتے ہوں +

جن لوگوں کو ایسی جگہ جانیکا اتفاق ہوا ہے جہاں بندر بہت رہتے ہوں۔ اُن کو معلوم ہوگا کہ بندر کی ایک آواز پر اُسکے تمام بھائی بند جمع ہو جاتے ہیں۔ اور دوسری آواز پر منتشر ہو جاتے ہیں۔ تیسری آواز پر کچھ اور کام کرتے ہیں۔ کسی آواز پر سب بھاگ جاتے ہیں۔ یہی حال کتوں کا ہے وقس ہذا علی البواقی۔ پس اگر ان کی اپنی خاص زبان نہ ہوتی تو وہ اپنی زندگی کی مختلف حالتیں اور مختلف موقعے کیسے گزارتے۔ طوطا اور مینا تو وہ الفاظ بھی ادا کر دیتے ہیں جو انسان بولتا ہے۔ انسان کے بچہ کو جو کچھ سکھا دیا جاتا ہے۔ وہی سیکھ لیتا ہے۔ حیوان کو بھی جو کچھ سکھا دو وہی سیکھ جائے گا۔ کبوتر ایک معشوق کا محبت نامہ لادے گا۔ کتا چوکیدار سے بڑھکر حفاظت کرے گا۔ مینا دروازے پر آنیوالے سے کون ہو۔ کیا ہے۔ کہاں سے آئے ہو۔ کیا چاہیئے۔ الفاظ ادا کرکے ایک نوکر کا کام دے گی وغیرہ وغیرہ +

حیوان کی بے زبانی کے اگر یہ معنی لیئے جائیں کہ وہ اپنا مطلب انسان سے نہیں کہہ سکتا تو ممکن ہے کہ ایک حد تک یہ رائے درست ہو۔ لیکن اس صورت میں کہ انسان بھی اپنا مطلب حیوان کو نہیں سمجھا سکتا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ حیوان کے نزدیک انسان بے زبان ہے۔ خیر ہم اس بحث کو طول دینا نہیں چاہتے کیونکہ بحث کا راستہ بہت وسیع ہے۔ اور ہمارا مضمون اس نحوی بحث سے بالکل علیحدہ ہے +

ہمارے نزدیک وہی شخص انسان ہے جسمیں عقل سلیم ہو۔ زبان کا ہونا نہ ہونا تو حواس خمسہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک مجنون اور پاگل اور عقل سے خارج شخص کو بھی انسان کہا جاتا ہے۔ لیکن جب ہم خلیفۃ اللہ ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں تو انسان سے مراد انسان کامل لیتے ہیں۔ اور عقل سے خارج شخص کو اس بحث سے بے تعلق سمجھتے ہیں +

ہندوؤں کے نزدیک انسان اور حیوان کے فرق کا کچھ اور ہی مسئلہ ہے۔ ہمیں

ان میں سے کسی ایک سے بھی بحث نہیں بلکہ یہ دکھانا مقصود ہے کہ وہ کون سی بات ہو جس سے ہم انسان اور حیوان میں تمیز کرتے ہیں یا کرنی چاہیئے۔

انسان اور حیوان کے وجود کا انحصار اربعہ عناصر پر ہے۔ اور اسی طرح انسان و حیوان کی مادی زندگی کے بقا کے لیئے بھی انہی چاروں چیزوں کی ضرورت ہی۔ اب ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ انسان و حیوان میں اگر فرق ہو تو انہی اربعہ عناصر کا فرق ہے یعنی انسان کو حیوان پر شرف حاصل کرنے کے لیئے چار چیزوں کی ضرورت ہو علاوہ چار عناصر یعنی آب و خاک و باد و آتش ہیں۔

گویا کہ انسان چار چیزوں سے مرکب ہے اور خلیفۃ اللہ بننے کے لیئے بھی اسے چار چیزیں حاصل کرنی چاہئیں۔

اب ہمیں ذرا وضاحت سے اس امر پر روشنی ڈالنی چاہیئے کہ جن اربعہ عناصر سے انسان مرکب ہے۔ وہی چیزیں اشرف المخلوقات اسے کیسے بناتی ہیں۔

اسلام بآواز بلند کہتا ہے کہ علم دین تجارت صنعت و حرفت اور پالیٹکس سے سروکار رکھو۔ پھر کوئی چیز تمہیں ترقی کے راستے سے نہیں ہٹا سکتی۔ قرآن شریف نے ہماری دینی و دنیاوی کامیابی کا راز انہی چیزوں کے مضبوط پکڑنے میں بتایا ہے۔

ہم کو علم مثل دریا کے حاصل کرنا چاہیئے اور ہمارا علم پانی کی طرح رواں ہونا چاہیئے۔ اس صورت میں علم کو آب مانا گیا ہے۔ ہمارے تمام جسم میں دین یعنی خدا اور اُسکے رسول کے عشق کی آگ بھڑکنی چاہیئے۔ پس مذہب کی پیروی کی آگ ہمارا دوسرا عنصر آتش ہی۔

پالیٹکس کیا چیز ہے؟ ملکی معاملات کو پالیٹکس کہتے ہیں۔ اور اُسکا مادہ۔ اور پالیسی کا مادہ دونوں قریبًا قریبًا ایک ہی ہیں۔ اور پالیسی وقت و زمانہ کی محتاج ہی یعنی جیسا موقع اور محل ہو۔ اسی کے مطابق کام کرنے کا نام پالیسی اور پالیٹکس ہی۔ گویا کہ یوں کہنا چاہیئے کہ زمانہ جس رنگ میں مبتلا ہو۔ اور زمانہ کی ہوا کا رخ جدھر کا ہو اُسکی

مناسبت سے ملکی معاملات کا سرانجام دینا پالیٹکس کہلاتا ہے یعنی زمانہ کی ہوا کا رُخ دیکھکر کام کرنا۔ یہ تیسرا عنصر ہوا۔ یعنی **باد**۔

اب رہی صنعت وحرفت وتجارت۔ سو یہ وہ چیز ہے کہ جب انسان خاک میں ملجاتا ہے تو یہ بھی اُسی کے ساتھ خاک میں ملجاتی ہے۔ صنعت حرفت اور تجارت کو چونکہ مادّی چیزوں سے تعلق ہے اور کل مادّی چیزیں خاک میں ملکر خاک ہو جائیں گی۔ اس لیئے ایک حد تک ہم صنعت وحرفت اور تجارت کو خاک کہہ سکتے ہیں۔

درحقیقت انسان کے لیئے سب سے زیادہ علم کی ضرورت ہے۔ اور باقی سب چیزیں حتّٰی کہ پیٹ پالنے کا ہنر بھی علم سے حاصل ہوتا ہے۔ مگر عملی باتیں علم سے پوری نہیں ہو سکتیں علم اور عمل میں ہمیشہ سے فرق رہا ہے۔ اہل علم کے لیئے باعمل ہونا ضروری نہیں ہے۔ مگر اہل عمل کے لیئے اُس خاص عملی کام کا علم جاننا لازمی ہے۔ یہ بہت پیچدار جھگڑا ہے اس لیے ہم اِسے نہیں چھیڑتے۔

غرضیکہ عملی امور میں علاوہ علم کے (۱) آتش دین (۲) بادِ زمانہ (۳) اور ذاتی۔ قومی۔ ملکی۔ مالی ترقیاں ہیں۔ اور علم خاک نہیں ہو سکتا۔ دین کی پیروی خاک نہیں ہو سکتی پالیٹکس خاک نہیں بن سکتی۔ کیونکہ یہ سب کام انسان کی زندگی کے بعد بھی یادگار رہتے ہیں۔ اور اپنے عامل کا نام روشن کرتے ہیں۔ البتہ صنعت وحرفت چونکہ ایک ہنر ہے اور ہنر انسان کے ساتھ ساتھ خاک میں ملجاتا ہے۔ اور تجارت چونکہ صرف مالی ترقی سے تعلق رکھتی ہے اور مال ہم فقیروں اور اسلامیوں کے نزدیک سوائے خاک کے اور کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ اسلیئے یہ خاک ہی خاک ہے۔ منطق تو کوئی پہلو نکالے گی۔ اور بہت سی تاویلیں کرے گی کہ چونکہ تجارت سے ملکی اور قومی مفاد ہیں اور یہ مفاد انسان کی زندگی کے بعد بھی اسکا نام زندہ رکھیگا۔ اسلیئے یہ خاک نہیں ہو سکتا۔ مگر میں اس مضمون کو تمدنی حیثیت سے نہیں دیکھتا۔ انسان قوم۔ ملک کی مالی حالت کا انجام

سوچیئے اور فقیرانہ نگاہ سے دیکھئے۔ سب خاک ہی خاک دکھائی دے گا۔ پس مال یا اُس کی ترقی کے وسائل سب خاک ہیں +

اب یہ سمجھنا چاہیئے کہ دنیا میں انسان کو انسان کی زندگی بسر کرنیکے لیئے سوائے علم دین۔ پالیٹکس۔ پیٹ پالنے کے ہنر کے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اِس وقت تک دنیا میں کوئی چیز ایسی معلوم ہوئی جو مفصلہ بالا چیزوں کے علاوہ ہو۔ یہ چار نام جو ابھی لیئے گئے ہیں ایسے جامع ہیں کہ کل کائنات اِن میں مضمر ہے۔

بہت کم کیا بلکہ اِس زمانہ میں کوئی بھی آدمی ایسا نہیں جو اِن چاروں چیزوں کو جانتا ہو۔ کوئی اگر علم کے پیچھے پڑ لیا ہے تو بس اُسنے زندگی کا اصول یہی قرار دیا ہے کہ طوطے کی طرح رٹنے جاؤں اور عملی کام کچھ نہ کروں۔ کوئی دین میں پڑا تو زمانہ سے بالکل بے خبر ہو بیٹھا۔ کوئی صنعت و حرفت کا حامی ہوا تو دین بیچ بیٹھا۔ کوئی پالیٹکس کا دلدادہ بنا تو مذہب وغیرہ سے کانوں پر ہاتھ دہر بیٹھا۔ غرضکہ ایک فرد واحد میں کل (چاروں) صفات کا ہونا آجکل بالکل عنقا ہے۔ اور طرہ یہ کہ کل کا حاصل کرنا ناممکن قرار دیا جاتا ہے۔ ہمارے قرآن پاک نے انسان کو اِن سب کی مجموعی تعلیم دی ہے ہم رفتہ رفتہ ثابت کرینگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ فی الحال ہمیں یہ دکھانا مقصود ہے کہ جیسے انسان کی مادی زندگی اور وجود کے لیئے اربعہ عناصر کی ضرورت ہے ویسے ہی اُسکے اشرف المخلوقات ہونیکے لیئے بھی انہیں اربعہ عناصر کی ضرورت ہے۔ اور یہ آگ پانی ہوا اور مٹی انسان کی دینی و دنیاوی زندگی اور مادی اور روحانی حالت دونوں کے بقا کے لیئے نہایت ضروری ہیں +

ہم کبھی آئندہ بشرطِ مرضیٔ مولا ثابت کرینگے کہ قرآن کے اوراق میں انکی مجموعی تعلیم کا کیا کیا ذکر ہے۔ اور اِن کی مناسبت کے کیا معنی ہیں۔ ایسے انسان کیسے پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور حلقۃ المشائخ کس مرض کی دوا ہے۔ ہمیں اپنے واجب الاحترام

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے حسن انتظام اور واجب العزت فرد و آحد واحدی کے مستعد ہیں سے کافی امید اور پوری توقع ہے کہ وہ حلقہ کی باگ اسلامی اربعہ عناصر کی طرف موڑیں گے۔ اور زمانہ کی ہوا کا رخ دیکھکر۔ فرقان حمید کی تعلیم کو ملحوظ خاطر رکھکر اسلامی دنیا اور خصوصًا سنوسی علاقہ کی حالت معلوم کرکے حلقہ کو پورا حلقہ بنا دینگے۔ اور میرے خیالات کی تائید یا اصلاح فرمائینگے"۔

دعا کا طالب فیاض پانی پتی (علیگ)

تضمین

یک شب شہ کون و مکاں
درشوق رب دو جہاں
بگزشت از نہ آسماں
بَلَغَ العُلٰی بِکَمَالِہٖ

از پرتو ماہ عرب
وز جلوۂ محبوب رب
زد خندہ بر خورشید شب
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ

بدر اتم مہر کرم
نیکو شیم خیر الامم
کہف الورٰی شاہ ہدٰی
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

امجد! ندامہ در جہاں
کاسے صاحبان ذی لشاں
خواہید گر ز آتش اماں
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

خاکسار امجد حیدرآبادی

۷۸۶

نظم خیر مقدم

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب آجکل کوئی بیس دن سے ڈلہوزی پہاڑ پر بغرض تبدیل آب ہوا مقیم ہیں۔ آپکے وہاں پہنچنے پر مولانا شاہ نجم الدین حسن کشمیری پیش امام جامع مسجد (ڈلہوزی) نے یہ نظم خیر مقدم پڑہی تہی جو درج ذیل کیجاتی ہے ×

واحدی

اتیتَ اھلاً و سھلاً و مرحبا

ای آمدنت باعث مسروریٔ ما

رسانید ناگاه پیکِ صبا — نسیمِ نضارت به بُستانِ ما
که رفت از جهان فصلِ بردِ شتا — بهار آمد و تازه شد جانِ ما
هوا معتدل شد بریں کوهسا — شرف یافت خورشیدِ تابانِ ما
بیاراں بهار است دیدارِ یار — کنوں پر فزا گشت بستانِ ما
بهر عاشقے ایں نویدِ خوشی — چنیں داد آں ابرِ نیسانِ ما
همایِ شرف شاهِ عالی نژاد — جنابِ حسن ماهِ تابانِ ما
ز دهلی شهرِ خاوری آمده — منور شد از مقدمش جانِ ما
چو آں ابرِ رحمت سوئے کوهسا — بیامد بسے تازه[ؔ۱] شد جانِ ما
گلِ تازهٔ بوستانِ نبیؐ — به شد رونقِ ایں خیابانِ ما
ترا اے گلِ باغِ پیغمبری — کند مقدمِ خیر ایں جانِ ما
تمنا ز تو یک نگاهِ کرم — غلامِ غلامانِ تو جانِ ما

[ؔ۱] خواجہ صاحب کے ڈلہوزی پہنچنے سے پہلے یہاں بہت گرمی تہی۔ آپکے جاتے ہی بارش شروع ہوئی۔ اسکی طرف اشارہ ہے ۱۲

ھُوَ النُّوْر

صبح کا سویرا۔ سہانا وقت۔ جدھر دیکھئے نور کی چادر چھوٹ رہی ہے۔ جھلملاتے ہوئے تاروں کی ہلکی ہلکی روشنی علوی کشش کا پہلو لیئے ہوئے شمع سحری کے اُجالے کو عالم بالا کی طرف کھینچے لیئے چلی جاتی ہے۔ شب زندہ دار مہتاب کی شعاعیں نورانی زبان سے ورد واللیل ختم کر چکیں۔ سورۃ والقمر کی تلاوت میں مشغول ہیں۔ روحانی لہجہ میں کچھ ایسا بلا کا درد ہے کہ مرکز سے محیط تک عالم عالم میں ایک نئی بے چینی معلوم ہو رہی ہے قدرتی ہاتھ تجرد و امثال کی پرکار لیئے ہوئے اشراقی نقطہ پر دائرہ ظہور کچھ اس طرز سے کھینچ رہے ہیں کہ عرفانی نگاہیں لوٹ ہوئی جاتی ہیں۔ نفس ناطقہ کی عروجی نظر بل ھم فی لبس من خلق جدید کے نکتے حل کر رہی ہے۔ امکانی ذروں کی نگاہیں وجوبی آفتاب کی قدسی کرنوں پر بیطرح ڈورے ڈال رہی ہیں۔ زبان اخلاص سے معشوق حقیقی کے نام کی جپنی جپنے والے عشاق گوشوں میں بیٹھے ہوئے گردنیں جھکائے قلبی آئینہ میں حسن بے مثال کے جلوے دیکھ رہے ہیں۔ کوئی نفسی لطیفہ کی دُھن میں لگا ہوا ہے۔ کوئی روحانی مقام طے کر رہا ہے۔ کسی کے مخفی سے مخفی طور پر راز و نیاز ہو رہے ہیں۔ کوئی اخفٰی کا دھیان جمائے ہستی ظلی کے کافور کو نیستی کی آگ پر اُڑا رہا ہے۔ کسی کی باطنی نظریں پاس انفاس کے اُتار چڑھاؤ پر پڑ رہی ہیں۔ کہیں شغل سہ پایہ کا دَور چل رہا ہے۔ کہیں ذکر اللہ کی ہموار کششیں وجود اعتباری کو بُرادہ کی طرح خاک عدم میں ملا رہی ہیں۔ کہیں یک ضربی سے وحدت حقیقی کی نمود ہو رہی ہے۔ کہیں دو ضربی عکسی دوئی کا نقش مٹا رہی ہے۔ کہیں اسم ذات کا ذکر ہو رہا ہے۔ روح مجرد کی غیر مادی آنکھوں سے عالم صفات کے پردے اُٹھائے جا رہے ہیں۔ قل اللہ ثم ذرھم کی

صدائیں عالم قدسی سے لگاتار کانوں میں چلی آتی ہیں۔ کوئی کمند وحدت میں گرفتار خودی کے حلقوں سے آزاد ہوتا جاتا ہے۔ کوئی تخت تجرید پر بیٹھا ہوا اقلیم بدن میں سلطان الاذکار کا سکہ جاری کر رہا ہے۔ کہیں یوگ کی محبت میں انحدی تار چھڑ رہے ہیں۔ مندر کا گھنٹہ چلا چلا کر کہہ رہا ہے کہ ؎

در حیرتم کہ دشمنی کفر و دیں چرا است — از یک چراغ کعبہ بت خانہ روشن است

آزادوں کی اعتقادی پیشانی پر جلوہ دینے والا تفریدی قشقہ دیکھنے والے کو بیرنگ کر دیتا ہے۔ تحقیقی زبانیں بے اختیار کہنے لگتی ہیں کہ ؎

منکر کفر مشو گر سر ایماں داری — کعبہ یک پارۂ سنگ ہست ز بتخانۂ ما

ایک لہلہاتا ہوا باغ پیاری پیاری بہار جوبن برسا رہی ہے۔ جدھر نظر جاتی ہے آنکھیں گل بدامن ہوئی جاتی ہیں۔ بیرنگی کی نیرنگیاں ہیں کہ پھول پھول کی پتی پتی سے رنگ کی طرح ٹپکی پڑتی ہیں۔ سبزہ اپنے نازک ہاتھوں میں شبنم کے موتیوں کی تسبیح لیے ہوئے تہلیل سے رشتۂ الفت جوڑ رہا ہے۔ طیور کی نغمہ سنجیاں صوت سرمدی کا پتہ دے رہی ہیں مرغان سحر کے خوش آیند نغمے وان من شیء الا یسبح بحمدہ کا ساز چھیڑ رہے ہیں۔ سوسن صد زبان پر مَن عَرَفَ اللّٰہ طَالَ لِسَانُہٗ کا تلوینی رنگ ہو کر چھایا جاتا ہے۔ منہ بند کلیاں من سکت نجی کے خیالی تصور میں ڈوبی ہوئی عالم خاموشی کا اصلی راز ایک دلآویز خوشبو کے پیرائے میں ظاہر کر رہی ہیں۔ ناشگفتہ غنچے شوق بسط میں قبض کی آخری منزل نہایت شگفتگی کے ساتھ قطع کرتے جاتے ہیں۔ گل و بلبل کا مجازی حسن و عشق حقیقی ناز و نیاز کی آئینہ داری کر رہا ہے۔ حسینان چمن کے چاند سے رخساروں پہ اللّٰہُ جَمِیْلٌ وَّ یُحِبُّ الْجَمَال کا گلگونہ نور برسا رہا ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار — ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اے فلسفی بچا ہوا وقت کی قدر کر۔ طبیعیات کے دائرے سے نکل کر عالم بے کیف کی طرح بڑھو

اے حقیقت شناس نظرو! اگرچہ تم یونانی الٰہیات کے بہت سے نکتے حل کر چکی ہو لیکن یہ نکتے اس قابل نہیں ہیں کہ جن کے ذریعہ سے تم اپنے وجود کی اصلی غایت کے عروج تک پہنچ سکو۔ یہ تو وہی نکتے ہیں جنپر افلاطونی خیالات ایک زمانہ تک غیر معمولی روشنی ڈالتے رہے۔ لیکن زندگی کی آخری ساعت میں اُنکے سارے کمالات ایک افسوسناک زوال کی صورت میں دکھلائی دیئے۔ اُسوقت یہ بیچاری کیا کر سکتی تھی۔ تڑپ کر رہ گئی اور تھوڑی سی دیر کے بعد جہاں سے آئی تھی وہیں چل بسی۔ خدا سچ کہنا۔ کبھی تمہیں اُس روحانی فلسفہ کی کتاب کی خطبہ خوانی بھی نصیب ہوئی ہے؟ جسکی بسم اشہد لا الہ الا اللہ ہے نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اگر تمہاری اس قدسی کتاب کے مضمون تک رسائی ہو جاتی تو جتنے بھی امکانی سبق ہیں سب بھول جاتے ہیں۔ دیکھو ایک حقیقت آگاہ کی زبان سے کیا معرفت کے پھول جھڑتے ہیں ؎

جبھی جا کے مکتب عشق میں سبق مقام فنا لیا جو پڑھا لکھا تھا نیازؔ نے اُسے صاف دل سے بھلا دیا

ہائے افسوس تم نے اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ امور عامہ کی نکتہ شناسی میں کھو دیا عقل جزئی کے ہاتھوں عقول عشرہ کی سراغرسانی تمہاری فطرت کا جوہر بن گئی فلسفہ اعلیٰ کی پیچیدگیوں نے اپنی انجمن میں ڈالکر تم کو اصلی سعادت سے محروم کر دیا۔ تم نے کبھی وجودی صحیفوں کو حقیقی وحدت کی نگاہوں نہیں تو دیکھا۔ اگر کبھی دیکھ لیتیں تو اپنا دیکھنا بھول جاتیں۔ دیکھو! ذرا حقیقت کا آئینہ سامنے رکھکر دیکھو۔ تمہاری باطنی صورت کو اقلیدس کی شکلوں نے کیسا بگاڑ دیا ہے۔ واللہ جب تم پر نظر پڑتی ہے خدا بینی کی آنکھوں میں حسرت کے آنسو ڈبڈبا آتے ہیں۔ حق نما آئینے تمہارے بگڑے ہوئے تیوروں کو جب دیکھتے ہیں۔ دل تھام کر رہ جاتے ہیں ہیئت کے آسمان سے اگرچہ تم نے نازک خیالات کے تارے اتارے۔ لیکن تم نے کبھی اتنا نہ ہو سکا کہ دل کی پاک زمین میں معرفت الٰہی کے درخت لگاتیں۔ اے انسانی روح! تو اپنی حقیقت کو بھول گئی گیا تجھکو

اپنا وطن یاد نہ رہا۔ تو تو اُس باغ کی رہنے والی ہے۔ جسکا پھول پھول اور پتی پتی اسماء الٰہیہ اور صفات قدسیہ کے تفصیلی رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے ؎

دریں چمن ہمہ گر فرد باطلے داری — چو گل مسودۂ سینہاے خستہ نویس
خیال اگر ہوس آہنگ مشق آزادیست — چو بوے گل ہوا معنی نبستہ نویس
برنگ نقطۂ سہوت فسردگی تا چند — چو موج سطر جنونے عناں گسستہ نویس
زوہم تختۂ مشق ہوس مباش اینجا — بقدر یک الف آہے بسینہ خستہ نویس
زسبزہ شوخی خط بہار ریحان است — تونیز خامہ برنگے زن شکستہ نویس

اے پیاری روح! ذرا غور کر۔ تو جس دفتر کی محافظ مقرر کی گئی ہے۔ اُسکے ایک ایک فرد سے آئینہ نمود کی چہرہ کشائی کے جوہر نکل رہے ہیں۔ ہر جوہر بقدر استعداد قدرت وجود کی صورت نمائی کا آئینہ دکھلا رہا ہے۔ اے چشم تجرد کی پتلی! ذرا آنکھیں کھول مجموعۂ عالم کے جزو جزو پر نظر ڈال۔ تجھکو معلوم ہو جائے گا کہ ہر جزو دبستان معرفت میں کتاب کامل کا مطالعہ کر رہا ہے ؎

درخیالت ہر چہ زیں صحرا سیاہی میکند — گر ہمہ اندیشۂ محض ست نقش خامہ ایست
نقطہ بیکارے ندارد نسخۂ باغ ظہور — حیرت آئینہ شوخی سبزہ طوطی نامہ ایست
بیضۂ طاؤس میخواند کتاب گلستاں — در عدم نیز از کمال معنوی ہنگامہ ایست

اے لوح وجود کی نقش ثانی! اعتباری صورتوں کے نگارخانہ کو کب تک وہمی نظروں سے دیکھتی رہے گی۔ یاد رکھ وہمی چمن کی رنگ آمیزیاں گلشن تحقیق میں غبار دیدۂ بیدار کہلاتی ہیں۔ اگر اس غبار کی دامن مژگاں تک رسائی ہوگئی تو قدسی نظر بازیوں کے سارے جوہر خاک میں ملجائینگے۔ خدا کے لیئے ذرا بیخودی کی نگاہ سے دیکھ۔ تجلی اعلیٰ سے تجلی جامع تک ایک بسیط کا انبساط ہے۔ کہ نقطے کی طرح لاکھوں خطوط کے روپ میں جلوہ دے رہا ہے ؎

ایں جوشش خروشے کہ بعالم پیداست — از خمکدہٗ بہار بے چون وچراست
اعیاں نغمات محفل بے رنگ اند — بے پردگی آئینہ وہم اشیاست

کل یوم ھو فی شان کی عینک لگا۔ اور مشاہدہ کر کہ حقیقی جمال و جلال کے دو دریا کس طرح بہ رہے ہیں ؂

اسمار جمالیہ اور جلالیہ کی لہریں انکی پیاری پیاری سطح پر کچھ اس طرح چھائی ہوئی ہیں جس طرح کسی کی مشکیں زلفیں کسی کے چاندسے چہرے پر۔ لیکن جس طرح کوئی شوق میں ڈوبی ہوئی نگاہ کوچہ زلف سے گزر کر عالم حسن میں پہنچتی ہے۔ کسی کی پری صورت اپنی حیرت کا آئینہ دکھلانے لگتی ہے۔ اسیطرح چشم بے کیف کی آغوش میں پرورش پانیوالی نظر جذبہ الٰہی کے ہاتھوں سے پردہ اسمائی اُٹھاتی ہوئی نقاب صفت اُلٹتی ہوئی ذاتی تجلیات کے عالم میں پہنچکر دیدۂ حیرت کی پتلی بن جاتی ہے ؂

زیں تماشا کہ ہوا موج گہر میپوشد — کشش آئینہ ور جوش سحر میپوشد
بے تامل بتماشا نگہہ واکردن نیست — برق کیفیت ایں جلوہ نظر میپوشد

اے مجرو روح! اگر معراج کمال پر پہنچنا چاہتی ہے تو دوئی کو مٹا۔ اور اپنی خیالی وحدت کو وجود مطلق کی حقیقی وحدت میں فنا کر۔ التوحید ترک التوحید فی توحید اللہ بس باقی ہوس ؂

گم شدن در گم شدن دین منست — نیستی در ہست آئین منست

عبدالسلام دہلوی

قطعہ

پہنچیں گے آسمان ترقی پہ کس طرح — فطرت میں راستبازی ایمان ہی نہیں
کہتے ہیں لوگ ہائے مسلمان تباہ ہیں — ہم کہتے ہیں کہ ہائے مسلمان ہی نہیں

خاکسار احمد حیدرآبادی

۷۸۶

مسدس مقدس

شاہزادہ مرزا عبد الغنی ارشد گورگانی (مرحوم) غدر بعد کے شعرا میں بلند درجہ رکھتے تھے۔ پنجاب کو جن دہلوی حضرات کے فیض قدم نے اردو کا ایسا دلدادہ بنا دیا کہ آج وہاں عبد القادر ظفر علی اور اقبال جیسے اعلٰی پایہ کے انشا پرواز ناثر و ناظم موجود ہیں۔ ان میں ایک نام شہزادہ صاحب کا بھی ہے۔ مرزا عثمان اشرف گورگانی لائق سپاس گزاری ہیں کہ انھوں نے ہمیں یہ معرکۃ الآرا مسدس عنایت فرمایا۔ جسکی دلچسپ وجہ تصنیف خود عثمان اشرف صاحب کے الفاظ میں درج ذیل کیجاتی ہے۔

(محمد ابو احمدی)

عالی جناب نواب محمد بہاول خاں بہادر خامس سپر رو مغفور والیٔ ریاست بہاولپور جنہوں نے سفر حج سے واپس آتے ہوئے وفات پائی تھی۔ جب حج کو جانے لگے ہیں تو ان کا حُبِ رسالتمآب میں عجیب حال ہوگیا تھا۔ ہر وقت تلاش میں رہتے کہ کوئی آئے اور نہایت پر درد نعتیہ کلام سُنائے۔ ایک دن اسی فرط شوق میں ارشاد ہوا کہ مرزا عبد الغنی ارشد گورگانی کو بہاولپور بلانا چاہیئے۔ اور ان سے ایک نظم مشعر بحالات ولادت حضرت سید الانام علیہ التحیۃ والسلام لکھوانی چاہیئے چنانچہ دعوت دیگئی لیکن دعوت کا مقصد اُسوقت بتایا جسوقت انعقاد محفل میں کل ۱۲ گھنٹے رہگئے۔ مرزا صاحب کا دماغ اشعار ڈھالنے کی ایک مشین تھی جو ہر دم گرم رہتی تھی سو ہاں کیا دیر تھی۔ باوجودیکہ سفر کی تکان سے دل پریشان تھا مگر قلم دوات لیکر بیٹھ گئے اور جسقدر دیوان (۸۰) بندوں کے نقل کرنے میں لگی ہو اتنے عرصہ میں نظم لکھکر بغیر نظر ثانی نواب صاحب کے حوالے کی جا سنائی۔ دوسرے دن جناب مرزا محمد اشرف صاحب برمی گورگانی دہلوی سابق میر منشی ریاست نے جو ارشد مرحوم کے بھتیجے ہوتے ہیں عام شائقین کے لیئے اپنے مکان پر ایک مجلس منعقد کی اور ارشد صاحب کو

دوبارہ اس مسدس کے پڑھنے کا موقع دیا۔ آج مدت مدید کے بعد یہ مسودہ نظر پڑ گیا ہے جسے نذر ناظرین نظام المشائخ کرتا ہوں اگرچہ مرزا ارشد کی طبیعتِ خداداد کا اس نظم کو نمونہ نہیں کہا جا سکتا مگر یقین ہے کہ فی البدیہہ ہونیکے سبب دلچسپی سے پڑھی جائے گی۔ اور اہل ذوق اصحاب اسمیں کیفیت سوز و ساز پائیں گے۔

عثمان اشرف گورگانی۔ عزمی دہلوی

(۱)
اے صلِ علیٰ شانِ دل آرائے محمدؐ — ہے صورتِ قرآں رُخِ زیبائے محمدؐ
یٰسین ہے خود قلبِ مصفائے محمدؐ — والنور ہے آئینۂ سیمائے محمدؐ
قامت ہی الف لام ہی مو میم دہاں ہے
الحمد کہ قرآں انہی حرفوں سے عیاں ہے

(۲)
اُس ذات سے ہی زیب دو عالم کے چمن کی — ہر پھول میں رنگت ہی اُسی رُخ کی پھبن کی
ہر غنچہ میں خوشبو ہی اُسی غنچہ دہن کی — رعنائی اُسی لب سے ہے نسرین و سمن کی
ہی صورتِ مد سر اُسی قد کے سہارے
ہر نخل کشیدہ ہے محمدؐ کے سہارے

(۳)
بلبل کے ترانوں میں ہی کیوں روح فزائی — یہ طرز اُسے نعت پیمبرؐ نے سکھائی
طوطی نے ادا نغمۂ دلکش کی اُڑائی — تعریف محمدؐ سے اُسے یہ روش آئی
ہر سرو پہ حق سِرّ کیوں کہتی ہی قمری
عاشق قدِ احمدؐ پہ سدا رہتی ہی قمری

(۴)
ہمشکل ہے ہر برگِ شجر دستِ دعا کا — مشتاق ہے دیدار رسولِ دوسرا کا
جھونکا سحر و شام معطر وہ ہوا کا — کہتا ہے کہ میں محو ہوں اک نور خدا کا
انگشت شہادت ہی رسالت پہ ہر اک شاخ
شاہد ہی محمدؐ کی جلالت پہ ہر اک شاخ

(۵)
وحدت کا الف ہی الفِ قامتِ سرور — قدرت کا جو مظہر ہے تو یکتائی کا مظہر
بینی کا الف کہتا ہی اُس خط پہ سراسر — میں جلوہ خدا کا ہوں خداداد ہوں منظر
تحقیق ہی اُس قد میں قیامت کی نشانی
لاریب قامت ہے قیامت کی نشانی

(۶)
کل اُسکے سراپا کی صفت کیونکہ بیاں ہو — جو خازنِ اسرار خدائے دوجہاں ہو

اے حضرتِ جبرئیل ادہر آؤ کہاں ہو — مدّاح کی جانب نظر اِسوقت تو ہاں ہو
مضمون کو ئی چوٹی کا سرِ عرش سے لادو — یا صورتِ گنجینۂ اسرار دکھادو

(۷) محمود و محمدؐ ہے وہ اور حامد و احمد — وہ افضل و اعظم ہے تو ہے اکبر و امجد
ہر اسم گرامی کا خلاصہ ہے یہ ادشلؐ — ہے صمد سے اِن ناموں میں اِک نورِ مجرد
صمد اسمیں نہاں نورِ احد اسمیں نہاں ہے — خاموش عیاں اِسپہ بیاں صاف عیاں ہی

(۸) لولاک لما شان میں اُس ذات کی آیا — اور عرش کی کرسی سے بلند اُسکا ہی پایا
جو نور فرشتوں کی نظر میں نہ سمایا — جس نور کا تہا عالمِ تقدیس پہ سایا
اُس نورِ مجرد کی صفت ہو نہیں سکتی — حقا کہ محمدؐ کی صفت ہو نہیں سکتی

(۹) مسجودِ ملائک وہ رہا عرش بریں پر — ملجائے غریباں وہ بنا روئے زمیں پر
نام اُسکا تہا جاری لبِ جبرئیل امیں پر — طغرا تہا رسالت کا لکھا اُسکی جبیں پر
ہر عضو سے پیدا تہا عجب سِر خدا کا — تہا ارض کا قبلہ تو وہ کعبہ تہا سما کا

(۱۰) بندوں میں وہ بندہ ہے مقرب ہو خدا کا — درویشی میں سلطان بنا ہر دوسرا کا
بہوکے نے بہرا پیٹ ہمیشہ غربا کا — غم کھا کے رکھا دہیان سدا جود و سخا کا
کونین میں تہی سب سے بڑی بات اُسکی — درگاہ احد میں تھی بس اک فاقہ اُسکی

(۱۱) حیران فرشتے تھے یہ ذی جاہ ہی کیسا — ہے عجز طبیعت میں شہنشاہ ہے کیسا
آفاق میں نور اسکا ہے یہ ماہ ہی کیسا — بندہ ہے جس اللہ کا وہ اللہ ہے کیسا
وہ قدرتِ حق نورِ احد صنعتِ رب ہے — اس احمدِ بے میم کی ہر شان عجب ہے

(۱۲) عابد بہی مساجد بہی فرشتوں کا بہی مسجود — خود بینی کا ہر پہلو ہے اُس ذات میں مفقود
حامد بہی محمدؐ بہی ہے اور ساتھ ہی محمود — جو صمد کا ہے وصف وہ سب اُسمیں ہی موجود
توحید کا اثبات کیا اسکی زبان نے — اور شرک کا بطلان کیا حُسنِ بیان نے

(۱۳) اُمّی ہے مگر علمِ لدُنّی کا خزینہ — یٰسین ہے خود مصحفِ حق اسکا ہی سینا

دل صاف ہی آئینہ صفت بغض نہ کینہ — خاتم ہے رسالت کا نبوت کا نگینہ
اولاد تو آدم کی ہی آدم سے ہی بہتر — ہر ایک مکرم سے معظم سے ہے بہتر

(۱۴) نور اسکا ہے ارض و سماوات سے پہلے — جس طرح چمک جاتا ہی دن رات سے پہلے
ذات اسکی ہے اسطرح ہر اک ذات سے پہلے — جس طرح خیالات دلی بات سے پہلے
مرکوز تھا یوں علم الٰہی میں ازل سے — جسطرح تعلق ہو مبدّل کو بدل سے

(۱۵) اے مومنو! اب آئی ہے صلوٰۃ کی باری — گرچہ ہو گناہوں سے معافی ہو ہماری
ہاں ہاں لب خاموش پہ صلواۃ ہو جاری — نازل ہوئی لو رحمت حق بزم میں ساری
رحمت ہو نہ کیوں رحمت عالم کا بیاں ہے — فخر و شرف دودہ آدم کا بیاں ہی

(۱۶) جس بزم میں ہے تذکرہ مولود نبیؐ کا — اللہ کی رحمت کا وہاں مینہ ہے برستا
اس نور سے معمور ہے وہ بزم سراپا — خاکی ہے گر انسان تو کچھ ڈر نہیں اصلا
آجاتے ہیں اس فرکے سُننے کو ملک تک — ہو جاتی ہی پر نور زمیں ہفت فلک تک

(۱۷) پڑھتے ہیں درود اہل زمیں جتنا زیادہ — ہوتا ہے در فضل و کرم اور کشادہ
صلواۃ کا یاں دلمیں ہی ہوتا ہی ارادہ — واں حور و ملک عرش پہ کرتے ہیں اعادہ
جب صلّ علیٰ آتا ہی مومن کی زباں پر — خوشنود خدا ہوتا ہی ہر حرف بیاں پر

(۱۸) محفل میں زباں پر ہو تو بس صلّ علیٰ ہو — اور جی میں عوض جاں سے پیمبر پہ فدا ہو
کس طرح در لطف و کرم اُسپہ نہ وا ہو — کس طرح نہ رافت شہ عالی کی سوا ہو
جامیؒ — نفرست درود از دل و جاں روح نبی را — زیں تحفہ بکن شاد رسول عربی را

(۱۹) خوشنودی خالق کا سبب کیوں یہ بیاں ہی — اس نکتۂ باریک میں اک راز نہاں ہے
محبوب جسے ذکر رسول دو جہاں ہے — محبوب خدا وہ بھی تو بے شک و گماں ہے
اللہ کا محبوب ہی محبوب نبیؐ کا — ہے صلّ علیٰ تذکرہ کیا خوب نبیؐ کا

(۲۰) محبوب کا محبوب بھی محبوب ہے گویا — راغب کا جو مرغوب ہے مرغوب ہے گویا

یوسف کا جو عاشق ہے وہ یعقوب ہے گویا — جو خوب پہ مفتون ہے وہ خود خوب ہے گویا
اللہ کے پیارے کا جو دنیا میں ہے پیارا — کہلاتا ہے درگاہِ الٰہی میں "ہمارا"

(۲۱) لکھا ہے کہ جس دم یہ ہوا عزمِ الٰہی — اپنے میں سے پیدا کریں اک نور کماہی
وہ نور دے اللہ کی قدرت پہ گواہی — گو خود ہوں شہنشاہ مگر دوں اُسے شاہی
وہ جزو تو ہمارا ہو مگر کل میں ہو شامل — خوشبو کی طرح گل سے الگ گل میں ہو شامل

(۲۲) پیدا کیا اللہ نے اُس نورِ مبیں کو — دیکھا نظرِ شوق سے رخسارِ حسیں کو
روشن کیا تقدیس سے انوارِ جبیں کو — منقوش کیا نقشِ محبت سے نگیں کو
موجد ہوا خود محوِ اِس ایجاد پر اپنے — عاشق تھا خدا حُسنِ خداداد پر اپنے

(۲۳) پیدا کیا خالق نے شجر ایک یقیں نام — کیا اُس شجرِ نور کی تعریف ہو ارقام
تھیں ٹہنیاں چار اُسکی نہایت ہی خوش اندام — ہر شاخ پہ تھا خامۂ قدرت نے کیا کام
سب برگ و ثمر نور کے۔ ہر غنچہ و گل نور — گویا شجرِ شمعِ سرِ طور تھا۔ کُل نور

(۲۴) اُس نور کو پھر صورتِ طاؤس بنایا — موتی کے پر و بال دیئے خوب سجایا
لا کر شجرِ نور کی شاخوں پہ بٹھایا — جب شاخوں کو طاؤس کا جلوہ نظر آیا
ہر شاخ جھکی سجدہ میں تسلیم کی خاطر — تسلیم کے بعد اُٹھی۔ تو تعظیم کی خاطر

(۲۵) نیرنگیٔ طاؤس کا دل کش تھا نظارا — تھا عالمِ قدسی میں ہر اِک آنکھ کا تارا
وہ روح فزا نغمہ وہ آہنگ دل آرا — یوں غیب کے گلزار میں وہ مور جھنکارا
سُبحانَکَ اللّٰھُمَّ تو ہی پاک خدا ہے — بے مثل ہے واحد ہے تو یکتا ہے جدا ہے

(۲۶) پھر صنعتِ صانع کا اک آئینہ بنایا — اُس نور کو وہ حُسنِ خداداد دکھایا
اپنا رخِ پر نور جب اُسکو نظر آیا — افراطِ حیا سے وہیں سر اپنا جھکایا
خورشید کے چشمے سے ٹپکنے لگی شبنم — وہ عارضِ گلرنگ عرق سے ہوئے پُرنم

(۲۷) یکسر تو پسینے سے ہوا تھا یہ ہویدا — اُن نور کے قطروں سے فرشتے ہوئے پیدا

چہرے کے عرق سے یہ کیا حسن دو بالا — پیدا ہوئے لوح و قلم و عرش معلّے
مہر و مہ و اختر انہیں قطروں سے ہیں روشن — اجرام منور انہیں قطروں سے ہیں روشن

(۲۸) سینے کے پسینے نے دکھایا تھا یہ عالم — پیدا ہوئے سب اُس سے رسولانِ کرم
ابرو کے جو قطرے تھے وہ جوہر نہ تھے کم — تھے باعثِ ایجاد شہیدانِ معظم
کل ارض و سما کا بھی ہر قطرہ سبب تھا — صدقہ قدمِ پاک محمدؐ کا یہ سب تھا

(۲۹) چاروں طرف اُس نورِ خدا نے جو نظر کی — اک روشنی پائی گئی ہم رنگ سحر کی
اُس روشنی کے راز سے یوں حق نے خبر کی — ہے چار طرف وسوم تری فتح و ظفر کی
یہ چار ترے یار ہیں یا آلِ عبا ہیں — ہر دم جو ترے نام مبارک پہ فدا ہیں

(۳۰) ان چاروں سے زینت تجھے ہو جائیگی پیارے — تو شمس و قمر ان میں ہے یہ چار ستارے
جو راز فراہم ہیں تری ذات میں سارے — اُن رازوں کے سمجھیں گے یہی چار اشارے
تو مصحفِ یٰسین ہے یہ آیات مبیں ہیں — یہ پارۂ قرآں ہیں جدا تجھ سے نہیں ہیں

(۳۱) پھر روح امیں کو یہ ہوا حکم الٰہی — لے آؤ زمیں سے ابھی تم تھوڑی سی مٹی
مٹی سے دکھائینگے تمہیں حکمتیں اپنی — اک شکل بنائینگے جو ہو ہو بہو ایسی
تصویرِ مصور کو نہ پہچان سکو تم — معبود کو اور عبد کو حیرت سے تکو تم

(۳۲) یہ سنتے ہی جبرئیل اُتر آئے زمیں پر — کچھ خاک لی کعبے سے گئے عرش بریں پر
اُس خاک سے آدم کا بنا جسم مطہر — اللہ نے نور اپنا بھرا خاک کے اندر
ہر کنگرۂ عرش پہ تاباں رہا وہ نور — یوں عالمِ باطن میں نمایاں رہا وہ نور

(۳۳) جب حضرتِ آدم کو کیا عرش پہ پیدا — پیشانیٔ آدم میں پھر اُس نور کو رکھا
آدم میں جو وہ نور تجلی نظر آیا — تعظیم سے سر اپنا فرشتوں نے جھکایا
گو تھا سرِ آدم میں مگر سر بفلک تھا — وہ نورِ خدا سجدہ گہِ حور و ملک تھا

(۳۴) جب عالمِ غیبی میں نمایاں ہوئے آدم — ماتھے پہ چمکتا رہا وہ نور مکرم

اِک بار یہ فرمانے لگا خالقِ عالم — اے ارض و سماوات و جبلہائے معظم
کیا تم میں ہے طاقت کہ اُٹھالو یہ امانت؟ — اپنے سر و سینے پہ سنبھالو یہ امانت

(۳۵) یہ سن کے پہاڑوں سے صدا تک بھی نہ آئی — اور ہفت سماوات نے گردن نہ اُٹھائی[له]
افتادہ زمیں شرم سے بیجان سی پائی — سنگین و گراں سنج وہ دیتے تھے دُکھائی
جب کوئی بھی اُن میں سرِ میداں نہیں آیا — آدم نے سر و چشم پہ وہ بار اُٹھایا

(۳۶) پروانۂ شمعِ رخِ احمد ہوئے آدم — آشفتۂ گیسوئے محمد ہوئے آدم
سرخیلِ بشر اشرف و امجد ہوئے آدم — مسرور اس انعام سے بے حد ہوئے آدم
اُس نور سے آدم کا مقدر ہوا روشن — یا وہ وہ آدم کا ہر اک گھر ہوا روشن

(۳۷) جب روح کو آدم کے تنِ پاک میں ڈالا — گھبرائی بہت روح کہ یہ گھر تو ہے کالا
کی عرض کہ اے ذاتِ تبارک و تعالیٰ — میں کیا رہوں اُس گھر میں جہاں ہو نہ اُجالا
آزاد ہوں میں قید میں ہرگز نہ رہونگی — الطف ہے مرا جسم نہ قید نہ سہونگی

(۳۸) پھر حکم ہوا روح کو اے روح نہ ڈر تو — ظلمت ہے جو اس گھر میں تو کر کچھ نہ خطر تو
پائے گی یہاں زینتِ شان عزّ و فخر تو — پیشانیٔ آدم پہ تو کر اپنی نظر تو
جب روح نے پیشانیٔ آدم پہ نظر کی — عاشق ہوئی شیدا ہوئی بد ہو نہ رہی کچھ تن و سر کی

(۳۹) اِس طرح سے جب شمعِ ہدیٰ روح نے پائی — بے ساختہ وہ پیکرِ آدم میں در آئی
دیکھا کہ ہے اِس گھر کی ہر اک شئے میں صفائی — ہر گوشہ میں دیتی ہے عجب شان دکھائی
گھر کیا ہے کہ گنجینۂ اسرارِ خدا ہے — سامان جو حکمت کا ہے سب اسمیں بھرا ہے

(۴۰) انوارِ محمد سے ملی روح کو دولت — داخل تنِ آدم میں ہوئی اب تو برغبت
پانے لگی جب جسم میں ہر قسم کی راحت — انساں سے ہوا اُنس تو جاتی رہی وحشت
آدم کو ہوا حکم کہ جنت میں رہو تم — اور عیشِ دوامی کے مزے خوب اُٹھاؤ تم

(۴۱) پہلے پہل آدم نے نظر کو جو اُٹھایا — روشن کلمہ عرش پہ لکھا نظر آیا

[له] بندش شاعرانہ کے سبب کرہ و آسمان و زمین کا سکوت ظاہر کیا گیا ورنہ ان کا جواب دینا قرآن شریف میں مذکور ہے ۱۲ (واحدی)

توحید و رسالت کا بہم دیکھ کے پایا — اللہ کے قریں نام محمد کا جو دیکھا
حیرت ہوئی آدم کو یہ کیا شان خدا ہے — نام عبد کا معبود کے ہمراہ لکھا ہے

(۴۲) یہ کون ہے جو مجھ سے بھی پہلے ہوا پیدا — اور عرش کی پیشانی پہ نام اُسکا ہے چمکا
پھر نام کے ہمراہ رسالت کا ہے رُتبا — اور اُسپہ یہ طرہ کہ ابھی ہے پسِ پردا
قربان ہوں اِس شان کے کیا شان ملی ہے — اللہ کے پہلو میں جگہ آن ملی ہے

(۴۳) آدم نے کیا عرض کہ اے خالقِ عالم — میں سب سے مقدم ہوں۔ یہ ہی مجھسے مقدم
معلوم ہو گر اِس کی مجھے شانِ معظم — میں اُسپہ دل و جان سے قربان ہوں ہر دم
حکم آیا۔ کہ یہ لائق تعظیم و شرف ہے — اولاد میں تیری ہے۔ مگر دُرِّ نجف ہے

(۴۴) ہوگا شرف اِس سے تری اولاد و نسب کو — افزوں کریگا یہ ترے نام و لقب کو
اُٹھیں گے رسولانِ سلف اِسکے ادب کو — فخر اِس سے ہی ہوگا تری اولاد میں سب کو
یہ شافعِ محشر ہے یہ رحمت ہے ہماری — دارین میں شفقت کی علامت ہے ہماری

(۴۵) آدم کو ہوا شوق کہ دیدار تو دیکھوں — اُس نورِ خداوند کے انوار تو دیکھوں
اولاد میں اپنے لیے سردار تو دیکھوں — اُس فخرِ بنی نوع کو اک بار تو دیکھوں
ہر چند مرا نورِ نظر لختِ جگر ہے — لیکن یہ بشر عزِّ بشر فخرِ بشر ہے

(۴۶) جب شوق میں دیدار کے آدم ہوئے مضطر — حکم آیا کہ ناخن پہ انگوٹھوں کے نظر کر
بیٹے کا نظر آیا جوں ہی روئے منور — ہاتھوں کے انگوٹھوں کو لیا چوم کر
صلواۃ پڑھی اور کہا تجھپہ فدا ہیں — عزت میں تجھے پاتا ہوں اپنے سے سوا میں

(۴۷) تو وہ ہے کہ پیدائشِ آدم کا سبب ہے — آدم ہی نہیں۔ خلقتِ عالم کا سبب ہے
تنویرِ مہ و نیرِ اعظم کا سبب ہے — تخلیقِ رسولانِ معظم کا سبب ہے
تو باعثِ ایجادِ زماں اور زمیں ہے — جز ذاتِ خدا کوئی ترا مثل نہیں ہے

(۴۸) اِس عشق میں بیتاب ہوئے آدم خوش ذات — اللہ سے کی آپنے اِس طرح مناجات

اے خالقِ حور و ملک و ارض و سماوات — گھبراتا ہے تنہائی میں بندہ ترا دن رات
اک مونس و غمخوار عنایت ہو الٰہی — تنہائی کی ہو دُور اُس سے یہ وحشت ہو الٰہی

یہ گلشنِ جنت کی فضا اور یہ وسعت (۴۹) ہر قصرِ بہشتی کی یہ زیبائش و رفعت
فردوس کے آرام ہر اک قسم کی نعمت — بے مونس و ہمدم ہیں مرے واسطے وحشت
تنہائی میں شادی کا نہ کچھ غم کا مزا ہے — اک دم تو نہ روتا ہی نہ ہنستا ہی بھلا ہے

اُس نور کے صدقے سے جو میں نے ابھی دیکھا (۵۰) بے مونس و غمخوار نہ رکھ تو مجھے تنہا
نیند آ گئی ہنگامِ دعا میں تو یہ دیکھا — آغوش میں بیٹھی ہوئی ہیں حضرتِ حوّا
اک دوسرے کو دیکھ کے دل خوش ہوئے دونو — اک دوسرے کی شکل پہ مائل ہوئے دونو

چاہا جو تقرب تو ہوا حکمِ الٰہی (۵۱) بے مہر کے تزویج کی دونوں کو مناہی
حاضر ہیں فرشتے بھی یہاں بہرِ گواہی — شادی کرو آپس میں بصد شوق کماہی
دس بار محمد پہ جو صلوات پڑھو تم — یہ مہر ہے حوّا کا ادا اسکو کرو تم

رہنے لگے فردوس میں دلشاد وہ دونو (۵۲) کھاتے تھے سب نعمائے خداداد وہ دونو
دلبستہ تھے آپس میں بہر آزاد وہ دونو — تھے خلقتِ جنت میں پریزاد وہ دونو
جنت کی ہر اک چیز کے مختار تھے گویا — مخلوقِ سماوات کے سردار تھے گویا

دل مطمئن آرام میں اور چاق و توانا (۵۳) جس چیز کو جی چاہا اُسے شوق سے کھانا
بیداری کا کچھ وقت نہ سونے کا زمانا — جنت سے نکل کر کہیں آنا تھا نہ جانا
سنتے تھے نوا سنجیاں مرغانِ چمن کی — بے کھٹکے ہوا کھاتے تھے جنت کے وطن کی

آیا حسد ابلیس کو اس حال پہ ناگاہ (۵۴) خوش حال اُنہیں دیکھ کے ناری نے بھری آہ
چاہا کہ کسی طرح سے کیجے انہیں گمراہ — خاکی کو ملا باغِ جناں رہنے کو واللہ
قبضہ میں ہو گر دم ابھی جان اپنی گنوا دوں — دم دیکھے جو دم بھر تو انہیں دم میں مٹا دوں

انساں کی یہ توقیر ہو یہ ہے مری قسمت (۵۵) فردوس میں جاگیر ہو ہے یہ میری قسمت

یوں خوبیٔ تقدیر ہوے ہے مری قسمت — اس سے مری تحقیر ہوئی ہئی مری قسمت
میں علم میں رتبہ میں فرشتوں سے بڑا تھا — اب خاک سے بھی کم ہوں کیا ہوگیا کیا تھا

شیطاں کسی صورت سے گیا خلد کے اندر (۵۶) آدم سے فریبی نے کہا پاس یہ جا کر
آپ عالم علوی میں ہیں کیا اشرف اکبر — مخلوق میں کوئی بھی نہیں آپ سے بڑھکر
جنت سا مقام آپ کے رہنے کو ملا ہے — یہ رتبہ ملائک سے بھی حضرت کا سوا ہے

یہ سرزمیں فرماؤ پسند آپ کو آئی (۵۷) اس باغ کی کیا چیز بھلا آپ کو بھائی
کیا چیز نہیں کھائی ہے کیا چیز ہے کھائی — جو دیکھی تھی آدم نے حقیقت وہ سنائی
فرمایا ہر اک شے کا مزا میں نے چکھا ہے — اک پھل ہے مگر حق نے مجھے منع کیا ہے

شیطان ہنسا۔ اور کہا حضرت والا (۵۸) پرسش کا مری آپ سے یہ ہی تو سبب تھا
مجموعۂ لذات یہی پھل تو ہے یکتا — اس پھل کو نہ کھایا تو مزا کچھ بھی نہ پایا
اس پھل میں ہی تو خوبیٔ دارین بھری ہے — ہر دانے میں دانائیے کونین بھری ہے

لاحول پڑھی حضرت آدم نے یہ سُنکر (۵۹) سمجھے کہ یہ شیطان فریبی ہے مقرر
شیطان جو مایوس پھرا با دلِ مضطر — حوا کے قریں پھر گیا بہکانے ستمگر
اے اُمِّ بشر آیا ہے تسلیم کو خادم — پہچانتا ہے آپ کی تعظیم کو خادم

حوا نے جو مکار کی یہ دیکھی طلاقت (۶۰) سمجھیں یہ کوئی نیک فرشتہ ہے نہایت
مخدومۂ عالم نے بصد لطف و عنایت — فرمایا کہ کیا کام ہے کہہ اُس کی تو حاجت
مکار نے پھل دیکے کیا عرض خدا را — شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

مقبول ہو نا چیز ہے گو نذر محقر (۶۱) خادم کے لیئے فخر کا باعث ہی سراسر
فردوس میں یہ پھل ہی ہر اک چیز سے بڑھکر — نوش آپ کریں اسکو تو معلوم ہوں جوہر
خود کھایئے اور حضرتِ آدمؑ کو بھی دیجے — اس نعمت عظمےٰ کے مزے خوب ہی لیجے

القصہ وہ پھل حضرتِ حوا نے بھی کھایا (۶۲) اور حضرتِ آدمؑ کو بھی منت سے کھلایا

جب کہا چکے دونوں تو یہ جلوہ نظر آیا — فرمانِ خداوند بہت جلد یہ آیا
جنت سے نکل جاؤ کہ ناپاک ہو دونو — خاکی سے تو نوری ہوئے پھر خاک ہو دونو

(٦٣) جب آدمؑ و حواؑ میں جدائی ہوئی باہم — تھا انکو الم انکا۔ تو انکا تھا رنہیں غم
دونوں کئی سال ہوئے پھر نہ فراہم — دل آہوں سے لبریز تھا آنکھ اشکوں سے پرنم
تو یہ ہوئی منظور نہ درگاہ خدا سے — آدم کو معافی نہ ملی جرم و خطا سے

(٦٤) پھر ہاتفِ غیبی سے یہ آدمؑ کو ندا دی — کیا عرش کے حالات نہیں یاد ذرا بھی
اُس نام مقدس کی ذرا سوچ تو خوبی — جو تیری ولادت سے بھی پہلے تھا بہت ہی
دے واسطہ اُس نام کا۔ اور عذرِ خطا کر — کر عرض کہ یارب مجھے آفت سے رہا کر

(٦٥) آدمؑ نے لیا نام محمدؐ کا دعا کی — خالق نے معاف اُنکی اُسی وقت خطا کی
حواؑ کو دیا اُن سے ملا پھر یہ عطا کی — یہ نام ہر انسان پہ رحمت ہے خدا کی
اِس نام سے ہوتی ہے گنہگار کی بخشش — ہر مذنب و عاصی و خطاکار کی بخشش

(٦٦) اے اُمتیو! حال سُنا۔ اپنے نبیؐ کا — مکی۔ مدنی۔ ہاشمی مطلبی کا
کیا شان ہے کیا اوج رسولِ عربیؐ کا — تھا خاتمہ اُس ذات پہ عالی نسبی کا
اصلابِ مقدس میں ہمیشہ وہ رہا ہے — ارحامِ مطہر سے ظہور اُسکا ہوا ہے

(٦٧) پہلے جو چمکتا تھا سرِ عرشِ بریں پر — برسوں رہا تابندہ وہ آدمؑ کی جبیں پر
جنت سے اُتارے گئے آدمؑ جو زمیں پر — یہ دولتِ جاوید چھٹی اُن سے یہیں پر
جب کوچ کیا حضرتِ آدمؑ نے جہاں سے — آگاہ کیا شیثؑ کو اس رازِ نہاں سے

(٦٨) القصہ بدلتا ہوا یہ نور منور — عبداللہ ذی مرتبہ تک آیا بصد فر
آخر شکمِ آمنہ اُس کا ہوا مظہر — ماں باپ کی تقدیر گئی جاگ سراسر
ٹھیرا صفتِ دُرِ نجف بطنِ صدف میں — توقیر یتیمی سے بڑھی اور شرف میں

(٦٩) اِس موتی کی آب اُسکی یتیمی نے بڑھائی — بچپن ہی سے دی باپ کی صورت نہ دکھائی

وحدت سنے کی اِس آئینہ میں جلوہ نمائی — جز ذات احد۔ اُسکا نہ تہا باپ نہ بہائی
تہا جلوہ یکتائی حق فرطِ صفا سے — کچہہ تہی جو دوئی اسمیں تو اک نور خدا سے

آغوش تہی مادر کی اُسے جنتِ دُنیا (۴۰) پاتا تہا اسی سے طرب و راحتِ دُنیا
تا دادا کا سایہ سببِ زینتِ دُنیا — تا پہنچے یتیمی میں نہ کچہہ آفتِ دُنیا
منظور تہا پروان چڑہانا جو خدا کو — کچہہ روز رکہا امن سے اُس نور ہدا کو

تہا باپ کی پیشانی میں وہ نور ابہی پنہاں (۴۱) اُسوقت بہی اعجاز ہوئے کتنے نمایاں
ارشاد یہ فرماتے ہیں عبد اللہ ذی شاں — ہوتا تہا گزر میرا اگر سوئے بیاباں
اک ابر کیا کرتا تہا سایہ مرے سر پہ — رحمت کی طرح رہتا تہا چہایا مرے سر پہ

پہر دیدۂ ظاہر سے مجہے سوجہی یہ اک بات (۴۲) چہرے پہ کہلے میرے ذرارض و سماوات
ہر چیز کی میں دیکہتا تہا کیفیتِ ذات — آئینہ تہے گویا مجہے۔ مخفی تہے جو حالات
بولی یہ زمیں تجہمیں نہاں نور خدا ہے — کہتا تہا فلک سر مرا سجدہ میں جہکا ہے

جس خشک شجر پاس گیا میں تو یہ پایا (۴۳) سرسبز ہوا وہ مرے سر پہ کیا سایا
اُس نخل کے سایئے سے جونہی اُٹہکے میں آیا — فوراً وہ ہوا خشک بدل لی وہیں کایا
میں پوچہتا جب باپ سے کیا اسکا سبب ہے — فرماتے ترِی پشت میں سرِّ اعجب ہے

اک روز کا یہ ذکر ہے عبد اللہ و زہری (۴۴) جنگل کو چلے جاتے تہے او صید کی دُہن تہی
ناگاہ دیئے نوّے (۹۰) سوار اُن کو دکہائی — جب غور سے دیکہا تو مسلح تہے یہودی
کہتے تہے کہ عبد اللہ کو ہم قتل کرینگے — یا مارینگے اُس ایک کو یا سارے مرینگے

پوچہا جو سبب قتل کا بولے وہ ستمگر (۴۵) کچہہ اُسکی خطا ہے نہ کوئی جرم سراسر
پیشانی میں ہاں اسکی ہے اک نورِ مطہر — زندہ ہمیں چہوڑیگا نہ وہ ریگا نہ میں بہ
کر دیں جو اِسے قتل تو اُس نور کا ڈر جائے — سر جائے تو یہ درد سر و خوف خطر جائے

زہری نے کہا تم کو ہوا کیونکہ یہ معلوم (۴۶) وہ بولے ہمارے علما سے ہوا مفہوم

عیسائیوں موسائیوں میں پڑ گئی یہ دہوم — واللہ کہ وہ نور کرے گا ہمیں معدوم
جب چمکیگا وہ نور مبیں مہ جبیں سے — اُڑ جائینگے سایہ کیطرح ہم تو زمیں سے
(۷۷) اتنے میں ہوا غیب سے اک شخص نمودار — تھا رُخ پہ جلال اُسکے تو تھی ہاتھ میں تلوار
تلوار سے وہ سارے یہودی ہوئے فی النار — عبداللہ کی توقیر کے دیکھے جو یہ آثار
زہری نے بہت عجز سے داماد بنایا — نانا وہ محمدؐ کا بنا فخر یہ پایا
(۷۸) دنیا میں تولد ہوئے جس رات پیمبرؐ — اُس رات کے اوصاف بیاں کیجیے کیونکر
تھی نور کی برسات عجب سطحِ زمیں پر — روشن در و دیوار تھے مثل مہ و اختر
تھی رات مگر دن کا نظارا نظر آیا — جو خاک کا ذرہ تھا ستارا نظر آیا
(۷۹) عالم میں جو تھی سید ابرارؐ کی آمد — مکی۔ مدنی۔ احمدِ مختارؐ کی آمد
آفاق میں خاقانِ جہاں دار کی آمد — کونین کے دارین کے سردار کی آمد
گھر آمنہ بی بی کا منور ہوا سارا — وہ آئینہ خانہ کی طرح گھر ہوا سارا
(۸۰) تعظیم کو اُٹھو کہ نبیؐ ہوتے ہیں پیدا — کعبہ میں رسولِ عربی ہوتے ہیں پیدا
ماہِ قرشی مطلبی ہوتے ہیں پیدا — قربان بأمی و ابی ہوتے ہیں پیدا
دنیا میں ہمارا جو سہارا ہے تو یہ ہے — عقبے میں مددگار ہمارا ہے تو یہ ہے

یاحبیب یا حبیب السلام علیک۔ صلواۃ اللہ علیک
یاکریم یاکریم السلام علیک۔ صلوۃ اللہ علیک

نعتیہ غزل

آج کعبہ میں محمدؐ مصطفےٰ پیدا ہوئے — کعبۂ دیں قبلۂ ہر دو سرا پیدا ہوئے
بندگی میں جنکو حاصل تھی خدائی کی صفت — مرحبا وہ مظہر نور خدا پیدا ہوئے
جنکے آنیکی خبر عیسےٰ نے اور موسےٰ نے دی — وہ رسولانِ سلف کے مقتدا پیدا ہوئے

شان کعبہ کی بڑھائی جنکی ذاتِ پاک نے
وہ رسولِ بت شکن صلِ علیٰ پیدا ہوئے

سب سے اول نور تہا اور سب سے آخر تہا ظہور
سرگروہ اولیاؤ انبیا پیدا ہوئے

جن کی تیغ تیز نے ٹکڑے اڑائے کفر کے
ہادیٔ دینِ خدا وہ رہنما پیدا ہوئے

دشمنوں پر مہرباں اور دوستوں پر شیفتہ
وہ رسولِ ذی کرم صاحب حیا پیدا ہوئے

وقت آخر بہی کہا یا اُمتی یا اُمتی
کشتیٔ امت کے لیے ناخدا پیدا ہوئے

رات دن ارشد پڑہو تم ذات والا پر درود
رحمتِ حق شافعِ روز جزا پیدا ہوئے

سلام

السلام اے باعثِ ایجادِ عالم السلام
السلام اے افتخارِ نسلِ آدم السلام

السلام اے امتِ عاصی کے ہادی السلام
السلام اے صاحبِ اسمِ گرامی السلام

ہاں بہاول خان پنجم پر کرم ہو یا رسول
شاد و خرم ذات انکی دم بدم ہو یا رسول

یا رسول اللہ ارشد پر کرم فرمایئے
مدعا جو انکے ہیں جلدی انہیں بر لایئے

حشر کے دن اپنے بندے کی شفاعت کیجیے
آپ کی امت میں ہو لطف و عنایت کیجیے

سچائی کی طاقت

(ارشد مرحوم)

ہر قسم کے جہوٹ سے ہماری اخلاقی قوت میں ضعف پہنچتا ہے۔ لیکن سچی انکساری خواہ اسکا نتیجہ ہمارے لیے کتنا ہی گراں کیوں نہو۔ در اصل و احعات اور سچائی کی چٹان پر اپنی بنیاد قائم کرتی ہے۔ مناسب وقت پر اپنی لاعلمی اور گناہ کا اقرار کرنا۔ اپنی ناقابلیت کو مان لینا۔ ایسی شہرت کے حصول سے انکار کرنا جسکا ہم کو کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ یہ اور ایسی اور باتیں اس منکسر المزاجی کو ظاہر کرتی ہیں جسکا نتیجہ افعال کی صورت میں برآمد ہوا ہے ایسے کام اگرچہ سخت اور دقت آمیز ہونے میں بہت مشہور ہیں لیکن اخلاق اور چال چلن کی درستگی میں بہت سود مند ثابت ہوئے ہیں۔ اگر ہم کمزور اور گناہگار ہیں تو اس سچائی کا جاننا اور محسوس کرنا بدرجہ بہتر ہے بہ نسبت

دِل ہاؤس

میاں سُنتے ہو؟ دہلی میں گورنمنٹ ہاؤس بنتا ہی۔ دن رات کام ہو رہا ہی۔ آنکھیں جاگتی ہیں اور جگائی جاتی ہیں۔ تم بھی اپنا دل ہاؤس بناؤ۔ ویرانے کو آباد کرو۔ گورنمنٹ ہاؤس کا راتوں رات بننا۔ ایک غیر معمولی جلدی کا سبب ہے ورنہ ظاہری عمارات کے بنوانے والے صرف دن کو کام لیا کرتے ہیں۔ لیکن دل ہاؤس ایک ایسی عمارت ہی کہ یہ رات کے اندھیرے میں ہی چنی جاتی ہی جس وقت سارا سنسان ہوتا ہے۔ اُس وقت پروردگار اور اسکے وہ بندے جو دل ہاؤس کی تعمیر کے طلبگار ہیں۔ جاگتے ہیں۔ گورنمنٹ ہاؤس کی تعمیر میں بجلی کی روشنی ہی۔ غل ہی شور ہی مگر دل ہاؤس کی تعمیر کے واسطے تاریکی اور سکوت کی ضرورت ہی جب گورنمنٹ ہاؤس بن جائے گا۔ اُسکے دروازوں پر پہرے ہونگے کہ کوئی شخص اندر نہ آنے پائے۔ بلکہ دل ہاؤس ایک ایسا وسیع مکان ہی جس میں کل ئنات کے تمام جلوے بے روک ٹوک آسکتے ہیں۔ گورنمنٹ ہاؤس کی تعمیر میں اگر قبریں کھدوا کر پھینکدی جائیں۔ مسجدوں اور مندروں کی مسماری ہو وہ تاریخی مقامات جن سے دہلی کا چپا چپا معمور ہی۔ بے نام و نشان ہو جائیں۔ تب بھی تم اسکی تقلید میں کسی کی دل آزاری نہ کرنا۔ کیونکہ دل ہاؤس کی تعمیر دلداری و دلجوئی کی بنیاد سے شروع ہوتی ہے۔ یہ ہاتھ سے گئی تو مکان بننا دشوار ہو جائے گا۔ اول تو گورنمنٹ ہاؤس کے بنوانیوالے بھی ایسے ستم شعار نہیں ہیں جو خواہ مخواہ کسی کے دل کو دُکھائیں اور نہ ہی یادگاروں کو مٹا کر اپنا گورنمنٹ ہاؤس بنائیں۔ اور بفرض محال کوئی ایسی جگہ آ بھی جائے تو کافی عوض معاوضہ ویدیا جائے گا۔ لیکن تمہارے گھر کے دل کی بنیاد ادنی سی دل شکنی میں بے بنیاد ہو جاتی ہے۔ یہاں معاوضات سے کام نہیں چلتا۔

گورنمنٹ ہاؤس کے رہنے والے زمین اور اہل زمین کے جسموں پر حکمرانی کرتے ہیں۔ دل ہاؤس کی

جہانداری اس سے وسیع ہی۔ اسکا حکم جسم وروح دونوں پر چلتا ہے۔ گورنمنٹ ہاؤس کے اہلکار اور شہریار بھی دل ہاؤس کے تابع فرمان ہیں +

دل ہاؤس دو لفظوں سے مرکب ہے۔ ایک دیسی اور ایک بدیسی۔ دل بیچارا ایشیا میں رہتا ہی ہندوستان میں رہتا ہی۔ علی الخصوص مسلمانوں کے سینہ میں رہتا ہے اور یہ وہ مقامات ہیں جہاں اسکی خوب خاطر واریاں ہوتی ہیں۔ اور اسکے جذبات کی بہت بڑی قدر کیجاتی ہو یہی دل گو یورپ والوں کے سینہ میں بھی رہتا ہی۔ مگر وہاں یہ اپنے گھر کے کام دہندے میں ایسا مصروف ہوتا ہے کہ دوسرے دل سے سروکار نہیں رکھتا۔ اسی واسطے ایشیا والے کہتے ہیں کہ یورپ کا ہر دل خودغرض اور بکار خودی مصروف ہو۔ لیکن ہمیں اس سے بحث نہیں۔ کوئی خودغرض ہو یا نہو۔ ہم تو اسکو دیکھتے ہیں کہ دلمیں اپنے پیدا کرنے والے کی بھی کچھ یاد ہے یا نہیں؛ اگر ایشیا والوں میں یہ بات یورپ سے زیادہ ہے تو ہمیشہ انہیں کا بول بالا ہوگا۔ اور اگر اہل یورپ کے دل واقعی اس نعمت سے محروم ہیں تو انکے علاقے اجڑ جانے کے قابل ہیں۔ ہاں خوب یاد آیا۔ دیسی کے بعد بدیسی ہاؤس کو دیکھئے۔ خبر نہیں لوگوں نے یہ دیسی بدیسی کا کیا جھگڑا لگایا ہو۔ ہاؤس کے معنی انگریزی زبان میں گھر کے ہیں۔ خانہ دل نہ لکھا۔ بیت القلب نہ پکارا۔ دل ہاؤس کہدیا۔ مفہوم اور مقصود وحقیقت تینوں کی ایک ہی ہے فرق صرف زبان اور بولی کا ہے +

ایک زمانہ تھا دہلی کو دل لی کہتے تھے۔ یعنی دل لینے والی بستی۔ اب وہ وقت کہاں نہ دل ہی رہا۔ اور نہ دل لینے والی ہی رہی۔ وہ اجڑ گیا یہ سٹ گئی۔ وہ برباد ہوگیا۔ یہ تباہ ہوگئی۔ شکر ہو کہ انگریزی سرکار نے جھاڑو ہاتھ میں لیکر اسکی صفائی شروع کی ہے۔ شاید کوڑے کرکٹ کے دور ہونیسے اسکی حالت کچھ سنبھل جائے۔ لیکن ابھی تک تو دل لی کا نام اسپر صادق آنے کا کوئی سامان نظر نہیں آتا +

خدا بخشے میری بیماری کو جسکے طفیل دلہوزی پہاڑ پر جانا ہوا تھا۔ ایک انگریزی والے لکھا۔

ہوز اور ہاؤس ایک ہی چیز ہے جسکے معنی گھر کے ہیں۔ گویا یہ پہاڑ دل ہاؤس یا بیت القلب تھا۔ کانوں کو یہ نام بہت بھلا معلوم ہوا۔ اور اِس لفظ میں اسرارِ حقیقت کے کرشمے نظر آنے لگے۔ جب اِس پہاڑ کی صورت دیکھی تو معلوم ہوا کہ بہشت کا ایک ٹکڑا ہی وہ بہشت جسکی مومن اور نیکو کار لوگوں کے نام رجسٹری نہیں ہوئی۔ اسمیں ہندو مسلمان نیک و بد ادنے اعلےٰ بغیر روک ٹوک کے آسکتے ہیں۔ امتحان صرف اتنا ہوتا ہے کہ ہاوس میل کے پُل صراط سے گزرنے کے بعد یہ بہشت نصیب ہوتی ہے۔ اِسکا نام رحمت خداوندی ہی۔ وہ نہیں چاہتا کہ اُسکے کافر و سرکش بندے قیامت کے بعد ابدالآباد دوزخ میں رہیں تو دنیا میں بھی اُن کو پہاڑوں کی ٹھنڈی ہوا اور ہوٹلوں کے یا راحت عیش سے محروم کردے ۔

کیسی بہار ہے۔ اونچے اونچے پہاڑ خبر نہیں کتنی مدت سے اپنے پروردگار کے سامنے پاؤں باندہے کھڑے ہیں۔ آنسوؤں کے چشمے سے وضو کرتے۔ اور حضوری قلب کے ساتھ نماز پڑہتے ہیں۔ خدا نے بھی انکے دل کو آباد کیا ہے۔ جدہر دیکھو ہرے بھرے درخت لہلہا رہے ہیں۔ پرندے ٹہنیوں پر میٹھے نغمہ سنجیاں کر رہے ہیں ۔

آدمی بھی جب گوشۂ و قاری سے یکسو ہو کر خدا کے سامنے حاضر ہوتا ہی تو اسکے دل میں بھی یہ خنکی۔ یہ سرسبزی یہ شادابی پیدا ہو جاتی ہی جسکو انگریزی اصطلاح میں دل ہاؤس کی آرائش کہنا چاہیئے۔ اور ہاں اسپر بھی توجہ کی ؟ پہاڑوں میں انسان کو نشیب و فراز کے رستوں سے کیسی تکلیف ہوتی ہی جب بلندی پر چڑہتا ہی۔ سانس پھول جاتا ہی۔ ہانپتا ہے۔ ٹہر ٹہر جاتا ہی۔ اور دیکھتا ہی کہ اب کتنا رستہ باقی رہ گیا۔ اور جسوقت بلندی سے پستی کیطرف آتا ہی۔ اسوقت بھی یہ خیال رکھنا پڑتا ہے کہ کہیں زور و تیزیٔ رفتار میں آس پاس کے کسی کھنڈ یا غار میں نہ گر پڑے ڈاکٹروں کی رائے میں پہاڑوں پر ترقی صحت کا یہی راز ہی۔ جو لوگ نشیب و فراز کی مشکلات میں شریک نہیں ہوتے۔ گھروں میں آرام سے بیٹھے رہتے یا سواری پر چلتے پھرتے ہیں انکی صحت

ہمیشہ خراب رہتی ہی۔ اِسی طرح دل ہاؤس کے معماروں کا خیال ہی کہ نفی اثبات کے نشیب و فراز میں چڑہنا اُترنا صحت باطن کیلئے لازمی ہی۔ اِسکی تکلیفات کا خیال کرکے جو لوگ گھبراتے ہیں ہمیشہ روحانی امراض میں مبتلا رہتے ہیں ؎

چڑھو لاالٰہ کی بلندی پر۔ اور اترو الا اللہ کی وادی میں۔ دل ہاؤس کی تعمیر کے لیے موسم رمضان خوب زمانہ ہی۔ جذبات یکسو سارا مے پاکیزہ۔ نفسانیت کی سرد بازاریاں۔ اِن دنوں میں تم بھی اپنا دل ہاؤس بنالو۔ پھر خبر نہیں کل کیا پیش آنیوالا ہے ؎

دل ہاؤس کا فرنیچر روزہ نماز اور ذکر الٰہی ہی گورنمنٹ ہاؤس کیلئے میز کرسی چاہیئے۔ دل ہاؤس کے لیئے ایک سجدہ با اخلاص اور حمد کا ایک سچا جملہ درکار ہی۔ روزے سب رکھتے ہیں۔ مگر جسم کی زبان بھوکی پیاسی رہتی ہی۔ اور نفس کی زبان کھانے پینے سے باز نہیں آتی۔ ایسا روزہ کس کام کا۔ دل ہاؤس کی آرائش چاہتے ہو تو ہوا و ہوس کی زبان بند کرو۔ اسکو روزہ رکھواؤ۔ مسجدیں خوب آباد ہیں نمازیوں کی صفیں بھی بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ کی جگہ کوہ ہمالہ کی صفوں کی مثل ہوتی ہیں لیکن ان میں اکثر لوگ میز کرسی کالر ٹائی بوٹ سوٹ چھری کانٹا۔ نوکری و خدمت گاری۔ غلامی و اطاعت شعاری ممبری۔ اور مجسٹریٹی۔ خان بہادری اور شمس العلمائی کے نشہ میں چور ہوکر اس وعید کے مستحق ہوتے ہیں جو لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنۡتُمۡ سُکٰرٰی کے پردہ میں مخفی ہی۔ پروردگار نہیں چاہتا کہ اُسکے بندے غیریت کے نشہ سے مخمور ہوکر حضوری میں آئیں۔ اسواسطے ارشاد فرماتا ہی کہ ایسی حالت میں نماز نہ پڑہو یعنی میرے سامنے نہ آؤ۔ جبکہ تم نشے میں مدہوش ہو۔ سرکش انسان نے سمجھ لیا کہ نشہ نماز سے چھٹکارے کا نام ہی کیونکہ خدا خود کہتا ہی کہ مخموری میں نماز کے قریب بھی مت جاؤ۔ کاش وہ ارشاد ربانی کے ناز محبوبیت تک رسائی پاسکتے اور معلوم کرتے کہ نماز محبوب کی نزدیکی کا نام ہی غیریت کا نشہ نہیں گے تو ہجر و فراق میں پھینکدیئے جائینگے۔ پس اگر دل ہاؤس کی بنا کو مستحکم کرنا اور اسکی آرائش و زیبائش کو مکمل دیکھنا چاہتے ہو تو رمضان شریف میں ایسی ترشی سے روزہ افطار کرو جو غیریت کے تمام نشے اتار دے اور تمہارے دلکو خدا کا گھر بنادے ورنہ جناب اکبر الہ آبادی کا یہ شعر تم پر صادق آئیگا ؎

خدا کا گھر نہ رکھا دل کو بنگلوں میں مکیں ہو کر
بھلا یا عرش کو اِس قوم نے کرسی نشیں ہو کر

جدا جدا کیفیت اور مقدار سے ہوتا ہے۔ اور اُن سب میں سے خلیفہ کوئی ہی بنتا ہے یہ تفاوت۔ اور امتیازات صاف طور پر ثابت کرتے ہیں کہ قلوب یا ضمائر میں قدرت نے ضرور فرق رکھا ہی +

قدرتًا ہر ایک دل کے متعلق ایک ڈیوٹی اور ایک کام رکھا گیا ہے اور اس ڈیوٹی کے لحاظ سے اُسے مقدار اور کیفیت بخشی گئی ہے۔ انہیں قدرتی مقادیر اور کیفیات کے اوزان پر دنیا میں اُنسے کام لیا جاتا ہے۔ جیسے اور اشیاء اور اجسام کی ترقیات قدرتی حدود کے اندر محدود ہیں ایسے ہی انسانی قلوب کی ترقیات بھی قدرتی مقادیر میں محصور ہیں۔ کوئی دل اُس مقدار اور اُس حیثیت۔ یا استعداد سے زیادہ اور بڑھ کر ترقی نہیں کر سکتا جو اُسے قدرت کی جانب سے دی گئی ہے۔ ہر ایک دل اپنی استعداد اور حیثیت میں جدا ہے۔ ہر ایک شخص اور ہر ایک دل اپنی ترقی اور عروج اور جذبات خلقی حیثیت سے اپنے ساتھ لاتا ہے۔ دنیا میں ہر ایک طاقت اُسیقدر صعود کر سکتی ہے کہ جس قدر اُسمیں قدرت نے حضرت صاعدہ ودیعت کر رکھی ہی۔ کوئی قوت یا کوئی طاقت اپنے صاعدہ مادہ سے بڑھ کر صعود نہیں کر سکتی۔ علیٰ ہذا القیاس کوئی طاقت اُسوقت سے زیادہ یہاں نہیں ٹھیر سکتی کہ جو اُسکے واسطے قدرت نے مقرر کر دیا ہے۔ اسی بنیاد پر یہ امر بحث طلب ہے کہ کیا ایک حکیم یا فلاسفر اور ایک نبی خلقت سے ہی نبوت اور حکمت ساتھ لاتا ہے۔ کیا نبی خلقتًا اور طبعًا ہی نبی ہوتا ہے۔ کیا نبوت کی استعداد ہی اور دل سے جدا اور الگ ہی +

یہ ایک لمبی بحث ہی۔ ہم مختصرًا اسکا یہ جواب دینگے کہ ضرور ایک نبی اپنی استعداد اور حالت میں جُدا ہوتا ہے اور قدرت کیجانب سے جو فیضان اُسپر ہوتا ہے وہ دوسروں پر نہیں ہوتا۔ نبی اپنی پیدایش کے ساتھ ہی مادہ نبوت لاتا ہے۔ نبی کوشش اور محنت سے نبی نہیں ہوتا بے شک ایک

ولیؔ

اپنی ریاضتوں اور محنتوں سے ولایت حاصل کرتا ہے۔ لیکن مادۂ ولایت طبعی ہوتا ہے ہاں نبی طبعًا اور فطرتًا ہی نبی ہوتا ہے۔ نبی دنیا میں اگرچہ کچھ محنت اور ریاضت کرتا ہے۔ اُسکا اکثر حصہ تعلیمِ اُمت کے لیئے ہوتا ہے۔ ورنہ اُسے اپنی ذات کے واسطے بالخصوص کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ ازل سے جوارِ رحمت الٰہی میں دائمًا جگہ پاچکا ہے بارگاہ الٰہی سے اُسے حصولِ مراتب کے واسطے کسی ریاضت اور محنت یا عبادت کی لزومًا حاجت نہیں۔ وہ بعثت اور پیدائش سے ہی نبی یا مرسل ہوتا ہے۔ زہد و ریاضت سے اُسے صرف ایک زائد فضیلت اور شرف حاصل ہوتا ہے ۔۔

ولیوں میں سے بعض ولی[۵۱] رخت ولایت قدرتًا ہی ساتھ لاتے ہیں۔ ایسوں کو مادرزاد ولی کہا جاتا ہے۔ اکثر مجذوب لوگ اِسی شق میں سے ہیں۔ خدا انہیں نبیوں کی طرح اپنی

---

[۵۱] اسی لحاظ سے کہا گیا ہے کہ ایک ولی بہ نسبت اپنی شاقہ ریاضتوں اور مجاہدوں کے بہ نسبت ایک نبی کے زیادہ الطاف و مراحم کا امیدوار رہتا ہے کیونکہ جو کچھ وہ حاصل کرتا ہے محنت اور ریاضت سے کرتا ہے۔ خلاف اسکے نبی قدرتًا رخت فضیلت ساتھ لاتا ہے۔ اسکی یہی قدرتی فضیلت اور شرف ہر حالت میں مجاہدین اور زاہدوں سے بارگاہ لم یزلی میں برتری اور فوقیت رکھتی ہے۔ اور ولی اسکے خادموں اور مریدوں میں شوق اور فخر سے درجہ اور جگہ پاتے ہیں۔ سچ ہے ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۱۲ [۵۲] کہا جائے گا کہ پھر نبیوں اور ایسے لیوں میں کیا فرق ملا؟ جواب اسکا یہ ہے کہ فیضان اللہ تعالٰی کا کسی سے مخصوص نہیں ہے وہ ہر ایک ذات پر کر سکتا ہے۔ لیکن نبی کو جو فیضان ہوتا ہے اُسکے ساتھ احکام اور ایک قانون بھی دیا جاتا ہے۔ اور انکی خدمات میں بشارت اور نذارت کا فرض بھی شامل ہوتا ہے۔ خلاف اسکے ولی کے فیضان میں بشارت اور نذارت نہیں ہوتی۔ دوسرے یہ کہ ولی کا فیضان محدود اور محصور ہوتا ہے۔ اور نبی کے کمالات لاتعد و لاتحصٰی۔ ولی کو دوسرے ولی سے بھی ایسا فیضان ہو کر ولایت کے درجہ یک دفعہ مل سکتا ہے۔ لیکن ایک نبی کے واسطے سوائے خدا کے کسی دوسری طاقت سے حصول فیضان نہیں ہو سکتا ۔۔ ۱۲

رحمت اور افضال کے مقرون بناکر قدرتاً ہی مدارج علیا پر جا پہنچاتا ہے۔ خدا کی رحمت کا خزانہ بند نہیں ہے۔ بلکہ ہر وقت کھلا ہے۔ جسے چاہے بخشے۔ بعض وقت ایسے لوگوں کو پیدائش کے ساتھ ہی یہ درجہ دیا جاتا ہے۔ اور بعض وقت پیدائش کے بعد ان مراتب پر فائز کیا جاتا ہے۔ غرض اللہ تعالی جسے چاہتا ہے اپنے فیض و کرم سے فیض یاب کرکے برتری اور شرف بخشتا ہے ٭

یہ جو پوچھا گیا ہے کہ کیا ہر ایک دل کے واسطے صفائی اور تزکیہ کی ضرورت ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک دل کے لیئے باعتبار اپنی کیفیت اور مقدار کے تزکیہ اور صفائی کی ضرورت ہے۔ ہاں وہ قلوب اور وہ صفائی نفوس جنہیں خداوند کریم نے پہلے سے ہی مزکےّ اور پاک پیدا کیا یا بنایا ہے۔ اور ان میں اسکا سایہ یا نور تاباں اور درخشاں رہتا ہے اُنہیں ایسے تزکیہ اور صفائی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اُنہیں قدرتاً ہی تزکیہ اور صفائی حاصل ہے وہ دنیا میں جو آکر عبادت یا ریاضت کرتے ہیں۔ وہ ضرورتاً اور تزکیہ [illegible] نہیں بلکہ محض تقاضائے بشریت اور اقتضائے قانون و شریعت کے پورا کرنیکے لیے ان امور میں مصروف رہتے ہیں۔ ایسے قلوب کے سوائے اور جس قدر قلوب یا نفوس ہیں اُنہیں حسب مراتب تزکیہ اور صفائی کی ضرورت ہے ٭

یہ سوال کیا گیا ہے کہ کیا قلوب یا نفوس پاک بنائے گئے ہیں۔ یہ ایک طویل بحث ہے۔ لیکن ہم مختصر طور پر ناظرین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ خداوند کریم نے لطائف قلبی پاک اور مقدس بنائے ہیں۔ جب روز میثاق میں۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ قَالُوْا بَلٰے کہا گیا۔ اس وقت تمام قلوب اور تمام نفوس پاکیزگی کی حالت میں تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ انکی پاکیزگی اور لطافت علی قدر مراتب تھی۔ جیسے جیسے کہ قدرت نے اُنہیں وہ مراتب اور مقادیر عطا کر رکھے ہیں۔ کوئی وجہ نہ تھی کہ خداوند کریم پیدائش اور کن کے ساتھ ہی ناپاک خبیث پیدا کرتا۔ کیونکہ اس صورت میں اس ذات احدیت پر ایک سخت الزام عائد ہونیکی

وجہ موجہ موجود ہو گی۔ خداوند کریم نے اپنے جوش رحمت کے تقاضا سے اِس کائنات کو عدم سے وجود کے دائرے میں لاکر فخر خلقت بخشا ہی۔ کیا اِس صورت میں گمان بہی ہوسکتا ہے کہ باوجود اِس جوش رحمت کے قلوب اور نفوس خلقتًا ناپاک اور خبیث بنائے گئے ہوں۔ یہ امر کہ یہ کیونکر سمجھا جائے کہ خدا نے قلوب یا نفوس پاک بنائے ہیں۔ اِس طرح ثابت ہوسکتا ہو کہ ہر ایک دل میں لطافت اور پاکیزگی کی قدر اور خیال پایا جاتا ہے۔ اگرچہ کوئی شخص کیسا ہی قاصر اور مرتکب منہیات ہو مگر اُسکے دلمیں بہی پاکیزگی اور تقدس کی عظمت لو ہیبت قائم ہے۔ اور وہ باوجود زشتی اعمال کے پاکیزگی۔ اور نیکی سے پیار کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ نیکی کے مراتب اُسے حاصل ہوں۔ یہ رجحان ثابت کرتا ہے کہ انسان کے دلمیں قدرتًا نیکی کا خیال پیدا کیا گیا ہے۔ اور وہ طبعًا اِسکی طرف عود اور میل کرتا ہے۔ بڑے بڑے قاسی القلوب لوگوں نے اخیر توبہ اور بازگشت کی۔ اور پاکیزگی کا اقرار اور تصدیق کرتے ہوئے جان دی۔ کیا اِس عمل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا نے دلوں اور قلوب میں طبعًا قدس ودیعت کیا ہے۔ رہی یہ بات کہ وہ دنیا میں آکر کیوں ناپاک اور خراب ہو جاتے ہیں۔ سو اسکا موجب دنیا کے حُجب اور کدورتیں ہیں اور اِن حجب کے باعث اُس نور اور قدس میں فرق اور کمزوری آجاتی ہے۔ خداوند کریم قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ + وَقُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ + اِن لطائف قلبی سے وہی روح منفوخہ مراد ہے اگر نعوذ باللہ اسے ناپاک اور خبث خیال کیا جائے تو کہنا پڑے گا کہ امر ربی یا روح الہٰی میں ہی نقص اور کمزوری تہی۔ ہم دریافت کرتے ہیں کہ کہجور آنبہ اور دیگر شیریں ثمرات ہمارے میٹہے بنانیسے خوش ذائقہ اور شیریں بنتے ہیں کہ یا یہ جوہر اُن میں طبعی ہوتا ہے۔ غالبًا یہی جواب ہوگا کہ یہ جوہر اُن کا طبعی ہے۔ کیونکہ جب تک اُن میں طبعی طور پر میل الی الحلاوت نہو وہ کب شیریں بن سکتے ہیں۔ یہی حال قلوب اور طبائع کا ہی طبعًا

جس طرح اس آیت شریف سے پاس انفاس کا کرنا بطور وجوب کے ثابت ہوا اُسی طرح ذکر۔ فکر۔ شکر۔ صبر۔ تسلیم۔ رضا۔ جو معمول بہ صوفیہ کرام ہیں وجوبًا اور استحبابًا اسی آیت سے مفہوم ہوتے ہیں **ذکر** اور **شکر** کا واجب ہونا تو خود لفظوں سے ظاہر ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ شکر نعمت کے مقابل میں ہوا کرتا ہے۔ پس جبتک منعم کی نعمت اور محسن کے احسان کی طرف فکر نہوگی۔ اور یہ خیال نہ کیا جائے گا کہ منعم نے مجھپر کیا کیا انعام کیئے اور محسن نے میرے ساتھ کیا کیا برتاؤ کیئے تو اُسکی نعمتوں اور احسان کا شکر ہی کیا کرے گا۔ پس شکر سے پہلے اقتضاءً فکر کا کرنا ضروری ہے۔ اور چونکہ اس آیت میں وَلَا تَكْفُرُوْنِ کفران نعمت منہی عنہ ہے۔ اور کفران نعمت دو طرح پر ہوتا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ منعم کے عطیہ پر شکر نہ کیا جائے۔ یہ تو وجوبًا منہی عنہ ہے۔ دوسرے یہ کہ فقدان متمنّیٰ کو کسی مصلحت پر محمول نہ کرے۔ بیصبری کرے اور تسلیم و رضا کو کام میں نہ لائے۔ پس جب اقتضائے اس آیت کریمہ کے جس طرح ذکر اور شکر اور فکر ضروری ہے۔ اسی طرح بے صبری نہ کرنا اور تسلیم اور رضا کو اختیار کرنا ضروری ہے الغرض اس آیت شریف سے ذکر اور فکر۔ اور شکر اور تسلیم اور رضا پانچوں مفہوم ہوتے ہیں جو معمول بہ صوفیہ کرام ہیں۔

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

یعنی نماز سے فارغ ہوکر اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی روزی اور جو جو اپنے حوائج سول اُن کو تلاش کرو۔ اور اس تلاش کی حالت میں بھی کسیوقت اُسکو نہ بھولو۔ اور کثرت سے ہر وقت اُسکا ذکر کرتے رہو۔ شاید اس عمل سے تم فلاح پاؤ ۔

ان آیتوں میں لفظ کثیر بروزن فعیل صفت مشبہ ہے اور صفت مشبہ وہ ہے جس میں بغیر فصل اور انقطاع کے صفت دائمی بطور استمرار کے پائی جائے۔ جیسے حسین وہ ہے جسمیں حسن دائمی ہو۔ کریم وہ ہے جسمیں کرم دائمی ہو عظیم وہ ہے جسمیں عظمت دائمی ہے اسیطرح کثیر وہ ہے جسمیں کثرت دائمی

بخلاف اسم فاعل کے کہ اُسمیں صفت حادث اور عارض ہوا کرتی ہے۔ دائمی نہیں ہوتی جیسے ضارب وہ شخص جس میں ضرب اور زدن حادث اور عارض ہوا ہو +

جب یہ معلوم ہوا تو اب سُنئے کہ اذکروا صیغہ امر کا ہے جو حقیقۃً وجوب پر اور مجازاً اباحت پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ کثیر صفت ہی ذکر موصوف محذوف کی جو اذکروا کا مفعول مطلق تعدادی واقع ہوا ہے یا تجریدًا۔ اذکروا کا مفعول بہ کہنا چاہیئے۔ دونوں صورتوں میں اِس جملے کے یہ معنی ہوئے کہ بطور دوام اور استمرار کے کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو۔ اور چونکہ واذکروا اللہ کثیرا وابتغوا کے فاعل سے حال واقع ہوا ہے اور حال اور عامل حال کا زمانہ ایک ہوا کرتا ہی۔ اِس صورت میں اِبتغاء اور ذکر کا زمانہ ایک ہوگا۔ اور آیت شریف کے یہ معنی ہوں گے کہ جو تمہاری روزی کی طلب کرنے اور باہمی لین دین اور کاروبار کی مشغولی کا وقت ہی۔ اُسوقت بھی بلافصل اور انفصال کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو۔ جب اِس آیت شریف کا یہ حکم ناطق ہے کہ چلتے پھرتے۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ لیٹے سوتے ہر کاروبار میں متواتر بلا فصل و انقطاع کے اُسکا ذکر کرتے رہو۔ **تو اب فرمایئے** کہ اِس حکم کی تعمیل کے لیئے ایسا کون سا ذکر ہے کہ ہر قسم کی مشغولی میں اُسکا ذکر جاری رہے +

حضرت! جہاں تک غور اور فکر کیجئے سوائے ذکر قلبی اور پاس انفاس کے کوئی دوسرا ذکر نظر نہیں آتا۔ الغرض اِس بیان سے یہ امر محقق ہوا کہ مقتضاء اِس آیت شریف کا صراحۃً یہ حکم کر رہا ہی کہ تم ہر کاروبار اور ہر حالت میں ذکر قلبی اور پاس انفاس کرتے رہو اور کسی وقت ذکر قلبی اور پاس انفاس سے غافل نہ ہو۔ قرآن کا تو یہ حکم اور **مؤلف** کا یہ دعوےٰ کہ قرآن میں اِسکا ذکر ہی نہیں +

کوئی صاحب یہ نہ فرمائیں

کہ پاس انفاس صراحۃً قرآن میں مذکور نہیں۔ گو التزاماً مفہوم ہوتا ہی تو ہم کہتے ہیں کہ جتنے

احکام روزہ نماز حج زکوۃ وغیرہ کے ہیں۔ سب قرآن میں اجمالاً مذکور ہیں بالتفصیل
کسی کا بیان نہیں۔ پاس انفاس کی کیا تخصیص ہے۔ پس جس طرح مختلف طریقوں سے
اوروں کی تفصیل ہوئی۔ اس طریقہ خاص سے پاس انفاس کا ثبوت ہوا +
قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ شَیْءٍ صِقَالَۃٌ وَصِقَالَۃُ الْقَلْبِ ذِکْرُ اللہِ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شے کی صفائی کا ایک آلہ ہوتا ہے۔ اور دل
کے صاف کرنیکا آلہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے +
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اگرچہ بصورت خبر ہے۔ لیکن حقیقۃً یہ انشا ہے
اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی کلام لغو اور خالی از افادہ نہیں ہوتا تھا۔ اس
صِقَالَۃُ الْقَلْبِ ذِکْرُ اللہِ اس معنی میں ہے اِصْقَلُوا الْقُلُوْبَ بِذِکْرِ اللہِ یعنی اپنے
اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے صاف کرتے رہو۔ چونکہ اس حدیث میں ذکر اللہ
کے لیے کوئی طرز خاص مذکور نہیں۔ پس بنظر عموم جس طرز اور جس طریقہ سے اللہ تعالیٰ
کے نام لینے سے تصفیہ قلب ہوتا ہو وہ ذکر مقصود شارع علیہ السلام ہے۔ پس جس طرح
ذکر قلبی ذکر روحی ذکر سری تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب اور تجلیہ روح کے لیے مصقلہ اور
آلہ واقع ہوئے ہیں۔ اسی طرح یہ پاس انفاس بھی تصفیہ قلب کے لیے ایک مصقلہ اور آلہ
ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اُسکو جاروب قلوب کہتے ہیں۔ چنانچہ مؤلف بھی اس کے
قائل ہیں۔ پس بحسب منشاء اس حدیث کے جس طرح ذکر قلبی وغیرہ مامور بہ اور امر شرعی
ہیں۔ اسیطرح یہ پاس انفاس بھی موافق اس حدیث کے مامور بہ اور امر شرعی ہوا جسکی نسبت
مؤلف کا یہ قول ہے کہ اسکا ثبوت نہ قرآن سے ہے نہ حدیث سے۔ اور یہ عمل جوگیوں کا ہے +

رہا مؤلف کا یہ کہنا

کہ صحابہ کرام میں سے کوئی اس عمل کو نہیں کرتا تھا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ پاس انفاس
جب امور سریہ میں سے ہو اور اسکے اظہار کا حکم نہیں۔ پھر دوسرے کو کیا علم کہ صحا

کر تئم اس عمل کو کرتے تھے یا نہیں کرتے تھے۔ اور بالفرض ہم نے مانا کہ صحابہ کرام اس عمل کو نہیں کرتے تھے۔ مگر یہ تو معلوم ہے کہ یہ پاس انفاس بغرض تصفیہ قلوب اور یاد الٰہی کے ہوا کرتا ہے۔ اور صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان صحبت سے تصفیہ قلب بغیر کسی آلہ کے حاصل تھا۔ اور جب پاس انفاس سے جو غرض تھی اُنکو پہلے ہی سے حاصل تھی۔ پھر اُسکے کرنے کی اُنکو ضرورت کیا رہی۔ ہاں جب سے ضرورت داعی ہوئی مثل صرف نحو وغیرہ کے بحسب اقتضار اس حدیث کے اُسوقت سے اِسکا عملدرآمد ہوا اور اُس میں کوئی برائی نہیں۔

یہاں ایک نکتہ قابل سننے کے ہے

وہ یہ ہے کہ اس حدیث میں صقالہ بروزن فعالہ اسم آلہ ہے اور آلہ کا یہ حال کہ جس چیز کا وہ آلہ ہے اُسکے جاننے والے اور کرنے والے کے لیئے آلہ ہے۔ دوسرے کیلئے نہیں۔ مثلاً دوات و قلم لکھنے کا آلہ ہے بے پڑھے کے لیئے آلہ نہیں۔ لکھا پڑھا ہی ہو اور اُسکو کام میں نہ لائے۔ تب بھی وہ بیکار ہے۔ تلوار اور بندوق دشمن پر وار کرنے کا آلہ ہے۔ اناڑی کے ہاتھ میں ہو یا جاننے والے ہی کے ہاتھ میں سہی۔ مگر اسکو کام میں نہ لائے تو محض دکھلانے کی چیز ہے۔ اِسیطرح ذکر اللہ موافق اس حدیث کے بیشک و شبہ مصقلہ قلب ہے مگر جاننے والے اور کرنے والیکے لیئے مصقلہ ہے جو جانتا ہی نہیں اور جانتا ہے مگر کرتا نہیں اُسکے لیئے مصقلہ نہیں۔ عوام کا کیا ذکر ہے۔ خواص جو علمار کہلاتے ہیں۔ برسوں اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں۔ کچھ بھی اثر نہیں ہوتا کسی فقیر کے پاس جم کر اُسکے تبلانے کے موافق کیجئے۔ دو ہی تین مہینے میں دل تجلی کر پھنے لگتا ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ ۝ اس آیت شریف میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو طریقت کی تعلیم فرماتا ہے۔ اس لیئے کہ طریقت میں بطور دوام اور استمرار کے تین چیزوں کا

ذکر خفی اور جہری

استعمال ہوتا ہے ایک ذکر۔ دوسرے فکر۔ تیسرے مراقبہ۔ پس اللہ تعالےٰ اِس آیت شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وجوبًا بطور دوام اور استمرار کے ان تینوں کے کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ وجوبًا اس معنی کر کہ اُذْکُرْ صیغہ امر کا ہے جو بطور حقیقت کے وجوب پر دلالت کرتا ہے +

دوام اور استمرار اس معنی کر کہ غدو اور آصال یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کے متقابل ہیں۔ اور جہاں دو لفظ متقابل جمع ہوتے ہیں۔ وہاں استیعاب ان کے جمیع افراد کا مقصود ہوتا ہے۔ جیسے رب المشرقین ورب المغربین۔ پروردگار مشرقین اور مغربین کا یعنے سارے جہان کا۔ اسی طرح غدو اور آصال۔ صبح اور شام۔ یعنی تمام رات اور دن چنانچہ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ +

اِسکی تاکید ہے یعنی دن رات میں سے کوئی وقت اُس کے ذکر سے غافل نہو پس اس آیت شریف میں بقرینہ نفس ذکر قلبی مراد ہے جسکی نسبت مؤلف کا یہ قول کہ ذکر قلبی نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ اور بقرینہ قول ذکر لسانی مراد ہے چونکہ ذکر اور قول دونوں عام اور مطلق واقع ہوئی ہیں۔ اس لیئے دل اور زبان کے متعلق جتنے اذکار ہیں وہ سبھی اس حکم میں داخل ہیں۔ پس زبان کے اذکار۔ اسم ذات ہے کلمۂ توحید ہے۔ تلاوت قرآن ہے۔ تسبیح وتہلیل ہے۔ درود شریف ہے۔ حمد ونعت ہے اور جو زبان سے ادا ہوتے ہیں وہ سب ذکر لسانی ہیں۔ اور دل کے اذکار موافق ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِنَّ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ اٰدَمَ لَمُضْغَةً وَفِی الْمُضْغَةِ قَلْبٌ وَفِی الْقَلْبِ رُوْحٌ وَفِی الرُّوْحِ سِرٌّ وَفِی السِّرِّ خَفِیٌّ وَفِی الْخَفِیِّ اَخْفَا وَفِی اَخْفَا اَنَا + ذکر قلبی ہے۔ ذکر روحی ہے۔ ذکر سری ہے۔ ذکر خفی ہے ذکر اخفا ہے۔ یہ ذکر لسانی ۔ اور یہ ذکر قلبی کا بیان ہوا۔ اب فکر کا حال سُنیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریف میں وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فرمایا۔ وَاذْكُرِ اللّٰهَ یا وَاذْكُرْ

اِلٰھِکَ نہیں فرمایا۔اس لیئے کہ صفت ربوبیت کا تعلق بندوں کے ساتھ ابتدائی وجود سے انتہائی حیات تک بلکہ بعد از ممات بھی قائم رہتا ہے۔ پس بندہ جب اسکی ربوبیت کے آثاروں کو جو ابتدا سے انتہا تک ہیں ان میں غور اور فکر کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو اسکی نعمتوں میں مستغرق اور ڈوبا ہوا پاتا ہے تو لامحالہ دل و زبان سے اسکی حمد و ثنا اور شکر کرنے میں مجبور ہوتا ہے۔ ذکر اور فکر کے بعد اب مراقبہ کا حال سنیئے

مراقبہ کے معنی نگرانی اور پاسبانی کرنیکے ہیں۔ اور آدمی جسکے سبب سے غیر کیطرف مشغول ہو جاتی ہے وہ تین چیزیں ہیں۔ ایک حدیث النفس۔ دوسرے خطرہ تیسرے نظر الی الغیر۔ یعنے نظر باشیائے متکثرہ۔ پس اس نگرانی اور پاسبانی کے لیئے یہ حکم ہوتا ہے۔ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ؁ یعنی ہر وقت نگرانی اور مراقبہ اس امر کا کرتے رہو کہ کسی وقت یاد الٰہی سے غافل نہو۔ چنانچہ موافق ہدایت اس آیۂ کریمہ کے اہل طریقت کی یہی تعلیم ہے کہ ہر وقت ذکر اور فکر اور مراقبہ میں رہا کریں۔

اور اس آیت شریف میں تضرعًا و خیفۃً اس ذکر و شغل کے آثاریں سے ہی۔ اسلیئے کہ جب آدمی ہر وقت ذکر اور شغل میں رہتا ہی تو اُسکے اثر سے قلب میں ایک قسم کی رقت اور گداختگی پیدا ہوتی ہے کہ جسکے سبب سے آدمی ہر وقت روتا اور گڑگڑاتا رہتا ہے پس یہ اشارہ اس امر کی طرف ہی کہ ذکر اور شغل میں اسقدر مشغولی ہونی چاہیئے کہ اُسکے اثر سے گریہ اور خشیہ پیدا ہو جائے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ؁

ان آیتوں میں اللہ جل شانہ نے پہلے جملہ میں ایک امر واقعی کی حکایت فرمائی پھر اس جملہ کو دوسرے کے ساتھ موکد کیا۔ اسمیں کیا حکمت ہی۔ اسکے بعد بطور استدراک

جو تیسرا جملہ ارشاد ہوا تو اُس سے اللہ تعالیٰ کو کیا مقصود ہے۔ پھر اُسکے بعد جو چوتھا
جملہ ہے اُسکو پہلے جملوں سے کیا ربط ہے۔ اور نیز جملہ مستدرکہ یعنی وَلٰكِنْ
لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ میں تَفْقَهُوْنَ کا لفظ فرمایا۔ تَسْمَعُوْنَ یا تَفْهَمُوْنَ
یا تَعْلَمُوْنَ نہیں فرمایا۔ اسمیں کیا بھید ہے **حضرت** اگر تَسْمَعُوْنَ ہوتا تو اُن کی
تسبیح مسموع ہوتی۔ اور مسموع وہ ہے جو کانوں سے سُنی جائے اور یہ خداوند تعالےٰ
کو مقصود نہیں۔ اور اگر تَفْهَمُوْنَ ہوتا تو انکی تسبیح مفہوم ہوتی۔ اور مفہوم وہ صورت
ذہنیہ ہے جو کسی ذریعہ سے سمجھی جائے۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کو مقصود نہیں۔ اور اگر
تَعْلَمُوْنَ ہوتا تو اُن کی تسبیح معلوم ہوتی۔ اور معلوم وہ ہے جو بذریعہ حواس یا
عقل کے محسوس اور معقول ہو۔ اور یہ بھی خدا تعالیٰ کو مقصود نہیں بلکہ مقصود اُسکو
اس جگہ ادراک بالتفقہ ہے۔ اور تفقہ وہ ہے جو چشم بصیرت یعنی باطنی آنکھوں سے
کسی شے کی حقیقت اور اُسکے اسرار منکشف ہوں۔ اور جو اُس پر نتائج مترتب ہوتے
ہیں اُن پر اُسکو آگاہی ہو۔ چنانچہ اسی معنی کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ۔ جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہتا
ہے تو دین کے کاموں میں اُسکے دیدہ بصیرت کھول دیتا ہے کہ وہ اُنکی اصل حقیقت
اور اسرار سے مطلع ہو کر جو جو اُسکے نتائج اور اغراض ہیں اُنکے حاصل کرنے میں کوشش کرتا
ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا پہلی آیت میں یہ فرمانا۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ
وَمَنْ فِيْهِنَّ +

یہ حکایت تو نفس الامری ہوئی اِسکے بعد یہ دوسرا جملہ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ
بِحَمْدِهٖ۔ یہ ہم لوگوں کو تاکیداً اِس امر کی تنبیہ ہے کہ جہاں میں تمام چیزیں اللہ تعالیٰ
کی تسبیح کر رہی ہے حتےٰ کہ انسان کا ایک ایک عضو اور اُسکا ہر رگ و ریشہ بلکہ بال بال اُسکی
تسبیح میں مشغول ہے اور تمہاری غفلت کا یہ حال ہے کہ کسیکو اُنکے انکشاف اور سمجھنے کی

طرف التفات نہیں پس بقرینہ حلیمًا غفورًا تہدیدًا یوں فرمایا وَلٰکِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِيۡحَهُمۡ - یعنی ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ اُن میں ہے سب اللہ تعالے کی تسبیح کر رہے ہیں - اور کوئی ایسی شے نہیں جو اللہ تعالی کی حمد کے ساتھ اُسکی تسبیح نہ کرتی ہو حتی کہ تمہارا ہر ہر عضو اللہ تعالی کی تسبیح میں مشغول ہے۔ اور تم ایسے غافل کہ انکی تسبیحوں کے سمجھنے کا بھی قصد نہیں کرتے۔ چونکہ اللہ تعالی حلیم اور غفور ہے اسلئے وہ درگزر کرتا ہے۔ ورنہ اپنی اسی غفلت اور بے توجہی پر غور کرو کہ تمہارا کیا کچھ حال ہوتا پس اس تاکید اور تنبیہ سے یہ امر منضبط ہوا کہ اللہ تعالی ہمکو اس امر کی ہدایت کرتا ہے کہ تم بدل جان ان کی تسبیحوں کے سمجھنے کی طرف متوجہ ہو کر کان شنوا اور قلب بینا پیدا کرو اور انکی تسبیحوں کی حقیقت اور اُن کے اسرار سے آگاہ ہو کر اُنکو خدا کی طرف رجوع ہونے کا آلہ سمجھو۔

جب اللہ تعالی جل شانہ کی طرف سے ترغیبًا اور تہدیدًا اس قسم کی ہدایت ہوئی تو اہل طریقت اور ارباب تصوف نے متنبہ ہو کر اپنے اپنے اعضا کی طرف نظر کی تو اُن کو مثل آئینہ زنگ خوردہ کے مکدر اور سیاہ پایا۔ جسکی وجہ سے اُنکی تسبیح تحت کدورت محجوب اور غیر محسوس تھی۔ پس موافق ارشاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم لِکُلِّ شَیۡءٍ صِقَالَۃٌ وَّ صِقَالَۃُ الۡقَلۡبِ ذِکۡرُ اللّٰہِ کے ہر قسم کے ذکر اور شغل کے مصقلے سے انکو پاک اور صاف کرنے لگے۔ صاف کرتے کرتے جب وہ کدورت دور ہو گئی تو جو تسبیحیں کہ تحت کدورت مستور تھیں وہ سب کی سب ظاہر ہو کر محسوس ہونے لگیں۔ پس اِن تمام اعضاؤں میں سے ہر ہر عضو کی تسبیحوں کا یکایک اور ایک ساتھ ظاہر اور منکشف ہو کر محسوس ہو جانا اور ہر عضو کو ذاکر پانا اسیکا نام سلطان الاذکار ہے۔ صوفیہ کرام کو جب یہ حالت پیدا ہوتی ہے تو وہ ہر وقت اسی کے دھیان میں ڈوبے رہتے ہیں۔ اور یہ تعلیم خداوندی ہے جو خاص صوفیہ کرام کو عطا ہوئی ہے۔ کسی عالم فاضل فقیہ۔ مفسر۔ محدث۔ مجتہد کو نصیب نہیں

اگر ان حضرات میں سے کسی کو یہ حاصل ہوتی تو امام اعظم علیہ الرحمۃ باوجود اس فضل و کمال کے یہ نہ فرماتے۔ لَوْلَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ۔ یعنی امام اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر میں دو برس حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں رہکر فیض باطنی حاصل نہ کرتا اور اُن سے فقر کی چاشنی نہ چکھتا تو میری ساری عمر ویسے ہی برباد ہوئی ہوتی اور میں ہلاک ہوگیا ہوتا۔ پس اُن کی دو سال کی صحبت نے مجکو ہلاکت سے بچایا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اگر اس فقر کے کوچہ میں نہ آتے تو حالت وجد میں یہ نہ فرماتے ؎

وَلَوْلَا خَشْيَةُ الرَّحْمٰنِ عَنِّي جَعَلْتُ النَّاسَ كُلَّهُمُ الْعَبِيْدِ

امام اعظم اور امام شافعی رحمہما اللہ کا فقر کے متعلق یہ قول اور مؤلف کا یہ مقولہ کہ ائمہ مجتہدین نے قرآن اور حدیث میں بہت کچہ چہان بین کی۔ مگر کسی نے اس تصوف کو ذکر نہیں کیا۔ پس اُن کا ذکر نہ کرنا دلیل اس امر کی ہے کہ قرآن اور حدیث میں تصوف کا وجود ہی نہیں۔ سبحان اللہ اگر یہی دلیل ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ہر قسم کے قصص اور ہر قسم کے امثال اور ہر قسم کے واقعات اور بہت سے امور متعلق جنگ و جہاد کے قرآن اور حدیث میں موجود ہیں۔ اور ائمہ مجتہدین نے سوائے احکام جزئیہ شرعیہ یا اُن کے ادلہ اور اصول کے اُن میں سے کسیکا ذکر نہیں کیا۔ پس اُنکے ذکر نہ کرنیسے چاہیے کہ اُن کے وجود کی بھی نفی کیجائے حضرت جس طرح یہ سب چیزیں باوجود مبحوث عنہ نہ ہونے کے قرآن اور حدیث میں موجود ہیں۔ اِسیطرح مُبصر کے لیئے اس تصوف اور باطن صفاس کی آیت اور حدیثیں مثل آفتاب نصف النہار کے منور اور روشن ہیں ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

اس آیت شریف میں رجال سے صحابہ کرام مراد ہیں اسلیئے کہ یہ آیت شریف مومنین کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جتنے مومنین تھے

اُنہیں پر صحابیت کا اطلاق ہوا کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت شریف صحابہ کرام کی مدح میں ہے۔ یعنی وہ صحابہ کرام ایسے ہیں کہ وقت تجارت اور حالت بیع وشرا اور آپس کے لین دین میں بھی جو نہایت مشغولی کا وقت ہوتا ہے ذکر الٰہی سے خالی نہیں رہتے۔ اب غور فرمایئے کہ صحابہ کرام وہ کون سا ایسا ذکر کرتے تھے کہ ایسی مشغولی اور انہماک میں بھی ذکر الٰہی اُن سے جاری رہتا تھا۔ حضرات! یہی ذکر قلبی اور پاس انفاس ہی تو ہے جسکی نسبت مؤلف صاحب یہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے کوئی ذکر قلبی اور پاس انفاس نہیں کرتا تھا۔

(۵۵) فصل میں مؤلف کا یہ کہنا کہ یہاں ذکر قلبی سے وہ ذکر مراد نہیں جو مصطلح صوفیہ کرام ہے بلکہ اُس ذکر کی یہ صورت ہے کہ آدمی کا قلب اُسوقت تک اُس شئے کا ذاکر ہے جبتک اُس شئے کی صورت اُس میں منتقش ہے۔ پس جس آدمی نے دل سے ایک بار کسی شئے کا ذکر کیا اور اُسکو اپنے قلب میں جگہ دی۔ اور اُسکی صورت سمیٹ لی تو اب اسکا قلب اُسوقت تک اُس سے غافل نہیں کہا جاسکتا جب تک اُس شئے کی ضد پر اُسکا قلب مطمئن نہ ہولے۔ اور اُسکی ضد کی صورت اُس میں منتقش نہولے۔ پس جس شخص نے توحید الٰہی اور اُسکی یگانگت ذاتی اور صفاتی اپنے قلب میں ایک بار راسخ کر لی۔ اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایک بار اُسکے دل پر جم گیا۔ اگرچہ تھوڑی دیر کے بعد اُسکے قلب کو دوسرے کاموں کیطرف توجہ ہو گئی اور پہلا سا ترقب باقی نہ رہا۔ لیکن اُس آدمی کو توحید الٰہی اور لا الٰہ الا محمد رسول اللہ سے غافل القلب نہ کہیں گے۔ ہاں اُس آدمی کو توحید اور کلمہ توحید سے غافل القلب کہیں گے۔ جب وہ تشریک اور تہدید کو جو ضد توحید کی ہے اپنے قلب میں راسخ کرنی چاہے۔ زبان سے اقرار توحید کرتا ہے اور کلمہ شہادت پڑھتا ہے۔ یا زبان سے بھی خاموش ہو جائے۔ لیکن اس صورت میں وہ آدمی توحید سے

غافل کہا جائے گا پس جہاں کہیں ذکر افعال قلبیہ بیان کئے گئے ہیں۔ ان سے اس قسم کا ذکر اور اُسکے مقابل کی غفلت مراد ہے۔ پس ذکر اور غفلت صوفیہ کرام کا یہاں پر لانا بالکل بے محل ہے ؛

مؤلف کی اس ساری تعریف کا حاصل یہ ہے کہ مثلاً اس کلمۂ توحید کی تصدیق اور اسکا اذعان یہی ذکر قلبی ہے۔ پس جبتک آدمی کے دلمیں اس کلمہ کی تصدیق اور اذعان ہے۔ اُسوقت تک اُس کلمۂ توحید کے ساتھ اُسکا قلب ذاکر ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جہان میں جتنے مومن اور مسلم ہیں سب کے دلمیں کلمہ توحید کی تصدیق اور اذعان ہے اس صورت میں موافق تعریف مؤلف کے جتنے مومن اور مسلم ہیں خاص ہوں یا عام سب کے سب ہر وقت اور ہر حالت میں کلمۂ توحید کے ساتھ ذکر قلبی کر رہے ہیں۔ اور یہ بالکل غلط اور تحقیق کے خلاف اور قرآن کے مخالف ہے۔ اس لئے کہ یہ آیت شریف **اول** تو صفت رجال کی واقع ہوئی ہے جو منکر ہے جس سے بلا تعیین چند اصحاب سمجھے جاتے ہیں۔ اگر موافق تعریف مؤلف کے کلمۂ توحید کا رسوخ اور اسکی تصدیق یہی ذکر قلبی ہے تو ہر مومن اس صفت کا مستحق ہے۔ پس قرآن میں تخصیص بعض اصحاب غیر معین کی کس معنی کر ہے۔ **دوسرے** یہ کہ جب بوجہ رسوخ توحید فی القلب ہر حال میں مومن کا قلب کلمۂ توحید کے ساتھ ذاکر ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ کے ساتھ ہر مومن کو ذکر قلبی کرنے کا حکم نہ کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کلمۂ توحید کا رسوخ یہ ذکر قلبی نہیں بلکہ ذکر سے وہی ذکر قلبی مراد ہے جو مصطلحہ صوفیہ کرام ہے۔ اور مؤلف کی یہ طبع زاد اصطلاح بالکل غلط۔ نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے نہ کسی محدث کی تحقیق سے نہ کسی مجتہد کی۔ **چونکہ** ذکر قلبی سے اخفا مقصود ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے رجال کو معرف باللام نہیں فرمایا۔ بغرض تشویق درضمن بشارت ذاکرین کی مدح فرمائی۔ پس اس بشارت میں اشعار اس امر کا ہے کہ

کہ ذاکرین ہر کارو بار میں ذکر و شغل کرتے رہیں اور کسیکو اسکی خبر نہو۔ اور صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اس قسم کے ذکر کو **خلوت در انجمن** کہتے ہیں +

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط

(وَاذْکُرْ رَبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ) کی تشریح میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریف میں بصیغہ امر تین چیزوں کے کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ایک ذکر۔ دوسرے فکر۔ تیسرے مراقبہ۔ چنانچہ اُسی آیت کریمہ کے موافق صوفیہ کرام میں یہی تین چیزیں معمول بہا ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ اس دوسری آیت میں جو لوگ کہ ذکر اور فکر اور مراقبہ میں رہتے ہیں اُنکی مدح فرماتا ہے ؞

اس آیت شریف میں یذکرون اللہ صراحتًہ ذکر پر دلالت کرتا ہے اور یتفکرون صراحتًہ فکر پر دال ہے۔ اور زمین و آسمان کی پیدایش میں جو حکمت بالغہ اور اسرار غامضہ ہیں اُن میں منہمک رہنا یہ مدلول مراقبہ کا ہے ؞

اور اس آیت میں جو اولوالالباب ہے اس میں الباب جمع ہے لُبّ کی۔ اور منتخب میں لُبّ کے معنی عقل اور دل کے ہیں اور اولوا غیر مادہ جمع ہے ذوی جیسے معنی خداوند اور اہل کے ہیں۔ پس اولوالالباب کے معنی ارباب عقول اور اصحاب قلوب کے ہوئے۔ یعنی عقل والے۔ اور دل والے۔ عقل والے سے عقلاء مراد ہیں۔ اور دل والے سے عرفا مراد ہیں۔ مگر اس آیت شریف میں اولوالالباب سے عرفا اور اہل طریقت مراد ہیں۔ عقلاء مراد نہیں۔ اس لیئے کہ اس آیت شریف میں (قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی

جُنُوْبِہِمْ) یَذْکُرُوْنَ کے فاعل سے حال واقع ہوتے ہیں۔ اور فعل فاعل سے ملکر سارا جملہ صفت ہے۔ اولوالالباب کی۔ اور یہ معلوم ہے کہ آدمی کے لیئے تین حالتیں ہوتی ہیں۔ کھڑے ہونے کی۔ بیٹھنے کی۔ لیٹنے کی۔ اور لیٹنا عام ہے۔ سونے کی حالت ہو یا جاگنے کی۔ پس وہ اولوالالباب جن کی صفت یہ ہے کہ وہ کھڑے اور بیٹھے۔ اور لیٹے۔ سوتے جاگتے۔ ہر وقت ذکر الٰہی میں رہتے ہیں۔ یہ شان عقلاء کی نہیں بلکہ یہ شان عرفاء اور اہل طریقت کی ہے جو بذریعہ پاس انفاس اور ذکر قلبی کے ہر وقت یاد الٰہی میں رہتے ہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ اولوالالباب جو ممدوح خداوندی ہیں۔ وہ اہل اللہ اور اہل طریقت ہیں۔ عقلاء نہیں۔

اس آیت شریف کے یہ معنی ہوئے کہ وہ عرفاء اور اہل طریقت جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے۔ سوتے جاگتے۔ ہر وقت ذکر الٰہی میں رہتے ہیں۔ اُن کا یہ حال ہے کہ اس آسمان اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کے اختلاف میں جو جو حکمتیں بالغہ اور اسرار غامضہ ہیں اُن میں غور اور فکر کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

اے پروردگار ہمارے تو نے انکو بے کار نہیں بنایا۔ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ تو منزہ اور ہر طرح پاک ہے۔ اپنے فضل و کرم سے ہم کو دوزخ کی آگ سے بچا۔

جس طرح ذکر کے اقسام میں سے

ذکر لسانی۔ ذکر قلبی۔ ذکر روحی۔ ذکر سری۔ ذکر خفی۔ ذکر اخفاء۔ ذکر جوارح ہے

اسیطرح فکر کی بھی کتنی ہی صورتیں ہیں

کبھی تو فکر اسکی مخلوقات میں ہوتی ہے۔ کبھی اسکے مصنوعات میں ہوتی ہے۔ کبھی صنائع بدائع میں۔ کبھی زمین و آسمان کی گردش میں۔ اور اُسکے انقلابات اور حوادثات میں۔ کبھی اسکی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ میں۔ کبھی اسکی عظمت اور جلال میں۔ کبھی

اُس کے گوناگوں صفات میں۔ کبھی اسکے وعدہ وعید میں کبھی اُس کے انعام واکرام میں۔ کبھی اُسکے عفو اور اپنی تقصیرات میں۔ کبھی حشر و نشر میں کبھی اپنے حساب وکتاب میں۔ کبھی حیات و ممات میں۔ کبھی دوزخ و بہشت میں۔ غرض کہ ہر ہر شئے جس میں اُسکی قدرت کی نمود اور اسکی حکمت بالغہ کا ظہور ہوتا ہے۔ اسمیں فکر ہوا کرتی ہے۔ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ۝

اس آیت شریف میں صلوٰۃ وسطی میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔ اکثر صاحبوں کا یہ قول ہے کہ صلوٰۃ وسطے سے نماز عصر کی مراد ہے۔ بعض صاحبوں کا یہ مقولہ کہ ہر نماز پنجگانہ بوجہ موصوف بالوسط ہونیکے صلوٰۃ وسطے ہوسکتی ہے۔ **کاتب** کو ان حضرات کے اقوال سے کچھ مخالفت نہیں۔ لیکن صوفیہ کرام کے مسلک کے موافق اگر کوئی تقریر مدلل کیجائے تو وہ بیجا نہ سمجھی جائیگی۔ اور وہ یہ ہے کہ ان پانچوں نمازوں میں سے تخصیص عصر کی بعد عموم کے اگر بوجہ اظہار شرافت ہو تو اسکے امتیاز کیلئے کوئی صفت موضحہ چاہیئے۔ اور اسمیں کوئی مابہ الامتیاز نہیں۔ تاکہ اسکی تعین ہو پھر کس قرینے سے تخصیص عصر کی کرسکتے ہیں۔ اور امتثال حکم کے لیے تعئین اور تخصیص کا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر بنظر طرفین ہر نماز پنجگانہ کو نماز وسطے سمجھکر ہر ایک کی رعایت ضروری سمجھی جائے تو بصیغۂ امر ہر واحد کا مفروض الحکم ہونا ہی تاکید کافی ہے۔ پھر ہر ایک کے لیے تاکیداً وہی حکم مکرر ہونا اُسنے کیا فائدہ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں صلوٰۃ وسطے سے نہ تو نماز عصر کی مراد ہے۔ نہ ان پانچوں نمازوں میں سے ہر واحد مخصوص بالمحافظت ہے بلکہ بقرینۂ عطف جو مغایرت کو مقتضی ہے۔ سوائے ان پانچوں نمازوں کے دو دو نمازوں کے درمیان جو جو اوقات خالی ہیں۔ اُن میں ذکر لو اور فکر کرنے کو تسمیہ سبب باسم مسبب صلوٰۃ وسطے کہکر انکی حفاظت کا حکم ہے۔ یعنی

جو جو اوقات صبح اور ظہر کے درمیان اور ظہر اور عصر کے درمیان ، عصر اور مغرب کے درمیان ۔ مغرب اور عشاء کے درمیان ۔ عشاء اور صبح کے درمیان ہیں ۔ اُن اوقات میں ذکر اور فکر کی حفاظت کرنے کی طرف اشارہ ہے ۔ یعنی اِن وقتوں میں سے کوئی وقت ذکر اور فکر سے خالی نہ جائے ۔ چنانچہ حسب اقتضاء اس آیت کریمہ کے اہل طریقت باصطلاح خود سفر در وطن ۔ خلوت در انجمن یادکرد و وقوف قلبی وغیرہ کے ساتھ ہر وقت مشغول بذکر الٰہی رہتے ہیں ✣

مشتے نمونہ از خروارے

ہم نے یہ چند دلائل اس تصوف اور پاس انفاس اور ذکر قلبی کے ثبوت میں قرآن اور حدیث سے بیان کیے ۔ اگر قرآن شریف اور صحاح ستہ کی کل حدیثوں پر بالاستیعاب نظر ڈالی جائے تو سیکڑوں دلائل اس تصوف کے ثبوت میں مل سکتے ہیں ۔ علاوہ اسکے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چھ لاکھ ۶۰۰۰۰۰ حدیثیں صحیح حفظ تھیں ۔ اُن میں سے اُنھوں نے سات ہزار دو سو پچہتر ۷۲۷۵ حدیثیں انتخاب کرکے بخاری شریف بنائی اور باقی پانچ لاکھ بانوے ہزار سات سو پچیس ۵۹۲۷۲۵ حدیثیں صحیح اُنھوں نے چھوڑ دیں ✣

امام مسلم رح کو ایک لاکھ ۱۰۰۰۰۰ حدیثیں حفظ تھیں ۔ اُن میں سے اُنھوں نے بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ حدیثیں لیکر مسلم شریف بنائی ۔ اور باقی اٹھاسی ہزار ۸۸۰۰۰ حدیثیں اُنھوں نے چھوڑ دیں ✣

ابو داؤد رح کو پانچ لاکھ ۵۰۰۰۰۰ حدیثیں حفظ تھیں اُن میں سے اُنھوں نے چار ہزار آٹھ سو ۴۸۰۰ حدیثیں لیکر ابو داؤد بنائی ۔ اور باقی چار لاکھ پچانوے ہزار دو سو ۴۹۵۲۰۰ حدیثیں انھوں نے چھوڑ دیں ✣

پس امام بخاری رح اور امام مسلم رح اور ابو داؤد رح نے جو جو حدیثیں چھوڑ دیں انکی میزان اور مجموعہ گیارہ لاکھ پچہتر ہزار نو سو پچیس حدیثوں کا ہے ۔

اسکو یاد رکھیئے گا !

اور کل صحاح ستہ کی حدیثوں کا مجموعہ تقریبًا ساٹھ ہزار ہے۔

اس لیئے کہ سات ہزار دو سو پچھتر حدیثیں بخاری شریف میں ہیں اور بارہ ہزار حدیثیں مسلم شریف میں اور ایک ہزار ستائیس حدیثیں موطا امام مالک میں ہیں۔ اور تیس ہزار حدیثیں مسند امام احمد میں اور چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ابی داؤد میں۔ اور چار ہزار حدیثیں ابن ماجہ میں۔ ترمذی اور نسائی شریف کی مقدار محفوظ نہیں۔ بجائے انکے موطا امام مالکؒ اور مسند امام احمدرح کی حدیثیں صحاح ستہ میں شمار کی گئیں۔ پس یہ کل میزان صحاح ستہ کی حدیثوں کی انسٹھ ہزار ایک سو دو حدیثیں ہوئیں۔

مگر ان میں مکررات بہت ہیں چنانچہ بخاری شریف میں جو سات ہزار دو سو پچھتر حدیثیں ہیں۔ اُن میں تین ہزار دو سو پچھتر حدیثیں مکرر ہیں۔ اِن مکررات کو حذف کیجیے تو بخاری شریف میں صرف چار ہزار حدیثیں ہیں۔ اسیطرح صحاح ستہ کی ہر ہر کتاب کے مکررات کو حذف کیجیئے تو صحاح ستہ کی حدیثوں کا مجموعہ جو انسٹھ ہزار ایک سو دو حدیثوں کا ہے۔ اُس میں کسقدر کمی ہوجائے گی اور وجہ تکرار کی یہ ہے کہ مثلًا ایک حدیث ہے کہ اسمیں روزہ اور نماز اور حج اور زکوٰۃ چاروں کا ذکر ہے پس وہ حدیث ایک جگہ روزہ کے باب میں لائی گئی۔ دوسری جگہ وہی حدیث نماز کے باب میں بیان کی گئی۔ تیسری جگہ وہی حدیث حج کے باب میں بیان ہوئی چوتھی جگہ وہی حدیث زکوٰۃ کے باب میں بیان ہوئی۔ شمار میں یہ چار حدیثیں ہوگئیں۔ اور حقیقت میں وہ ایک ہی حدیث ہی۔ اسی طرح اکثر حدیثوں کو خیال کرنا چاہیئے پس بعد حذف ان مکررات کے بھی جو تعداد کہ باقی رہی۔ اُن میں سے بھی بہت سی حدیثیں واجب الحذف ہیں۔ اس لیئے کہ اکثر حدیثیں جو ایک کتاب میں ہیں وہی حدیثیں کل صحاح ستہ یا بعض صحاح ستہ میں پائی جاتی ہیں۔ پس اس قسم کی حدیثیں

اڈیٹوریل

نوٹس

جن مخلصین نے وقتاً فوقتاً **بزم فرید** (ترجمہ راحۃ القلوب) کی قدردانی فرمائی اُن کا شکریہ۔ لیکن مجھے شکرگزاری کی کیا ضرورت ہو۔ حضرت بابا صاحبؒ کے ملفوظات اور جمع کیے حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمتہ نے۔ اِنہی کا گُن مانو۔ اور انہی سے صلہ لو۔ میں تو محض مترجم ہوں۔ سو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔

کہنا کیا چاہتا تھا۔ کہنے کیا لگا۔ دوسرے مضامین نظام المشائخ میں بزم فرید کیلئے جگہ نہیں چھوڑتے۔ ۱۴-۱۵ مہینے میں اسکے کل ۴۴ صفحے شائع ہوئے ہیں۔ اگر یہی حالت آیندہ بھی رہی تو ڈیڑھ گُنا مضمون اور رکھتا ہے وہ دو سال سے کم میں ختم نہو گا۔ بدیں وجہ یہ طے پایا ہے کہ اسے ایکدم کتابی شکل میں رسالہ سے الگ چھاپ دیا جائے۔ جنہیں اِس تجویز سے اتفاق ہو وہ فوراً لکھیں۔ ہم اُن کا نام درج رجسٹر کر لینگے۔ اور اُنہیں بقیہ اوراق مع ٹائٹیل تیار کرا کر بذریعہ وی پی بھیجدینگے۔ قیمت حد سے حد چھ آنے سمجھئے۔ مگر کم از کم پانچسو درخواستوں کے آئے بغیر یہ کام شروع نہیں ہوسکتا۔ جو کل کتاب کا ترجمہ یعنی کل بزم فرید خریدنی چاہیں وہ بھی تحریر فرمائیں۔

خدا کا شکر ہے۔ اب حضرت خواجہ صاحب کی طبیعت رو بصحت ہو۔ بعض احباب لکھتے ہیں کہ چونکہ خواجہ صاحب کو ڈاکٹر نے دماغی مشاغل سے منع کیا ہے۔ لہٰذا انکو لکھنے سے روکنا چاہیئے۔ مگر رسالہ میں اُنکے مضامین برابر چھپتے ہیں۔ اِسکا کیا سبب ہے؟

اِن احباب کو معلوم نہیں۔ خواجہ صاحب کے مضامین دماغی آورد سے نہیں لکھے جاتے جب اُنپر آمد کا کیف طاری ہوتا ہے تو وہ بے تکان لکھدیتے ہیں یا زبان سے فرماتے ہیں جسکو دوسرے آدمی قلمبند کر لیتے ہیں۔ اِس آمد کی تکمیل کے بعد خواجہ صاحب بجائے

چمکنے کے اور شگفتہ ہو جاتے ہیں۔ اسلیے میرے خیال میں انکو اس شغل سے روکنا مناسب نہیں معلوم ہوتا ۔

ریویوز

تاریخ جنگ ٹرکی و اٹلی ۱۲-۱۹۱۱ء حصہ اول

پچھلے پرچے میں ہمنے ایک کتاب "خون ناحق" پر ریویو کیا تھا جسمیں زمیندار اور وکیل کے تمام وہ مضامین جمع کیے گئے ہیں جو اُن میں جنگ طرابلس کے متعلق جنگ کی ابتدا سے اخیر ۱۹۱۱ء تک شائع ہوئے تھے۔ آج ہمارے سامنے اسی قسم کی ایک اور تالیف رکھی ہے جسمیں شروع کے ۸۰ صفحات تو مختلف ملکی مضامین تاریخ طرابلس اور مشہور و مستند اردو و انگریزی و عربی اخبارات کی رایوں کو دیے گئے ہیں۔ اور باقی ۹۶ صفحے خبروں سے پُر ہیں۔ لکھائی چھپائی وغیرہ اوسط درجہ کی ہے۔ ٹائیٹل مطلا۔ ۲۲+۱۸ ⅛ کی تقطیع۔ مولوی محمد شفیع الدین خاں ایم۔ بی۔ اے۔ ایس۔ ایم۔ پی۔ ایچ۔ ایس (مؤلف) سے مراد آباد۔ بھٹی محلہ کے پتہ پر ۸ آنہ میں ملیگی۔ نام کتاب "تاریخ جنگ اٹلی و ٹرکی" ہے۔

سیرۃ العباس حصہ اول

اسمیں مولانا مولوی حکیم سید فرید احمد عباسی نے سیدنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تمام سوانح بالتفصیل اور خوب دلچسپ پیرایے میں لکھے ہیں خصوصاً آپکے اخلاق اور عادات کا بیان اور اُن مخلصانہ و محبانہ تعلقات اور برتاوں کا ذکر جو چچا بھتیجے اور بھتیجے کے صحابہ کے درمیان تھے۔ دیکھنے اور فائدہ اٹھانیکے قابل ہے ترتیب موافق زمانہ۔ صورت ظاہری دیدہ زیب۔ حجم قریباً ۲۲۵ صفحے۔ قیمت صرف ایک روپیہ پتہ۔ مولوی حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی طبیب ریاست بھکم پور ضلع علیگڈھ۔

مولوی صاحب موصوف سے ناظرین نظام المشائخ ناواقف نہیں وہ نظام المشائخ میں اکثر مضمون بھیجتے رہتے ہیں۔ انہوں نے علم و فضل کیسا قدرت کے فیاض ہاتھوں سے طبیعت

بھی بہت اچھی پائی ہے امید ہے کہ پبلک اِن کی ہمت افزائی کرے گی +

لوح ہمزاد

اِس نام سے ایک رسالہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے لکھنا شروع کیا تھا جو ناتمام رہ گیا۔ اب مولوی مقبول احمد صاحب نظامی نے ایک کتاب اعمال مجربہ کی نسبت لکھی تھی۔ اسی میں خواجہ صاحب کا وہ حصہ بھی درج کر دیا گیا ہے۔ اور ساری کتاب کا لوح ہمزاد نام تجویز ہوا ہے۔ کتاب فن اعمال میں ہے۔ اور اچھی ہے۔ معقولیت سے مرتب کی گئی ہے۔ قیمت ۸ ر علاوہ محصول ملنے کا پتہ مولوی مقبول احمد نظامی سیوہارہ ضلع بجنور +

حلقہ کی باتیں

بحالی صحت۔ الحمد للہ۔ اب میری صحت پہلے کی نسبت بحال ہے۔ کوہ ڈلہوزی کی پندرہ روزہ آب و ہوا سے فائدہ ہوا۔ تاہم ابھی کام کرنے کے قابل نہیں ہوں۔

دہلی میں پیر صاحب بغدادی۔ اندیشہ تھا کہ دہلی میں وہابی اور منکرین تصوف کی کثرت قادری شہزادہ کے خیر مقدم میں رخنہ انداز نہو۔ اور دہلی جیسا بادشاہی شہر پیا خواجہ کی چوکھٹ دوسرے شہروں سے اظہار عقیدت میں پیچھے نہ رہجائے۔ اسواسطے اہل حلقہ نے استقبال و مہمان داری کے متعدد و شاندار پہلو تجویز کئے تھے۔ پیر صاحب نے بھی حلقہ کے برقی استفسار کے جواب میں برقی پیام بھیجا تھا کہ وہ کشمیر سے واپس ہوتے وقت دہلی میں قیام کرینگے۔ چنانچہ اسی تار کے سبب جب میں نے ڈلہوزی میں اخبارات سے معلوم کیا کہ پیر صاحب کا لاہور سے دہلی کا عزم ہے تو فورًا لاہور کے مقام پر ایک مفصل و بسیط تار بھیجکر دہلی پہنچنے کا وقت دریافت کیا۔ اور جب دو روز جواب نہ آیا تو مجبورًا دہلی پہنچا۔ یہاں بھی ضروری انتظامات کی درستی کے بعد ہر وقت انتظار رہا کہ حسب وعدہ تشریف آوری کی اطلاع ہوگی۔ مگر یکایک خبر آئی کہ آج مغرب کی نماز کے بعد پیر صاحب جامع مسجد میں دیکھے گئے۔ یہ سنتے ہی جائے قیام کی تحقیقات کی گئی۔ لیکن دوسرے دن تک کچھ پتہ نہ چلا۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ سبزی منڈی میں کسی جگہ قیام ہے۔ یاران حلقہ کی رائے ہوئی کہ اب وہاں جانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ جب پیر صاحب نے کسی مصلحت سے اپنا وعدہ ایفا نہ کیا تو ہم کو خواہ مخواہ ان کے اوقات میں مخل نہونا چاہیئے۔ مگر میں نے اسپر بھی اپنے قادری شہزادہ کے خیر مقدم سے پہلو تہی کرنا مناسب نہ جانا۔ سبزی منڈی گیا اور یہ سنکر کہ پیر صاحب سیر کو تشریف لے گئے ہیں۔ ناکام واپس آیا۔

افسوس ہے جس بات کا اندیشہ تھا وہی پیش آئی۔ دہلی میں کسی شخص نے اظہار عقیدت نہ کیا۔ دو مرتبہ جامع مسجد میں تشریف آوری ہوئی۔ مگر پیر صاحب کو حیرت ہوئی ہوگی کہ ایک آدمی نے بھی انکی طرف رخ نہ کیا۔ کجا وہ نظارے کہ کشمیر و بمبئی و لاہور میں بارہ بارہ ہزار آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ زیارت کو آتی جاتی رہتی تھی۔ دہلی والے کہتے ہیں کہ میاں یہ شہر بائیس خواجہ کی چوکھٹ ہے۔ یہاں کسی پردیسی کا رنگ نہیں جم سکتا۔ میں کہتا ہوں۔ نہیں بلکہ دہلی ادبار زدہ خطہ ہے۔ یہاں کے باشندوں کا حس مردہ ہوگیا ہے۔ جبتک دوسرا شخص انکو نہ ابھارے یہ کسی نیک کام کے لیے آمادہ نہیں ہوتے اگر حلقہ کی جانب سے اعلان ہوجاتا۔ وقت تشریف آوری اور جائے قیام کا پتہ شائع کردیا جاتا۔ تو اسی شہر سے ہزاروں اخلاصمند نکل آتے۔ جن کو پیر صاحب کی روانگی کے بعد خبر ہوتی۔ اور بیچارے کف افسوس ملتے رہگئے۔

اصل میں مجکو اور اہل حلقہ کو پیر صاحب کے استقبال و مہمانداری میں کوئی ذاتی غرض مدنظر نہ تھی۔ بلکہ ہم لوگ اسکو خدمت صوفیائے کرام کا ایک فرض سمجھتے تھے۔ اگر پیر صاحب نے اپنا ایفائے وعدہ کا فرض پورا نہ کیا تو ہمکو ذاتی شکایت کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی

ایک رکن حلقہ کی درگاہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رح میں پیر صاحب سے علمی گفتگو ہوگئی۔ رکن حلقہ صاحب نے دریافت کیا کہ ہندوستان میں دو قصائد غوثیہ رائج ہیں۔ میں بھی ان کا ورد رکھتا ہوں مگر آج جانشین حضور غوث پاک سے محض محققانہ حیثیت سے دریافت کرتا ہوں کہ ان قصائد کی کیا اصلیت ہے۔ آیا آپکے ہاں کے کتب خانہ میں انکی نسبت کچھ معلومات ہے یا نہیں؟ پیر صاحب نے جواب دیا۔ اگر ہندوستان میں ان کا رواج ہے تو ہوگا۔ میں انکے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ بزرگوں سے انکی نسبت ہے۔ لوگ پڑھتے ہیں پڑھیں۔ رکن صاحب نے سوال کیا۔ میں آپکے کتب خانہ کی معلومات کا طلبگار ہوں کہ وہاں بھی ان قصائد کے بارے میں کچھ ہے یا نہیں۔ پیر صاحب نے فرمایا۔ میرے ہاں کوئی کتب خانہ

نہیں لو میں تم صرف لاالٰہ الااللہ کا وظیفہ جانتا ہوں۔ رکن حلقہ نے عرض کیا یہ تو اسلام کی بنیاد ہے۔ اس سے کون انکار کرتا ہے۔ سب مسلمان اس سے واقف ہیں۔ میں تو ان فیوض و برکات کی تحقیق چاہتا ہوں جو شیوخ طریقت سے عطا ہوتی ہیں۔ اس کا پیر صاحب نے کچھ جواب نہ دیا اور سوار ہو کر تشریف لیگئے۔

اخوندجی حضرت مولانا محمد عمر صاحب قادری دہلی کے مشائخ میں سلف صالحین کی زندہ یادگار ہیں۔ وہ بھی پیر صاحب سے ملنے تشریف لیگئے تھے۔ جب حضرت اخوندجی صاحب نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو پیر صاحب نے فرمایا۔ آپ میرا عہد توڑ والتے ہیں۔ اخوند جی صاحب نے ارشاد کیا۔ نہیں بلکہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جاری کرتا ہوں آپ صرف مجھ سے ہی مصافحہ نہ کریں بلکہ ان سب غریب مسلمانوں سے ہاتھ ملائیں جو اس وقت حاضر ہیں۔ مصافحہ سنت رسول ہے۔ آپ کو اس کے خلاف عہد نہ کرنا چاہیئے۔ پیر صاحب حضرت اخوندجی صاحب کی صداقت اور حق بیانی سے اسقدر متاثر ہوئے کہ آپنے سب حاضرین سے مصافحہ کر لیا۔

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ پیر صاحب اہل دہلی کی سرد مہری کا دل میں خیال نہ فرمائیں۔ وہ بیچارے مطلق بے خبر رہے۔ اگر انکو معلوم ہو جاتا تو وہ بھی کہہ دیتے کہ اب بھی دہلی اوروں سے گئی گزری نہیں ہے۔

معارف۔ اس نام کا ایک ماہوار رسالہ پہلواری شریف سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ اہل تصوف کو موجودہ اخباری زمانہ میں اس قسم کے بہت سے رسالوں اور اخباروں کی ضرورت ہے۔ اس لیے ہم معارف کا دلی اخلاص سے خیر مقدم کرتے ہیں۔

معارف میں نہایت مفید اور بکار آمد علمی مضامین مہیا کیے جاتے ہیں۔ اور غالباً عامیانہ دلچسپی اور نظر فریبی کا اس لیے لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ معارف کی ایک نمایاں خصوصیت رکھنی مقصود ہے جو اسکو دوسروں سے خواص کی نگاہ میں ممتاز کرے۔

ناظرین مولانا محمد شعیب صاحب مجیبی قادری پھلواری شریف ضلع پٹنہ سے نمونہ شکل اصل شان ملاحظہ کرسکتے ہیں ۔

میں ان حضرات کا دلی شکرگزار ہوں جنہوں نے میری صحت کیلئے دعا خانہ میں منتیں مانی ہیں ۔ مبارک ہی وہ مرض جسکے طفیل دینی کام میں اعانت ہو اور حلقہ جیسے بے سرمایہ خادمِ ملت کو مالی تقویت پہنچے ۔ اس ماہ میں حلقہ کو حسب ذیل آمدنی ہوئی

از جناب مولوی سید عبدالرحمن صاحب بی اے بابت جولائی و اگست ۱۹۱۳ء	۵
از جناب حافظ محمد حلیم صاحب تاجر کانپور بابت اگست ۱۹۱۳ء	۶
ایک محب الفقراء بیرسٹر	۵
ایک محب الفقراء تاجر شال	۵
ایضاً انکے دوسرے بھائی بابت منت	۵
از مخدوم السلطنت صاحبزادہ عبدالقادر صاحب پیرزادہ درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح بابت نذر صحت و سلامتی خواجہ حسن نظامی	۱۲
از جنابہ والدہ صاحبہ احمد اسد فیاض ۔ اٹاوہ ۔ بابت منت صحت خواجہ حسن نظامی	۱
از جنابہ بنت بابو الٰہی بخش صاحب انسپکٹر ریلوے ملکتسر بابت منت تندرستی خواجہ حسن نظامی	۶
میزان	۴۴
بقایا سابقہ	۴۸
میزان کل	۹۲

اخراجات

کرایہ مکان بابت شعبان ۱۳۳۱	۵	تنخواہ محرر بابت شعبان ۱۳۳۱	۵
نیاز گیسوی	۶	خط و کتابت	۱۲

حسن نظامی — کل خرچ — باقی موجود — میزان

دعاخانہ

آپ دعا کی خواستگاریاں بکثرت ہیں اسلیئے اختصار کیساتھ ان کی [illegible] مقاصد قلبی کی دعا چاہتے ہیں۔ سیدین سید عبدالقادر عثمان آباد منت [illegible] سیدم سق۔ جاوُد پوری منت یک تنخواہ۔ فتح پوری چشتی منت [illegible] قاضی حسام الدین برارہ۔ محمد بشیر الدین مع عیال مظفر پور۔ مغیث الدین آگرہ کیمپ + عبدالعزیز خاں جانسی دو مرادیں۔ منت [illegible] محمد جمیل فیروز پور کیمپ منت [illegible] احمد صاحب ضلع کھنڈ + عبدالرحمٰن خاں گورکھپور منت [illegible] شیخ [illegible] بہاولپور منت [illegible] + سید یعقوب علی دیوبندی رائے پور منت [illegible]

صحت کی دعا کیجائے برائے - اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر عباد اسعد مظفر گڈھ منت [illegible] ڈاکٹر قمر الدین صاحب حیدرآباد دکن وایک عزیزہ ڈاکٹر صاحب موصوف۔ منت [illegible] ہمشیرہ صاحبہ ڈاکٹر صاحب منت [illegible] بیگم ایضاً [illegible]۔ مرزا مرتضے بیگ مغضب دار دکن + میر فرزند علی سول جج [illegible] منت [illegible] چپڑاسی ملازم جج صاحب منت [illegible]۔ خریدار نظام المشائخ ۱۶۸ منت [illegible] منشی عابد حسین معرفت سید بادل شاہ صاحب گیلانی۔ منت [illegible]۔ محمد عنفار امجد خلف محمد یوسف دکن۔ منت حسب توفیق۔ مولانا سید اکبر حسین جج الہ آباد۔ منت از حسن نظامی [illegible]۔ مرزا محمد اسمعیل بیگ رائے پوری تحفظ زراعت کیلیے منت ایک چندہ نظام المشائخ +

فقیر حسن نظامی کی صحت کیلیے دعا چاہتے ہیں۔ داروغہ ملک اسد دتا صاحب بہاولپور منت [illegible]۔ سید بہادل شاہ گیلانی منت [illegible]۔ بابو فیروز الدین سیالکوٹ منت حسب توفیق۔ بحر وبر بانو عرف حور بانو بنت حسن نظامی منت [illegible]۔ والدہ صاحبہ احمد اسعد فیاض اماؤ منت سے ادا کر دیئے ہیں + عزیزہ بنت بابو الہ بخش صاحب کمشنر منت [illegible] ادا کردی + مخدوم الملت صاحبزادہ قاضی عبدالقادر صاحب پیرزادہ درگاہ حضرت قطب صاحب منت [illegible] ادا کردی +

دعائے اولاد

طلبگاری فرزند۔ بابو فیروز الدین صاحب سیالکوٹ منت [illegible] - ایک صاحب تاجر شال امرتسر منت [illegible] - پانچ روپیہ پیشگی دیدیے

مراد پوری ہوئی

محمد ابراہیم صاحب گنج پوری کی خدا تعالیٰ نے مراد پوری کی - [illegible] کی قسط سے منت ادا کر دیئے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

یہ دعائیں مدینہ منورہ میں کیجدی گئی ہیں +

دعاگو حسن نظامی

فہرست کتب دکان خاکسار عالم غلام نظام الدین تاجر کتب دہلی چاندنی چوک متصل فوارہ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
کتب تصوف		حیات منصور حلاج	۴ر	نقش سلیمانی جدید	۰۲ر	دیوان حافظ شیرازی رح	عہ ر
فصوص الحکم اردو	۱ہ	سوانح عمری خواجہ قطب الدین	۸ر	مجربات سلیمانی	۰۲ر	دیوان مغنی	۴ر
عوارف المعارف جلد ۲	۱ہ	حیات مصطفی	۴ر	تعویذ سلیمانی	۰۲ر	رباعیات عمر خیام	۴ر
کشف المحجوب اردو	۱ہ	**کتب عملیات**		بیاض سلیمانی	۲ر	رباعیات سرمد	۴ر
تذکرۃ الاولیا	ے ر			رسالہ حل المشکلات	۰ر	**کتب مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب**	
سراج السالکین اردو	۸ر	اعمال مجربہ سورہ یسین شریف	۰۲ر	مفلسی کا علاج	۱ر		
کلیات امدادیہ	۱۲ر	ایضاً سورہ اخلاص شریف	۰۲ر	اوراد احسانی	۱۰ر		
بستان المعین	۳ر	ایضاً آیہ کریمہ شریف	۰۲ر	**کتب دواوین فارسی و اردو**		مضامین خواجہ حسن نظامی صاحب	عہ ر
شرف المناقب	۴ر	ایضاً سورہ مزمل شریف	۴ر			روزنامچہ خواجہ حسن نظامی صاحب	۸ر
شواہد نظامی	عہ ر	مفتاح الرزق	۱۰ر	کلیات امیر خسرو رح	عہ ر	شیخ سنوسی حصہ اول	۴ر
تاریخ مشائخ چشتیہ	۴ر	لوح سلیمانی چار حصہ	۸ر	کلیات جامی رح	۱ہ	کتاب الامر حصہ دوم سنوسی	۴ر
تذکرۃ الفقراء	۴ر	عملیات خاندان عزیزیہ	۴ر	کلیات سعدی رح	۱ہ	اسلام کا انجام	۴ر
حدیقۃ الاولیا	۲ر	مرقعہ شریف	۴ر	کلیات عراقی رح	۱۰ر	اسرار تصوف میں ہے	۴ر
تاریخ حبیب آلہ	۶ر	مجربات دیربی	۱۲ر	دیوان صائب	۱ہ	**جاماسپ نامہ**	
گلدستہ کرامت	۸ر	تالیف خلائق	عہ ر	دیوان حضرت غوث پاک	۰۲ر	ترجمہ ملا محمد الواحد	
محفل گیارہویں	۴ر	اعمال قرآنی حصہ	۴ر	دیوان خواجہ معین الدین اجمیری رح	۳ر	اڈیٹر نظام المشائخ دہلی	۳ر
تاریخ سید سالار مسعود	۴ر	شفاء العلیل قول الجمیل	۵ر	دیوان احمد جام	۶ر	[illegible]	
افضل الفوائد اردو	۱۲ر	اوراد مستندہ	۱۲ر	دیوان نیاز	۳ر		
تذکرہ صابری	۳ر	جواہر القرآن	۵ر	دیوان شمس تبریز رح	۱۴ر		

آئندہ کیا کیا انقلاب آنے والے ہیں؟

اگر آپ کو یہ معلوم کرنے کا شوق ہو کہ آئندہ کیا کیا انقلاب آنیوالے ہیں تو حکیم جاماسپ کی نایاب کتاب جاماسپ نامہ کا ترجمہ منگا کر دیکھئے جو ملا محمد الواحدی اوڈیٹر رسالہ نظام المشائخ نے نہایت فصیح اور سلیس اُردو میں کیا ہے۔ اپنے وقت سے لیکر آجتک کی بابت حکیم جاماسپ نے جتنی جتنی پیشین گوئیاں کی تھیں۔ وہ سب ہو بہو پوری اُتریں مثلاً حضرت سلیمانؑ سکندر رومی۔ حضرت عیسےٰؑ۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم۔ مولیٰ علیؑ۔ امام حسنؑ۔ امام حسینؑ معرکہ کربلا۔ امیر تیمور۔ ہندوستان میں مغلوں کا عروج و زوال وغیرہ وغیرہ کہ جاماسپ نامہ میں ان تمام کا ذکر ہے۔ حکیم جاماسپ زردشت بانی مذہب آتش پرستی کا خلیفہ اعظم اور شاہ گشتاسپ کا وزیر تھا جسکے زمانہ کو اب اندازاً پانچہزار برس گزر گئے۔ جاماسپ نامہ کا ترجمہ ۸ آنے کے ٹکٹ بھیجکر منیجر نظام المشائخ دہلی سے طلب کیجئے

شواہد نظامی

اسکے مضامین کی بابت امرتسر کے مشہور معروف اخبار وکیل کی قابل قدر رائے "یہ کتاب سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رح کی مفصل مکمل لائف ہے جس میں آپکی مبارک زندگی کے پورے حالات درج کیے گئے ہیں۔ اسکے پڑھنے سے اگلے بزرگوں کے دینی و دنیاوی مشاغل کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ دنیاوی عظمت کے باوجود وہ کس طرح خدا کی یاد میں منہمک تھے۔ اول بتایا گیا ہے کہ آپکے اجداد کس طرح ہندوستان میں آئے۔ پھر آپ کی پیدائش اور تعلیم و تربیت کا ذکر ہے۔ عبرت ہے کہ ایام یتیمی میں آپکی والدہ صاحبہ نے اس تنگی سے سکھایا پڑھایا کہ جو آجکل کے مولوی سے بھی ممکن نہیں۔ بدایوں سے دہلی جانا، اجودھن شریف حاضر ہو کر بابا فرید الدین گنج شکر رح سے بیعت ہونا۔ پھر خلافت پا کر ولایت دہلی پر مقرر ہو کر واپس آنا خوب وضاحت سے لکھا گیا ہے۔ اسکے بعد فتوح اور خلقت کی رجوعیت اور آپکے ابتدائی خیالات کا بیان۔ شاہان دہلی کی عقیدت اور امراء سلطنت کی گرویدگی اور انکا بہتات قابل تذکرہ ہے۔ سلطان قطب الدین خلجی کے قتل کا بھید یہ بھی کھل گیا ہے کہ آپ کی سازش سے ہوا۔ اصل حقیقت اور شرح واقعہ اسی طرح سلطان غیاث الدین تغلق کی مخاصمت و عداوت کا تاریخی قصہ اور اسکی اصلیت ظاہر کی گئی ہے۔ رموز تصوف کو کس پیرائے میں سمجھایا گیا ہے۔ سماع وغیرہ وغیرہ اور اہم مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ آپکے تذکرے کے علاوہ ان اسی بزرگوں کے مجمل و مختصر حالات ہیں جو آپکے مشائخ و مریدین یا ہمعصر تھے۔ آپکے خاص اعمال اور وظائف کی بھی معقول مقدار شامل کی گئی ہے۔ غرضکہ واقعات اور نفس مضمون کے لحاظ سے یہ ایک مفید اور جامع کتاب ہے" (وکیل امرتسر)

قیمت علاوہ محصولڈاک عہ

منیجر نظام المشائخ دہلی سے طلب فرمائیں

[illegible]

رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۲۱

نظام المشائخ

روحانی نسبت والے لوگوں کا ماہوار پیام

ہر مہینہ کی چھٹی تاریخ کو سید خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی و نگرانی میں شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت مع محصول ڈاک قسم خاص سے قسم اول ہے قسم دوم ہے ششماہی عہ ہے للعہ علی الترتیب نمونہ کا ۴ آنہ

مقام اشاعت دہلی فیض بازار دفتر رسالہ

[illegible] بازار [illegible]
مطبع [illegible] امرتسر

۷۸۶

نظام المشائخ

جلد ۷ بابت ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۳۱ھ نمبر ۱۰

فہرست مضامین

ایڈیٹوریل

مشائخ سنوسیہ کا حلقہ

انور پاشا کا ایک خط

مسلمانوں کیلئے ایک روح افزا پیغام

شیخ المجاہدین غازی انور پاشا جن کے طرابلسی کارناموں نے انہیں تمام دنیائے اسلام میں مشہور اور ہر دلعزیز کر دیا ہی طرابلس سے اپنے ایک دوست مقیم برلن (دارالسلطنت جرمنی) کو مندرجہ ذیل چٹھی لکھتے ہیں۔ اسکا ترجمہ سب سے پہلے نامور ترکی اخبار طنین میں شائع ہوا تھا اور اب ہم نے اسے مسلم گزٹ سے ماخوذ کیا ہے۔

میرے عزیز دوست غالب بے! آجکل میدان جنگ کی حالت یہ ہی کہ میرے ہمراہی بہت کم جنگ میں حصہ لیتے ہیں۔ اُن کا زیادہ وقت سنوسی مشائخ کی صحبت میں بسر ہوتا ہے۔ جو اُنکے قالبوں میں اسلامی غیرت وحمیت کی روح پھونکتے رہتے ہیں۔ جنگ میں کم شریک ہونے کی وجہ وہی اطالویوں کی بزدلی اور نامردی ہی جو انہیں مورچوں سے باہر قدم نکالنے نہیں دیتی۔ میرا وقت بھی آجکل زیادہ تر تعلیم کی اشاعت اور ملکی ترقی اور انتظامی اصلاح میں صرف ہوتا ہی حسن اتفاق سے مجھے بھی ایک بار ایک زبردست سنوسی شیخ کے حلقۂ افاضت میں شریک ہونیکا اتفاق ہوا۔ ان کا نام نامی احمد عیسیٰ ہے۔ اُن کی شکل ایسی نورانی ہی کہ اسکے دیکھنے سے طبیعت سیر نہیں ہوتی۔ پیشانی بلند اور فراخ۔ آنکھیں نشۂ توحید میں غرق۔ ہر لفظ جو زبان سے نکلتا ہی تیر کی طرح دلوں میں بیٹھتا ہے۔ اُن کے گرد پیش مریدان باصفا کا حلقہ تھا۔ میں بھی ایک گوشہ میں جا بیٹھا۔ شیخ نے مجھے پہچانکر تعظیم کیلئے اٹھنا اور اپنے قریب بٹھانا چاہا۔ مگر میں نے انکسار کے لہجہ میں معافی طلب کی اور درخواست کی کہ وہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ اُس وقت شیخ ممدوح ان عربوں اور ترکوں کو اپنا نصیحت آمیز کلام سنا رہے تھے

اور اُن کے دلوں کو زندہ کر رہے تھے۔ سابق کلام گوش آشنا نہیں ہوا جسقدر الفاظ میرے سننے میں آئے وہ اس قابل ہیں کہ میں آپکو لکھ بھیجوں تاکہ آپ اور آپکے گرد و پیش کے احباب اُنکو سن کر میری طرح وجد کریں۔

اُنہوں نے فرمایا۔ "وہ نورانی پیغام جو اُمت محمدی کو بھیجا گیا تھا جسکے حامل مسلمان قرار پائے تھے جس نے گزشتہ زمانہ میں دنیا کے بہت بڑے حصے کو منور کیا تھا جس کے الفاظ ہمارے بزرگوں نے خود آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے سُنے تھے۔ اب تک تمام نہیں ہوا۔ اب تک اُسکی روشنی دنیا کے تمام حصوں میں نہیں پہنچی۔ اب تک اسکا دائرہ کمال کو نہیں پہنچا۔ اب تک خدا منتظر ہے کہ وہ نورانی پیغام زمین کی تمام اقوام تک پہنچے۔ خدا نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے نور کو کمال کے درجہ پر پہنچائیگا گو کہ اُن لوگوں کو جو مسلمان نہیں ہیں اُسکا پھیلنا گوارا نہو۔ لیکن یہ وعدہ پورا ہوگا۔ پورا ہو کر رہیگا یہ وعدہ اٹل ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت نہیں ہے جو اس وعدے کو ٹال سکے۔ زمین کی کوئی حکومت نہیں ہے جو اس نورانی پیغام کی روشنی کو بجھا سکے۔ تمام چراغ گل ہو جائیں گے۔ تمام روشنیاں بجھ جائیں گی۔ مگر خدا کی بھیجی ہوئی روشنی جو مسلمانوں کے پاس بطور امانت کے ہے نہیں بجھیگی اسکی کرنیں پھیل کر رہیں گی۔ مسلمان ہی وہ قوم ہیں جو اس روشنی کی حامل قرار پائی تھی۔ اُنہوں نے اس روشنی کے پھیلانے کا کام اسلام کی ابتدائی صدیوں میں نہایت کوشش اور محنت سے انجام دیا۔ مگر اب اُس قوم کی حالت بگڑ گئی ہے مسلمانوں کے دل دنیاوی کثافتوں سے تاریک ہو گئے ہیں۔ اخلاقی تاریکیاں اُن کی روحوں پر چھا گئی ہیں۔ تاہم اس روشنی کے پھیلانے کی خدمت دنیا کی کسی اور قوم کے سپرد نہیں کی خدا کو یہی منظور ہے کہ یہ قوم پھر خواب غفلت سے بیدار ہو۔ اور اپنی خدمت کو پھر اپنے ذمہ لے اور خدا کے اُس وعدہ کو پورا کرے جس میں اس نے اپنے نور کو درجہ کمال تک پہنچانے کا اشارہ کیا ہے۔ خدا کی غیرت اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ جس قوم کو اُس نے بہترین اُمت کا خطاب دیا تھا اور جس کی نسبت فرمایا تھا کہ یہ قوم دنیا میں نیکیاں پھیلانے اور بدیاں مٹانے کیلئے بھیجی گئی ہے۔ اس کے سوا کسی اور قوم سے یہ مقدس خدمت لیجائے۔ اُسنے ارادہ کر لیا ہے کہ وہ پھر اس قوم کو

اپنی خدمت کیلئے تیار کرے۔ اب اس اصول پر غور کرو کہ کوئی قوم بیدار نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ مشکلات اور مصائب میں مبتلا نہ ہو۔ یہ خدائی اصول ہے۔ انسان کا بنایا ہوا قانون نہیں ہے یہی اصول ہے جو مسلمانوں کو بیدار کرے گا۔ یہی قانون ہے جو اُن کے قالبوں میں نئی روح پھونکے گا۔ مسلمان ایک ملک اور ایک آب و ہوا میں زندگی بسر نہیں کرتے۔ وہ ایک نسل کی یادگار بھی نہیں ہیں اُنکے رنگ خط و خال جدا جدا ہیں۔ انکی زبانیں الگ الگ ہیں۔ تاہم ایک چیز ہے جو اُن سب کو ایک زنجیر میں مسلسل کرتی ہے۔ اور وہ مذہب ہے اور اُسی پر اُنکی قومیت کا مدار ہے۔ دیوار چین سے بحر ظلمات تک مختلف رنگوں مختلف نسلوں مختلف ملکوں اور مختلف زبانوں کے بولنے والے انسان مسلمان کہلاتے ہیں۔ اس لیئے ضروری ہے کہ خداوند عالم ان سب کو بیدار کرنیکے لیئے سب پر ایک ساتھ مصیبت نازل کرے۔ نہ اُس سے ایران بچ سکتا ہے نہ ٹرکی نہ افغانستان نہ مراکو۔ غرضکہ خدا کا ارادہ اُسی وقت پورا ہو سکتا ہے جبکہ مختلف ملکوں کے وہ تمام باشندے ایک ساتھ مشکلات و مصائب میں مبتلا ہوں جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ اور جنکو آئندہ بیدار کرنا اور اُنسے حفاظت و اشاعت اسلام کی مقدس خدمت لینا منظور ہے۔ دیکھو اور غور کرکے دیکھو ہر ملک کے مسلمان مشکلات اور مصائب کے ہجوم میں گھرے ہوئے ہیں اور گھرتے جاتے ہیں۔ ان مشکلات و مصائب سے نجات پانیکے لیئے ضروری ہے کہ وہ اپنی سوئی ہوئی قوتوں اور مری ہوئی قابلیتوں سے کام لیں اور اُن قوتوں کو بیدار کریں۔ اور اُن قابلیتوں کو زندہ کریں۔ اِسکے بعد وہ زمانہ آتا ہے۔ جبکہ ہر ملک کے مسلمان ترقی کی دوڑ میں شریک ہو جائینگے اور اپنی روحانی قوتوں کے بل پر کھڑے ہونگے اور اسلامی خدمت کے علم بردار ہو کر آگے قدم بڑھائینگے۔ اور خدا کے پیغام کو دنیا کے اس کنارے سے اُس کنارے تک پھیلائینگے اور اس مقدس فرض کو پورا کرینگے جس کا پورا ہونا قدرت کو منظور ہے۔ پس اے اسلام کے فرزندو! ان مصیبتوں اور تکلیفوں سے جو تم پر اور تمہارے دور افتادہ بھائیوں پر نازل ہو رہی ہیں۔ مت گھبراؤ۔ بلکہ یقین کرو کہ اب خدا کے وعدے کے پورا ہونے کا وقت آرہا ہے۔ اور خدا پے در پے مصیبتیں اور تکلیفیں بھیجکر تم کو اپنی خدمت کے

لیئے تیار کر رہا ہے۔ وہ سونا جو تمہارے اندر پوشیدہ ہے۔ میلا اور زنگ خوردہ ہوگیا ہے۔ لازم ہے کہ وہ ایک بار بھٹی میں اچھی طرح تپایا جائے۔ تاکہ پھر کندن بن کر چمکنے لگے اور اُسکی روشنی دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کرے۔ خوب یاد رکھو کہ جبتک خدا کا نورانی پیغام مسلمانوں کے ذریعے تمام دنیا میں پھیل نہ جائے گا یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ صفحہ ہستی سے مٹ جائیں کیونکہ دنیا کی کسی اور قوم سے پیغام رسانی کی خدمت لینا خدا کو منظور نہیں ہے اور یہ امر بلاشبہ اُس کی غیرت کے خلاف ہے۔ اِسی لیئے مشکلات کے طمانچوں اور مصائب کی ٹھوکروں سے مسلمان برابر بیدار کیے جا رہے ہیں۔ اور اُنکے بیدار کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔

اِس تقریر کا حاضرین پر عجب اثر تھا۔ ہر ایک کی رگوں میں ایک بجلی دوڑ گئی تھی۔ ہر ایک کے چہرہ سے امید کی جھلک نمایاں تھی اور سب خوشی میں جھوم رہے تھے۔

انور

دو باتیں

حضرت! رسالہ نظام المشائخ کے متعلق یہ دو باتیں نہ بھولا کیجیے (۱) نظام المشائخ ہمیشہ ہر چاند کی چھ تاریخ کو شائع ہوتا ہے لہذا کبھی اگر وہ کسی کو ۔ ۔ تک نہ پہنچے تو صرف حد ۱۰ - ۲۰ تک انتظار کافی ہے۔ پھر اطلاع آنی چاہیے۔ مہینہ مہینہ بھر بعد شکایت کرنے سے تعجب نہیں کہ آپ کی کوئی جلد نامکمل رہجائے۔ کیونکہ اب پرچے بہت کم بچتے ہیں۔ (۲) خط و کتابت کے وقت نام سے مقدم نمبر خریداری کا بتانا ہے۔ اِس لیئے کہ ایک نام کے دو آدمی تو ممکن ہیں۔ اور ایک ہی جگہ ہونے ممکن ہیں۔ لیکن ایک نمبر دو میں کسی طرح شترک نہیں ہو سکتا۔ نمبر کے ذریعے نام کا پتہ ملنا آسان ہے۔ مگر صرف نام معلوم کرکے سیکڑوں صفحہ کا رجسٹر کون چھانے گا۔ بعض اصحاب نام کو بھی شکستہ تحریر فرماتے ہیں۔ خدا ان کی عادت چھڑا دے۔ ہاں نمبر خریداری سے مراد وہ نمبر نہیں جو چٹ پر آپکے پتے کے شروع میں درج ہوتا ہے ۱۲ے نہیں یہ خود رسالہ کا رجسٹری نمبر ہے۔

(منیجر)

ملک الموت کے بھائی ملک الحیات

ایک حکیم ایک شخص ملک الحیات کی خدمت میں حاضر ہوا اور چند سوال کیے

سوال - آپ کے بھائی صاحب کا نام نامی کیا ہے - جن کا لقب ملک الموت ہے ؟

جواب - ایک نہیں سیکڑوں نام ہیں سنیئے - درد سر - درد کان - درد چشم - درد بینی - درد سینہ - درد مفاصل - ضعف دماغ - ضعف نگاہ - ضعف قلب - ضعف معدہ - ضعف مثانہ - ضعف باہ - کھانسی - دمہ - نمونیہ - نزلہ - بخار - تپ دق - سل - سوزاک - آتشک - پھوڑا - پھنسی - ورم - داد - طاعون - ہیضہ - قے - دست - پیچش - مرگی - آتش زدگی - تیزاب زدگی وغیرہ جن کا مصدر معدہ و دماغ ہیں

س - آپ کا اسم مبارک ؟ — ج تریاق حیات !

س - بھائی صاحب کی جائے قیام ؟ — ج - جسم انسان !

س - جناب کی جائے قیام ؟ — ج ہمارا پتہ جلی قلم سے المشتہر کے بعد لکھا ہے !

س - بھائی صاحب کا شغل ؟ — ج - مارنا !

س - جناب کا شغل ؟ — ج موت سے بچانا !

س - زبردست کون ہے ؟ — ج مارنیوالے سے بچانیوالا !

س - بھائی صاحب کی حیثیت اور ذریعہ آمدنی ؟ — ج - دنیا بھر کے دواخانوں کی بدولت ڈاکٹر و حکیم کی زبان و قلم کی بدولت

س - جناب کی حیثیت اور ذریعہ آمدنی ؟ — ج تریاق حیات کی شیشی کے بل میں صرف عہ !

س - گویا تمام بیماریوں کا علاج تریاق حیات ہے ؟ — ج - جی ہاں ! علاج اور کامل علاج - مجرب علاج !!! -

دعا اور دوا

ایک کامل درویش نے ان دو زبردست طاقتوں کو جمع کر کے اکسیر تیار کی - اور نہایت مہربانی سے ہمیں عطا فرمائی یہ نسخہ ہے کہ پیر فلک نے آفتاب و مہتاب کی عینک لگا کر بھی اسکا مثل نہ پایا - اسکے سیکڑوں تجربوں میں ایک نے بھی خطا نہیں کی - یہ آفتابی سرمہ ہے جو آنکھوں کے ہر مرض کا کامل علاج ہے - اجزا نباتات اور جواہرات سے بنا ہے اور گردش سیارگان کے لحاظ سے آفتابی اثرات اسمیں شامل ہیں - اس لیے رنگ بھی سفید ہے - کم سے کم چالیس دن اسکا تجربہ ضرور ہے - پورے سال بھر استعمال کرنے سے آنکھیں تمام عمر محفوظ رہتی ہیں - قیمت فی شیشی ۲ ماشہ تین روپیہ - شیشی برائے ایک سال مع نقرئی سلائی چھ روپے - نمونہ ۱۴ یوم کے لیے ایک روپیہ

المشتہر

منشی جواد حسین سوداگر مالک کارخانہ تریاق حیات کمبوہ دروازہ شہر میرٹھ

قیمت سالانہ عہ

النّاظر

قیمت فی پرچہ ۴ر

کو اردو رسالوں مین جو امتیاز خاص حاصل ہو گیا ہے اُسکی شہادت مین تمام اُردو اخبارات و رسائل کی آرا پیش کیجا سکتی ہیں مگر اس سے کہین زیادہ معتبر سند یہ ہو کہ **النّاظر** کا کوئی سا پرچہ اُٹھا کر دیکھ لیجیے - علمی - ادبی - تاریخی - تمدنی و معاشرتی مضامین کا ایک گنجینہ نظر آئے گا - اسّی صفحہ کے حجم پر نثر و نظم مین قسم قسم کے بیش بہا جواہر نکلین گے جنمین سے ہر شخص اپنے مذاق کے مطابق مطالعہ کے لیے انتخاب کر سکتا ہے - قیمت اسقدر کم رکھی گئی ہے کہ اگر اس سے نصف حجم کا پرچہ بھی ہوتا تو کسی کو بار خاطر نہوتا - تازہ پرچہ ماہ ستمبر کی فہرست مضامین ملاحظہ ہو -

منیجر النّاظر لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

نظام المشائخ

عید الفطر

زمانۂ جاہلیت میں عربوں نے سال میں دو دن خوشیاں منانے اور خوشی و سرور کے جلسے منعقد کرنے کیواسطے مختص کر رکھے تھے۔ ایک نوروز۔ کہ اس دن تحویل آفتاب کی حمل میں ہوتی ہے۔ اور دوسرا دن مہرجان کا کہ اس دن تحویل آفتاب کی میزان میں ہوتی ہے، ان دونوں دنوں میں موسم معتدل ہوتا ہے۔ اس لیے یہ دونوں دن خوشی و خورمی کے لیے اختیار کیے گئے تھے۔ اسلام نے بجائے ان کے دو دن عیدین کے مقرر کیے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ عن انس قال قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وھم یومان یلعبون فیھما فقال ما ھذان الیومان قالوا کنا نلعب فیھما فی الجاھلیۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد ابدلکم اللہ بھما خیرا منھما یوم الاضحیٰ ویوم الفطر رواہ ابوداؤد + بروایت انس رضی اللہ عنہ

سے کہ کہا تشریف لائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں۔ اور مدینہ والوں کے دو دن تھے کہ وہ کھیلتے تھے ان میں پس فرمایا آنحضرت نے کیسے ہیں یہ دو دن۔ عرض کیا صحابہ نے تھے ہم کھیلتے ان دونوں میں جاہلیت میں۔ پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق گردانا اللہ تعالی نے واسطے تمہارے بدلے ان دونوں کے بہتر ان سے۔ دن عید قربان کا اور دن عید فطر کا۔ روایت کی یہ ابو داؤد نے +

یاد رہے کہ لغت میں عید اس چیز کو کہتے ہیں جو وقت معلوم میں عود کرے۔ یہ مشتق ہی عاد یعود سے۔ اصل میں تھا عوداً۔ عید کو عید اس واسطے کہا کہ وہ ہر سال فرح جدید کے ساتھ عود کرتی ہی۔ یا یوں کہو کہ عید اس خوشی اور سرور کا نام ہے جو مکرر ستہ کر آئے۔ عید کا دن بھی خوشی کے ساتھ بار بار عود کرتا ہے۔ اس بنا پر اسے عید کہتے ہیں +

غور کرو دین فطرت نے انسانی فطرت کے مطالبات کا کیسا اہتمام فرمایا ہی۔ انسانی فطرت متقاضی ہی کہ کبھی کبھی غم غلط کرنیکے لیے شہر سے باہر جاکر مناظر قدرت کا تماشہ دیکھے خویش و اقارب۔ احباب و اصحاب سے ملے۔ اچھے اچھے کپڑے پہنے۔ عمدہ عمدہ کھانے کھائے ہنسے بولے۔ اسلام نے ان فطری خواہشات کے پورا کرنے کی نہایت فیاضی کے ساتھ اجازت دی۔ بیشک صرف اسلام ہی وہ دین ہے جو انسانی جذبات کو ملیا میٹ نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ ان کو افراط و تفریط سے روک کر اعتدال کی حالت میں لاتا ہے۔ اسلام نے خوشی منانیکے لیے عیدین کے دو دن مقرر کیے۔ اور اپنے پیرووں کو اجازت دی کہ ان دونوں دنوں میں جی کھولکر خوشی منائیں۔ حسب توفیق شاندار اور مکلف لباس پہنیں۔ عمدہ اور نفیس کھانے کھائیں۔ عیدگاہ پر جاکر دوستوں آشناؤں۔ رشتہ داروں سے مصافحہ و معانقہ کریں۔ ہاں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ رنج ہو یا راحت۔ خوشی ہو یا غم۔ کسی حالت میں اپنے خدا کو نہیں بھولنا چاہیئے۔ اس بنا پر دوگانہ عید الفطر و عید الاضحیٰ پڑھنے کا حکم دیا جس کے بعد خطبہ پڑھا جائے۔ اور اس میں وعظ و نصیحت کی جائے۔ خوب یاد رکھنا چاہیے

کہ جہاں جی کھولکر خوشی منانے کی اجازت دی گئی ہے وہاں یہ بھی حکم ساتھ ہی دیا گیا ہے کہ غریبوں محتاجوں مسکینوں اور یتیموں کی صدقۂ فطر سے دستگیری کی جائے تاکہ صرف مالدار اور صاحب مقدرت ہی خوشیاں نہ منائیں بلکہ غریب بے بس اور بیکس آدمیوں کی شکم پُری بھی ہو جائے۔ یہ حکیمانہ اصول و ضوابط نہ تو مالداروں کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا محال بتاتے ہیں نہ غریبوں اور محتاجوں میں حسد کی آگ مشتعل کر کے انکو سوشیلسٹ اور انارکسٹ بناتے ہیں ۔

عید الفطر کے دن ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک سویاں کھانے کا مسلمانوں کے ہاں عام دستور ہے۔ اس بنا پر اس عید کو میٹھی عید کہتے ہیں۔ اہل دل مسلمان۔ سویوں سے پہلے چند طاق کھجوریں کھاتے ہیں جیسے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یغدوا یوم الفطر حتی یاکل ثمرات ویاکلهن وترًا رواہ البخاری۔ روایت ہے انس سے کہا تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہ جاتے عیدگاہ کو دن عید الفطر کے یہاں تک کہ کھاتے کتنی کھجوریں اور کھاتے کھجوریں طاق۔ روایت کی یہ بخاری نے۔ عن بریدة قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یخرج یوم الفطر حتی یطعم ولا یطعم یوم الاضحی حتی یصلی رواہ الترمذی وابن ماجه والدارمی۔ روایت ہے بریدہ رضہ سے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں نکلتے تھے دن فطر کے یہاں تک کہ کھاتے کچھ اور نہ کھاتے دن عید قربان کے یہاں تک کہ نماز پڑھتے۔ روایت کی یہ ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی نے ۔

غور کرو۔ عید الفطر کے دن نماز سے پہلے کھانے میں یہ حکمت ہے کہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ اس دن بھی روزہ واجب ہے۔ یہاں تک کہ عید کی نماز پڑھی جائے۔ گویا ہمارے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دن روزہ کی ممانعت فرمائی۔ کھجور کے استحباب میں یہ حکمت ہے

کہ شہر میں چیز مرغوب طبع ہوتی ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے نظر کو قوت ہوتی ہے
طاق کھانے میں یہ حکمت ہے کہ طاق میں اشارت ہے وحدانیت کی طرف۔ حضرت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کام میں طاق عدد کو پسند فرماتے تھے۔ اس سے برکت لینے کیلئے

سویاں اور کھجوریں کھاتے وقت ہمیں لازم ہے کہ طرابلس کے ان عربوں کی حالت
پر غور کریں۔ جن کے نخلستان ظالم۔ سفاک اور قزاق اطالویوں نے جلا دیئے۔ اور بیچاروں
کو ان کے ذریعہ معاش سے محروم کر دیا اندرون طرابلس میں عربوں کی یہ حالت ہے۔ کہ
نہ تن پر کپڑا ہے اور نہ کھانے کو روکھا سوکھا ٹکڑا میسر ہوتا ہے۔ مارے فاقوں کے سخت بیتاب
ہو رہے ہیں گھوڑوں کا بچا ہوا دانہ کھا کر گرسنگی کے دیو کا جوش ٹھنڈا کیا جاتا ہے۔ بدن
میں اتنی ہمت اور سکت بھی باقی نہیں رہی کہ دشمن ہلال احمر کے پاس پہنچ کر قوت لایموت
حاصل کر سکیں۔ بھائیو! عید کا دن ہے بیشک دلوں کے ارمان نکالو۔ لذائذ دنیوی سے
لطف اٹھاؤ۔ بال بچوں۔ عزیزوں۔ رشتہ داروں کو کھلاؤ پلاؤ۔ یاروں دوستوں کو سوغاتیں
اور سویاں بھیجو۔ باہمدگر تحائف کا تبادلہ کرو۔ لیکن خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ ان مسلمانوں کا
تم پر حق ہے جو اسی آقائے نامدار کے نام لیوا ہیں۔ جس سرکار کی حلقہ بگوشی کا فخر تمہیں
حاصل ہے اور جو اسلام کے لیئے دین فطرت کی خاطر لڑ مر رہے ہیں۔ کٹ رہے ہیں کاٹ
رہے ہیں۔ مصیبت زدگان طرابلس کیلئے چندہ بھیجنا موجب فلاح دارین ہے عید الفطر
کے دن یہ ثواب الدنیا اور حسن ثواب الآخرۃ بھی حاصل کرو۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم عیدگاہ جاتے وقت ایک رستہ سے جاتے
اور آتے وقت دوسرے رستے سے آتے۔ تاکہ تمام بستی کو خبر ہو جائے اور اسلامی شوکت
ظاہر ہو۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ فِيْ طَرِيْقٍ رَجَعَ غَيْرَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَالدَّارِمِيُّ۔ روایت ہے ابی ہریرہ سے کہ کہا تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ نکلتے دن عید کے

بیچ ایک راہ کے پھر کر آتے اور راہ سے۔ روایت کی یہ ترمذی اور دارمی نے + آمد و رفت میں مختلف رستے اختیار کرنے میں حکمت یہ ہے کہ تمام محلوں اور بازاروں والے عید کا تزک و احتشام دیکھیں۔ تاکہ اسلامی شان و شوکت کا اظہار ہو۔ عیدگاہ پہنچکر بلند آواز سے تکبیر کہنے کا حکم بھی اسی بنا پر مبنی ہے +

غور کرو اسلام اپنے پیرووں کو زندہ قوم بنانا چاہتا ہے۔ قرآن مجید حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں جنکو آقائے نامدار کی معیت کا فخر حاصل ہوا۔ فرماتا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (پ ۲۶ س الفتح ع ۴) + محمد خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں کافروں کے حق میں (تو اُن کی ایذاؤں سے بچنے کیلئے) بڑے سخت ہیں مگر آپس میں رحمدل"۔ دوسرے مقام پر ہے لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۔ (پ ۲۸ س الحشر ع ۲) "مسلمانو! تمہاری ہیبت تو ان کے دلوں میں اللہ سے بھی بڑھکر ہے۔ اور یہ اس سبب سے ہے کہ یہ ناسمجھ لوگ ہیں" +

یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ مخالفین و معاندین اسلام فی زماننا اسلامی شان و شوکت کے مٹانے پر پڑے ہوئے ہیں۔ حریص روس نے ایران میں وہ ستم ڈھائے ہیں جن کے بیان کرنیسے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ظالموں نے خون کی ندیاں بہائیں اور روضہ جناب امام رضا علیہ السلام کو مسمار کیا اسکے تبرکات پر دست غصب تعدی دراز کیا۔ طرابلس پر اٹلی نے قزاقانہ حملہ کیا۔ نہتے عربوں۔ اور انکی عورتوں۔ بچوں اور بوڑھوں کو تیغ کے گھاٹ اُتارا۔ مراکو کو تر نوالا سمجھکر فرانس ہضم کرنیکے درپے ہے۔ یہ وہ واقعات ہیں جنکے سُننے سے اسلامی دنیا کے دل دہل گئے ہیں۔ ہمارے مسلمان بھائی اسلامی شان و شوکت قائم رکھنے کے لیے اپنی جانیں لڑا رہے ہیں۔ آٹھ دس مہینے سے

میدان کارزار میں برسرِ پیکار ہیں۔ اسلامی عزت بچانیکے لیے اپنی جانیں اور اپنے بال بچوں کی جانیں قربان کر رہے ہیں۔ ہم پر عید کی خوشی منانی اسی صورت میں جائز ہوسکتی ہے کہ ہم بھی انکی امداد و اعانت میں دریغ نہ کریں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمیں حکومت برطانیہ کے ظل حمایت میں پوری مذہبی آزادی اور امن و امان حاصل ہے کوئی ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ حکومت برطانیہ جس کے سر سے کسیوقت آفتاب نہیں ہٹتا دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہے۔ اس سلطنت کے فیوض و برکات سے ہمیں جانیں لڑانے کی حاجت نہیں۔ ہاں ہمارے مسلمان بھائی جو اپنے ملک کی آزادی کے لیئے اپنی مذہبی آزادی کے لیئے، اور اسلامی حمیت کیلئے لڑ رہے ہیں۔ اور کٹ رہے ہیں اور کاٹ رہے ہیں انکی مالی امداد ہم پر فرض ہے۔ عید کی خوشی میں اس فرض کی ادائگی سے پہلو تہی نہ کیا جائے

ہمارے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام عیدین کے دن عیدگاہ پہنچکر پہلے عید کی نماز پڑھتے۔ اور پھر خطبہ پڑھتے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج یوم الاضحیٰ ویوم الفطر فیبدأ بالصلوٰۃ فاذا صلے صلاتہ قام فاقبل علی الناس وھم جلوس فی مصلاھم فان کانت لہ حاجۃ ببعث ذکرہ للناس اوکانت لہ حاجۃ بغیر ذلک امرھم بھا وکان یقول تصدقوا۔ تصدقوا۔ تصدقوا +

رواہ مسلم۔ روایت ہے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نکلتے دن عید قربان کے اور دن عید فطر کے پس شروع کرتے نماز پھر جس وقت پڑھ چکتے اپنی نماز کھڑے ہوتے۔ پھر متوجہ ہوتے طرف لوگوں کے اور لوگ بیٹھے ہوتے اپنی نماز کی جگہ میں۔ پس اگر ہوتی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجت بھیجنے لشکر کی ذکر کرتے اس کو نزدیک لوگوں کے۔ یا اُن کو ہوتی حاجت کسی اور کام کی حکم فرماتے اُن کو ساتھ اسکے۔ اور تھے حضرت فرماتے صدقہ دو۔ صدقہ دو۔ صدقہ دو۔ روایت کی یہ مسلم نے +

غور کرو۔ خطبہ میں وہ باتیں ضرور بیان کیجاتی تھیں جن کی سر دست مسلمانوں کو ضرورت ہوتی تھی۔ اور وقت و ضرورت کے اعتبار سے خطبہ میں سب کچھ بیان ہوا کرتا تھا۔ پس ہماسے خطیبوں کو لازم و واجب ہے کہ عید کے دن اپنے مخاطبین کو ضروریات زمانہ سے آگاہ کریں اور مصیبت زدگان کی امداد و اعانت کی طرف بھی متوجہ کریں +

عن عائشۃ قالت ان ابا بکر دخل علیھا وعندھا جاریتان فی ایام منیٰ تدففان وتضربان وفی روایۃ تغنیان بما تقاولت الانصار یوم بعاث والنبی صلی اللہ علیہ وسلم متغش بثوبہ فانتھرھما ابوبکر فکشف النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن وجھہ فقال دعھما یا ابا بکر فانھا ایام عید وفی روایۃ یا ابا بکر ان لکل قوم عیدًا وھذا عیدنا متفق علیہ

روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا تحقیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے ان کے پاس اور نزدیک اُن کے دو چھوکریاں تھیں۔ بیچ دنوں منٰی کے (یعنی جن دنوں میں حاجی منٰی میں رہتے ہیں اور وہ عید الضحےٰ اور ایام تشریق کے دن ہیں) دف بجاتی تھیں۔ اور ایک روایت میں ہے گاتی تھیں وہ اشعار کہ کہے تھے انصار نے دن بعاث کے۔ اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ڈھانکے ہوئے تھے کپڑا اپنا پس ڈانٹا اُن کو حضرت ابوبکر صدیق نے پس کھولا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مُنہ اپنا اور فرمایا چھوڑ دے انکو اے ابوبکر۔ اس لئے کہ تحقیق یہ دن عید کے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اے ابوبکر تحقیق واسطے ہر قوم کے عید ہے اور یہ عید ہے ہماری صحیحین

یاد رہے کہ بعاث ایک جگہ کا نام ہے مدینہ سے دس پڑاؤ کے فاصلہ پر۔ اسلام سے پہلے اس مقام پر اوس و خزرج میں جو انصار کے دو مشہور قبیلے ہیں۔ پورے ایک سو بیس برس تک لڑائی ٹھنی رہی۔ جس طرح شجاعان عرب کا دستور ہے کہ لڑائی کے موقع پر بہادروں کے اُبھارنے اُکسانے کیلئے اپنے تفاخر کے اظہار میں اشعار پڑھا کرتے ہیں۔ اوس و خزرج نے

بھی معرکہ بعاث میں اسیطرح کے بہت سے اشعار پڑھے ہوں گے یہ لڑکیاں حضرت عائشہ رضہ کے پاس بیٹھی ہوئی وہی اشعار گا رہی تھیں ٭

اس حدیث شریف سے یہ استدلال کیا جاتا ہی کہ گانے بجانے میں قباحت نہیں ہے بشرطیکہ محرمات شرعیہ سے خالی ہو۔ جیسے جوان اجنبی عورت کا گانا یا مرد خوب رو کا گانا۔ یا کفر کے مضامین گانا۔ یا اس قسم کے فحش مضامین گانا۔ جو شورش شباب اور جوش جوانی کو اکسائیں۔ اور حیوانی جذبات کو ہیجان میں لائیں ٭

عید کے دن راگ رنگ کے جلسے منعقد ہوں گے۔ کہیں دور جدیدہ کے جنٹلمین سوشیل گیدرنگ میں گراموفون اور ہارمونیم کا لطف اُٹھائیں گے۔ حضرات صوفیہ مزاروں۔ درگاہوں زاویوں اور تکیوں میں قوالی کی محفلیں منعقد کرینگے۔ ان محفلوں مجلسوں اور سوشیل گیدرنگ کے جلسوں میں شامل ہونیوالوں کیخدمت میں التجا ہی کہ یہ امر نہ بھولجائیں کہ طرابلس میں ہماری بہنوں نے رجزیہ اشعار پڑھکر اپنے بیٹوں۔ بھائیوں۔ باپوں اور خاوندوں کو اپنے ملک کی حفاظت کیلئے اسلام کی حمایت کیلئے اُبھارا اکسایا۔ ان معرکوں میں کئی مسلمان جام شہادت پیکر بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔ کے مورد و مصداق بنے۔ ان کے یتیم بچے اور بیوہ عورتیں بے بس و بیکس رہ گئے۔ بعض مسلمان مجروح پڑے ہیں اور دوا و غذا کے محتاج ہیں۔ کیا اسلامی اخوت کا منشا و مقتضا یہ نہیں ہی کہ ہم اپنے بھائیوں بہنوں اور اُن کے محتاج بچوں کی دستگیری کریں؟ ہے اور ضرور ہے اور خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اس کا احساس بھی ہی۔ عید کی چہل پہل میں امید ہے کہ مصیبت زدگان طرابلس کا بھی پورا خیال رکھا جائیگا۔ بعد نماز عید کے اسلام کی نصرت کی دعا مانگی جائے گی

اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ ٭

نور الدین۔ گوجرانوالہ

۱۳۸۶ء

ہمارے مرتضیٰؑ کی شان

(۱)

نبوت و رسالت حضرت خاتم النبیین سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات پر ختم ہو گئی۔ اور اب ہمیشہ کے لیئے ہر ایک قسم کی نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ لیکن چونکہ مخلوق پر خدائی فیضان اور برکات و رحمت کا سلسلہ منقطع نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے ختم نبوت کے ساتھ ہی ولایت (یا بالفاظ دیگر امامت) کا دروازہ کھول دیا گیا۔

ولی یا امام۔ نبی کا نائب و قائم مقام اور مخلوق کی دستگیری و رہنمائی تزکیہ قلوب اصلاح نفوس اور عالم پر روحانی فرماں روائی میں رسول کا وارث اور حقیقی جانشین ہوتا ہے۔ اس سلسلۂ امامت کے سرفتر اور باب ولایت کے فاتح حضرت امیر المومنین مولےٰ المسلمین سیدنا و مولانا علیٰ مرتضے علیہ السلام ہیں۔ آپ کے مقدس وجود پر خورشید نبوت محمدی کا پورا سایہ پڑا تھا۔ اور آپ کی ذات بابرکات وہ ماہِ تابانِ ولایت و امامت تھی جو مہر درخشانِ رسالت سے کامل طور پر مستفیض و مستنیر ہو کر ہر ذرۂ عالم پر اس طرح نور افشان ہوئی کہ ذرہ ذرہ اپنی تابانی پر فخر و ناز کرکے یوں بول اٹھا ؎

ذرہ ام لیکن ز مہر بوترابؑ آفتابم آفتابم آفتاب

ولایت۔ نبوت کا ظل اور اسکا پرتو ہے۔ اس لیئے اُسکے انوار کا خزانہ وہی مشکوٰۃ نبوت ہی۔ نورُ القمر مستفادٌ من الشمس۔ جیسا کہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آیہ والشمس وضحٰہا والقمر اذا تلٰہا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شمس اشارہ ہی آفتاب نبوت مصطفوی کیطرف اور قمر اشارہ ہی ماہ ولایت مرتضوی کی طرف۔ بالفاظ دیگر۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خورشید نبوت ہیں

اور علی مرتضیٰؑ بدرِ منیرِ امامت و ولایت ہیں +

۲

چونکہ ولی و امام رسول کا وصی اور وارث علم اور نائب ہوتا ہے۔ اس لیے نبوت کی اکثر شانیں اُسمیں پائی جاتی ہیں وہ ملہَم اور محدث بھی ہوتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ اُسے بوسیلۂ رسول اور بواسطۂ فیضانِ نبوت ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ مستقل نہیں ہوتا اس لیئے نبوت کا اطلاق کسی معنی میں اسپر جائز و صحیح نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ حضرت امام بحق ناطق سیدنا امام جعفر صادق (سلام اللہ علیہ وعلی آبائہ الکرام) نے فرمایا کہ

ہم (ائمہ) محدَّث و مُلہَم سب کچھ ہوتے ہیں۔ الا النبوۃ۔ کیونکہ نبوت حضرت خاتم الانبیاءؐ پر ختم ہو گئی۔ تو اب جو شخص ہم پر نبوت کا گمان اور اطلاق کرے اس سے ہم اور ہمارا خدا و رسول بری و بیزار ہیں[1]۔

غرض اس مرتبۂ خاصہ رسالت و منصب نبوت کے سوا اور جملہ اوصاف و کمالات کا وہ جامع ہوتا ہے +

(۳)

چونکہ ولی و امام اعلیٰ درجہ کی تقدیس کے مقام میں ہوتا ہے اس لیئے قدرت کی طرف سے اُسکی شان طہارت و تقدیس کا دنیا میں اسطرح اظہار کیا جاتا ہے جو اُسکے لیئے لطیف پیرایئے میں ایک خدائی قدرتی نشان ثابت ہو۔ اسی لیئے سرحلقۂ اولیاء و سردفتر ائمہ حضرت علی مرتضیٰؑ کی ولادت باسعادت خاص کعبۃ اللہ الحرام کے اندر واقع ہوئی جو اُنکے مقام تقدیس میں ہونے کی طرف قدرت کا ایک لطیف اشارہ تھا۔ یہ ایک ممتاز فضیلت اور ایک امتیازی نشان تھا جو جناب مرتضیٰؑ کی

[1] اصول کافی باب کراہیۃ القول فیہم بالنبوہ صفحہ ۱۶۵ +

شان تقدس اور امامت و جلالت کو بتا رہا ہے ؎

در فضل علیؑ مرا سند شد پیدا — برہانِ قوی و معتمد شد پیدا
کامی دریں امر ہمیں قول غنی — در خانۂ لم یلد۔ ولد شد پیدا

(۴)

جس طرح کعبہ تمام اسلامی دنیا کا قبلۂ توجہ ہے اور اُدھر رُخ کرنے میں یک رُخی و یکجہتی اور وحدت کی شان کا ظہور ہوتا ہے۔ اسیطرح امامت اور ولایت کے فیضان کے لیئے تمام اسلامی دنیا اور عرفانی عالم کا رخ اور توجہ اسی امام اول و فاتح باب ولایت کیطرف ہونا چاہیئے۔ اسی لیئے خاص خانہ کعبہ مین اسکی ولادت ہوئی۔ اور اس طرح اسکی شان تقدیس اور امامت اور ولایت کا روحانی عہد و پیمان تمام عرفانی دنیا سے لے لیا گیا۔ ہمارے بزرگ حضرت فرد (پھلواروی) قدس اللہ نفسہٗ وطیب رمسہٗ کیا خوب فرماتے ہیں رباعی

باشیر خدا کسے چہ محرم باشد — ذاتش بہ نبیؐ قریب ہمدم باشد
سرّ یست دریں کہ کعبہ اش مولد شد — یعنی کہ علیؑ امام عالم باشد

(۵)

حاکم وغیرہ محدثین لکھتے ہیں کہ بروایات متواترہ ثابت ہے[1] کہ حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام کی ولادت با سعادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔ اسکا واقعہ مختلف طور پر مروی ہے ایک روایت یوں ہے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد الہاشمیہ رضی اللہ عنہا (والدہ ماجدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ) بحالت حمل ایک دن زیارت وطواف خانہ کعبہ کے لیئے گئیں۔ اتفاق سے وہیں دردِ زہ شروع ہوگیا۔ اور اس طرح خاص خانہ کعبہ کے اندر آپ پیدا ہوئے۔ یہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت و نبوت سے دس یا بارہ سال پیشتر ۳۰ ؁ یا ۲۸ ؁ عام الفیل تیرھویں رجب روز جمعہ کا واقعہ ہے[2]

[1] ازالۃ الخفاء، الصواعق المحرقہ ۱۲ [2] مناقب ابن مغازلی ۱۲

کہتے ہیں کہ جس وقت علی مرتضی پیدا ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی۔ تشریف لائے۔ مولود مسعود کو گود میں اٹھالیا۔ اور کمال شفقت سے اپنی زبان مبارک بچے کے منہ میں دیدی جسے وہ دیر تک چوستا رہا +

حضرت فاطمہ بنت اسد نے حیدرہ نام رکھا کیونکہ ان کے باپ کا نام اسد تھا لیکن حضرت ابوطالب رض نے فرمایا کہ میرے اس بیٹے کا نام علی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضور سرور عالم ص نے علی نام رکھا +

(۶)

چونکہ ولی خدا اور رسول کیجانب سے علو مقام میں ہوتا ہے۔ اور اسکی سیر اور اس کا عروج انفسی و آفاقی ہمیشہ رفعت پر ہوتا ہے۔ اور اس کا مقام دیگر مقاموں سے بالاتر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس فاتح باب ولایت کا نام نامی علی قرار پایا۔ اور جس طرح خاتم الانبیاء چونکہ ہمہ تن ستودہ تھے۔ اس لیئے محمود و احمد و محمد کے ساتھ نامزد ہوئے۔ اسیطرح وہ ابوالائمہ و امام الاولیا، اپنی رفعت شان و علو مرتبت کی وجہ سے بدو خلقت ہی سے علی کہلایا یعنی اعلی اللہ مقامہ +

اور چونکہ اپنی عمر کے گیارھویں (یا تیرھویں) سال میں اپنے پیارے حبیب (رسول کریم) کی پہلی ندا اور اول منادی کی تصدیق کی۔ اس لیئے صدیق کے لقب سے ملقب ہوا۔ جسکو وہ برسر ممبر خود بھی نازسے یوں فرمایا کرتا کہ "انا الصدیق الاکبر"[1] +

اور جس طرح سے رسول بالخصوص خاتم الانبیاء کی ذات بابرکات ہر ذرہ عالم کے لیئے رحمت ہے۔ اسیطرح اسکا سچا نائب بھی اس رحمۃ للعالمینی خلعت سے ممتاز ہوا۔ اور انسان جسکی اصل تراب اور خاک ہے۔ اسپر اسقدر پر زور رحمت و شفقت کے ساتھ ظل گستر ہوا کہ اسکا مربی ہوکر ابو تراب کہلایا +

---

[1] ریاض النضرۃ للامام المحب الطبری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ + [2] رواہ النسائی فی الخصائص وغیرہ - ۱۲

یہی وجہ ہے کہ وہ جناب اس کنیت کو بہت پسند فرماتے تھے۔ اور دشمنان خاک بدہن ایشان جو فہم و فراست سے کوسوں دور تھے۔ اس لقب کو عیب کی نگاہ سے دیکھکر جناب امیرؑ کو بنظر حقارت ابو تراب کہتے تھے۔ مگر حقیقت میں وہ اس نکتہ کو نہ سمجھے سو نہ یہ ممکن نہیں کہ جو ابو تراب کے نکتہ کو سمجھے وہ پھر اُس جناب سے دل میں غبار رکھے (معاذ اللہ)۔

(۷)

جس طرح انبیاءؑ حنفاء ہوتے ہیں بالخصوص خاتم الانبیاء حنیف محض تھے کہ بجز خدا کی طرف توجہ کے نہ کوئی توجہ تھی نہ کوئی دھیان۔ نہ کوئی خیال۔ توحید اُن کے رگ و ریشہ میں طاری اور پاک وحدت کے انوار اُنکے جسم و جان میں ساری تھے اُسی طرح وصی و امام بھی حنیف و یکسو ہوتا ہے۔ بالخصوص سرِ دفتر اولیاء و ائمہ کی خلقت و جبلت میں حنفیت اور اُسکے آب و گل اور اُسکے نشو و نما میں شرک و الحاد و زندقہ وغیرہ توحید کی مخالف باتوں سے نفرت۔ اور اُسکی سرشت میں غیر خدا کی طرف جھکنے سے بیزاری و برائت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا ایام حمل میں جب کبھی بتکدہ کی طرف گزر ہوتا تھا تو حضرت مولائے کائنات امیر مرتضیٰؑ کو شکم مادر میں سخت بے چینی و بے کلی پیدا ہوتی تھی۔ جسکے سبب سے حضرت فاطمہ بنت اسد کو ایسا دُکھ اور اضطراب ہوتا تھا کہ وہ نہ وہاں ٹھیر سکتی تھیں نہ بتوں کی طرف رُخ اور توجہ کر سکتی تھیں۔

پھر اس عالم میں آنیکے بعد اس امام اصحاب ولایت و سردار ارباب امامت نے جب آنکھ کھولی تو ابتدائی نظر اُسکی ختم الانبیاء ہی کے وجود مقدس پر پڑی اور لعل اول آنحضرتؐ ہی کے آغوش شفقت و کنار عاطفت میں جگہ پائی۔ پھر سب سے پہلی غذا جو شکم میں گئی وہ اُسی فطرتی موحد اور خلقی حنیف (رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کا لعاب دہن تھا

اِس لیئے پاک توحید اِس طرح اُسکے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی۔ اور اُسکے گوشت پوست میں مخلوط ہوگئی کہ آنحضرتؐ کی بعثت و رسالت سے پہلے دس گیارہ برس جاہلیت کا زمانہ پایا۔ اور وہ ایسا زمانہ تھا کہ کوئی تو لات و منات کو پوجتا تھا کوئی عزّیٰ و ھبل کی پرستش کرتا تہا۔ بت پرستی کا عام رواج تہا۔ تمام کنبہ و خاندان اور عزیز و اقارب (الا ماشاء اللہ) بُت پرستی میں مبتلا تھے۔ اور یہی اُن کا دین و مذہب تہا۔ مگر اس (ولی حق وصی رسول) کو اُس پُر آشوب زمانہ میں بھی کبھی بُت پرستی کی ہوا تک نہ لگی۔ اُس نے کبھی غیر خدا کے لیئے اپنا سر تسلیم خم نہیں کیا۔ اور کبھی کسی کے آگے نہ جُھکا۔ اِس سے بڑہکر حنیفیت اور کیا ہو سکتی ہی؟ اسی لیئے ہمارے حضرات صوفیہ کرام اُس سید الاولیا و سند الاوصیاء کی نہایت سچی تعریف جس میں مبالغہ کو کوئی دخل نہیں۔ ایک مختصر سے جملہ میں یوں ادا کرتے ہیں کہ ہمیشہ نام نامی و اسم گرامی کے ساتھ "کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہُ الشَّرِیْف" کہا کرتے ہیں یعنی اس سے بڑہکر اُن کی بزرگی اور کیا ہو گی کہ اُن کا رُخ غیر خدا کی طرف نہ جُھکا اور ان کی توجہ خدا کے سوا کسی کیطرف نہوئی۔ چنانچہ اسی حنیفیت تامہ کا یہ نتیجہ اور اثر تہا کہ خدا نے اُنکے روئے مبارک کی ایسی تکریم فرمائی کہ صادقِ مصدوق ؐ نے زبانِ حق ترجمان سے یوں ارشاد کیا کہ النظر الی وجہ علیؓ عبادۃ ؎

دیدنِ روئے تو عبادتِ ماست — سجدہ در ابروئے تو طاعتِ ماست
خاکسارانہ بر درست ماندن — بہترین عزت و وجاہتِ ماست
نیست حاجت مرا بغمخواری — کہ جفائے تو عین رحمتِ ماست
فرد از ما چہ میجستے طلبی — کہ گزشتن زخود کرامتِ ماست

(۸)

اُس فاتحِ بابِ ولایت کی حنیفیت کا یہ عالم تہا۔ اور خدائی تعلق اُسکا اسقدر غالب ہوئی

تاکہ زندگی و موت اور حیات و ممات اور سب باتیں اسکی خدا اور خانۂ خدا ہی سے وابستہ ہیں۔ کیونکہ اسکو خدا کے سوا کسی سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اس لیئے وہ پیدا ہوا تو کعبہ میں اور جب اُسپر موت کی تلوار چلائی گئی تو وہ بھی خانۂ خدا ہی میں یعنی اللہ بس باقی ہوس۔ میرانیس مرحوم کیا خوب فرماتے ہیں ؎

کعبہ میں حیات اور مسجد میں ممات جو کچھہ پایا خدا کے گھر سے پایا

۹

چونکہ ولایت نبوت کا انعکاس تام اور پرتو کلّی ہے۔ اس لیئے جس طرح رسول کو خدا کی طرف سے قوت "بسطت فی العلم" عطا ہوتی ہے۔ جسکا خاصہ لازمی یہ ہے کہ وہ قوم پر حقائق و معارف و کمالات کا افاضہ کرے۔ اور اسی کو قرآنی زبان میں تعلیم حکمت و تزکیہ کرکے تعبیر کیا گیا ہے۔ یتلوا علیهم اٰیٰته ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة۔ اسی طرح ولی و امام کے لیے بھی ضرور ہے کہ اُس کو ملکہ بسطة فی العلم عطا ہو۔ اور وہ قرآنی معارف اور حقائق محمدی کو جس سے ہر آن مستفیض ہوتا رہتا ہے۔ قوم پر نثار کرتا رہے۔ اور تمام روحانی علوم و معارف و حقائق کا سررشتہ و دفتر اسی کے ہاتھ میں رہے۔ اور وہ علم کا دروازہ قوم کیلئے کھولدے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا

حقیقت میں یہ مدینۃ العلم حقائق و معارف کی یونی ورسٹی ہے اس دار العلوم ربانی کے کسی شعبہ میں کوئی داخل ہونا چاہے تو اُسکی جانچ اور اُسکی صلاحیت کا دیکھنا اور اسکو اس صیغہ میں داخل کرنا اور پھر اس قابلیت کی جسکا وہ مستحق تھا سند و سارٹیفکٹ دینا یہ سب "باب مرتضوی" کے متعلق ہے جسکے لیئے عَلِیٌّ بَابُهَا کہا گیا۔ اب سمجھہ لینا چاہیئے کہ معارف ربانی بغیر وساطت مرتضوی کسی پر کھل نہیں سکتے۔ اور انکشاف تام

بلا توسط مرتضوی ہرگز ہو ہی نہیں سکتا۔ ع

کسے بغیر تولائے تو ولی نبود

اسی لیئے اولیاء اللہ کے تمام سلاسل اُسی باب مرتضوی پر جاکر منتہی ہوتے ہیں جنیدؒ وشبلیؒ کا سر ہردم اسی آستانہ پر جھکا رہتا ہے۔ اور تمام اقطابؒ اغواثؒ اسی در پر جبہہ سائی کرنیسے اپنے اعلیٰ منزل مقصود کو پہنچتے ہیں۔ ہمارے اعلیحضرت فرد الاولیاءؒ کیا خوب فرماتے ہیں ؎

یا علی کیست کہ منت کش احسان تو نیست — بندۂ نیست کہ او در خط فرمان تو نیست

مشکلے نیست کہ از دست تو آساں نشود — عقدۂ نیست کہ آں در حد امکانِ تو نیست

فہم رازِ تو کسے چوں کند اے شاہ نجفؒ — آنچہ اندازۂ عقلم بود آں شانِ تو نیست

نہ ہمیں فردؔ بمدح تو چنیں نغمہ سرا است — بلبلے نیست بگلشن کہ غزلخوانِ تو نیست

(۱۰)

چونکہ ولایت اور نبوت دونوں میں باہم غایت امتزاج و اتصال ہے اور اسقدر تعلق قوی ہے کہ ایک کو دوسرے سے علیحدگی نہیں ہوسکتی۔ اسی لیئے گھر بھی دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے۔ یعنی ولایت کے لیئے علیحدہ کوئی گھر نہیں بلکہ بیت النبوۃ ہی اُس کا بھی گھر ہوتا ہے۔ اور گھر بھی کیسا مقدس گھر۔ جو ہر قسم کے شرک وکفر کی نجاست اور تمام گناہوں کی گندگی و پلیدی سے پاک و بے لوث اور بالکل عصمت و طہارت کا مخزن ہوتا ہے۔ وہ مقدس و مطہر گھر جسکے لیئے خداوند نے اس گھر والوں کو مخاطب فرماکر یوں ارشاد کیا۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ۝

اور خدا کی طرف سے اس گھر والوں کو عصمت و طہارت کا ایک نورانی خلعت عطا ہوا

رسول خدا نے خدا کے حکم و منشا کے مطابق ان گھر والوں کو جو اُس تطہیر کے مورد تھے قوم سے روشناس کرنے کے لیئے علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ کو چادر اُڑھا کر بآواز بلند قوم کو یوں کہہ سنایا کہ اَللّٰھُمَّ ھٰٓؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ۔ تاکہ قوم انکو پہچان لے اور اسکے ذہن نشین ہو جائے کہ ؎

این سلسلہ از طلائے ناب ست — این خانہ تمام آفتاب است

(۱۱)

اور جب وہ آفتاب ولایت و امامت اس نورانی خلعت کیساتھ طالع اور تاباں ہوکر دنیا کے ولایت کو اپنے نورانی انعکاس سے منور کرنے لگا تو وہ بروجِ اثنا عشر میں منزلیں طے کرتا گیا۔ فقط منزلیں بدلیں اور افق میں تغیر ہوا۔ حقیقت میں جہاں گیا اور جہاں رہا وہی آفتاب ولایت تھا ؎

یک آفتاب کرد چندیں افق طلوع — یک سر صد ہزار گریباں برآمد

یہی منازلِ انوار و مہبطِ معارف و اسرار ائمہ اثنا عشر کہلاتے ہیں۔ ہمارے حضرات صوفیہ کرام قدس اللہ اسرارہم کی اصطلاح میں یہ لوگ **قطب الاقطاب** کہلاتے ہیں اور ولایت تامہ و قطبیت کبرٰے سے ممتاز ہیں اور یہ ولایت تامہ و قطبیت کبرٰے و امامت خاصہ انہیں کے حقوق و خصائص سے ہے[۱]۔ اسمیں بالاستقلال کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں۔ اب رہا یہ شبہہ کہ خدائی انوار کی شعاعوں کو ایک گھر میں مقید کرنا اور بحرِ فیضانِ محمدی سے سیرابی کو ایک ہی خاندان سے مخصوص کرنا یہ وسعت رحمت اور عام تجلی نورانیت کے خلاف ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس تخصیص کا یہ مطلب نہیں کہ اور تمام لوگ فیضان الٰہی و برکات محمدی سے محروم ہوگئے۔ یوں سمجھو کہ

---

[۱] دیکھو مکتوب آخر حضرت مجدد الف ثانی۔ و شرح قصیدہ ہمزیہ از علامہ ابن حجر مکی محدث مطبوعہ مصر صفحہ ۲۳۴ وغیرہ۔ ۱۲

جس طرح قدرت کی طرف سے آفتاب کے لیے بروج اور منازل مقرر ہیں کہ وہ وہاں چلتا پھرتا رہتا ہے۔ اور عالم میں جہاں کہیں اسکی روشنی پہنچتی ہے انہیں بروج ومنازل سے ہوکر پہنچتی ہے۔ اسی طرح خزان معارف واسرار ربانی اور منبع فیوض وبرکات وانوار محمدی خدا کی طرف سے یہی لوگ مقرر کیے گئے ہیں۔ اب جس پر فیضان ہوگا انہیں کے توسط سے ہوگا۔ اور جسکو انوار و اسرار ربانی سے حصہ پہنچیگا۔ انہیں کے وساطت سے پہنچیگا۔ اصل اور مستقل طور پر منبع انوار ومهبط اسرار یہی حضرات ہیں اور تمام لوگوں کو انہیں کے فیض اور توسط سے خدائی برکات۔ ہر ایک کے حصہ ونصیب کے مطابق پہنچتے ہیں اور پہنچیں گے۔

لیکن یہ ہر مستفیض ومستنیر کو یقین کرنا چاہیئے کہ جو کچھ ہم میں ہے یہ پرتو اُسی آفتاب ولایت کا ہی۔ اسکی مثال یوں سمجھو کہ در و دیوار پر جب آفتاب کا سایہ پڑتا ہی تو وہ منور ہو جاتے ہیں۔ بالخصوص اگر چونہ اور قلعی سے وہ دیوار سفید کیگئی ہو تو اور بھی زیادہ چمک دمک اسمیں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور خاصکر اگر اُس دیوار میں آئینے نصب کیے گئے ہوں تو اسکی روشنی اسدرجہ بڑھ جاتی ہے کہ آنکھوں کو تاب نہیں رہتی مگر باایں ہمہ نورانیت وہ دیوار ودر ہرگز یہ دعوے نہیں کرسکتے کہ یہ نورانیت جو ہمیں ہی ذاتی طور پر اور بالاستقلال ہے۔ پس اسیطرح (حضرت) جنید و (حضرت) شبلی و (حضرت) داؤد طائی و (حضرت) معروف کرخی و (حضرت) ذو النون مصری و (حضرت) سہل تستری وغیرہم (قدس اللہ تعالی اسرارھم ورحمھم ورضی عنھم) اور قادری وچشتی وسہروردی ونقشبندی ورفاعی وشاذلی وغیرہ وغیرہ۔ جس میں جو کچھ ہے وہ انہیں اقطاب اثنا عشر۔ اور شمس وقمر کا رنگ واثر ہے۔ ورنہ بلا توسط انکے نظام روحانیت درہم برہم ہو جائے بلکہ یوں سمجھو کہ

ہر گلِ نو کہ شد چمن آرا — اثرِ رنگ و فیضِ صحبتِ اوست

(۱۲)

چونکہ دائرہ ولایت عام ہوتا ہے۔ اور دائرہ نبوت اُس سے خاص۔ نبوت کیلئے ولایت ضروری ہے مگر ولایت کے لیئے نبوت لازم نہیں۔ ہر نبی کو ولی ہونا ضرور ہے اور ولایت اُس کے قدموں سے لگی ہوتی ہے۔ مگر ولی نبی نہیں ہوتا۔ پس مرتبہ ولایت میں ولی نبی کا شریک ہوتا ہے۔ اسی لیئے خاتم الانبیاء نے فاتح بابِ ولایت سرِ دفترِ اولیاء (مظہر العجائب و الغرائب سیدنا علی ابن ابی طالبؑ) کو اس مرتبہ ولایت میں اپنا شریک اور سہیم قرار دیا۔ اور امت پر اپنی ولایت و موالات کے ساتھ علی مرتضیٰ کی ولایت و موالات کو بھی لازم غیر منفک بتلایا۔ اور یوں فرمایا کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ لیکن اِس کے ساتھ پھر اِس شبہہ کے مٹانیکے لیئے کہ کوئی امر نبوت میں بھی اُنکو میرا شریک نہ سمجھ لے۔ یوں بھی فرمادیا کہ "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی"۔ اس حدیث نبوی نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الشریف کی شان اور منزلت کو روزِ روشن کیطرح آشکارا کردیا کہ ذاتِ بابرکاتِ مرتضوی مرتبہ نبوت کے سوا تمامی مراتب و مناقب کی جامع ہے

شہِ عز و جلالِ بوترابے فخرِ انسانے علیِ مرتضیٰ مشکلکشائے۔ شیرِ یزدانے
ولیِ حق۔ وصیِ مصطفیٰ۔ دریائے فیضانے امامِ دو جہانے۔ قبلۂ دینے و ایمانے
امیرِ کشورِ فقرے۔ شہِ تسلیم عرفانے خدا گوے و خدا بین و خدا دانے خدا شانے
پیمبر بر سرِ منبر نشست و خواند مولائش کہ تا مولائیش را باشد اندر خلق برہانے

نیازؔ اندر قیامت بے سر و ساماں نخواہی شد
کہ از حبِّ تولائے علیؑ داری تو سامانے

حسن
از پھلواری شریف

۴۸۶



معدوم و نابود چیز کو صفر کہتے ہیں۔ نقطہ بھی اسی شکل کا نام ہے۔ حساب اور اقلیدس و ہندسی رموز دانوں کی خبر نہیں کہ وہ اس محیط بے سرو پا ہستی کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں فقیر کو علم و فضل کی باتیں یاد نہیں، اسکو تو یہ بے تعلق و تعلق دار نقطہ نکات سے لبریز نظر آتا ہے ٭

کسی نے حرف بؔ سے کہا تجھ میں اور تؔ ثؔ میں کیا فرق ہے۔ صورت تینوں کی یکساں ہے۔ تفاوت فقط اسکا ہے کہ بؔ کے نیچے ایک نقطہ اور تؔ پر دو نقطے ثؔ پر تین نقطے۔ بؔ نے جواب دیا۔ یہی سوال میں نے الف سے کیا تھا۔ کہ جب تو اکیلا تھا تو تیرا مطلب بھی ایک نکلتا تھا۔ لیکن جسوقت تیرے پہلو میں ایک نقطہ بڑھایا گیا تو معانی دس گنے ہوگئے۔ دوسرا نقطہ اور زائد کیا تو ایک سے سو ہوگئے تیسرا بڑھا تو ہزار بن گئے۔ یہ کیا بھید ہے ٭

الف نے جواب دیا۔ خاموش۔ کائنات کی پیدائش کا راز اسی کے اندر مضمر ہے الٰہی گورنمنٹ نے لارڈ کرزن کی سرکار سے پہلے اس راز کو قانون راز داری کی مہر سے مخفی کر دیا ہے۔ زبان سے افشا کا ایک حرف بھی نکلا تو لینے کے دینے پڑ جائینگے ٭

حروف کی باتیں سنکر حسن نظامی نے کہا۔ میں نے لارڈ کرزن کے قانون راز داری کو ہمیشہ بام سے نیچے گرتے دیکھا۔ اسکی تشبیہ یزدانی قانون سے ناجائز ہے۔ مادہ پرست آدمیوں کے قوانین دو چار دن کے مہمان ہیں۔ اقبال کی آنکھ دیکھتی ہے مگر وہ لب پر نہیں لاسکتے۔ میری آنکھ دیکھتی ہے۔ زبان بولتی ہے۔ اور ہاتھ حرکت کرنے کو تیار ہے ٭

سنو - میں تم سے کہوں - یہ صفر جسکو عنوان میں دیکھا - ایک ہولناک انقلاب کا علمدار ہے - بسم اللہ اُس کتاب کی ابتدا ہے جو حروف و الفاظ کی سب کتابوں سے افضل ہے - لیکن اس بسم اللہ کی بھی ایک ابتدا ہے - اور وہ بے کا نقطہ ہی - اس نقطہ کی تشریح آج کے دن کرنی مقصود ہے - جس دن تم اسکو پڑھو گے بعید الفطر کو سات آٹھ دن گزر چکے ہوں گے - خوشی کا کمال زوال میں ہوگا - لہذا اس مشکل اور باریک مضمون کو ذرا غور سے پڑھنا +

اللہ ہمارا معبود - اِسکے لفظ میں کوئی نقطہ نہیں - محمد ہمارے رسول اس ہیئت میں بھی نقطہ معدوم - آخری نجات اور عروج جس ذات پر منحصر ہے - وہ امام ہی وہ بھی بے نقطہ +

دل کہتا ہی تم میرے مقصود کے مفہوم تک اِتنے کم لفظوں میں نہیں پہنچ سکتے - کہو گے کیا لکھا ہم نہیں سمجھے - دماغ میں کچھ خرابی تو نہیں ہے - اِسکا جواب یہ ہے کہ قرآن شریف سب سے آسان کتاب ہے - مگر اسکے شروع میں الف لام میم کو عام فہم کیوں نہونے دیا - پس انسان کی طاقت اتنی ہی ہے کہ اللہ سے اشارہ کر دے تو ہوا خاص فہم حصہ - اب عام دلچسپی کی باتیں سُنیئے ع

بیکارم و باکارم چوں مد بحساب اندر

حساب کی رقموں میں میاں مد کی ہستی بیکار بھی ہے - اور باکار بھی - تاہم یہ مسلم ہی کہ اصل رقم سے اِسکے وجود کو کچھ سروکار نہیں - ایکدن ایک مرید نے حسن نظامی کے ہاتھ پاؤں کو چُوما - اور سمجھا کہ میں نے حسن نظامی کے متبرک جسم سے برکت حاصل کر لی - لیکن جسم میں برکت کہاں - وہ تو حساب کی رقموں کا مد ہے - ذات اور روح کے لین دین کا حساب کتاب ہو اور جسم کمبخت کی مفت میں کھینچا تانی کیجائے - ہمیشہ اپنے ہاتھ کو دیکھتا ہوں کہ وہ دماغ کے کہنے سے کاغذ پر کچھ لکھا کرتا ہے - دنیا کی خلقت ہاتھ و دماغ

کے عمل کو کتاب و اخبار میں پڑھکر حسن نظامی کو اسکا ذمہ وار تصور کر لیتی ہے اور
یہ نہیں جانتی کہ مد کو حساب کتاب سے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔ صفر اور نقطہ کا بھی یہی
عالم ہے کہ سب کچھ ہے اور کچھ نہیں +

قربان اس دائرہ حقیقت کے۔ کیا کیا تماشے پردۂ کائنات پر برپا کیے ہیں۔
اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق آفتاب اور ادنےٰ سے ادنےٰ ہستی ذرّے کو دیکھیے۔ یہ بھی
حساب کے مد اور صفر و نقطہ کیطرح بیکار بھی ہیں اور باکار بھی۔ آفتاب گرم ذرات کا
مجموعہ زمین کے سب کارخانوں میں دخیل ہے۔ اس لیے باکار ہے لیکن رات کو جب
یہ غروب ہو جاتا ہے تو دنیا کے کارخانے بند نہیں ہو جاتے۔ اسواسطے بیکار ہے
ذرّہ عالم مرکب کا انتہائی اور آخری نقطہ ہے۔ اسکی جنس نہو تو ساری کائنات بیکار
ہے۔ لہذا اسکا وجود باکار۔ مگر ایک ذرہ کا ہونا نہونا کوئی چیز نہیں۔ پھر اسکے ناکارہ
ہونے میں کسکو کلام ہو سکتا ہے اسی پر نقطہ اور صفر کو قیاس کرو۔ عنوان میں اسکی
صورت دیکھکر کوئی مطلب سمجھ میں نہ آئیگا۔ اور بے کار چیز معلوم ہوگی۔ لیکن جب قوت
جسمی تعلقات کو یکسو کر کے اسکے حقائق و معارف پر غور کروگے تو یہی ننھی مُنّی چیز
محیط الکل نظر آئیگی +

نظام المشائخ کے مضامین اور حلقہ کی تمام تحریروں کے شروع میں ۸۶ کے
نیچے دو لکیریں لکھی جاتی ہیں خیال ہوتا ہوگا کہ یہ ایک بیکار فعل ہے۔ پر جو اس بھید سے
واقف ہیں وہ انکو باکار اور میکسم گن کے فیر سے زیادہ کارگر پاتے ہیں۔ جس تحریر پر
یہ نشان ہوگا۔ خدا نے چاہا تو وہ کبھی بے اثر نہ رہے گی۔ یہ دو لکیریں نہیں ہیں تاثیر
تحریر کے قوی کرنے کیلئے ایک قوت دار معجون ہے +

نقطہ اور صفر بھی ان ربانی اسرار و مفاد سے لبریز ہے۔ اگر تم اسکی روحانی اور
فلسفیانہ باریکیوں پر غور نہیں کرسکتے تو ایک کاغذ پر نقطہ کی گول شکل بناؤ اور تنہائی میں

اِس پر نگاہ جماؤ۔ اور اپنے خیالات کو نقطے کے چاروں طرف پھیلادو۔ پھر دیکھو کیا لطف اور مزہ آتا ہے ۔ بشرطیکہ چند روز تک اسکی مسلسل مشق کرتے رہو۔

اِس مضمون کی سرخی پر نظر جماؤ۔ اور سوچو یہی سب کا مرکز اور محیط ہی ہر دُکھ ۔ غم ۔ اِسکے اندر فنا ہو رہا ہے ۔ اٹلی کی فوجیں ۔ روس کے لشکر اس غار جہنم میں گر رہے ہیں ۔ اب اسکو گردش ہوگی تو گرد و پیش کے تمام مستحکم قصر متحرک ہوں گے ۔ اوہام ۔ خوف ۔ رعب کو شکست ہوگی۔

موسیٰ نے درخت اور پہاڑ کی آڑ میں دیدار دیکھا تھا مسلم دیدار دیکھنا چاہتا ہے تو نقطہ اور صفر کو سامنے لائے جو کرۂ خاک کی خیالی پیکر ہی ۔ جو قلب جسمانی کی تصویر ہے ۔ جو ازل و ابد کے درمیان بے تار کا محکمہ پیام رسانی ہی۔

بندوق کی گولی نقطہ اور صفر کی شکل سے مشابہ ہے مگر گولی پیام مرگ ہی اور نقطہ و صفر رشتۂ زندگانی ۔ زندگی کو پر لطف بناؤ ۔ اور اس مجذوبانہ بڑ کو سمجھو۔

آنکھ کی پتلی ۔ خال رخ یار اور اُن تمام صورتوں کی قسم جو نقطہ و صفر کی ہمشکل یا قریب الشکل ہیں ۔ نقطے کے وجود میں نکات کا خاموش دریا موج میں آنا چاہتا ہے جب یہ لہر آئے گی تو میں تم کو عید کی مبارکباد دونگا۔

حسن نظامی

رباعیات

تا کے نشۂ شباب توبہ توبہ ۔۔۔ تا کے طلب شراب توبہ توبہ
در دل ہوس می و لب استغفار ۔۔۔ زیں توبۂ ناصواب توبہ توبہ

ہر دل بشراب ناب شیدا بادا ۔۔۔ سودا زدہ و خراب و رسوا بادا
از ترس کسے مست نداریم ازمے ۔۔۔ ما بادہ خوریم ہر چہ بادا بادا

بے زر کی عید کیا؟

❁

گلشن خزاں رسیدہ ہے فصلِ بہار میں　　پھولے پھلے گی شاخ نہال امید کیا؟
دریا سراب چشمۂ بے آب آبجو　　ہاتھ آئے گا ہمیں گہر ناپدید کیا؟
سینے میں ہے وہ دل نہ امنگیں وہ دل میں ہیں　　آنکھیں ہی وہ نہیں تو کریں شوقِ دید کیا؟
قاصد کے پاؤں منزلِ اوّل میں تھک گئے　　لائے خطِ حبیب کی جا کر رسید کیا؟
سنتا ہے کون کس سے کہیں ماجرائے غم　　لطف کلام و لذت گفت و شنید کیا؟
ملتا نہیں کوئی تو بغلگیر کس سے ہو　　خوش ہو کوئی غریب وطن سے بعید کیا؟
سونے پڑے ہیں میکدے مینا و مے نہیں　　پھر ہوئے نشاط و طرب کی کشید کیا؟
روزے اگر ہیں دن کو تو فاقے ہیں رات کو　　پھر ذوق شہد و شیر و طعامِ ثرید کیا؟
تن ڈھانکنے کو کہنہ ردا بھی نہیں نصیب　　پھر ہو نئے لباس کی قطع و برید کیا؟

جامہ ہی جب نہیں ہے تو دامن کہاں شفق
زر ہی نہیں ہے جیب میں بے زر کی عید کیا؟

شفق رضوی مجیبی قادری
عماد پوری

۱۹۸۶ء

تمنائے عطا

اے موجب کون و مکاں　　اے باعثِ ہردو جہاں
اے واقفِ رازِ نہاں　　اے رازدار و رازداں
ہاں اے نویدِ مرسلاں
عزِ جہاں فخرِ زماں
ہو زیبِ گلزارِ ارم

مرسل ہو ختم المرسلیں　　یا خواجۂ دنیاؤ دیں
یا ہو شفیع المذنبیں　　فرشِ مکاں کرسی نشیں
تم رحمۃ للعالمیں
تاجِ سرِ عرشِ بریں
تم ہی تو ہو فخرِ امم

اے سالکِ راہِ ہدیٰ　　اے مجتبیٰ اے مصطفیٰ
شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ　　نور الہدیٰ صدر العلیٰ
اے اعتبارِ اولیاء
وے افتخارِ انبیاء
تم ہو رسولِ محترم

اے مقصدِ صدق و صفا　　اے منبعِ جود و عطا
اے معدنِ حلم و حیا　　اے مخزنِ علم و علا

تم ہو رفیق ہر گدا
تم ہو شفیق الاغنیا
تم مایۂ ہر بیش و کم

اے دافع درد و الم — اے مانع ظلم و ستم
اے قاطع اسباب غم — اے شافع قدسی شیم

ماہِ عرب مہر عجم
وجہ قدم فیض اتم
اور نور حسن محتشم

تم پر فدا جن و بشر — تم پر فدا شمس و قمر
تم پر فدا سب بحر و بر — تم پر فدا شام و سحر

لینا خبر لینا خبر
مجھ پر کرم کی ہو نظر
تا دور ہو رنج و الم

سُن لیجئے بہر خدا — اس بینوا کی التجا
یا کیجئے اب فیصلہ — یا دیجئے دل کی دوا

یہ ہے عطا کا مدعا
یعنی تمنائے عطا
اب جلد ہو لطف و کرم

عطا اکبرآبادی
از میرٹھ

تضمین بر غزل حافظؒ

نثارِ عارضِ گلرنگ تو ہزار انند
شہیدِ تیغ نگاہ تو گلعذار انند
اسیرِ حلقۂ زلفِ تو رستگار انند
غلام نرگسِ مستِ تو تاجدار انند
خراب بادۂ لعل تو ہوشیار انند

چھپایا لاکھ۔ مگر چھپ سکا نہ عشق کا راز
تمام حالتِ دل تاڑ ہی گئے دمساز
تری خطا نہ مرا جرم اے بتِ طناز
ترا صبا و مرا آب دیدہ شد غماز
وگرنہ عاشق و معشوق راز دار انند

تڑپتی ہے تری فرقت میں خلق شام و سحر
کوئی حزیں۔ کوئی بیتاب۔ کوئی خاک بسر
تجھے نہیں ہے مگر اپنے عاشقوں کی خبر
بزیرِ زلفِ دوتا چوں گزر کنی بنگر
کہ از یمین و یسارت چہ بیقرار انند

نہ پوچھ کیفیت عاشقانِ خستہ جگر
ہے سرگزشت مصیبت بیان سے باہر
جو دیکھنی ہو تجھے اُن کی حالتِ ابتر
بزیرِ زلف دوتا چوں گزر کنی بنگر
کہ از یمین و یسارت چہ بیقرار انند

پھڑک رہے ہیں اسیرانِ کاکلِ مشکین
نکلنے کو ہے تنِ مضمحل سے جانِ حزیں
جو میری بات کا ظالم تجھے یقین نہیں
گزار کن چو صبا بر بنفشہ زار و بہیں
کہ از تطاولِ زلفت چہ سوگوار انند

یہ کیا کہا؟ کہ میں ہوں آج صاحبِ ثروت
نہیں ہے کوئی زمانہ میں مجھسا باعزت
تجھے نصیب کہاں وصلِ یار کی دولت؟
رقیب! در گزر و بیش ازیں مکن نخوت
کہ ساکنانِ درِ دوست خاکسار انند

ہے ہم سے نور فزا شمعِ معفرت پر تو
سیاہ کاروں سے ہی آفتاب عفو میں ضو

شرابخوروں سے کوثر کو ہی لگی ہوئی لَو — نصیب ماست بہشت ای خدا شناس برو
کہ مستحقِ کرامت گناہگار انند

تباہ ہیں تری فرقت میں سیکڑوں بیکس — شکستہ حال، پریشاں خیال، تنگ نفس
جہاں میں کون ہے؟ جسکو نہیں ہے تیری ہوس — نہ من برآں گلِ عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

ہے چاک دل کی طرح زندگی کا پیراہن — مثالِ نقشِ قدم آہ پائمال ہے تن
وطن ہے دور ہیں ہر سمت راہ میں رہزن — تو دستگیر شو اے خضرِ پے خجستہ کہ من
پیادہ میروم و ہمرہاں سوار انند

بحقِ حضرتِ صدیقِ رضؓ پاک صدق سخن — ادھر بھی اک نظرِ لطف اے رسولِ زمن ﷺ
دلِ حزیں کو بھی کر شاد کہکے لَاتَحْزَنْ[1] — تو دستگیر شو اے خضرِ پے خجستہ کہ من
پیادہ میروم و ہمرہاں سوار انند

گدائے درِ میخانہ تا توانی کن — بہ بزمِ پیرِ مغاں عیش جاودانی کن
چہ گوئیمت بہ جوانی چنانکہ دانی کن — بروں میکدہ و چہرہ ارغوانی کن
مرو بصومعہ کانجا سیاہ کارانند

شفائے عاشقِ بیمار زینہار مباد — اسیرِ دامِ سیاہِ تو رستگار مباد
خراب بادۂ لعلِ تو ہوشیار مباد — خلاص حافظ ازاں زلفِ تابدار مباد
کہ بستگانِ کمندِ تو رستگار انند

ترے خیال میں مرجائے احسنِ ناشاد — الٰہی یوں ہی رہے خاکِ عاشقاں برباد
دلِ حزیں نہو غم سے ترے کبھی آزاد — خلاص حافظ ازاں زلفِ تابدار مباد
کہ بستگانِ کمندِ تو رستگار انند

[1] تلمیح الی الآیہ۔ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۱۲

نظم

مبارکباد عید

اے عید آج سرمۂ چشمِ امید ہو
اور آرزو کے باغ میں تیری نوید ہو

اے عید دل میں آ مرے مضمون بنکے تو
پھر شرمسار سامنے میرے لبید ہو

اے عید آج سکۂ لا تا کلو آ ہو بند
اور نیّر روزہ دار کے منہ کی کلید ہو

اے عید آج یوسفِ کنعانِ حسن ہو
پھر آرزو کے مصر میں تیری خرید ہو

اے عید آج اوجِ فلک پر ہو تو ہلال
ہر سو جہاں میں پھر تری گفت و شنید ہو

اے عید آج بندگی کردگار ہو
پھر خم ترے طفیل سے ہر مرید ہو

اے عید آج سب کے تو دل کی کلی کھلا
پھر آرزو کے باغ میں تیری نوید ہو

اے عید بن کے پان لبِ یار چوم لے
بر میں ہر اک صنم کے لباس جدید ہو

اے عید آج غمازۂ رخسارِ حور ہو
پھر میری آنکھ محوِ تماشائے دید ہو

اے عید جب کہ ہوگئی شادی کا بار تو
پھر اے حمامِ غم تری کیونکر پدید ہو

اے عید لے ہاتھ میں تو خنجرِ ہلال
دشمن کے گھر میں آج غضب کی پدید ہو

اے عید کہنا حضرت سید کا تو پیام
دلی میں و آصدی سے مبارک یہ عید ہو

سید محمد حنیف سید
از نکودر

تازہ غزلیں اور نعتیں ﷺ

(۱)

(از سخن جناب مولانا محمد عبد الرزاق العجمی رئیس بیاور ضلع اجمیر)

نور شمس سے تا بہ ثریا غور سے دیکھا اللہ — فانی ہیں عرش سے تا بہ سما سب تیرے سوا یا اللہ
جلوۂ ہر گل نغمۂ بلبل شعلہ شمع کا اللہ — شمس و قمر کی گردش سے ہے صاف ہویدا اللہ
راز انا الحق پردۂ سرمد شور اٹھا یا اللہ — چرخ چہارم پہ ہیں مسیحا طور پہ موسیٰ اللہ
ہے یہ تمنا سانس کی سرگم آمد و رفت میں تا دم مرگ — دلمیں بسا ہو نام محمدؐ لب پہ ہو نعرا اللہ
دیکھ نکل کر اپنی خودی سے بیخود ہو کر باخود ہو — حسن پہ پردۂ چشم بصیرت شوق تماشا اللہ
جام الست سے مست ہے ہر گل قمری و طوطی لعل و بلبل — پتا پتا ڈالی ڈالی ہے لب گویا اللہ
صم بکم و عمی کے تم حلقہ سے نکلو پھر دیکھو — زیر زمیں ہے اللہ اور عالم بالا اللہ
شاہ و گدا سب زیر نگیں ہوں جن و پری ہوں قرباں — دونوں جہاں میں اسکو کمی کیا ورد ہو جسکا اللہ
کانپ گئے دل اہل زمیں کے دشت و جبل سب گونج اٹھے — وجد میں نکلا دل سے میرے جبدم نعرا اللہ
نفس کشی اکسیر ہوا کی کندن انساں آپ بنے — پارۂ دل کو آنچ دکھا کر چوٹ لگا یا اللہ
پیر جلال الدین نے عجمی راز بتایا عرفاں کا — پیر ہمیشہ جو ہو ملائک سب کا ترانا اللہ

(۲)

از جناب ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب سب اسسٹنٹ سرجن فسٹ لانسرز حیدرآباد دکن

قرباں تیرے نام پہ اے کردگار ہوں — معصیتوں سے اپنے بہت شرمسار ہوں
رحمن اور رحیم تجھے مانتے ہیں سب — افضال سرمدی کا ترے خواستگار ہوں
لطف و کرم سے تیرے توقع ہے یہ مجھے — در چھوڑ کر ترا نہ کسی در پہ خوار ہوں

یارب بحقِ صاحبِ لولاک لطف کر — نافر رہوں میں غیر سے بس برکنار ہوں
اک ایک حرف سحر آفریں میں بھی آج — کالبدر فی النجوم قمر آشکار ہوں

(۴۷)

(از جناب حکیم محمد عمر صاحب فصیح الدھلوی ثم الالوری +)

زہے گلگشتِ بستانِ محمدؐ — سجے الوان ایوانِ محمدؐ
سبکدوشی نہیں ہو اس سے ممکن — بڑا ہے بارِ احسانِ محمدؐ
نہ دیکھے حور و غلماں کی طرف وہ — جو ہے دلدادہ آنِ محمدؐ
فرشتے میزباں بنتے ہیں جسکے — یہ مہماں ہے وہ مہمانِ محمدؐ
خدائی بن گئے جنّ و بشر کیا — ملائک بھی ہیں قربانِ محمدؐ
خزاں کی جس میں آنے کی ہو قدغن — وہ ہے شاداب بستانِ محمدؐ
لذائذ دین و دنیا کی ہوں سب ہیچ — ملے گر لقمۂ خوانِ محمدؐ
قدم لیتے ہیں زوّار آکے جس کے — وہ ہے ذی رتبہ دربانِ محمدؐ
سدا روشن قیامت تک رہیگا — چراغِ دین و ایمانِ محمدؐ
بنو پابندِ احکامِ الٰہی — کرو تعمیلِ فرمانِ محمدؐ
عجب حفظِ مراتب میں ہیں فائق — ادب دان ادب دانِ محمدؐ
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ — یہ ہیں انوار و اعیانِ محمدؐ
ثناگوئے فصیحِ خستہ جاں کیا — خدا خود ہے ثناخوانِ محمدؐ

(۴۸)

(از جناب مولانا حیا)

وہ شرم حیا سے کبھی اصلا نہیں کرتے — پردے کی یہ ہی بات کہ پردا نہیں کرتے
ہم کب تمھیں ہر شکل میں پہچانا نہیں کرتے — تم کب ہمیں ہر سو نظر آیا نہیں کرتے

وہ اور علاجِ دلِ بیمارِ محبت — دم دیتے ہیں عیسےٰ مجھے اچھا نہیں کرتے
کب آپ نئی شان دکھلاتے نہیں ہردم — کب آپ مجھے محوِ تماشا نہیں کرتے
تم حُسنِ حسینانِ جہاں بن کے کب ایجاں — عشاق کی آنکھوں میں سمایا نہیں کرتے
تو ہی تھا جو مسجودِ ملائک ہوئے آدم — قدسی بخدا غیر کو سجدہ نہیں کرتے
ہر رنگ میں ہر شکل میں تم مُنہ کو چھپا کر — آتے تھے تماشے کو تماشا نہیں کرتے
اے بت مجھے اتنا نہ ستا خوفِ خدا کر — اللہ کے بندے انکو ستایا نہیں کرتے
وہ دیکھتے ہیں جبکہ نہ دیکھے کوئی انکو — دیکھے کوئی اُنکو تو وہ دیکھا نہیں کرتے
ہاں آپ تو غیروں سے لڑاتے نہیں آنکھیں — ہاں! آپ حیا سے کبھی پردا نہیں کرتے

ایڈیشن نمبر

یہ رسالہ کشمیری میگزین لاہور کے اُس خاص پرچے کا نام ہے جو انشاء اللہ اکتوبر ۱۹۱۲ء میں بڑی شان و شوکت سے شائع ہوگا۔ پیسہ اخبار۔ ہند۔ پرکاش۔ ہندوستان۔ راجپوت گزٹ۔ وطن۔ میونسپل گزٹ۔ زمیندار۔ ملت۔ آریہ گزٹ۔ جھنگ سیال۔ رسالہ انسان کے اڈیٹر اور میر جالب صاحب اور ساغر صاحب اور وجاہت حسین صاحب کے حالات اسوقت تک ترتیب دئے جا چکے ہیں۔ انکے علاوہ ایڈیٹر صاحبان وکیل۔ المنیر۔ مسلم گزٹ۔ البشیر۔ ہندوستان۔ الہلال۔ اہلِ حدیث۔ اہلِ فقہ۔ ادیب۔ زمانہ۔ عام۔ صحیفہ بجنور و حیدرآباد۔ مشرق۔ مدینہ۔ الندوہ۔ ارجن۔ مخبرِ دکن۔ بدر۔ آرمی نیوز۔ الحکم۔ افغان۔ اردوئے معلیٰ۔ الناظر۔ نظام المشائخ۔ پنجاب ایڈووکیٹ۔ فوجی اخبار اور مسٹر عبداللہ منہاس سے جلد تر نوٹس ملنے کی توقع ہے۔ حالات باتصویر ہوں گے۔ اور ہر اڈیٹر کیطرف سے ایک ایک مضمون بھی درج کیا جائیگا۔ وسط اکتوبر میں منیجر کشمیری میگزین لاہور سے طلب فرمائیں ؎

جو ایک کتاب میں تھیں وہ چند جگہ شمار کی گئیں۔ پس اُس کمی مقدار میں سے جب ان مکررات کو حذف کیجئے تو اس قلیل مقدار کا صرف چھٹا حصہ رہ گیا جس پر تمام احکام شریعت کا دار و مدار ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ یہ قلیل مقدار حدیثوں کی تو ہی ہے جس سے احکام شریعت کے مستنبط ہوئے ہیں۔ اور جن حدیثوں سے احکام طریقت کے ماخوذ ہوتے ہیں ان کو اُن گیارہ لاکھ پچھتر ہزار نو سو پچیس میں تلاش کیجئے۔ اس وقت طریقت کے ہونے اور نہ ہونے کا نام لیجئے گا۔"

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں

کہ طریقت مستلزم شریعت کو ہے۔ بلکہ ایک معنی کر دونوں کو لازم ملزوم کہنا چاہیئے کیونکہ کوئی کام طریقت کا بغیر شریعت کے پورا نہیں ہو سکتا۔ اور اکثر امور شریعت کے بسبب طریقت کے تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ چنانچہ عبادات میں یکسوئی۔ اور طمینان اور احسان اور اخلاص کا ہونا جو ایک امر ضروری اور مہتم بالشان ہے۔ یہ سب طریقت کے لوازمات اور اسکے توابع میں سے ہیں۔ اس لیئے کہ طریقت کا اصل اصول غیر اللہ کی نفی اور ذات حق کا اثبات ہوتا ہے۔ اور جب غیریت مٹ گئی۔ اور اسباب انتشار باقی نہ رہے تو لامحالہ معبود حقیقی کے ساتھ یکسوئی اور ہر طرح کا اطمینان اور اخلاص حاصل ہوگا اور بے تکلف وہ خود بخود اخلصوا لله العمل کا عامل قرار پائے گا۔ اس صورت میں مؤلف کا ان امور کے لیئے طریقت کو موقوف علیہ اور علت تامہ قرار دیکر تینتیسویں فصل سے لیکر اونچاسویں فصل تک گیارہ بارہ فصلوں میں جو احسان اور اخلاص اور اطمینان کے متعلق ایک طویل طویل بحث کی ہے محض بے اصل اور بیکار ہے۔ قابل التفات نہیں

یہ بات علی العموم سب جانتے ہیں

کہ ایک معنی لغوی ہوتے ہیں اور ایک معنی اصطلاحی۔ پس جو مقام معنی لغوی کو مقتضی ہے وہاں معنی لغوی لیئے جاتے ہیں اور جو مقام معنی اصطلاحی کو مقتضی ہے وہاں معنی

اصطلاحی مراد ہوتے ہیں۔ مثلاً صلوٰۃ لغت میں بمعنی دعا اور رحمت کے ہے۔ اور شرع میں ارکانِ مخصوصہ کو کہتے ہیں۔ رسول کے معنی لغت میں پیغام بر کے ہیں۔ اور شرع میں اُس نبی کو کہتے ہیں جو صاحب کتاب اور ملت جدیدہ کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے۔ پڑھانیوالے کو کہتے ہیں لڑکیوں کے پڑھانیوالی کو استانی کہتے ہیں لڑکوں کے پڑھانے والے کو میانجی کہتے ہیں۔ فارسی پڑھانے والے معلم کہتے ہیں عربی پڑھانیوالے کو مدرس کہتے ہیں۔ انگریزی پڑھانے والے کو ماسٹر کہتے ہیں۔ قرآن پڑھانے والے کو حافظ جی کہتے ہیں۔ حدیث پڑھانیوالے کو شیخ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہود اور نصاریٰ اور مشرکین اور مسلمین سبھی حاضر ہو کر ہم جلیس ہوا کرتے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان صحبت سے جن کے قلوب نور ایمانی سے منور ہوگئے اُنہیں کو صحابی کہتے ہیں۔ دوسروں کو باوجود شریک صحبت ہونیکے صحابی نہیں کہتے۔ یاران ترجمہ صحابہ اور اصحاب کا ہے۔ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں یاروں کا اطلاق مریدوں پر ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ سیر الاولیاء میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر آپکے مریدوں کی نسبت یہ بیان کیا کہ "در موضع فلاں یاران شما جمیعتے کردہ اند" پس اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یاروں کا اطلاق مریدوں پر ہوا کرتا ہے۔ علیٰ ہذا جب یوں کہتے ہیں کہ فلاں کو فلاں بزرگ کی صحبت ہے تو انکی اصطلاح میں اسکے یہی معنی ہیں کہ فلاں شخص کو فلاں بزرگ سے بیعت ہے۔ اس صورت میں مؤلف کا یہ کہنا کہ شریک صحبت ہونے سے مرید ہونا کہاں سے سمجھا جاتا ہے۔ سیکڑوں آدمی ملاقات اور ملنے کو آتے ہیں تو کیا شریک صحبت ہونے سے سب کو مرید کہیں گے؟ ۔

مولانا صاحب! سُنیئے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہزاروں کا حاضر ہو کر شریک صحبت ہونا اور اُن میں سے بعضوں کو صحابی کہنا اور بعضوں کو نہ کہنا دلیل

اُن کے ایمان لانے کی ہے۔ اسی طرح کسی بزرگ کی خدمت میں ہزاروں کا حاضر ہوکر شریک صحبت ہونا اور اُن میں سے بعضوں کو مرید کہنا اور بعضوں کو نہ کہنا دلیل اُنکے بیعت ہونے کی ہے پس یہی تخصیص اور عدم اطلاق دلیل بیّن اس امر کی ہے کہ یہ اصطلاح خاص مریدوں کے لیئے ہی۔ دوسرے صحبت یافتہ لوگوں کے لیئے نہیں ولا مناقشۃ فی الاصطلاح ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان صحبت سے

صحابہؓ کے قلوب منور ہو رہے تھے۔ انکو کسی دوسرے سے فیض حاصل کرنیکی ضرورت نہ تھی۔ اس لیئے کوئی ایک دوسرے سے بیعت نہیں ہوتا تھا بعد صحابہ کرام کے دو قسم کی بیعت جاری تھی۔ ایک بیعت خلافت۔ دوسری بیعت طریقت۔ بیعت طریقت کرنے میں لوگوں کو اُسوقت بیعت خلافت کا گمان ہوتا تھا۔ اور اُس سے آپس میں جھگڑے فساد کا خوف نہ تھا۔ اس لیئے مصلحتًا اہل طریقت اُسوقت خرقہ عطا کرنا بھی قائم مقام بیعت کے سمجھتے تھے۔ اور جب باب خلافت بند ہو گیا اُسوقت علانیہ بیعت طریقت جاری کیگئی۔ پس مصلحتًا اس طریقۂ مروجہ کا قرون ثلثہ میں نہ پایا جانا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ طریقت کا وجود نہ تھا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی کہ احادیث کی ترتیب اور تدوین تیسری صدی میں ہوئی ہی۔ اس سے پہلے ہئیت مخصوصہ نہ فقہ تھی نہ حدیث نہ یہ درس تھا نہ تدریس نہ یہ مبادی تھے نہ مبادی لہٗ۔ پس صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں اس ہیئت مخصوصہ کے ساتھ فقہ حدیث کا نہونا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شریعت کا وجود نہ تھا۔ پس جس طرح اس ہیئت کذائی کے ساتھ پہلے اور دوسرے قرون میں یہ فقہ اور حدیث نہ تھی۔ اسی طرح اس ہیئت کذائی کے ساتھ یہ بیعت مروجہ بھی نہ تھی۔ پس اگر ہیئت اس بیعت کے نہونے سے طریقت کی نفی ہی تو پہلے شریعت کی نفی کرنی چاہیئے ۔

جناب مولوی صاحب!

زمانہ کی حالت دیکھو دیکھو کہ ہمیشہ طرز بدلتے رہتے ہیں۔ آپکے لڑکپن کے زمانہ میں جو طرز تعلیم تھا اب وہی تعلیم دوسرے رنگ پر ظاہر ہو رہی ہے۔ اسی طرح شریعت اور طریقت کی تعلیم پہلے اور ڈھنگ پر تھی اب اُس نے دوسرا رنگ اختیار کیا ہے مگر اصل مقصود ہر زمانہ میں ایک ہی ہے۔ تیرہ صدی تک کے تغیرات کو کیا دیکھتے ہو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں جو اسلام تھا ہر نبی علیہ السلام کے زمانہ میں مختلف صورتوں کے ساتھ ظہور کرتا رہا اب صورت خاص کے ساتھ ظہور کر رہا ہے لیکن ان صور مختلفہ پر کسی کو نظر نہیں اصل اسلام ابتدا سے انتہا تک اپنی حالت پر چلا آتا ہے۔ پس ان صور اشیا پر نظر کرکے اصل معروض کی نفی کرنی یہ عقل سلیم کا کام نہیں ۔

فصل ۵۶ و ۵۷ میں

مؤلف کا یہ کہنا کہ ذکر کے لئے رات و دن صبح و شام سال و ماہ کے لیے ایک ہی نہیں ہیں۔ بلکہ شارع نے اوقات مختلفہ اور امکنہ متعددہ اور حالات جداگانہ میں مختلف اذکار الٰہی تعلیم فرمائے ہیں ہر وقت اور ہر مکان اور ہر حالت میں وہی ذکر مطلوب ہے جو اس وقت کے لیے مقرر ہے۔ دوسرے وقت یا دوسرے مکان کا ذکر دوسرے وقت اور دوسرے مکان میں بالکل بے جوڑ ہے الخ پس اگر کوئی شخص ہر حالت میں ایک ہی ذکر اور وہ بھی جاری رکھے اور مواقع اور امکنہ کا اختلاف نہ دیکھے تو شرعاً اُسکو ذاکر نہ کہیں گے بلکہ وہ غافل کہلائیگا ۔

مؤلف کا یہ کہنا بالکل غلط اور خلاف عقل اور مخالف قرآن کے ہے۔ اس لیئے کہ شارع علیہ السلام نے اوقات مختلفہ اور امکنہ متعددہ میں جو مختلف اذکار تعلیم فرمائے ہیں وہ اذکار لسانی ہیں اور بحکم خداوندی وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ کے صوفیہ

کرام جو ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں وہ ذکر قلبی ہے۔ اور ذکر قلبی ذکر لسانی
کو مانع نہیں۔ پس جو حضرات موافق حکم اس آیت کریمہ کے ہر وقت بطور دوام اور
استمرار کے ذکر قلبی میں لگے رہتے ہیں وہ ہر موقع اور محل کے لیے جو شارع نے
اذکار لسانی تعلیم فرمائے ہیں اسکو بھی زبان سے ادا کرتے رہتے ہیں۔ پس قلب اپنا
کام کرتا رہتا ہے اور زبان اپنا کام کرتی رہتی ہے۔ اور ان میں کوئی منافات نہیں
پس مؤلف کا بغیر حوالہ کسی آیت اور حدیث کے شارع کی طرف نسبت کر کے یہ
کہنا کہ شرعاً اسکو ذاکر نہ کہیں گے یہ بالکل غلط بلکہ شارع پر ایک قسم کا اتہام ہے اور
نیز اس فصل میں مؤلف کا یہ کہنا کہ اس اجرائے قلب میں سعی کرنا اپنے قلب کو دین
کے اعتبار سے برباد کرنا ہے اور تمام عبادات اور اذکار اثرہ سے ہاتھ دھونا ہے
اس واسطے کہ یہ ظاہر ہے کہ جب آدمی کے قلب میں ایک چیز کا کھٹکا لگا رہتا ہے
تو پھر اسکا دوسرے اذکار اور عبادات میں جمنا دشوار ہے پس جس کا قلب جاری
ہے وہ ہاتھ پاؤں سے نماز میں ہے مگر اسکا دل نماز سے الگ ہو۔ اور نماز سے جدا
ایک دوسری شئے کے تذکرہ میں پڑا ہے۔ زبان اسکی قرآن شریف پڑھ رہی ہے
مگر دل اس میں نہیں کیونکہ وہ اپنی چال میں پڑا ہے پس وہ عبادت جسکے ساتھ
دل نہو عبادت نہیں ہے۔ ایسا قلب کہ سوائے ایک ذکر حاضر کے دوسرے کام
پر نہ لگے وہ دل نہیں ہے۔ اور ایسے ذکر قلبی پر ثواب ملنا غیر ممکن ہے۔ آدمی گناہ
اور عذاب سے بچ نہیں سکتا محنت برباد گناہ لازم۔

مؤلف کا یہ کلام جہالت پر محمول ہے۔ اس حدیث کے موافق لکھنے مؤلف کے قلب
ایک گوشت کا لوتھڑا ہے۔ پس اس گوشت کے لوتھڑے کا ہر وقت اللہ تعالیٰ کے
نام کے ساتھ حرکت کرتے رہنا اسکا نام ذکر قلبی ہے۔ اور عبادت کا دل سے ادا کرنا
اس کے یہ معنی ہیں کہ اس عبادت میں اسکا خیال اس عبادت کے ساتھ جما رہے

دوسری طرف نہ جائے پس ذکر قلبی کا تعلق حرکت قلبی کے ساتھ ہے اور کل عبادتوں کا تعلق اُسکے خیال کے ساتھ مربوط ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حرکت قلبی کو اُس خیال کے ساتھ کوئی تعلق اور علاقہ نہیں پس حرکت قلبی اپنا کام کر رہی ہے اور خیال اپنا کام انجام دے رہا ہے۔ اِس صورت میں **مؤلف** کا یہ کہنا کہ اجرائے قلب میں سعی کرنا اپنے قلب کو دین کے اعتبار سے برباد کرنا ہے۔ اور تمام عبادات اور اذکار ماثورہ سے ہاتھ دھونا ہے۔ یہ بالکل غلط اور بے اصل بات ہے اور **مانا** کہ اِس ذکر قلبی میں جو قلب سے بلا صوت ہر وقت اللہ اللہ نکلتا رہتا ہے جو دال الی اللہ ہے۔ اس صورت میں قلب اُسی اللہ ہی کیطرف تو ملتفت ہے۔ جس کی وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ پس بمقتضائے لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ کے یہ تو عین حضوری ہے جو مقصود شارع علیہ السلام ہے کہ نماز میں قلب خدا ہی کی طرف متوجہ ہے۔ دوسری طرف نہیں جاتا۔ اور حدیث میں حضور قلب کی شرط ہے۔ حضور جوارح مشروط نہیں پس **مؤلف** کا یہ کہنا کہ دل اسکا نماز سے الگ اور اُس سے جدا ہے۔ یہ بھی غلط ہوا اور بحسب اقتضائے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ۔ کے جو شخص اللہ تعالی کے حکم سے ہر وقت دل سے **اللہ اللہ** کرتا رہتا ہے اور نماز میں بھی اُسکو خدا کی طرف توجہ تام ہے۔ پھر اسکی نسبت **مؤلف** کا یہ کہنا کہ ایسے ذکر قلبی پر ثواب ملنا غیر ممکن ہے شاید مؤلف نے جدائی معاملہ میں بلا ثبوت قرآن اور حدیث کے خود مختار ہوکر عذاب اور ثواب کا ٹھیکہ لے رکھا ہے کہ ہر جگہ یہ کلمہ انکی زبان پر ہوتا ہے کہ اس کا کچھ ثواب نہیں۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ ذکر خیر کی مجلس میں لوگ ویسے ہی تماشائی کھڑے ہوگئے۔ ذاکرین کے طفیل میں اللہ تعالی نے اُن کو بھی بخش دیا۔ اور یہاں جو شخص دن رات اللہ تعالی کے حکم سے اللہ اللہ کرتا رہتا ہے وہ نہ بخشا جائے اور وہ ثواب سے محروم رہے۔ یہ مؤلف صاحب کی خود مختاری اور ٹھیکہ داری کا سبب ہے

اور نیز مؤلف کا یہ کہنا کہ جس طرح کا ذکر قلبی اور اجرائے قلب صوفیہ کرام کے نزدیک موجب کمال اور سبب مفاخرت ہے وہی ذکر اور اجرائے قلب علمائے شریعت کے نزدیک موجب نقصان اور سبب حرمان کا ہے۔ یہ بھی مؤلف کی ناسمجھی ہے اسلئے کہ جو لوگ موافق حکم وَاذْکُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ کے ہر وقت دل سے اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں۔ اُن کا یہ حال کہ اللہ تعالیٰ ان آیتوں میں ایسے لوگوں کی مدح کرتا ہے۔ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم۔ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ۔ اور جن لوگوں کی اللہ تعالیٰ مدح فرمائے۔ اُس سے بڑھ کر اُنکو اور کونسا مقام فخر ہوگا۔ اور ایسا کون عالم ناسمجھ ہوگا کہ جس کی خدا تعالیٰ مدح کرتا ہو انکے افعال کو موجب نقصان اور سبب حرمان کا کہے اگر اپنی عاقبت خراب کرے جتنے علمائے مشاہیر گزرے اور جو موجود ہیں وہ تو سب کے سب سلسلۂ فقر میں داخل ہیں۔ وہ ایسا کلمہ کہہ نہیں سکتے۔ اور جو بعض بعض سلسلۂ فقر میں داخل نہیں اُن میں سے اکثر حضرات بزرگوں کے معتقد ہیں۔ اُنکی زبان پر بھی ایسا کلمہ نہیں آسکتا۔ شاید کوئی ہمخیال مؤلف ایسا ہوگا کہ جسکی خدا تعریف کرے۔ اُسکو وہ بُرا سمجھتا ہو۔

اور (۷۵) فصل میں مؤلف کا یہ کہنا کہ جس شخص نے تصوف کے طریق پر اپنا قلب جاری کیا ہے تو آیا اس ذکر خاص سے اُسکا قلب جدا ہوکر جب دوسرے ذکر کا وقت آتا ہے تو اُس دوسرے ذکر سے متعلق ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اگر دوسرے ذکر سے متعلق ہوسکتا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ دوسرا ذکر اُس شخص کا ذکر کردہ اور مشق کیا ہوا نہیں ہے۔ پس ایسے دوسرے ذکر میں تصوف کا مشاق اور تصوف سے ناواقف دونوں برابر ہیں۔ پس تصوف کے سالہا اور عرصہ دراز کے مشاق کا کچھ نفع نہ ہوا الخ اور اگر قلب مرتاض تصوف کا اس ذکر مشق کردہ سے جدا نہیں ہوسکتا۔ پس اس صورت میں لازم آتا ہے کہ مرتاض بالتصوف کا قلب ماسوائے اُس مشق کردہ ذکر کے کوئی دوسرا

ذکر جب اُس کا وقت آوے تو کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ ایک وقت میں قلب انسانی دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ مؤلف کا یہ بیان ناواقفیت پر محمول ہے۔ اس لیئے کہ وَاذْکُرْ رَبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ میں اللہ تعالیٰ بطور دوام اور استمرار کے مطلق ذکر قلبی کا حکم کر رہا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور مطلق کے تحقق کے لیئے ایک فرد کی بجا آوری کافی ہے۔ اور نیز کسی آیت اور حدیث سے متعدد اذکار کے ساتھ قلب مامور نہیں ہوا کہ ایک کو چھوڑ کر دوسرے کی تعمیل واجب ہو۔ پس جو ذکر قلبی وہ کر رہا ہے امتثالاً یاد الٰہی کیلیئے وہی ایک ذکر کافی ہے۔ اور موافق خیال مؤلف کے اگر قلب متعدد اذکار کے ساتھ مامور ہے تو ۵۵ فصل میں جو مؤلف نے یہ بیان کیا ہے کہ کلمۂ توحید جس شخص کے قلب میں راسخ ہو گیا تو اُسوقت تک کلمہ توحید کے ساتھ اُسکے قلب کو ذاکر کہیں گے جب تک اُس کا رسوخ زائل نہو۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ جب قلب دوسرے ذکر کیساتھ مامور ہے اور اُسکے کرنیکا وقت آیا تو اُس وقت کلمہ توحید کا ذکر اُس سے جدا ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر جدا ہو سکتا ہے تو سوائے ذکر توحید کے دوسرا ذکر بھی نہیں کر سکتا اس لیئے کہ موافق لکھنے مؤلف کے ایک وقت میں قلب انسانی دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ذکر جدید کے وقت کلمہ توحید کا ذکر زائل ہو گیا جو مستلزم زوال نفس توحید کو ہے تو اُس وقت مؤلف کی تقریر کی بدولت وہ کافر ہو گیا۔ اب دوسرا ذکر اُسکو کیا نفع دے گا۔

دوسرا یہ اعتراض کہ ایمان تمام عقائد کی تصدیق پر موقوف ہے۔ اگر ایک بھی اُن میں سے کم کیجیئے تو اسکو مومن نہ کہینگے۔ اور موافق تعریف مؤلف کے جبکی تصدیق قلب میں راسخ ہو گئی۔ اُسی کے ساتھ اُس قلب کو ذاکر کہیں گے۔ اور جب تمام اعتقادیات کا رسوخ اُسکے قلب میں ہوا تو تمام اعتقادیات کے ساتھ اسکا قلب ذاکر ہوا۔ مؤلف کے نزدیک ایک ذکر کے ساتھ دوسرے ذکر کا کرنا محال تھا **اب اُنہیں** کی تعریف کی

پاک ہیں ان کی خباثت اسباب عارضی کے تابع ہے۔ جب وہ دور ہوجاتے ہیں
وہی لطافت عود کر آتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں کہا جائے گا کہ قرآن میں نفوس اَمّارہ اور
قلوب کی خباثت کا پتہ لگتا ہے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ یہ تینوں حالتیں اسی لطیفۂ قلبی سے
مراد ہیں۔ جو دنیا میں آنیکے بعد حاصل ہوتی ہیں۔ ان حالتوں سے تقدیس طبعی
کی نفی نہیں ہوسکتی۔ نفس میں امارگی اور لوّامہ میں خلقت کے بعد عارضی حجب
اور دنیوی کدورتوں سے پیدا ہوتا ہے نہ کہ ابتداہی سے یہ دونوں مکروہ اور خبیث
حالتیں ساتھ آتی ہیں۔ اگر یہ حالتیں بھی قدرتاً ہی ساتھ آتیں تو پھر انفاخ اَمرِ بی یا
روحی کے ساتھ انکے انفاخ کا بھی ذکر ہوتا۔ وہاں تو صرف انفاخ اَمرِ بی یا روحی
کا ذکر ہے۔ اس سے صاف معلوم اور ثابت ہوتا ہے کہ نفس اَمّارہ اور لوّامہ خلقت
سے بعد کی مکروہ حالتیں ہیں جو مانع طبعی تقدس اور پاکیزگی کی نہیں ہیں انسان جب
دنیا میں آتا ہے تو لطائف قلبی پر حجب اور غشیہ روبہ وارد ہوکر مکروہات ناشی
ہوتے ہیں۔ اور اس قسم کی حالتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ یہ اعتراض کیا جائے گا کہ
کہ دنیا میں آکر امر بی یا لطیفہ قلبی پر ان غشیہ اور حجب کا مستولی اور وارد ہوجانا
خفت اور ضعف امر بی ظاہر کرتا ہے۔ یہ خوش خیالی ہے اور طوق ان غشیہ
اور حجب سے امر بی میں کوئی ضعف نہیں آتا اور نہ کوئی کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ صرف
اس قدر ہوتا ہے کہ انسان کی چشم بینا نہیں رہتی۔ وہ اُن راہوں سے دور جا پڑتا
ہے جنپر اُسکا چلنا ضروری تھا۔ وہ نور قلبی برابر جگاتا رہتا۔ اور اُسکے ساتھ ساتھ
چلتا ہے۔ مگر اُن حجب اور غشیہ کے حائل ہونیسے اُسے وہ لطیف صوتیں
سنائی نہیں دیتیں اور وہ گویا مکروہات کی نیند میں غفلت سے سوتا ہے۔ نور قلبی کا
تنبیہ کرنا فرض ہے سو وہ انتباہ ضروری سے غافل نہیں رہتا کان ہوں تو کوئی سنے
اور آنکھ ہو تو دیکھے۔ ایسی ہی حالتوں کے واسطے قرآن میں خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ الخ

اور امر کا بھی اگر ان کی وجہ سے سمجھا جاتا ہے کہ نفوس اَمّارہ و لوّامہ کی خلقت کی جانب سے طوق پڑے ہوئے ہیں۔

کہا گیا ہے۔ اِن حالتوں میں اُنکے قلوب یا نفوس گویا ان حجب اور غشیہ سے مختوم ہو جاتے ہیں۔ اور یہ عمل ختم خود انسان کی غفلت کا اثر ہوتا ہے۔ اِسی خاص اور ردّی حالتوں میں لطائف قلبی اور انوار روحانی بھی بازگشت اور کراہت اختیار کرتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں ایک ظلمت میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اُن کا فرض اور ڈیوٹی پوری ہو چکتی ہے۔

اُسی جدائی کی طرف ضمناً اس آیۂ شریفہ میں حکم دیا گیا ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ ... نِعْمَتِهٖ۔ نور قلبی اور لطائف روحانی کا جلوہ اُسی حالت میں انسان سے جدا اور الگ ہوتا ہے کہ جب چشم بینا نہیں رہتی۔ اور دل مکروہات سے مختوم ہو جاتا ہے۔ یہی حالت ارتداد اور حالت کفر ہے۔ نعوذ باللّٰه من ذلك۔

تزکیۂ نفس

لطیفہ قلبی میں اگر طبعًا تو پاکیزگی اور نیکی کا رجحان اور میل پایا جاتا ہے۔ اور وہ باوجود انواع و اقسام کے مکروہات کے اُسے پیار کرنا۔ اور اُس پر چلنا اور کاربند ہونا ضروری اور لازمی خیال کرتا ہے۔ مگر اغشیہ ردّیہ اور حجب ناقصہ کے ورود سے انسان راہ ہدایت سے دور جا پڑتا ہے۔ اِس نقص کے رفع کے لیئے ضروری ہے کہ انسان تزکیہ نفس میں مصروف ہو۔ تزکیہ نفس کیا ہے؟ اُن اغشیہ اور حجب واردہ یا لاحقہ کا دور کر دینا اور جو پردے حائل ہوئے ہیں اُنہیں الگ کر کے قدرت الٰہی اور عجائبات قلب کا مشاہدہ اور تماشا کرنا۔ دل ایک وسیع ولایت اور فراخ اقلیم ہے اِسکی اندرونی اور باطنی حالات کے مطالعہ اور سیر کے واسطے ضروری ہے کہ اُن اغشیہ واردہ کا ازالہ کیا جائے۔ جب تک اُنہیں دور اور زائل کیا جاتے گا تب تک اقلیم قلب کی قرار واقعی سیر نہیں ہو سکتی۔ حکیموں اور فلاسفروں نے بھی جسقدر سیر میں

اور تماشا کیا ہے۔ وہ بھی قلب کے بیرونی حصوں کا ہے۔ بزرگان زمان نے اندر تک سیر کی ہے۔ اور وہی سیر کامل سیر ہے۔ اُسی سیر اور اُسی نظارہ سے حالت اور توجہ بزرگانہ مراد ہے۔ ہر ایک امر کے واسطے قواعد اور اصول ہیں۔ تزکیہ نفوس کے قواعد اور اصول بھی ہیں۔ قرآن میں لکھا ہے۔ جَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللهِ اس سے مراد وہی تزکیہ یعنی مجاہدہ نفسانی ہے۔ تزکیہ نفس کے دو راہ ہیں۔ ایک ظاہری راہ۔ جس راہ سے حکیم کی پاکیزگی اور لطافت تک پہنچے ہیں۔ اور ایک باطنی راہ جو اہل اللہ کے واسطے مخصوص ہے۔ ظاہری راہوں کے بھی چند قواعد اور مخصوص ریاضتیں ہیں۔ اُن کے سوائے انسان نہ تو حکیم بن سکتا ہے۔ اور نہ فلاسفر اور اُن ریاضتوں اور محنتوں کا سبق نہیں حاصل ہوتا۔ مگر اُس وقت کہ جب کوئی سبق دہندہ موجود ہو

افلاطون ایک بڑا نامور حکیم تھا۔ لیکن جب اُس نے دیکھا کہ بغیر ایک اُستاد اختیار کرنیکے کل نہیں پڑتی تو اُس نے ارسطو سے استدعا شاگردی کی کی۔ اور اُس سے علوم حکمت میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اس تلمذ اور اس شاگردی سے افلاطون برکات اور حکمت کی دشوار گزار راہیں ایک سہولت سے گزر گیا۔ علیٰ ہذا القیاس اور حکیموں اور نامور فلاسفروں کا حال ہے۔ کسی حکیم نے بجز کامل استاد کے محض حکمت حاصل نہیں کیا۔ ہر ایک کو دوسرے کامل کی چوکھٹ دیکھنی پڑی ہے اور مدتوں اُسکی خدمت گزاری میں رہنا پڑا ہے۔ ہر ایک فلاسفر اور حکیم کی لائف تمہیں پتہ دیگی کہ یہ ظاہری مدارج بھی کن کن صعوبتوں کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔ یہ تو علمی مدارج ہیں۔ دنیا کے ظاہری کمالات کا شروع ہی بجز رہبر کے مشکل اور دشوار ہے ایک الف بے کے پڑھنے کیواسطے بھی ایک استاد اور مدرس کی ضرورت پڑتی ہے اگر لڑکے کو کوئی الف بے کا سبق نہ دے۔ تو وہ کسی صورت میں پڑھ نہیں سکتا اگرچہ ایک عالم فاضل اور حکیم ہی کیوں نہو۔ اُسے بھی دوسری زبان کے حاصل کرنیکے

واسطے استاد کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسکا سابق علم اور فضل نئی زبان کے حاصل کرنے میں سوائے استاد کے کچھ بھی مددگار اور معاون ثابت نہیں ہوتا۔ جب محسوس اور مرئی امور اور رموز کے حصول میں یہ دقتیں ہیں تو امور باطنی کا کیا حال اور کیا کیفیت ہوگی ۔

دل کی ایک بڑی مبسوط اور ضخیم کتاب ہے۔ اسکی تعلیم اور وقعت کیواسطے بھی کامل استادوں کی ضرورت ہے۔ جب تک کامل استاد کی امداد اور اعانت نہ ہو تب تک فائز المرام ہونے کی کوئی امید نہیں کیجا سکتی۔ امور باطنی کے انکشاف کے لیے تزکیہ نفس کی سخت ضرورت ہے۔ اور یہ ضرورت حل یا آسان نہیں ہوسکتی بجز اسکے کہ ایک مرشد کامل اور رہبر واثق کے ہاتھ میں ہاتھ دیا جائے +

اگر ہم چاہیں کہ بغیر مرشد کامل کے یہ کڑی منزلیں طے کریں تو سخت مشکل ہو انہیں ضرورتوں کے خیال سے اسلام میں تلمذ اور ترشد کا مبارک سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ اور کل فرق صوفیائے کرام میں اِسے لازمی اور ضروری سمجھا گیا ہے اور اگر ہم چشم انصاف سے دیکھیں گے تو ثابت اور واضح ہوجائے گا کہ اس کی سخت ضرورت تھی۔ ہم کسی صورت میں سوائے مرشد اور رہبر کے یہ منازل طے نہیں کرسکتے۔ گو ہم ایک کام شروع کرسکتے ہیں۔ اور اسکی عارضی کیفیت شاید حاصل بھی کرلیں۔ مگر اس کی تہ اور اندرونی حصوں تک فائز ہونا سخت دشوار ہے ایک برتن کے قلعی کرنے یا کرانے کے واسطے ہمیں ایک قلعی گر کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور ہم اُسے بازاروں میں تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ لیکن افسوس دل کے صاف کرنے اور تزکیہ کے واسطے کسی کاریگر کی ضرورت نہیں خیال کیجاتی۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہ خود ہی صاف ہوجائے گا۔ یہ سخت غلطی ہے۔ یہی غلطی اور یہی لغزش بہت سے اشخاص کی طلب اور وجد حقیقت میں مزاحمت کرتی ہے۔ اور وہ ہمیشہ

اُس سے محروم رہتے ہیں +

ایسے لوگ چاہتے تو یہ ہیں کہ آسمان پر اُڑکر چلے جائیں۔ لیکن ساتھ ہی اسکے یہ بھی خواہش رکھتے ہیں کہ خود بخود ہی پرواز کریں۔کسی سے مشورہ اور مدد نہ لیں وہ گویا ظاہری اسباب اور وسائل سے بھی پہلو تہی کرتے ہیں۔ اُن سے دریافت کرنا چاہیئے کہ کیا تمہارا کوئی کام بھی سوائے مدد کے اِس دنیا کے گھر میں پورا ہوسکتا ہے؟ اور کیا تمہیں چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی رہبروں کی سخت ضرورت نہیں پڑتی؟۔ جب ہر ایک تفریح اور ترقی کے واسطے ہمیں ایک رہبر کی ضرورت ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ باطنی راہوں کے واسطے یہ ضروری ضرورت حائل نہو۔ ٹیلیگراف۔ ہیلوگراف اور فوٹوگراف کے سیکھنے کیواسطے تو ایک ہوشیار کاریگر اور ماسٹر کی سخت ضرورت ہی۔علیٰ ہذاالقیاس علم موسیقی کے حاصل کرنے کیلئے ایک موسیقی داں کا وجود ملزومات میں سے ہے۔ ریاضی کے واسطے ایک مشہور ریاضی داں کی تلاش ضروریات سے ہے۔لیکن امور باطنی کے علم اور حصول کے واسطے اسی تلاش اور اسی ضرورت کی ضرورت نہیں۔ یہ ایک عجب قسم کا خیال اور رائے ہی کہ ہمیں اِس کوچہ کے واسطے کسی مرشد یا رہبر کی حاجت نہیں۔اگر یہی عجیب رائیں اور خیالات ہیں تو ہم کس صورت میں اُن منزلوں تک رسائی کر سکتے ہیں۔ اور ہمارا انجام سوائے اسکے کیا ہوگا کہ چاہ ضلالت میں گرکر تمام عمر کے لیئے فنا ہوجائیں +

جانور اور پرند وہی پرواز کرسکتا ہے کہ جو پر رکھتا ہو۔جس پرند کے پر نہیں وہ پرند تو ضرور ہے۔لیکن اُڑ نہیں سکتا۔ اور نہ طاقت پرواز رکھتا ہے۔کیا ایسا پرند پرند کہا جا سکتا ہے؟ اور یا وہ پرواز کی لطافتوں اور خوبیوں سے آگاہ ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ محض نام کا پرند ہے۔اُسے پرواز کی کیا حقیقت

معلوم ہے۔ یہی حال انسانی قلب کا ہے۔ تزکیہ اور صفائی اور مرشد پر میں جب تک یہ پر حاصل نہوں تب تک وہ پرواز اور صعود نہیں کر سکتا۔ اور نہ وہ لطائف اور رموز کو معلوم کر سکتا ہے۔ جو ولایت قلب میں موجود ہیں +

بقول حضرت امام غزالی صاحب حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے دل کی ولایت ایک نہایت ہی وسیع ولایت ہے۔ اور اُسکے تماشا اور مطالعہ کے واسطے اُن آنکھوں اور ان بازوؤں کا ہونا ضروری ہے کہ جو وہاں تک پہنچا سکیں۔ اور وہاں کا نظارہ اور تماشا کرا سکیں۔ اور یہ اسباب و وسائل نہیں حاصل ہوتے۔ مگر اُس وقت مرشد اور رہبر کا سایہ اور معاونت شامل حال ہو۔ جب تک یہ نہو۔ تب تک انسان اندھا دھند میں رہتا ہے +

تزکیۂ قلب کے جو اصول اور جو قواعد ہیں وہ رہبروں اور مرشدوں سے حاصل ہوں گے۔ اور ان کی صحبت اور فیض سے ان کی تربیت اور بندش کا کافی علم ہو جائے گا۔ جب تک تزکیہ اور تصفیہ نہو گا۔ تب تک انوار کا اظہار اور فیض نہیں مل سکتا اور یہ تزکیہ اور تصفیہ کامل اُس وقت ہوتا ہے کہ جب کامل تلمذ اور مرشد کے فضائل اور انوار سے انسان کا دل ماموراور فیضیاب ہو +

حالت بعد از تزکیہ

جب دل کا تزکیہ اور صفائی ہو جاتی ہے۔ اور مرشد کے ارشادات اور توجہات سے دل کی کجیاں سیدھائی میں آجاتی ہیں تو اُس وقت دل ایسا ہو جاتا ہے۔ جیسے ایک شفاف اور صاف بلا کدورت شیشہ۔ جو صورت اور عکس اسمیں پڑتا ہے وہ صفائی سے نظر آتا ہے۔ اور دل اُسے فوراً قبول کر لیتا ہے۔ عالم دل کے تماشا اور نظارے کیواسطے جو سامان ضروری ہوتے ہیں وہ سب خود بخود مہیا اور موجود

ہوجاتے ہیں۔ اور دل کی کھڑکیاں ہر ایک جانب سے کھل جاتی ہیں۔ جیسے کہ افلاطون کہتا ہے کہ میں نے جب دل کا تماشا کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میری اندرونی حالت اس عالم جیث سے کہیں بڑھ کر لطیف اور پاکیزہ ہے۔ درحقیقت ایسے ہی پاک نظارے اور مقدس تماشے نظر آتے ہیں کہ اس عالم محسوسات یا ظاہری میں ان کا عشر عشیر بھی نہیں دکھائی دیتا۔ اس تزکیہ اور تصفیہ سے وہ امور دریافت اور حیطہ ادراک میں آتے ہیں کہ جو قبل از تزکیہ وہم اور خیال معلوم ہوتے تھے۔ لو سب سے زیادہ فیض اور اثر اس تزکیہ کا یہ ہوتا ہے کہ انسان کی حالت مطمئن اور رضا و شاکر ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اس درجہ میں آکر انسان کو کل حقیقت اور امور کا علم کافی ہوجاتا ہے۔ اور اسکی آنکھوں کے سامنے دنیا اور مافیہا کی حقیقت اور حالت من کل الوجوہ کھل جاتی ہے۔ یہ ایک بڑی نعمت اور فیض ہے۔ یہی فیض اور نعمت ہے جس کی تمام دنیا اور انسانوں کو تلاش اور جستجو ہے۔

تزکیہ نفس کا کیا ہے؟ ایک باقاعدہ شست وشو ہے۔ اور مرشد اور رہبر کی دست گیری اُس پر استری کرنا ہے جس سے تمام شکنیں اور سلوٹیں نکل جاتی ہیں اور دل کا کپڑا صاف ہوجاتا ہے۔ دنیا کے حجب اور غشیہ سے جسقدر کدورت اور میل اُس پر جمی ہوتی ہے۔ وہ سب اس شست وشو اور استری سے دور اور صاف ہوجاتی ہے۔ بغیر اس تزکیہ اور دستگیری مرشد کے تمام دل اور تمام نفوس ایسے ہی ہیں کہ جیسے آئینہ بغیر قلعی کے۔ اگر آئینہ کو آئینہ ساز قلعی نکرے تو اس میں نہ تو کوئی وجود منعکس ہوسکے گا اور نہ عمدگی کے ساتھ اُس کا سایہ پڑے گا۔ آئینہ کی قوت قابلہ اسی حالت میں قوی ہوتی ہے کہ جب اسکو قاعدہ سے رکھا جائے۔ یہی حال دل کا ہے ہر ایک دلمیں قوت قابلہ موجود ہے۔ مگر جب تک قاعدہ سے اُس کی شست وشو اور صفائی نہو۔ تب تک اُسمیں وہ نورانیت اور صورت آخذہ نہیں پیدا ہوسکتی کہ جس سے

تمام حجاب اور غشیہ دور اور زائل ہوجاتیں۔ اِس تزکیہ کی عمدگی اُسوقت ثابت ہوتی ہے کہ جب کامل مرشد اور واثق رہبر کی دستگیری شامل حال ہو۔ کیونکہ امور باطنی کے انکشاف تام کے واسطے سب سے اول ترشد اور تلمذ کی سخت ضرورت ہے جو لوگ اِس تلمذ اور ترشد سے انکار یا اعراض کرتے ہیں وہ درحقیقت ایک پہاڑ پر چڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ان کے پاس سامان صعود اور وسائل چڑھائی نہیں ہوتے۔ اور نہ وہ اِس پہاڑ کی بکھڑی راہوں کو جانتے ہیں۔ اور نہ اُنہیں اُن راہوں کی آفات اور ابلیہ سے شناسائی حاصل ہوتی ہے۔ وہ تھوڑی دور پہاڑ پر بے ترتیبی سے چڑھکر اوندھے مُنہ زمین پر گر کر چکنا چُور ہوجاتے ہیں۔ ایسے گرتے ہیں کہ پھر اُن کی بدقسمتی اُنہیں اُٹھنے تک نہیں دیتی۔ اور اسی سختی اور وحشت میں گرفتار ہوکر اُس راہ اور اُس راہ کے سالکوں کو صلواتیں اور من بھاتیاں سُناتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں کہ جو عرفان اور صوفیائے کرام کی حالت اور بزرگی سے منکر ہوکر اُس کی مخالفت پر تُلے رہتے ہیں۔ اُن کا یہ اپنا قصور ہے۔ اگر وہ ترشد اور تلمذ کو اپنا پیشرو بناتے تو اِس قدر سنگین ٹھوکریں نہ کھاتے۔ اگر اُنہیں ایک خط پڑھانے کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ ایک خوانندہ اور قاری کی تلاش کرتے کرتے دور تک چلے جاتے ہیں لیکن یہ افسوس ہے۔ کہ جب ایسے صعب گزار راہ پر سالک ہوتے ہیں تو خود بخود ہی چل پڑتے ہیں۔ کیا اِس بے ترتیبی کا یہ اثر نہیں ہوگا کہ وہ مُنہ کے بل گریں۔ اور ہمیشہ کیواسطے ایک ندامت اور پشیمانی میں رہیں +

جب مرشد کامل مِل جاتا ہے تو اسکو اپنے ارادتمندوں کے ساتھ ایک سلسلہ اور تعلق ہوجاتا ہے۔ یہ سلسلہ ایک روحانی سلسلہ ہوتا ہے۔ مرشد کے ترشد اور بیعت کی ایک زنجیری اور مبارک سلک ہوتی ہے۔ جس میں سب مرید اور متعلقین جکڑے رہتے ہیں +

ادب پیچھے ہٹ آئے۔ حضورؐ نے نیت توڑ کر پھر اُنہیں برابر کھڑا کر لیا۔ یہ پھر پیچھے ہٹ آئے۔ یہاں تک تین چار بار ایسا ہوا۔ آخر آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کہ تم کیوں پیچھے ہٹ جاتے ہو۔ عبداللہ بن عباسؓ نے عرض کیا۔ میری کیا مجال ہے جو رسول خداؐ کے برابر کھڑا ہو سکوں۔ حضورؐ کو اُن کا حُسن ادب بہت پسند آیا اور اُنکے حق میں دعا فرمائی کہ اللھم وفقھہ فی الدین۔ یعنی اے خدا اسکو دارین کی سمجھ عنایت فرما۔ اِسکے بعد کشف وکرامت کا قصہ چھڑا۔ فرمایا کرامت کو مکاشفہ نہیں کہتے اور یہ کام کم حوصلے والوں کا ہے۔ مشائخ عظام نے اِسکو کچھ وقعت نہیں دی۔ لہذا لازم ہے کہ جسے کشف ہو وہ اپنے تئیں کسی شمار میں نہ لائے۔ پھر ارشاد ہوا۔ ایک دفعہ خواجہ حسن نوری نوراللہ مرقدہٗ دریاے دجلہ کے کنارے پہنچے۔ ایک ماہی گیر نے جال ڈال رکھا تھا۔ خواجہ حسن نوری نے کہا اگر مجھ میں کرامت ہی تو اسکے جال میں ڈہائی من کی مچھلی آئیگی۔ اس امر کی خبر خواجہ جنید بغدادی کو ملی۔ اُنھوں نے کہا کہ کاش اِس جال میں ایک سانپ آکر اُنہیں کاٹتا اور وہ شہید ہو کر مرتے۔ اب کسی کو کیا معلوم ہے کہ ان کا انجام کیسا ہوگا۔ پھر اِسی اثنا میں فرمایا کہ شیخ سعدالدین حمویہ کا قول ہے کہ کرامت کا ظاہر کرنا فرض کا ترک کرنا ہے۔ پھر اِس مضمون کے متعلق ارشاد ہوا کہ برادرم سعدالدین کہتے تھے کہ میرے شہر کا والی میرے ساتھ عقیدت نہ رکھتا تھا۔ ایک روز اسکا میرے دروازے کے آگے سے گزر ہوا۔ اُسنے چوبدار کو یہ کہکر میرے پاس بھیجا کہ اِس صوفی کو باہر لے آؤ۔ تاکہ میں دیکھوں کہ یہ کیسا شخص ہے۔ چوبدار نے اندر آکر یہ حال مجھے سُنایا۔ میں نے اِسکی بات کی طرف التفات نہ کیا۔ اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ چوبدار نے جا بادشاہ سے کہدیا۔ بادشاہ خود اُتر پڑا۔ اور دعاگو کے پاس آیا۔ میں دیکھکر کھڑا ہو گیا۔ اور خندہ پیشانی سے پیش آیا۔ الغرض ہم دونوں ایک جگہ بیٹھ گئے

میں نے خادم کو اشارہ کیا کہ سیب لے آؤ۔ اور ایک سیب تراش کر بادشاہ کو کھلایا۔ اور خود بھی کھایا۔ خوان میں ایک سیب سب سے بڑا تھا۔ بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ شیخ صفائ قلب رکھتے ہیں تو یہ سیب مجکو دیں گے۔ اُس کے دل میں اس خطرے کا آنا تھا کہ میں نے ہاتھ بڑھا کر اُس سیب کو اُٹھا لیا۔ اور بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں ایک دفعہ سفر میں تھا کہ ایک شہر میں پہنچا۔ وہاں ایک جگہ بہت سے لوگ جمع تھے۔ اور اُنکے بیچ میں ایک شخص گدہا ہاتھ میں پکڑے بیٹھا تھا جسکی آنکھیں بند ہی ہوئی تھیں۔ اُس گدھے والے نے مجمع میں ایک شخص کو انگوٹھی دیدی اور گدھے سے کہا کہ اُسے تلاش کرے۔ گدہے نے ہر شخص کو سونگھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ انگوٹھی والے کے پاس پہنچا اور اُسکو سونگھ کر وہیں کھڑا ہو گیا۔ اور اُس سے انگوٹھی لے لی۔ المختصر اس قصّے کے بیان کرنیسے میرا مقصد یہ ہے کہ اگر میں اس وقت کوئی کشف وکرامت کی بات کہوں تو میری یہ حرکت مجھے اس گدھے کے برابر رتبہ دیدے گی اور بس۔ اور اگر نہیں کہتا تو تم خیال کرتے ہو کہ یہ درویش صفائ قلب نہیں رکھتا۔ یہ کہکر میں نے وہ سیب بادشاہ کے سامنے ڈالدیا۔ پھر شیخ الاسلام چشم پُر آب ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ مردانِ خدا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا کرتے ہیں۔ اور کرامات کو کسی کے سامنے الم نشرح نہیں کرتے۔ شیخ الاسلام یہی فوائد بیان کر رہے تھے کہ اذان کی آواز آئی۔ آپ نماز میں مشغول ہوئے اور حاضرین رخصت۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؂

بتاریخ ۲۰ ماہ مذکور سنہ ۶۵۵ھ

شرف پائے بوسی حاصل ہوا شیخ بدرالدین غزنوی اور چند دیگر عزیز موجود تھے۔ اور حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عدالت کا حال بیان ہو رہا تھا

ارشاد فرمایا کہ جب حضرت عمر فاروق مسلمان ہو گئے تو تلوار نکالکر انہوں نے بلال رضہ کو
ساتھ لیا اور کہا مسجد کے مینار پر چڑھو اور اذان دو۔ چنانچہ اذان دیگئی۔ اُسکی
آواز کا اٹھنا تھا کہ کفار میں تہلکہ پڑ گیا کہ آج عمر اسلام لے آئے۔ اب ہماری روایتوں
کی کامیابی مشکل ہو گئی۔ اس موقع پر ایک دوسری حکایت بھی کہی کہ ایک دفعہ امیرالمؤمنین
عمر رضہ راستے میں جارہے تھے کہ ایک ضعیفہ کو روتے ہوئے دیکھا۔ ضعیفہ نے آپ سے کہا
کہ کیا آپ اسے جائز سمجھتے ہیں کہ آپکے دور میں زمین میرا دہی نگل جائے۔ امیرالمؤمنین
نے زمین سے خطاب کیا کہ اے زمین تو بڑھیا کا دہی واپس کردے۔ ورنہ دُرّے
سے تجھے سزا دونگا۔ ہنوز یہ بات پوری زبان مبارک سے کہی نہ گئی تھی کہ زمین پھٹی
اور اُس ضعیفہ کا دہی اُبل آیا۔ جو اُس نے ہنڈیا میں بھر لیا۔ اِسکے بعد حضرت امیر
المؤمنین کی بزرگی پر گفتگو ہونے لگی کہ ایک دن آپ خطیرہ میں تشریف رکھتے تھے
اور اپنے خرقہ میں بخیہ کر رہے تھے۔ اور پشت مبارک حضرت کی آفتاب کیجانب
تھی اور پشت تمازت آفتاب سے جلنے لگی۔ آپ نے غصے کیساتھ آفتاب کو دیکھا۔ بس دیکھنا تھا
کہ فرشتوں کو حکم الٰہی پہنچا کہ آفتاب کا نور سلب کرلو۔ اُس نے عمرؓ کو کیوں تکلیف دی
فرشتوں نے تعمیل کی۔ اور ایکدم تمام جہان تاریک ہو گیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ وسلم اِس زمانہ میں حیات تھے۔ آپ ازحد غمناک ہوئے اور فرمایا کہ شاید قیامت
قائم ہو گئی جو آفتاب سے نور چھن گیا۔ اور تمام جہان اور افلاک تیرہ و تار ہو گئے۔ آخر
جبریلؑ آئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ قیامت قائم نہیں ہوئی بلکہ حضرت عمرؓ
کی نظر نے یہ سب کام کرایا ہے۔ آفتاب نے ان کی پشت کو زیادہ گرم کر دیا تھا آپنے
اُسے غصے سے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکا نور چھین لیا۔ اگر حضرت عمرؓ اب اسے معاف
کر دیں تو پھر روشنی ہو جائے۔ آنحضرتؐ نے حضرت عمر رضہ کو طلب فرماکر آفتاب کی
سفارش کی۔ حضرت عمر رضہ نے عرض کیا۔ ہاں! بیشک میں نے آفتاب کو غضب آلود

نگاہ سے دیکھا تھا۔ لیکن میں نے اسے بخشدیا۔ فوراً آفتاب میں چمک دمک پیدا ہوگئی۔ اسکے بعد حضرت امیرالمومنین کی بزرگی میں ایک اور حکایت بھی سنائی کہ ایک دفعہ قیصر روم کو آپنے پیغام بھیجا کہ اب کے سال خراج کیوں ادا نہیں ہوا۔ اسنے کچھ بہانہ کردیا۔ اور اپنے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ روانہ کیا کہ تم جاکر دیکھو کہ عمرؓ کیسے آدمی ہیں۔ اگر اس قابل ہوئے کہ انہیں خراج دیا جائے تو میں مال ارسال کروں گا۔ ورنہ نہیں۔ خیر وہ لوگ حضرت امیرالمومنین کے مکان پر آئے۔ آپ اُسوقت مکان میں نہ تھے۔ وہ خطیرہ میں پہنچے۔ وہاں دیکھا کہ بیٹھے خرقہ میں بخیہ کررہے ہیں۔ انہوں نے سلام کیا۔ اور آپنے اپنی روشن ضمیری سے انہیں پہچان لیا۔ اور منہ اونچا کرکے کہا کہ مال لائے۔ انہوں نے جواب دیا کہ مال تو وہ نہیں دیتا۔ یہ سنکر حضرت امیرالمومنین نے دُرّہ اٹھایا اور فرمایا۔ اب ٹھیک ہوگیا۔ یہ لوگ ابھی واپس ہوکے راہ ہی میں تھے کہ اطلاع ملی کہ قیصر روم تخت پر بیٹھا تھا کہ یکایک دیوار شق ہوئی اور اسمیں سے ایک ہاتھ برآمد ہوا۔ اور اُس نے قیصر کے ایک ایسا دُرّہ لگایا کہ اُسکا سر اُڑکر الگ جا پڑا۔ قاصدوں نے اپنا مشاہدہ کہہ سنایا۔ پھر تو بہت سا مال بھیجا گیا۔ اور کئی ہزار کافر مسلمان ہوگئے۔ الحمدللہ علی ذٰلک۔

بتاریخ ۱۲۔ ماہ مذکور ۶۵۵ھ

دولت قدم بوسی میسر آئی۔ ترک دنیا کے متعلق گفتگو ہورہی تھی شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ایک دفعہ کسی بزرگ نے پانی پر مصلے بچھا کر نماز پڑھی اور کہا کہ خداوندا خضرؑ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہورہا ہے۔ اسکو توبہ کی توفیق عنایت کر۔ قضا عنداللہ حضرت خضرؑ آگئے۔ اور بولے " اے بزرگوار! میں نے کیا کیا۔ بتلائیے تاکہ اپنے مولا سے معافی مانگوں"۔ کہا تم نے فلاں بیابان میں ایک درخت لگایا ہے اُس

کے سایہ میں تم خود بیٹھتے ہو۔ اور آرام کرتے ہو۔ اور دعوے یہ ہے کہ میں نے یہ کام خدا کے واسطے کیا ہے۔ حضرت خضرؑ نے اقرار کیا اور تائب ہوئے۔ بعد ازاں اِن بزرگ نے حضرت خضرؑ سے ترک دنیا کی حقیقت بیان کی کہ اس طرح ہونا چاہیئے اور فرمایا میں ایسا ہوں کہ اگر تمام جہان مجھے ملے۔ اور وعدہ کیا جائے کہ تجھ سے حساب نہیں لیں گے۔ تب بھی میں اِسے قبول نہ کروں۔ اور اگر کہا جائے کہ دنیا قبول کرو۔ ورنہ دوزخ میں ڈالدیں گے تو میں دوسری بات منظور کرلوں مگر دنیا کو قبول نہ کروں۔ حضرت خضرؑ نے سوال کیا کہ اتنی بے تعلقی کا کیا سبب ہے؟ کہا دنیا مبغوضہ خدائے عزوجل ہے۔ جس چیز کا خدا دشمن ہو میں بھی اُسکا دشمن ہوں +

پھر اس بارے میں بحث شروع ہوئی کہ ہر حال میں اللہ کی یاد میں مستغرق رہنا چاہیئے۔ شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے ارشاد کیا کہ ایک شخص نے کسی درویش صاحب نعمت سے درخواست کی کہ جسوقت آپ یاد حق میں مشغول ہوں تو مجھے بھی یاد رکھیں۔ درویش نے فرمایا کہ افسوس ہے اس گھڑی پر کہ جب یاد خدا بھی ہو اور تیرا خیال بھی آئے +

پھر عقل و علم کی نسبت باتیں ہونے لگیں۔ کتاب مفصل بھی آگے رکھی تھی ارشاد ہوا کہ خداوند تعالی کی بندوں پر دو عنایتیں ہیں۔ ایک ظاہری یعنی پیغمبروں کا بھیجنا۔ اور دوسری باطنی۔ وہ عقل ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص عالم ہے مگر عقل نہیں رکھتا۔ تو علم اُسکو کچھ نفع نہیں پہنچائے گا۔ پھر اسی گفتگو میں فرمایا کہ میں نے آثار تابعین میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پر جو کچھ نازل ہوا وہ موجودات کا علم ہے۔ جس کی نسبت فرمان ہے کہ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ۔ آدم علیہ السلام کے سامنے علم و عقل دونوں چیزیں پیش کیگئی تھیں۔ پہلے تو آدم علیہ السلام حیران ہوئے۔ کہ کیسے

منتخب کروں۔ لیکن بالآخر اُنھوں نے عقل کو اختیار کر لیا۔ اور کہا کہ عقل کے ذریعے علم بھی آجائے گا۔

پھر اسی محل میں یہ حکایت فرمائی۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو مصحف میں حکم ہوا تھا کہ عاشق اور صالح لوگوں کو معلوم ہو کہ وہ چار ساعتوں سے غافل نہ رہا کریں۔ پہلی ساعت میں چاہیئے کہ اپنے پروردگار سے نماز کے اندر اور نماز کے آخر مناجات کریں۔ دوسری ساعت میں انہیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے۔ تیسری ساعت میں انکو چاہیئے کہ بھائی بندوں میں بیٹھیں اُٹھیں۔ اور اُنکے عیبوں کو دیکھکر ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔ لیکن اُنکی پردہ پوشی لازمی ہے اور چوتھی ساعت میں نہ کھائیں نہ پئیں۔ نہ بُری صحبت میں جائیں۔ بلکہ صرف نیک کام کریں۔ اسکے بعد ارشاد ہوا کہ حدیث شریف میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ یقیناً علم و عقل ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ نہ علم کو عقل سے چارہ ہے اور نہ عقل کو علم سے۔ پس لوگوں میں افضل کون ہے؟ وہ جو اپنے آپ کو پہچانے۔ تو اس صورت میں عقل ممتاز ہی۔ پھر اسی محل میں ارشاد فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری تواریخ میں لکھتے ہیں کہ ہر چیز کی انتہا ہوتی ہے۔ اور عبادت کی انتہا عقل ہے۔ کیونکہ بغیر علم عبادت بیہودہ اور بغیر عقل علم دردِ سر۔ قیامت کے روز حجت یہی ہوگی۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ جو ہر آیت اور ہر حدیث سے ہزار ہزار مسئلے نکالتے ہیں۔ اسکی وجہ کیا ہے؟ فرمایا میری عقل مجھے مدد دیتی ہے۔ اگر عقل صحیح نہوتی تو ایک بات بھی نہ سمجھ سکتا۔ شیخ الاسلام نے ارشاد کیا کہ عقل تمام چیزوں سے شریف تر ہے۔ اگر عقل نہوتی تو اللہ کی معرفت بھی نہ نصیب ہوتی۔ اتنی گفتگو کے بعد اذان ہوگئی۔ شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہوگئے اور دعاگو و خلقت رخصت۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

بتاریخ ۱۰۔ ماہ ذیقعدہ سنہ مذکور

دولت قدمبوسی حاصل ہوئی۔ پھر علم و عقل کی گفتگو جاری تھی۔ فرمایا علم خدا کے نزدیک کل عبادتوں سے افضل اور بالاتر ہے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام چشم پُر آب ہوگئے۔ اور کہنے لگے۔ علم وہ ہے جسے عالم نہیں جانتے۔ اور زہد وہ ہے جس کو زاہد نہیں جانتے۔ اور اصل کار ان دونوں سے باہر ہے۔ مرد کو چاہیئے کہ ان دونوں سے دل اٹھالے۔ پھر ارشاد کیا کہ کاش لوگوں کو علم کا درجہ معلوم ہوتا تو سب کاموں سے دست بردار ہوکر اسکی تحصیل میں لگ جاتے۔ علم ایک ابر ہے جو رحمت کے سوا کچھ نہیں برساتا۔ جو اس ابر سے حصہ لیتا ہے گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ پھر اسی مضمون کے موافق ارشاد ہوا کہ ایک روز ہم اور شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہٗ ایک جگہ بیٹھے تھے۔ ذکر ہوا کہ علم کی مثال شیشے کی قندیل میں ایک روشن چراغ کی سی ہے۔ جس سے کل عالم ناسوت و ملکوت روشن ہیں جو اس کے پَرتو سے مستفیض ہوا سے تاریکی کا اندیشہ نہیں۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ علماء علم سے غافل ہیں۔ انہوں نے دنیا کو اپنا قبلہ گاہ بنا رکھا ہے۔ اور روٹی کی خو سے اپنے نفسوں کو موٹا کر لیا ہے۔ یہ کہکر شیخ الاسلام رونے لگے۔ اور بولے کہ شرح علماء میں مرقوم ہے کہ فردائے قیامت کو ان صلحاء و علماء کے لئے جو دنیا میں اہل دنیا کے ساتھ مشغول رہتے تھے۔ اور اپنا منصبی کام نہ کرتے تھے حکم ہوگا کہ انہیں عرصات میں حاضر کرو۔ پھر فرشتگان عذاب سے کہا جائیگا کہ ان کی گردنیں آتشیں زنجیروں سے جکڑ کر دوزخ میں لیجاؤ۔ پھر فرمایا ان علماء سے مراد وہ علماء ہیں جو بظاہر پارسائی دکھلاتے ہیں۔ اور باطن میں علم پر عمل نہیں کرتے اور مکر و حیلے کے ساتھ دنیا کماتے ہیں +

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ راحۃ الارواح میں قمطراز ہیں کہ انسان اگر اپنے علم پر مغرور نہو اور اُسکا جائز استعمال کرے تو خدا تعالیٰ اسے حلال و حرام حق و باطل اور نیک و بد کی صحیح تمیز عنایت فرما دیتا ہے۔ عقل کی بہت سی قسمیں ہیں مگر عالم نام مطلق ہے۔ عالم درحقیقت اسے کہتے ہیں جو علم نبوی جانتا ہو۔ اور علم نبوی کا تعلق آسمان سے ہے۔ کیونکہ وہ کل ہمارے پروردگار نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی نازل کیا تھا۔ بعد ازاں معرفت میں گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا کہ آدمی اپنے آپ کو نہیں پہچانتا۔ ہوا و ہوس اسے دوسری باتوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ ورنہ جو خود کو پہچان لیتا ہے اسے خدا کی محبت ہو جاتی ہے۔ اور کسی غیر کی اُسکے دلمیں جگہ نہیں رہتی۔ اگر ہژدہ ہزار عالم اس کے سامنے آئیں تو وہ التفات نہ کرے۔ پھر دعاگو سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ اہل معرفت وہ لوگ ہیں کہ جنکے آگے جبرئیل۔ اسرافیل اور میکائیل جیسے لاکھوں مقرب فرشتے بھی عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک جمع ہو جائیں تو وہ اُنہیں موجود نہ سمجھیں اور نہ انہیں اُنکے آنے اور جانے کی خبر ہو۔ یہ شان کسی کی نہ دیکھو اور وہ اپنے کو اہل معرفت کہے تو سمجھو کہ دروغگو ہے۔ پھر اسی محل پر فرمایا کہ ایک دفعہ میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں حاضر تھا۔ انھوں نے کہا کہ جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے کسی بندے کو اپنا دوست بنائے تو ذکر کا دروازہ اُسپر کھولدیتا ہے اور سرائے حیرت و دہشت میں اُسکو جگہ دیتا ہے جو اُسکی عظمت و جلال کا محل ہے۔ اسیطرح ہر بندہ خدا تعالیٰ کی حفاظت و حمایت میں آجاتا ہے۔ پھر اسی شمن میں فرمایا کہ ایک روز میں شیخ الاسلام معین الدین سنجری کیخدمت میں حاضر تھا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ اہل معرفت کو اوقات میں توکل کرنا چاہیئے۔ اور یہ علم علوی۔ اور شوق سے حاصل ہوتا ہے۔ جب عارف کو یہ مقام ملجاتا ہے تو اُسے اپنی خبر نہیں رہتی خواہ

آرام کرو۔ پھر اسی ذکر میں ذکر کیا کہ ایک بزرگ نے یہ حکایت سنائی کہ شیخ جمال الدین کی خدمت میں کوئی آدمی حج کر کے آیا اور سرِ نیاز زمین پر رکھ کر عرض کرنے لگا کہ میں نے حضور کو حج میں طواف کرتے دیکھا تھا۔ شیخ نے جھنجلا کر کہا " نادان! فقیروں کا حال فاش کرتا ہو۔ چپ رہ۔ مردانِ خدا کملی میں رہتے ہیں۔ یہ بات کیا بڑی ہوئی۔ ہمارے سامنے اِس وقت کعبہ موجود ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ایک پلک جھپکانے میں مشرق سے مغرب تک پھر آئیں" اور اُس شخص کا ہاتھ پکڑ کر کہا "آنکھیں تو بند کر"۔ اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ دیکھتا کیا ہے کہ شیخ کوہِ قاف میں اُس فرشتے کے پاس جو وہاں کا موکل ہے تشریف رکھتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں اپنے مقام پر آگئے۔ بہت قائل ہوا اور یہ کہتا ہوا چلدیا کہ ہاں بیشک خدا کے دوستوں کو خدا کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اِس کے بعد شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا کہ شیخ جمال الدین کو کسی وقت کسی نے نماز میں نہیں دیکھا۔ نماز کا وقت آتا اور آپ غائب ہو جاتے۔ آخر بھید کھلا کہ خانہ کعبہ میں نماز ادا کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام یہ بیان کر ہی رہے تھے کہ ایک بوڑھا جوگی جس نے اچھے اچھے مجاہدے کئے تھے اور کسی حد دور دراز جگہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس پر حضرت کی ایسی ہیبت چھائی کہ سر جھکا کر اونچا نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ خود حضرت کی نظر پڑی اور آپ نے باواز بلند فرمایا۔ "سر اٹھا"۔ تب اُس نے سر اُٹھایا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ شیخ الاسلام نے پوچھا کہ کہاں سے آیا ہے۔ اور کیا حال ہے۔ وہ مارے رعب کے کچھ جواب نہ دے سکا۔ آپ نے پھر اپنے الفاظ دہرائے۔ مگر وہ بدستور صم بکم رہا۔ دو تین دفعہ کے مبالغہ اور اصرار پر آہستہ سے اتنا بولا کہ مجھ سے حضور کے سامنے بات نہیں ہو سکتی۔ اِس پر شیخ الاسلام نے دعاگو کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ جوگی میرے پاس بیٹے ہونے کو آیا تھا۔ جب اُس نے سر زمین پر رکھا تو ہمارے دل میں خیال پیدا

ہوا کہ اسکے سرکو زمین پکڑ لے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہ ہر چند سر اُٹھانا چاہتا تھا مگر نہ اُٹھا سکتا تھا۔ اگر یہ اپنے زعم و تکبر سے مستغفر نہ ہوتا تو قیامت تک یوں ہی پڑا رہتا پھر اسکی طرف متوجہ ہوئے اور استفسار کیا کہ جوگی جی! تم نے اپنا کام کس حد تک پہنچا لیا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ ہم لوگوں کا کمال یہ ہے کہ ہوا میں اُڑنے لگتے ہیں یہ بات میں حاصل کر چکا ہوں۔ ارشاد ہوا۔ "اچھا اُڑو؟ ہم بھی تماشا دیکھیں گے"۔ جوگی کے اُڑتے ہی شیخ الاسلام نے اپنی نعلین کیطرف اشارہ کیا۔ وہ حکم الٰہی سے اڑکر جوگی کے سر پہ پہنچیں۔ اور تڑ تڑ آواز دینے لگیں۔ آخر جوگی گھبرا کر اُتر آیا۔ اور مقر ہوا کہ جس شخص کی نعلین کا یہ مرتبہ ہے۔ اُسکی خود کی کوئی کیا برابری کرے گا۔ اور مسلمان ہو کر واصلان حق میں شامل ہو گیا۔ اِس نئے رنگ میں آکر جوگی نے کہنا شروع کیا کہ عالم میں نیک و بد سب طرح کی اولاد پیدا ہوتی ہے۔ جسکا باعث والدین کا احکام مباشرت سے واقف و ناواقف ہونا ہے۔ یہ ایک مفصل و مطول تقریر تھی۔ دعاگو نے ایک دن اِس حقیقت پر شیخ الاسلام سے روشنی ڈلوانی چاہی۔ حضرت نے تبسم فرماکر ارشاد کیا کہ مولانا نظام الدین! خوب ہوا جو تم نے اسکو سیکھ لیا۔ مگر یہ تمہارے کس کام کا واپس کرو۔ اُسیوقت ایک صاحب چند نفر درویشان صوف پوش کے ساتھ بیت المقدس سے وارد ہوئے۔ اور شیخ الاسلام کے سامنے سر خم کیا۔ ارشاد ہوا "بیٹھ جاؤ"۔ بیٹھ گئے وہ بزرگ بار بار چہرہ مبارک کو دیکھتے۔ اور نگاہ نیچی کر لیتے۔ آخر جب طاقت ضبط نہ رہی تو اُٹھے اور حضرت کے پیروں میں سر رکھکر عرض کرنے لگے کہ اے مخدوم! آپ کو میں نے بیت المقدس میں جاروب کشی کرتے دیکھا ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا۔ سچ کہتے ہو مگر تم سے عہد جو ہوا تھا۔ اُسکی بھی خبر ہے یا اُسے بھول گئے۔ تمیں یہ راز کھولنا نہ چاہیے تھا۔ درویش شرمندہ ہوئے کہ میں نے یہ کیا کر دیا۔ الغرض جب انفعال انتہا سے بڑھا تو حضرت نے ارشاد کیا کہ اے عزیز! مردان خدا جس جگہ بیٹھتے ہیں وہیں خانہ کعبہ ہوتا ہے

وہیں عرش ہوتا ہے۔ وہیں کرسی ہوتی ہے۔ اور جو کچھ خداوند تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اُسے سب دکھائی دیتا ہے۔ پھر اُنہیں حکم دیا کہ آنکھیں بند کرو۔ اُنہوں نے آنکھیں بند کرلیں۔ پھر فرمایا کھولدو۔ اُنہوں نے کھولدیں۔ اور نعرہ مار کر بے ہوش ہوگئے تھوڑی دیر میں ہوش آیا تو کہا واقعی جو حضرت نے فرمایا تھا وہ سب کہا بھی دیا۔ شیخ الاسلام نے انکو کلاہ عنایت کی اور سیوستان کی خلافت سے سرفراز فرماکر رخصت کردیا۔ بعد میں اور مسافروں سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام ہر روز ایک دفعہ بیت المقدس میں حاضر ہوکر جہاڑو دیتے ہیں۔ المختصر ان باتوں کے ہوچکنے پر شیخ الاسلام نے ارشاد فرمایا کہ میں بیس سال عالم تفکر میں رہا ہوں۔ اور ان بیس سال میں ہمیشہ کھڑا رہا۔ چنانچہ تمام خون پیروں میں جمع ہو ہوکر نکلنے لگا تھا۔ اور اس زمانے میں میں نے عہد کرلیا تھا کہ کبھی ٹھنڈا پانی یا لقمہ طعام نفس کو نہ دونگا۔ شیخ الاسلام یہ کیفیت کہہ رہے تھے کہ ایک درویش شہاب الدین غزنوی جو شیخ الاسلام کے مریدوں میں سے تھے حاضر خدمت ہوئے۔ اور سر زمین پر رکھکر حسب حکم بیٹھ گئے۔ اُنہیں والیٔ لاہور نے سنو دینار دیکر حضرت کے پاس بھیجا تھا کہ دینار حضرت کی نذر کردیں۔ حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا۔ "لاؤ"۔ اُنہوں نے حالانکہ اُنکے پاس پورے دینار موجود تھے مگر پچاس دیئے۔ شیخ الاسلام متبسم ہوئے اور کہنے لگے۔ شہاب! خوب برادرانہ تقسیم کی۔ درویش کو ایسا کرنا نہ چاہیئے۔ شہاب بہت خجل ہوئے اور فوراً سنو دینار حاضر کردیئے۔ شیخ الاسلام نے ارشاد کیا کہ اگر میں تمہیں یہ تادیب نہ کرتا تو تم اپنے رستے سے بھٹک جاتے۔ اور ہرگز مقصد تک نہ پہنچ سکتے۔ یہ کہکر وہ کل دینار اُنہیں کو عطا کردیئے اور کہا کہ تجدید بیعت کرو۔ کیونکہ پہلی بیعت میں خلل پڑگیا۔ دوبارہ بیعت لینے کے بعد فرمایا جاؤ اور جس کسی کو کلاہ دینی ہو دو۔ کام تمہارا پورا ہوگیا۔

الحمد للہ علیٰ ذالک

تاریخ بست وپنجم ماہ شوال سنہ مذکور روز دوشنبہ

دولت قدمبوسی حاصل ہوئی۔ شیخ جلال الدین ہانسوی اور شیخ بدرالدین غزنوی اور مولانا بدرالدین اسحٰق اور دیگر عزیزانِ باصفا حاضر خدمت تھے۔ کچھ دیر بعد جوگی بھی آپہنچا دعاگو نے اُس سے دریافت کیا کہ تمہارے ہاں اصل کار کیا چیز ہے۔ اُس نے کہا کہ ہمارے ہاں دو عالم مانے گئے ہیں (۱) عالم علوی (۲) عالم سفلی۔ پیشانی سے ناف تک کا تعلق عالم علوی سے ہے۔ اور ناف سے پیر تک کا عالم سفلی سے۔ یہ سنکر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ ہاں۔ اِسنے سچ بتایا۔ مگر اتنا اور یاد رکھو کہ عالم علوی میں صدق و صفا اور خوش اخلاقی اور حسن معاملہ کا ہونا ضروری ہے۔ عالم سفلی میں پارسائی اور پاکی اور زہد کی نگاہداشت کیجاتی ہے"۔ پھر آپ چشم پُرآب ہوگئے۔ اور بولے "مجھے اسکا یہ بیان بہت پسند آیا" اور کہا جو شخص خداوند تعالیٰ کی محبت اور دوستی کا دعوےٰ کرے اور دنیا کی محبت بھی اُسکے دلمیں ہو وہ دروغگو اور جھوٹا ہے۔

اِس کے بعد ارشاد ہوا کہ قاضی حمید الدین ناگوری تاریخ میں لکھتے ہیں کہ تین اوقات میں رحمتِ الٰہی نازل ہوتی ہے۔ سماع کے وقت۔ اور کھانا کھاتے وقت جو طاعت کے لیئے قوت پیدا کرنے کی نیت سے کھایا جائے۔ اور درویشوں کے صفائے قلب کرنے کے وقت۔ اس گفتگو کے اثنا میں چھ سات جوان و خورد سال درویش خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے کہ ہم سب کا ایک قضیہ ہے۔ حضور اپنے یاروں میں سے کسی کو حکم دیں کہ وہ ہماری باتیں سُن لیں۔ شیخ الاسلام نے مجھے اِس کام پر متعین فرمایا اور مولانا بدرالدین اسحٰق کو میرے ساتھ کیا۔ چنانچہ ہم نے تعمیل ارشاد کی۔ اور انہوں نے نہایت نرمی کے ساتھ ایک دوسرے سے کہنا شروع کیا کہ فلاں روز تم نے ایسا کہا تھا۔ اور میں نے یہ جواب دیا تھا۔ کذا کذا۔ مجھپر اور بدرالدین اسحٰق پر انکی تقریر کے

لطف سے گریہ طاری ہوگیا۔ اور ہم نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ فرشتے ہیں جنہیں
اللہ تعالیٰ نے ہماری تعلیم کے واسطے بھیجا ہے کہ جھگڑوں کو اس طرح طے کرنا چاہیئے
یہ کیفیت شیخ الاسلام کو بھی معلوم ہوئی۔ وہ بھی چشم پُرآب ہوئے۔ اور بولے
بیشک ایسے موقع پر چاہیئے یہی کہ گردن کی رگ نہ اُبھرے۔ اور غصے کا اثر تک ظاہر نہ ہو
بعد ازاں اسی محل میں ارشاد فرمایا کہ جبتک کھانا کھائے تو لازم ہے کہ طاعت بجا
لائے۔ تاکہ وہ کھانا بھی عبادت میں شامل ہو جائے۔ فقیر کو نفس کی خواہش پر ہرگز
نہ کھانا چاہیئے۔ پھر کہا کہ راحة الارواح میں قاضی حمید الدین ناگوری رح تحریر فرماتے
ہیں کہ کسی درویش نے دریائے دجلہ کے کنارے اپنا صومعہ بنایا تھا۔ اور کئی برس
سے اُسمیں سکونت رکھتے تھے۔ ایک اور درویش بھی وہاں آئے۔ اور دریا کی دوسری
طرف فروکش ہوئے۔ جب پہلے درویش کا کھانا تیار ہوا اور اُنہوں نے اپنے بال بچوں کو
اکٹھا کیا۔ اور بیوی سے کہا کہ یہ کھانا لیجا کر اِن درویش کو دیدو۔ بیوی نے جواب دیا کہ
دریا میں کشتی تو ہے نہیں۔ میں کیونکر جاؤں۔ فرمایا۔ جب کنارے پہنچو تو یہ کہنا کہ اے
دریا بحرمت اس درویش کے۔ جس نے تیس سال ایک دفعہ بھی مجھ سے صحبت نہیں کی
مجھے راستہ دے۔ دریا تجکو رستہ دیدیگا۔ بیوی کو اِن کے یہ الفاظ سُن کر بڑا تعجب ہوا
کہ اپنے اسقدر تو میرے فرزند ہوئے اور یہ یہ کہتے ہیں۔ مگر وہ خاموش روانہ ہوگئی
اور دریا کے کنارے پہنچکر وہی الفاظ کہنے لگی۔ دریا شق ہوگیا۔ اور عورت اُسکے اندر
چلی گئی۔ اور نئے درویش کے قریب جا کر سلام کیا اور کھانا رکھدیا۔ اِن بزرگ نے کھانا
نوش فرمالیا۔ اور کہا جاؤ۔ عورت متفکر ہوئی کہ اب واپس کیونکر جاؤں۔ درویش نے
دریافت کیا کہ تم آئیں کس طرح تھیں۔ عورت نے کہا کہ میرے خاوند نے مجھے یہ بتا
دیا تھا۔ یہ کہکر میں آگئی۔ اُنھوں نے فرمایا کہ اب کے یہ کہدینا کہ اے دریا بحرمت اس
شخص کے جس نے تیس برس سے کھانا نہیں کھایا مجھے رستہ دیدے۔ الغرض عورت

نے یہی کیا۔ اور دریا نے بدستور راستہ دیدیا۔ جب شوہر کے پاس پہنچی تو پوچھنے لگی کہ ان دروغ بیانیوں کی حقیقت مجھ پر ظاہر کیجئے۔ فرمایا میں نے اوران درویش نے سچ کہا تھا۔ تیس سال سے میں نے خواہش نفس سے کبھی صحبت نہیں کی۔ فقط تیرے حق کی ادائیگی کی نیت رکھتا تھا۔ اوران درویش نے تیس سال سے کبھی کھانا نہیں کھایا جب تک یہ ذہن میں نہ جمالیا کہ اس سے عبادت کے لئے طاقت حاصل کروں گا۔ سمجھ میں آیا؟ +

اس کے بعد اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوتاہ بالا تھے۔ اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی شان میں کنیفۃ العلم فرمایا ہے۔ یعنی علم کی تھیلی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوتاہ بالا تھے۔ پھر اسی محل میں ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام بختیار اوشی قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا کہ رئیس نام دعاگو کے ہم خرقہ بھی آگئے۔ اور سر زمین پر رکھکر عرض گزار ہوئے کہ آج رات کو میں نے خواب دیکھا کہ ایک قبہ ہے اور اُسکے ارد گرد خلائق کے انبوہ آ جا رہے ہیں۔ میں نے استفسار کیا کہ قبہ کے اندر کون ہے۔ کہا گیا حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اور یہ شخص جو اندر سے باہر اور باہر سے اندر آمد و رفت کر رہے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود ہیں۔ میں نے بڑھکر عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیجئے تاکہ میں بھی سعادت پائبوسی حاصل کروں۔ اور زیارت سے مشرف ہوں۔ وہ اندر گئے اور پھر باہر آکر بولے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تجکو ابھی اسکی اہلیت نہیں ہے مگر تو بختیار کاکی کو جاکر ہمارا سلام پہنچا اور کہہ کہ جو تحفہ وہ ہر شب بھیجا کرتے تھے وہ ہمیں ملتا تھا۔ مگر اب تین راتوں سے نہیں ملا۔ سامع بخیر باد۔ شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہٗ نے فرمایا کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ہمیشہ سوتے وقت تین ہزار مرتبہ

درود پڑھا کرتے تھے۔ پھر اور لڑکے مجاہدے کا حال بیان کیا کہ عبارت خداوندی میں بیس سال آپنے استراحت نہیں فرمائی۔ پہلوے مبارک زمین سے نہیں لگایا۔ پھر فرمایا کہ درویش پر خواب حرام ہے +

ایک دن شمس دبیر مطلول کا نسخہ لیکر حاضر ہوئے۔ اور پڑھنے کی اجازت چاہی۔ شیخ الاسلام نے حکم دیا۔ بیٹھ جاؤ۔ اور پڑھو۔ شمس دبیر پڑھتے تھے اور شیخ الاسلام تبکرار معنی بیان فرماتے تھے۔ اور بعض مقامات پر اصلاح بھی کرتے تھے۔ شمس دبیر اس عنایت سے بیحد مسرور ہوئے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا۔ تمہارا مطلب دل کیا ہے۔ شمس دبیر نے عرض کیا میری والدہ نہایت ضعیف اور عمر رسیدہ ہیں۔ میں اُنکی پرورش کرتا ہوں اور معاش کی بڑی تنگی ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا۔ جا کر شکرانہ لے آؤ۔ شمس دبیر گئے۔ اور پچاس ایک چیتل لے آئے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا۔ انہیں تقسیم کردو۔ ایک ایک دو دو سب کو پہنچے۔ اور چار چیتل حضرت نے دست خاص سے دعاگو کو عنایت فرمائے اور پھر فاتحہ پڑھی۔ اسکے بعد شمس دبیر کے ہاں ایسی فراخی ہوئی کہ چند روز میں وہ سلطان غیاث الدین بلبن کے دبیر بنگئے۔ اور اُن کے گھر میں گھما گھمی ہوگئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک +

تاریخ ۱۵ - ماہ مذکور الیہ

دولت قدمبوسی نصیب ہوئی۔ حضرت شیخ الاسلام بیٹھے ہوئے تھے کہ وا ایسے اجودہن نے اپنے کارکنوں کے ہاتھ دوگاؤں کی مثال اور دوسو تنکہ نقد آپکی خدمت میں پیش ہونیکے لیئے بھیجے۔ کارکنوں کو حکم ہوا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے۔ اور مال منال سامنے رکھدیا۔ شیخ الاسلام نے مسکرا کر فرمایا کہ میں نے آجتک یہ چیز کسی کی قبول نہیں کی۔ اور نہ یہ میرے خواجگان کی سنت ہی۔ واپس لے جاؤ اور کہو کہ اسکے طالب

اور بہت ہیں۔ انکو دے دو۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے اس حال کے مناسب ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ سلطان ناصر الدین محمود نے سلطان غیاث الدین بلبن کے ہاتھ جو ملتان کیطرف آئے تھے۔ چار دیہات کی مثال اور کچھ نقد دعاگو کے پاس بھیجا جس میں مثال خاص میرے لیئے اور نقد درویشوں کے اخراجات کے واسطے تھی۔ میں نے اُسکے لینے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ یہ کہکر شیخ الاسلام رونے لگے۔ اور بولے کہ ان چیزوں کو ہم قبول کرنے لگیں تو ہم کو درویش کون کہے۔ ہم تو پھر اہل دول کی صف میں شامل ہو جائیں۔ دکارکنان ولائی اجودھن سے مخاطب ہوکر) حاشا وکلا۔ یہ سب لیجاؤ۔ اور کسی دوسرے کو عطا کردو۔ بعد ازاں ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ دعاگو شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی کیخدمت میں حاضر تھا کہ سلطان شمس الدین انار اللہ برہانہ کے وزیر کو کبہ دولت کے ساتھ آئے اور عرض پرداز ہوئے کہ سلطان نے چھ سات دیہات کی مثال اور کچھ چیزیں بطریق نذر ارسال کی ہیں حضرت شیخ الاسلام نے تبسم فرماکر ارشاد کیا کہ اگر ہمارے خواجگان انہیں لیلیا کرتے ہوتے تو ہمیں بھی عذر نہ تھا۔ مگر اُنھوں نے یہ رسم نہیں رکھی۔ ایسی صورت میں ہم اُن کی متابعت نہ کرینگے تو کل بروز قیامت کس مُنہ سے اُنکے سامنے جا سکیں گے۔ اس کے بعد مشارق الانوار کی حدیثوں پر گفتگو چلی۔ ارشاد ہوا مشارق الانوار میں جسقدر حدیثیں درج ہیں سب صحیح ہیں۔ ایک بزرگ مولانا رضی الدین صغانی سے روایت کرتے ہیں کہ جب مولانا کو کسی حدیث میں دقت واقع ہوتی۔ اور لوگوں سے نزاع کا موقع آجاتا تو مولانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوکر خواب میں اس حدیث کی صحت کر لیتے تھے۔ اسکے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنی چاہی۔ عبداللہ بن عباسؓ کے سوا کوئی حاضر نہ تھا۔ حضور نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کر لیا۔ جب نماز شروع ہوئی تو عبداللہ بن عباسؓ بخیال

حلقہ کی باتیں

زنانہ درویش خانہ۔ تین ماہ پہلے کا ذکر ہے۔ نظام المشائخ میں ڈاکٹر صوفی عبدالوہاب صاحب وارثی سجادہ نشین سلسلہ نوشاہیہ کے ایک جدید نیک ارادہ کا خیر مقدم کرکے وعدہ کیا گیا تھا کہ آئندہ اسکی تشریح و توضیح کیجائے گی۔

ڈاکٹر صاحب یوں تو اہل تصوف کی ترقی و بہبودی کے مختلف پہلو پیش نظر رکھتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ اہم اور ضروری بات زنانہ درویش خانہ کا قائم کرنا ہے۔ صاحب موصوف چاہتے ہیں کہ تعلیم نسواں کی کوشش ایسے پیرایہ سے شروع کیجائے جس میں عورتوں کے مذہبی جذبات کی پورے طور پر نگہداشت ہو۔ تاکہ مردوں کی طرح عورتیں تعلیم جدید کے زہریلے اثر میں مبتلا نہو جائیں۔ کیونکہ مسلمانوں کی دینی حرارت جو کچھ باقی ہے وہ مستورات کے دم سے ہے۔ وہ اب تک عقائد اسلام کی مضبوطی سے پابند ہیں۔ اگر تعلیم نسواں میں بھی مردوں کیطرح غفلت برتی گئی تو نہایت عظیم الشان خطرہ کا سامنا کرنا پڑے گا۔

لہٰذا ڈاکٹر صاحب ایک زنانہ درویش خانہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں لڑکیوں کی دینی و دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ خالص اسلامی اور درویشانہ سادگی کے اصول سے تربیت کی جائے گی۔ نیز استانیوں کو بھی اپنے حسب منشا تعلیم دینے کے لیے اسی مدرسہ میں تیار کیا جائے گا۔ تجویز نہایت معقول اور تمام اسلامی فداکاروں کی توجہ کے قابل ہے مفصل کیفیت جناب ڈاکٹر صوفی عبدالوہاب صاحب وارثی سجادہ نشین سلسلہ نوشاہیہ۔ صوفی منزل کلاں محل دہلی سے دریافت کرنی چاہیئے۔

لبیک یا امام۔ رسالہ شیخ سنوسی حصہ اول و دوم میں جو ممالک اسلامیہ کے

بزرگان دین کی پیشین گوییاں ۔ ظہور امام مہدی آخر الزماں کی نسبت شائع ہوئی ہیں اُنکا وقت گو مختلف ہے ۔ یعنی بعض نے اسی سنہ ۱۳۳۰ھ میں فرمایا ۔ بعض نے سنہ ۱۳۳۵ھ اور بعض نے سنہ ۱۳۴۰ھ ۔ لیکن اسمیں شک نہیں کہ وقت ظہور اسی دس برس کے اندر اندر ہے ۔ لہذا پہلی پیشینگوئی کے موافق ہم سب کے شوق کا تقاضا ہے کہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ کے شروع ہوتے ہی تکبیریں شروع کر دیں ۔ اور لبیک یا امام پکاریں ۔ مجکو تو سنہ ۱۳۳۰ھ کی پیشینگوئی پر اتنا یقین ہے کہ امسال حاضری مکہ معظمہ کا قصد رکھتا ہوں تاکہ اگر حسب پیشین گوئی موسم حج میں حضرت امام کا ظہور ہو جائے تو اپنے حلقہ کی جانب سے سب سے اول شرف بیعت حاصل کروں ۔

خدا نے بندوبست کر دیا ۔ اور اُس کو منظور ہوا تو شروع ذیقعدہ میں سفر مکہ معظمہ کے لیئے روانہ ہو جاؤنگا ۔

عدنی فرشتے ۔ عدن حجاز کا دروازہ ہے اور جنات عدن کے نام سے قرآن شریف میں مذکور ہے ۔ وہاں حلقہ جیسے کام کی جسقدر محبت ہو کم ہے ۔ چنانچہ برادران طریقت عزیزم سید حسین حمود نظامی اور عزیزم عبد اللہ خاں نظامی و اخوانہم جنہوں نے بوقت سفر عرب فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی تہی ۔ مبلغ پچاس روپیہ کی پہلی قسط درسگاہ تصوف کی امانت کے لیئے بہیجی ہے ۔ لیکن اسکے بعد عزیزم سید حسین حمود نظامی نے لکھا کہ چونکہ بالفعل درسگاہ کے قیام میں عرصہ ہے ۔ لہذا یہ رقم ان تصوفانہ مصری کتب کی مد میں دیدی جائے جو حلقہ کے لیئے لائی گئی تہیں ۔ اور جن کی نسبت ممبران حلقہ نے تاحال کوئی فیصلہ نہیں کیا کہ آیا انکی قیمت سرمایہ حلقہ سے مجرا ہوگی یا نہیں ۔ حمود صاحب کی رائے میں کتب کی قیمت جو سنو روپیہ ہے خدام حلقہ جداگانہ ادا کر دیں اور حلقہ کے محفوظ سرمایہ کو ہاتھ نہ لگایا جائے ۔

ناصر حلقہ جناب مولوی میر نصیر علی صاحب افسر اعلیٰ المحکمہ آبکاری حیدرآباد

دکن مدارج دارین میں ترقی پائیں۔ جنہوں نے حلقہ کا خوبصورت مونوگرام بنوایا اور معقول تعداد نفیس کاغذ و لفافوں کی چھپوا کے عنایت فرمائی اور ایک حلقہ کے فنڈ سے نہ لیا ۔

درویش جنتری ۔ محمد انوار صاحب ہاشمی اور مولوی احسان الحق صاحب قادری رئیس لال کورتی میرٹھ اہل حلقہ کی دلی شکرگزاری کے مستحق ہیں جنہوں نے درویشی لٹریچر کو ہر دلعزیز اور کثیر الاشاعت کرنے کی ایک نرالی تجویز نکالی ہے۔ یعنی درویش جنتری شائع کرنی چاہتے ہیں جو نہایت اعلیٰ پیمانے پر مرتب ہو رہی ہے۔ اس میں سال بھر کے مشہور عرسوں کے حالات اور ہندو مسلمان درویشی کی عجیب و غریب دلچسپ باتیں لکھی گئی ہیں۔ اور شاید نامور درگاہوں کی تصاویر اور شیخ سنوسی کے علم و روشنی کے فوٹو بھی دیئے جائیں گے۔ اور لکھائی۔ چھپائی۔ خوشنمائی میں عملی۔ اور۔ تبتی جنتری کا پنو رکے مقابلہ کی یا اُس سے بھی عمدہ ہوگی محبّ الفقرا حضرات اور اہل حلقہ کا فرض ہے کہ وہ اس مفید و کارآمد چیز کی سرپرستی کریں ۔

یہ کرامت نہیں بشرہ شناسی ہے :- رکن حلقہ حضرت مولانا سید غیاث الدین احمد صاحب قادری سجادہ نشین خانقاہ شاہ پیورہ احمد آباد گجرات تحریر فرماتے ہیں۔ آپ کا روزنامچہ جس میں سفر بمبئی۔ گجرات کاٹھیاواڑ کے حالات ہیں دیکھا۔ اُس میں آپ نے ولی عہد ریاست بڑودہ کی نسبت لکھا ہے کہ اسکے چہرہ پر آثار بدنصیبی نمایاں ہیں اور چھوٹے لڑکے کو ولیعہدی کے قابل بتایا ہے۔ یہ تحریر ۱۹۱۰ء کی ہے لیکن بعد میں ہو بہو پوری اُتری۔ بڑا لڑکا مر گیا۔ اور چھوٹا ولیعہد قرار پایا۔ یہ آپ کی کرامت ہے کہ جو حکم آپ نے لگایا تھا اُسی طرح ظاہر ہوا ۔

شاہ صاحب کا فقیر کی نسبت حسن ظن ہے۔ ورنہ اس واقعہ کو کرامت نہیں بشرہ شناسی کی تحت میں شمار کرنا چاہیئے۔ اور بشرہ و قیافہ شناسی کوئی یقینی علم نہیں

اتفاقاً کبھی صحیح نکل آتا ہے *

رنگون سے محمد اشرف صاحب نظامی ایک طویل مضمون میں میری دو کرامتوں کا حال لکھکر اشاعت کے طلبگار ہیں۔ ایک تو یہ کہ اُنکے گھر میں آگ لگ گئی مگر میری کتا میں مضامین و روزنامچہ جہاں رکھی تھیں وہاں نہ پہنچی۔ اور اُنکے قریب جاکر خود بخود بجھ گئی۔ اور دوسری یہ کہ اُن کو کوئی مہتم بالشان کام دربیش تھا۔ جو بغیر کسی ظاہری کوشش کے میرا تصور کرکے دعا مانگنے سے پورا ہوگیا *

اس مضمون کا شائع کرنا بے فائدہ ہے۔ اسمیں بندہ عاجز کی کرامت کو دخل نہیں فضل خدا کا کرشمہ ہے۔ محمد اشرف صاحب کو چاہیے کہ ہمیشہ اُسی پر بھروسہ رکھیں اور اور آیندہ ایسے کرامتیہ مضمون نہ لکھا کریں۔ نظام المشائخ ذاتی مدح و ثنا کیلئے نہیں ہے *

آزاد درویشوں کا اخبار الہلال ۔ اہل حلقہ مولانا ابو الکلام آزاد دہلوی کے اسم گرامی سے ناواقف نہوں گے۔ آپ ایک مشہور بزرگ درویش حضرت مولٰنا خیر الدین رح کے فرزند و سجادہ نشین ہیں جنکے اضلاع بمبئی و کلکتہ میں ہزاروں مرید پائے جاتے ہیں۔ مولانا ابو الکلام نے حال میں ایک ہفتہ وار اخبار الہلال کے نام سے شائع کیا ہے۔ جس میں تین خصوصیتیں سب سے نمایاں ہیں۔ اول تو یہ اخبار درویشی حریت اور حق گوئی کا پورا نمونہ ہے۔ جس طرح صوفیہ کرام سلاطین و امرا کے سامنے اور حق کے اظہار میں بے خوف ہوتے تھے ہیں۔ اُسی طرح یہ پرچہ بے باک ہے۔ دوسری یہ کہ استدلال آیات کلام ربانی سے کرتا ہے اور واقعات دنیا کو اسطرح آیات قرآنی سے تطبیق دیتا ہے جیسے کسی نے کسی شعر کی تضمین کردی۔ تیسری یہ کہ میدان جنگ اور ناموران رزم و بزم کی عکسی تصاویر شائع کرتا ہے۔ امر اول ان تمام صوفیوں کے لیے باعث فخر و مباہات ہے کہ جس طرح طرابلس میں سنوسی درویش۔ مراکو میں الطبار جو ایک درویش کے سجادہ نشین ہیں) اسلام کی ناموس بچا رہے ہیں۔ اسیطرح ہندوستان میں الہلال قانونی حد کے

اندر حرص و ہوس و خود پرستی کے خلاف قلم کا جھنڈا لیکر کھڑا ہوا ہے +

ناظرین نظام المشائخ اور اہل حلقہ اس اخبار کو ضرور خریدیں اور حلقہ کو اطلاع دیں اُن کا اسم گرامی ولی شکریہ کے ساتھ ان صفحات میں شائع کیا جائے گا۔ قیمت آٹھ روپیہ سالانہ۔ اور چار روپیہ بارہ آنہ ششماہی۔ کلکتہ۔ دفتر الہلال کے پتہ سے منگائیے۔

قلمی قرآن۔ حلقہ کے ایک رکن متوکل درویش کے پاس چند قلمی قرآن شریف ہیں جن میں دو نہایت نفیس اور ظاہری نقش و نگار سے آراستہ ہیں۔ ہر منزل پر جدا گانہ پرانے زمانہ کی زنگارنگ لوحیں ہیں۔ مگر یہ قرآن پورا نہیں ہے۔ دوسرے پر زیب النسا کی مہر ہے جس کی نسبت اُن کا خیال ہے کہ اورنگ زیب کی بیٹی زیب النسار کی مہر ہے چند انگریز و امریکن سیاح ان دونوں کے تین سَو روپیہ دیتے تھے مگر ان کی غیرت و حمیت نے گوارا نہ کیا کہ یہ دولت اغیار کے پاس جائے۔ چونکہ یہ صاحب اُن کا ہدیہ کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا اہل حلقہ میں اگر کوئی شخص اس سیکڑوں برس کی پرانی لکھی ہوئی متبرک و خولصبورت چیز کو اپنے پاس رکھنا چاہے تو حلقہ سے خط و کتابت کرے بہت کفایت کے ساتھ معاملہ کرا دیا جائے گا +

حلقہ کے مُہری خطوط۔ مونوگرام کے کاغذات چھپنے میں چونکہ بہت دیر ہوگئی تھی۔ اسلئے حلقہ کی بڑی مُہر کے مطبوعہ کاغذ۔ لفافے چھپوائے گئے اُن میں اعلے اور متوسط دونوں قسم کے کاغذ۔ لفافے ہیں۔ آجکل انہیں پر خط و کتابت ہوتی ہے +

راجہ صاحب کی اعانت۔ اہل حلقہ جناب راجہ نوشاد علی خاں صاحب کی اُس عقیدت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ جو انکو حلقہ سے ہے۔ ہر دو چار ماہ کے بعد راجہ صاحب کو منزلگاہ حلقہ میں تشریف لانیکا موقع مل جاتا ہے۔ عرصہ تک پانچ روپے ماہوار عنایت کرتے رہے جو کچھ عرصہ سے بوجہ سفر یورپ بند تھے۔ لیکن خوشی کا مقام ہے کہ

رمضان شریف سے یہ ماہوار اعانت پھر جاری کردی گئی ہے۔

ایک محب الفقراء بیرسٹر کے نام سے جو دس روپیہ کی رقم گزشتہ ماہ میں درج ہوئی ہے وہ دراصل ایک اور کام کے لیے تھی جو اسمیں صرف کردی گئی۔ حلقہ کے لیے جو روپے بھیجے گئے تھے وہ موصول نہیں ہوئے۔ ڈاک خانہ میں تحقیقات ہو رہی ہے۔ جب دستیاب ہوں گے تو اُن کا اندراج کردیا جائیگا۔ بالفعل گزشتہ ماہ کے روپے سرمایہ حلقہ سے واپس لیے جاتے ہیں۔

آمدنی - ازجناب راجہ نوشاد علی خاں صاحب تعلقہ دار لکھنو بابت رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۰ھ — صہ ر

ازجناب حافظ محمد حلیم صاحب تاجر اعظم کانپور بابت ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء مطابق رمضان سنہ ۱۳۳۰ھ — عہ ر

ازجناب اڈیٹر صاحب صوفی بابت اگست و ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء مطابق شعبان و رمضان سنہ ۱۳۳۰ھ — عہ ر

ازجناب منشی نظام الدین صاحب ہیڈ ماسٹر ڈمروالہ — صہ ر

ازحسن نظامی بابت منت صحت خان بہادر مولوی سید اکبر حسین صاحب جج — ہہ ر

ازعزیزہ حور بانو بابت منت صحت حسن نظامی — ہہ ر

میزان .. .. — ۸۰ ر

بقایا سابقہ .. .. ۱۴ا — ۱۰۱۴

کل میزان .. .. ۱۴ا — ۹۴۰۶

خرچ

کرایہ مکان بابت رمضان سنہ ۱۳۳۰ھ .. عہ ر — تنخواہ محرر بابت رمضان سنہ ۱۳۳۰ھ — صہ ر

چھپائی کاغذ۔ لفافے ہر دو قسم .. .. سے ر — کاغذ لفافے ۲۰۰ قسم اول .. .. .. سے ر

قسم دوم ۲۰۰ لفافے کاغذ .. .. .. عہ ر — ٹکٹ ڈاک .. .. عہ ر

منہائی رقم محب الفقراء بیرسٹر .. .. .. عہ ر

میزان ۱۰

بقایا موجودہ ۸۴ا

حسن نظامی

دعاخانہ

مراد پوری ہوئی۔ لسان العصر مولوی سید اکبر حسین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے صحت دی۔ حسن نظامی نے اپنی منت عہ ادا کر دی۔ حسن نظامی کی صحت پر انکی بیٹی حور بانو نے اپنی منت عہ ادا کر دی۔ منشی نظام الدین صاحب ہیڈ ماسٹر ڈمروالہ کے عزیز امتحان میں پاس ہوئے ایک روپیہ منت کا ادا کر دیا ہے۔ بابو غضنفر علی صاحب چشتی اوورسیر شکاری کے عزیز محمد یوسف خاں امتحان میں کامیاب ہوئے ایک روپیہ منت کا ادا کر دیا ہے۔ خواجہ قمر الدین صاحب منتظم پولس کتھل محبوب نگر دکن تحریر فرماتے ہیں کہ انھوں نے منت مانی تھی کہ اگر میں ایک خاص مقدمہ ڈکیتی کی تفتیش میں کامیاب ہوں گا تو اڈیٹر نظام المشائخ کی تحریک مرمت مزارات دہلی کی صعہ روپیہ سے مدد کرونگا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو کامیاب کیا۔ مال برآمد ہوا۔ ڈاکو سزایاب ہوئے۔ صعہ روپیہ ارسال میں مگر یہ روپے آجتک وصول نہیں ہوئے۔ صاحب موصوف کو اطلاع دی گئی ہے۔

دعا کیجائے۔ برائے مقاصد دلی منشی شمس عالم صاحب پیشکار۔ دس روپیہ منت مانتے ہیں۔ مستری امام الدین صاحب چونیاں ضلع لاہور کے مقصد دلی کیواسطے دعا ہو۔ تین روپیہ منت مانی ہے۔ نور الدین صاحب ٹیلر ماسٹر کنگ رفل نمبر ۳ ڈگشائی کے مقصد قلبی و ادائے قرض کیلئے دعا ہو صعہ روپیہ منت مانتے ہیں۔ عبد الکریم خانصاحب محرر پولس درگ کی دلی مراد کی دعا ہو صعہ روپیہ منت مانی ہے۔ میر فضل الرحمن صاحب نعمت اللہی حیدرآبادی کی مراد دلی و ترقی مدارج کی دعا ہو حسب توفیق نذر کرینگے۔ ایضاً انکے صاحبزادہ کی ملازمت کیلئے دعا کیجائے پہلی تنخواہ نذر کریں گے۔ ایضاً انکے دوسرے فرزند امتحان میں کامیاب ہوں دس روپیہ منت مانتے ہیں۔ محمد پیر محی الدین صاحب حیدرآبادی کو اللہ تعالیٰ قرآن شریف حفظ کرا دے اور زیارت حرمین نصیب کرے جب توفیق نذر پیش کرینگے۔ بابو غضنفر علی صاحب چشتی اوورسیر کا دلی مقصد پورا ہو۔ پانچ روپیہ نذر کرینگے۔ خریدار صاحب نظام المشائخ نمبر ۱۴۸۱ مقام کو ضلع نارتھ آرکاٹ

کی دلی مراد پوری ہو تو ۵ روپیہ نذر حلقہ کرینگے ۔ (۱۱) سید احمد نور صاحب حیدر آبادی کا پہلا
مقصد پورا ہو تو ۵ نذر کرینگے ۔ دوسرا حاصل ہو تو ۱۰ منت ادا کرینگے ۔ تیسرا یعنی صاحب
موصوف کو صحت کامل عطا ہو تو پانچ روپیہ پیش کرینگے ۔ اور چوتھے اگر حسن نظامی حیدر آباد
جائے اور صاحب موصوف کو اسکی بیعت حاصل ہو تو دس روپے حلقہ کی نذر کرینگے ۔

اس آخری دعا کی دلچسپی میں یہ ظریفانہ بات قابل اضافہ ہے کہ اگر میرے سفر سے حلقہ کو فائدہ پہنچے تو میں رات دن سفر کے لیئے تیار ہوں ۔ مگر دس روپیہ کی منت کم ہے ۔ سید صاحب کی پہلی مراد جسکی منت ۵ روپیہ ہے میری قیمت سے زیادہ ہے ۔ اگر سید صاحب مجھے حیدر آباد بلانا چاہتے ہیں تو حلقہ کے لیئے پچاس سے زیادہ منت مانیں) (۱۲) سید بہاول شاہ صاحب گیلانی کے معتقد خاص دولا جاٹ کو تندرستی ہو للہ نذر حلقہ کرے گا (۱۳) ایضاً صاحب موصوف کے ہمشیرہ زادہ کو صحت ہو پانچ روپیہ منت مانتے ہیں (۱۴) ایضاً انکے دوست جان محمد کی صحت چشم کے لیئے دعا ہو حسب حیثیت منت ادا کرینگے ۔ (۱۵) لفٹننٹ محمد عبد الکریم خاں صاحب اکوارٹر کمانڈ فسٹ لانسر حیدر آباد کی ترقی کے لیئے دعا ہو ایک سو پچیس روپیہ منت مانتے ہیں (۱۶) قاضی سید مظفر الدین صاحب عثمان آباد دکن کی مراد دلی پوری ہو تو ۵ روپیہ نذر حلقہ کرینگے (۱۷) عثمان علی بیگ صاحب موضع رام پور ضلع رائپور کی زراعت کو ٹلی سے نجات ہو للہ نذر کرینگے ۔ (۱۸) سید اسحٰق علی صاحب موضع سون ضلع رائپور کو اللہ تعالیٰ سوا دس ہزار روپیہ خزانہ غیب سے مرحمت فرمائے تو ماہانہ ۵ حلقہ کو دینگے ۔ (۱۹) لالہ رام داس صاحب مالک کوٹھی موسومہ منو لال جگن ناتھ بنارس سے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شاہزادہ جگ پرتاب بکرم شاہ مدعی کو بمقابلہ راجہ موہن بکرم شاہ متوفی ورانی جیتہر کماری مدعا علیہ کے کامیاب و فتحیاب کرے تو پانسو روپیہ نذر حلقہ کرینگے (۲۰) محمد عبد اللہ صاحب وبیر پورہ حیدر آباد کے لیئے دعا ہو للہ نذر کرینگے ۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی مرادیں پوری فرمائے ۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ۔

یہ دعائیں مدینہ منورہ بھی بھیجدی گئی ہیں ۔ (دعاگو حسن نظامی)

مختصر فہرست کتب دوکان غلام نظام الدین تاجر کتب
دہلی چاندنی چوک متصل فوارہ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
کتب تصوف		حیات منصور حلاج	۴ر	مجربات سلیمانی	۲ر	دیوان مخفی	۴ر
		سوانح عمری خواجہ قطب الدین	۸ر	تعویذ سلیمانی	۲ر	رباعیات عمر خیام	۴ر
فصوص الحکم اردو	عہ	حیات مصطفٰے	۴ر	بیاض سلیمانی	۲ر	رباعیات سرمد	۳ر
عوارف المعارف جلد ۲	عہ	**کتب عملیات**		رسالہ حل المشکلات	۰	**کتب مترجمہ و مؤلفہ حضرت خواجہ مولانا حسن نظامی صاحب**	
کشف المحجوب اردو	عہ			مفلسی کا علاج	۱ر		
تذکرۃ الاولیاء	ے	اعمال مجربہ سورۃ یٰسین شریف	۲ر	اوراد احسانی	۱ر		
سراج السالکین اردو	۵ر	ایضاً سورۃ اخلاص شریف	۲ر	**کتب دواوین فارسی و اردو**			
کلیات امدادیہ	۱۲ر	ایضاً آیہ کریمہ شریف	۲ر			مضامین خواجہ حسن نظامی	عہ
بستان المعین	۳ر	ایضاً سورۃ مزمل شریف	۴ر	کلیات امیر خسرو رح	عہ	روزنامچہ خواجہ حسن نظامی	۸ر
شرف المناقب	۴ر	مفتاح الرزق	۱۰ر	کلیات جامی رح	عہ	فتح سنوسی حصہ اول	۴ر
شواہد نظامی	عہ	لوح سلیمانی چار حصہ	۸ر	کلیات سعدی رح	عہ	کتاب الامر حصہ دوم سنوسی	۴ر
تاریخ مشائخ چشتیہ	۴ر	عملیات خاندان عزیزیہ	۴ر	کلیات عراقی رح	۱۰ر	اسلام کا انجام	۴ر
تذکرۃ الفقرا	۴ر	مرقومہ شریف	۴ر	دیوان صائب	عہ	اسرار۔ تصوف ترجمہ	۴ر
حدیقۃ الاولیاء	۶ر	مجربات قہری	۱۲ر	دیوان حضرت غوث		جاماسپ نامہ	
تاریخ حبیب الٰہ	۶ر	نافع خلائق	عہ	بابک رحمۃ اللہ علیہ	۲ر	مترجمہ ملا محمد الواحدی	
گلدستہ کرامت	۸ر	اعمال قرآنی ۳ حصہ	۴ر	دیوان خواجہ اجمیری رح	۳ر	اڈیٹر نظام المشائخ	۳ر
محفل گیارہویں	۴ر	شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل	۵ر	دیوان احمد جام	۶ر	**موتیوں کی کان**	
تاریخ سید سالار مسعود	۴ر	اوراد گسترہ	۱۲ر	دیوان نیاز	۳ر	نصائح میرزا جرات کی	
فضل الفوائد اسعد	۱۲ر	جواہر القرآن	۵ر	دیوان شمس تبریز رح	۱۴ر	ہے مؤلفہ جناب سید الملک کرم	
تذکرہ صابری	۳ر	نقش سلیمانی جدید	۴ر	دیوان حافظ شیرازی رح	عہ	صاحب صبا فوی	۴ر

(دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۱۰

جلد ۳ ۔ نمبر ۵

۲۸۶

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پرچہ

جو ہر چاند کی چھٹی تاریخ کو سید خواجہ حسن نظامی صاحب شاہزادہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی و نگرانی میں شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصولڈاک قسم خاص عہ قسم اول ہے قسم دوم عہ ششماہی ۱۲ و ۱۲ عہ علی الترتیب نمونہ ۳

مقام اشاعت دہلی فیض بازار ۔ دفتر رسالہ

[illegible] بازار [illegible] امرتسر

مطبوعہ نسیم پریس

٧٨٦

نظام المشائخ

جلد ٧ — بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ١٣٣٢ھ — نمبر ٥

فہرست مضامین

ہمارے معاونین!

ذیل میں نہایت شکریے کے ساتھ اُن حضرات کے اسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں۔ جنھوں نے اس ماہ میں رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرماکر ہمیں اپنا مرہون منت بنایا۔ جزاءھم اللہ خیر الجزاء۔

ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب حیدرآباد دکن (۹) سید حبیب شاہ صاحب چشتی تلہ گنگ (۲)

محمد اشرف صاحب نگون ... (۱) سید محمد انور صاحب حیدرآباد دکن (۱)

مولوی محمد حبیب اللہ صاحب حیدرآباد (۲) مولوی عبد الرشید صاحب رشید پیر نگری (۱)

افسوس ہے کہ چند گنے چنے دوستوں کے سوا اور کسی کو نظام المشائخ کے مدگار بڑھانے کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ نظام المشائخ بفضلہ تعالیٰ بہت اچھی تعداد میں نکلتا ہے۔ مگر اسکے اخراجات اِسقدر ہیں کہ موجودہ آمدنی اُنہیں کفایت نہیں کرتی چار سالانہ میں اس حجم اور اس شان کا آپ اور کوئی پرچہ نہیں دکھا سکتے۔ میں اپنی کارگزاریاں اپنے مُنہ سے بیان کرنا بُرا سمجھتا ہوں۔ اور بار بار ایک قصے کو دُہرانے کا بھی عادی نہیں۔ لہذا براہ عنایت خود خیال رکھا کیجیے۔ اور جہاں تک ممکن ہو کوشش کیا کیجیے کہ آپ کی طرح آپکے احباب بھی نظام المشائخ کی سرپرستی کریں

السعی منا والاتمام من اللہ۔

خاکسار ایڈیٹر

جلد ۲ نمبر ۵

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

نظام المشائخ

دعائے بیقراری
اور
دل آشفتہ کی بیکاوزاری

گزشتہ رمضان المبارک کی اکیسویں تاریخ کو منزلگاہ حلقہ نظام المشائخ میں امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کا سالانہ عرس تہا۔ اسکے تفصیلی حالات تو آگے چلکر صفحات متعلقہ حلقہ میں ملاحظہ فرمائیگا۔ یہاں صرف وہ دعا درج کی جاتی ہے جو سیدی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے اس موقع پر پڑہی تہی اور جس سے حاضرین نہایت متاثر ہوئے

(محمد الواحدی)

الٰہی تجہ سے کیونکر مانگیں دلکو قرار نہیں طبیعت کو یکسوئی نہیں۔ زبان میں گویائی نہیں پہلے قرار دے۔ اطمینان عطا فرما۔ بولنے اور مانگنے کی طاقت مرحمت کر۔ تاکہ کہیں۔ سانس کی خیر آس کی خیر۔ اور اسکی خیر جسکی دم شماری کا وقت آگیا۔ دل کی حرکت بند ہو جائے تو انسانی

مشین رُک جائے۔ مگر ایسی حرکت سے بچا جو صبۂ اختلاج کو پہنچگئی ہے۔ جب دل ذرا صحت پر آئے گا تو پکاریں گے۔ اللھم یا ربّنا!۔ اے پروردگار! او ہر جگہ حاضر! آج کی رات کا صدقہ ہماری دعا کو سُن۔ یہ وہ شب ہی جسمیں تیرے شیر۔ تیری تیغ۔ اور تیرے کلمہ۔ علی مرتضیٰؑ کی یادگاری کا سالانہ جلسہ منانیکے لیئے ہم لوگ جمع ہوئے ہیں ÷

برادر رسولؐ۔ زوج بتولؓ۔ پدر فرزندانِ ملول۔ رموز و اسرار کے خرقہ پوش عیب کالوں کے پردہ وار۔ حیدر کرّار۔ شہسوار کارزار۔ اَنَ داتا مَنَ داتا رتجھپر سلام۔ اور اُس برکت والی روح پر سلام۔ جسکے وسیلے سے دنیا کی اِس شب تار میں خدائے برتر سے دل و جان کا اُجالا مانگا جاتا ہی! ÷

اللہ میاں! تم دیکھتے ہو۔ تمہارے عیسیٰؑ (روح اللہ) کے نافرمان امتی ہمکو ایکساں ستائے جاتے ہیں۔ جی دُکھائے جاتے ہیں۔ بجلی کی روشنیوں سے آنکھوں پر۔ انجن کی چیخوں اور توپ کی گرجوں سے کانوں پر۔ الحادی فلسفہ کی دلیلوں سے عقل و حواس پر حملے ہورہے ہیں ÷

نور علوی کو ظاہر کر۔ تاکہ برقی رو ماند ہو۔ حیدری نعرے کو بلندی دے جس سے عارضی المعازیں پست ہوں۔ علوم (ربانی) کے باب کھول۔ جو عقل و حواس اپنی ہستی کو بچائیں آمین اے رب العالمین آمین۔ اے قبول کرسکنے والے! یہ کون ہی جو پوچھتا ہی کہ علی مرتضیٰ کی روح یہاں کہاں؟ جسپر سلام بھیجتے ہو۔ بے تار کے برقی اشارات کی طاقت کو نہیں پہچانا اس آلہ سے بڑھکر ہمکو ہنر یاد ہے۔ ہم جو چاہیں کہیں۔ اور انکو سُنائیں۔ آؤ۔ اشارہ کریں۔ بابا! بابا! یا ابتِ۔ آپکے جسمانی و روحانی فرزند سید احمد السنوسی طرابلس میں اور سید الصباح مراکو میں۔ صفدری شمشیروں کو کھینچکر باہر میدان میں نکلے ہیں اس لیئے ہم ہندوستانی بندے آپ کی ذات کا واسطہ دے کر خدائے بزرگ سے ان کی فتح و نصرت کے خواستگار ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ ان حسینی تفنگ بازوں کی آبرو بنی رہے۔ ان کی

عزت ہماری عزت۔ انکی کامیابی ہماری کامیابی۔ اور انکی سُرخروئی ہماری سرخروئی اور تیرے پسندیدہ دین اسلام کی سرخروئی ہے۔ الٰہی! فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور انکی آل اولاد پر تیری رحمت کے بادل برسیں۔ اسلامی دنیا میں انہیں کے دم سے روشنی ہے۔ آج دین کے کام کرنے والے۔ اور دنیا کے الجھاؤ سلجھانے والے سب بنی فاطمہ ہیں۔ ان کی لاج رکھیو۔ جس طرح انہوں نے تیرے دین کی لاج رکھنے کے لیئے جان ومال۔ بال بچے۔ عزت وآبرو۔ قربان کر دی۔ اور ہم ہندوستانیوں کو توفیق دے کہ فتنہ و فساد سے بچیں۔ انگریزی امن وامان کی قدر سکیں۔ طاعت رب کے سوا کسی کے آگے سر نہ جھکائیں۔

اے بیکسوں اور لاچاروں کی پناہ! ہماری مرادوں کو پورا کرنے والے! ہم کو اپنے در کے سوا اور کسی کے آگے نہ جھکا۔ معاش کی طلب میں در در کی ٹھوکریں نہ کھانے دے۔ اپنے غیب کے خزانے سے رزق عنایت کر۔ بے اولادوں کو ایسے فرزند مرحمت فرما۔ جو دین اسلام کے سپوت ہوں۔

خداوندا! اہل دہلی۔ حاضرین مجلس۔ اور حلقہ نظام المشائخ کے تمام ممبروں کی دلی مرادیں پوری کر۔ خاصکر ان کے مقاصد بر لا۔ جنہوں نے حلقہ کے دعاخانے میں اپنی مختلف ضروریات کیلئے دعا کی خواستگاریاں بھیجی ہیں۔ الٰہی ان سب کے ارمان بر آئیں جو اس حلقہ اور دعاخانہ اور اس قسم کی مجالس کے معین و مددگار ہیں۔

اور مجھ سو جود سیہ وجود کو بھی توفیق دے کہ زمانہ کے فیشن اور نمائشی نفاق آمیز اعمال سے محفوظ رہوں۔ جو کچھ کہوں وہی کروں۔ اور تیری رضا کی حد سے آگے نہ بڑھوں۔

حسن نظامی

۶۲ھ

ہم

ہم ہم کہتے ہمارا منہ سوکھا جاتا ہے۔ اور یہ خبر نہیں کہ ہم ہیں کیا؟ کہاں سے آئے؟ کہاں جانا ہے؟ آج ہم اپنی کہانی سُناتے ہیں اور من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کی ذرا سی جھلک دکھاتے ہیں۔ سمجھو اور عبرت پکڑو۔ اور اپنی اصل کیطرف رجوع کرو۔

ہم اصل میں عدم سے آئے۔ اور وہیں ہماری بازگشت ہوگی۔ یہاں آنے کا ظاہری سبب ہمارے آبا و اجداد ہوئے جن کی بالائی نسلوں کا سراغ ملنا مشکل۔ باطنی سبب باطن والے جانیں۔ بقول حافظ شیرازی رح ؎

ما درین در نہ پے حشمت و جاہ آمدہ ایم … از حادثہ اینجا بہ پناہ آمدہ ایم
رہرو منزل عشقیم و ز سرحد عدم … تا باقلیم وجود اینہمہ راہ آمدہ ایم
سبزۂ خط تو دیدیم ز بستان بہشت … بطلبگاری این مہر گیاہ آمدہ ایم

غرض اس جسم کا خاکہ تو اس پیچ در پیچ سلسلے سے کھینچا اور ظہور ایک قطرۂ آب سے ہوا۔ اول قوتِ مغیرہ نے اُس قطرے میں اعضا بننے کی استعداد پیدا کی۔ پھر قوت مصورہ نے صورت پہنائی۔ اسکے بعد اُس خون سے جو باہر نکلنے سے ناپاک کہلاتا ہے تغذیہ ہوا۔ تنمیہ ہوا۔ نو مہینہ شکم مادر میں قید رہے۔ تمام رطوبات غلیظہ میں لتھڑ پتھڑ مشیمہ جس جھلی کا نام ہے۔ اُسکے پنجرے میں مقید رہے۔ آخر کچھ سمجھ آئی۔ اور کوشش کی اِس قید سے نکلنا چاہیئے۔ نکلے اور کس مشکل سے نکلے۔

پیدائش

اس نکلنے کا نام ہے پیدائش۔ غرض ہمہ تن غلیظ و ناپاک۔ شکم مادر سے بہ گریہ و زاری برآمد ہوئے۔ اور زمانہ کے تختۂ مشق بنے۔ طرح طرح کی احتیاجوں میں پھنسے۔ سردی کی تھم

نے ستایا۔ گرمی کی طپش نے جلایا۔ برسات کی امس نے پگھلایا۔ ہوا کے نہ ہونے سے دم ناک میں آیا۔ غذا کے نہ ملنے سے جان لبوں پر آئی۔ جب تک نہ روئے۔ ماں نے دودھ نہ دیا۔ حرص میں اگر زیادہ دودھ پی لیا۔ دست آنے لگے۔ یہ کسکو خیال تہا کہ قدرت نے اندازے سے ہر چیز مقرر کی ہے۔ حرص کے ہاتھوں ناک میں دم رہا۔ بیمار ہوئے تیمار داروں کو تکلیفیں دیں۔ ماں باپ پریشان رہے۔ حکیموں کی خوشامدیں کیں۔ غرض خدا خدا کرکے صحت ہوئی۔ اگر حرص نہ کرتے تو کیوں آپ تکلیف اُٹھاتے۔ اور کیوں اوروں کو تکلیف دیتے۔ اس بے تمیزی کا کیا علاج۔ طفلی کا زمانہ یہی کہلاتا ہے۔ یہ زمانہ جس بے تمیزی اور محتاجگی میں گزرا اُسکا کیا ذکر کریں۔ کم عقلی کی یہ حالت کہ اپنے بُرے بھلے کا سمجھنا دوبھر تہا۔ ہر امر میں دوسروں کے محتاج رہے۔ کہلائے تو دوسرا۔ جائے ضرور میں بٹھائے تو دوسرا۔ سُلائے تو دوسرا۔ شب کا وقت ہے۔ اندھیری رات۔ جاڑوں کا موسم ہماری ماں نے ہمکو نرم گدّے پر لٹایا ہے۔ سوگئے ہیں۔ سونے میں مُوتا جو ہی تو سارے کپڑے۔ لحاف و گدّا خراب کردیئے۔ ماں بیچاری اُس جاڑے اور ٹھر کی حالت میں ہمارے کپڑے صاف کرتی ہے۔ دوسرا گدّا بدلتی ہے۔ اپنے کپڑے اور بدن صاف کرتی ہے۔ ایسی ایسی تکلیفیں ہم نے خود اُٹھائیں اور اوروں کو دیں جب کبھی بھوک پیاس لگتی تو رونے لگتے۔ فوراً ماں کی محبت کو جوش آتا اور وہ ہم کو کھانے پینے کو دیدیتی۔ سچ ہے ؎

تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن تا نہ گرید ابر کے خندد چمن

یہ رونا ہمارا ہماری ہوشیاری کی دلیل تہی۔ ذرا ذرا سی بات پر وہ دُھند مچاتے سکتے کہ ہمارے سرپرست فوراً ہماری مرضی کے موافق کام کردیا کرتے تھے۔ واقعی رونا عجب نعمت ہے۔ خالق و مخلوق سب کو اپنی طرف متوجہ کرلیتا ہے۔ ؎

اے خوشا چشمے کہ او گریان اوست وے ہمایوں دل کہ او بریان اوست

غرض یہ زمانہ بھی گزرا اور ہم بڑے ہوئے۔ شباب کا آغاز ہوا۔

جوانی

جوانی کے جذبات اور اسکی گوناگوں خواہشات اور نشہ نے فرصت ہی نہ دی کہ نفس کے نشیب فراز کی دیکھ بھال کرتے۔ اور ہم اپنے آپ کو دیکھتے۔ اور اپنی اصل کو پہچانتے اپنی خواہشات کے پھندوں میں ایسے پھنسے رہے کہ اپنے آقائے نامدار حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث کہ اگر جوانی میں انسان خدا کی عبادت خلوص سے کرے گا تو قیامت کے دن عرش کے نیچے جگہ ملیگی۔ کچھ اسکا خیال نہ کیا اور

اب تو آرام سے گزرتی ہے — عاقبت کی خبر خدا جانے

کہکر بڑا دیا۔ اور کچھ نہ بنا۔ تو مولویوں پر طعن تشنیع کی بوچھاڑ کردی۔ جب کسی محبوب کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم تو یہی لینگے۔ پھر محبوبوں کے نخرے انکے ناز و انداز رقیبوں کی دشمنیاں جھیلیں۔ رات دن اسی کتر بیونت میں رہے۔ غرض الشباب شعبۃ من الجنون۔ یعنی جوانی ایک شاخ جنوں کی ہے۔ ایسی حالت میں کیا ہم اپنی حقیقت کا خیال کرسکتے تھے۔ آخر جب اپنی انجیا پونجیا کھو بیٹھے۔ اور قوے میں ضعف طاری ہونے لگا۔ اب تو بغلیں جھانکنے لگے۔ پیری کا زمانہ آیا +

پیری

"پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند"۔ بے اعتدالیوں کے باعث قبل از وقت ہم بڑھاپے میں مبتلا ہوگئے۔ کمر میں درد رہنے لگا۔ پنڈلیوں میں کلھن رہنے لگی۔ چہرہ پژمردہ ہوگیا۔ بصارت کم ہونے لگی۔ رخساروں پر جھریاں پڑنے لگیں۔ بال سفید ہوگئے دماغ اتنا کمزور ہوگیا کہ تھوڑی دیر تک تقریر نہیں کرسکتے۔ غرض امید زندگی منقطع ہوگئی طاقت گھٹی ضعف بڑھا۔ اگر گورنمنٹی ملازم ہیں تو پنشن مقرر ہوئی۔ گھر آنکر بیٹھے۔ گھر والوں نے طرح طرح سے تنگ کیا۔ جب ہاتھ پیر چلتے تھے۔ روپیہ پاس رہتا تھا تو غیر بھی

اپنے تھے ۔ اب یہ حالت ہوگئی کہ اپنے پرائے ہوگئے ۔ اولاد سب اپنے اپنے
ٹھکانے لگی ۔ بقول کبیر ؒ ؎

دِھیئیں جنوائی لیگئے اور بہوئیں لیگئیں پوت   اور میاں کبیرا رہگئے اُنچے اوت کے اوت

اب یہ حالت ہے کہ سالن میں مرچیں ڈالی جاتی ہیں ۔ جن کے کھانے سے پیشاب چنک سے ہوتا ہے ۔ چارپائی دروازے میں ڈالدی جاتی ہے ۔ اتنی مجال کہاں کہ کچھ کہہ سکیں اگر کچھ کہتے ہیں تو اولاد مقابلہ میں آتی ہے ٹکر ٹکر دیکھنے کے سوا کچھ کر نہیں سکتے اگر کہیں کے رئیس ہیں تو اولاد ہر وقت انتظار کرتی ہے کہ بڑے میاں تشریف لیجائیں تو ہم خوب گلچھرے اُڑائیں ۔ غرض من نعمرہ ننکسہ فی الخلق کے پورے مصداق بن گئے اور طفلی و جوانی و پیری کے قید خانہ میں مقید رہے ۔ آخر بیمار ہوئے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائیں ۔ پیشاب و پاخانہ خطا ہونے لگا ۔ اور تڑپ تڑپ کر روح نے اس جسم خاکی کو خیر باد کہا ۔ رونا پیٹنا ہوا کفن آیا ۔ چارپائی پر جنازہ رکھا گیا نہلا دُھلا کر ہاتھ پیر باندھکر آنکھوں پر پٹی باندھکر لوگ کندھوں پر رکھکر اُٹھالے چلے غرض مرنیکے بعد کچھ عزت تو ملی ۔ مگر آخر قبر کھودی گئی ۔ اور اُسمیں دائم الحبس کردیے گئے اب کیا عرض کریں ۔ جب سے پیدا ہوئے قید میں ہی رہے ۔ اگر کسی مذہب کے پابند رہے تو اُسکی قید ایسی رہی کہ کبھی اپنی خواہش کے موافق کوئی کام نہ کرسکے ۔ صبح ہی صبح اُٹھتے ہیں ۔ آنکھوں میں خمار ہے ۔ وضو کرتے ہیں ۔ چاہے جاڑا ہو یا گرمی ۔ پھر مسجد جاتے ہیں ۔ اور نماز پڑھتے ہیں تو خدائی تازیانہ کا خیال ۔ عتاب کا خوف اگر خلوص سے پڑھتے ہیں تو ریا کا ڈر ۔ ذرا بھی غیر کا خیال کا آیا اور طمانچہ لگا ۔ ایک روز لوگوں نے امام بنادیا ۔ نماز تھی جہر کی قرأت زور سے پڑھی ۔ باوجود اِسکے کہ نہ علم قرأت سے واقف نہ آواز میں درد ۔ فوراً خیال آیا کہ ہمارا قرآن پڑھنا لوگوں کو پسند آیا ہوگا اگر سوگئے ۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ نماز پڑھ رہا ہوں اور کعبہ کو پشت ۔ اور نماز پڑھنے

سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہوں۔ بیدا ہوا۔ اپنے اوپر نفرین کی کہ خدا کی بندگی میں دوسروں کا خیال آنیکے کیا معنی۔ مال سے محبت۔ جی چاہے کہ سارے دولت اپنے پاس رہے۔ کسی کو نہ دیجائے۔ اُسپر یہ حکم کہ زکوۃ دو۔ صدقہ دو۔ مسکینوں کو کھلاؤ۔ مسافروں کو دو۔ یہاں دو۔ وہاں دو۔ خیرات کرو۔ اور ذوی القربے کا دینا سب سے مقدم رکھو۔ بھلا اس قید کا کیا ٹھکانا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ قبر میں دائم الحبس کر دئے گئے۔ یا جلاکر۔ خاک بناکر ہوا میں اُڑا دیئے گئے۔

باوجود ان حالتوں کے پھر بڑے خوشی میں آکر اپنے آپ کو کہتے ہیں ہم ہی کی اصلاح کے واسطے خدا نے انبیاء بھیجے۔ اولیاء پیدا کئے۔ بہتیری ترکیبیں اصلاح کی ہوئیں۔ مگر حضرت یہ انانیت نہ گئی۔ مرتے مرتے اسی انانیت کی اصلاح کرتے گئے۔ اسکی قید سے نہ چھوٹے۔

یہ تھی ہماری کہانی۔ اب اس جسم کی صحبت کا اثر دیکھئے۔ کس ناپاکی و غلاظت سے تو آپ برآمد ہوئے تھے۔ صحبت میں آپ کی یہ اثر تھا کہ اگر کپڑے نے ساتھ دیا تو وہ بودار ہوا۔ میلا ہوا۔ خراب ہوا۔ غذا نے ہمدردی کی تو وہ اسکی صحبت سے نجاست بنی۔ پانی نے جو ساتھ دیا باوجود اسکے کہ یہ سیکڑوں کو پاک کر دیتا ہے مگر اسکی صحبت میں آکر پیشاب بن گیا۔ بھلا غور کرو کہ جب اس جسم کی صحبت میں یہ اثر ہے تو اسمیں کسقدر ناپاکیاں ہونگی۔ اسیواسطے طہارت فرض کیگئی جو لوگ اسکی خیر خواہی میں مبتلا رہے۔ اُنکی کیا بری گت بنی۔ اور جن لوگوں نے اسکی پرواہ نہ کی اور جس چیز کی بدولت یہ حضرت کام کر رہے ہیں۔ اُسکی تقویت دینے میں کوشش کی۔ انہوں نے دنیا و دین میں عزت پائی۔ وہ مقبول ہوئے۔ خدا کے مقرب ہوئے سچ ہے بقول مولنا روم رح ؎

کار خود کن کار بیگانہ مکن درزمین دیگران خانہ مکن

کیست بیگانہ تنِ خاکیٔ تو ۔۔۔ ہست ہمراہ وست غمنائی تو

ہم جب تک ہم ہیں۔ تمام قیودات میں مقید ہیں گے۔ اور جب ہم۔ ہم نہ رہینگے تو آزاد ہو جائینگے۔ اور روحانی قوت سے سرافراز ہونگے۔ بقول حافظ شیرازیؒ

حافظا صبور باش کہ در راہ عاشقی ۔۔۔ ہر کس کہ جاں نداد بجاناں نمیرسد۔

موتوا قبل ان تموتوا کے یہی معنی ہیں +

اب میں رخصت ہوتا اور اس سمع خراشی کی معافی چاہتا ہوں۔ اللّٰھمّ وفقنا لما تحب وترضاہ +

فرید احمد عباسی۔ بیگم پور

مطبوعات جدید

صبح صادق حضرت بندگی مخدوم سید صادق شاہ حسینی سرمست مدنی قدس سرہ العزیز کے حالات اور کشف و کرامات میں مولوی بشیر الدین احمد نقوی نے تالیف فرمائی ہو ضمناً کچھ تاریخ جغرافیہ شہر گلشن آباد عرف ناسک کا بھی آگیا ہو حجم ۳۲ صفحے قیمت ۲ ر + مؤلف موصوف سے خانقاہ شریف ناسک کے پتہ پر خط و کتابت کیجیے +

انتخاب دیوان اشرف منشی اشرف علی اشرف کسمنڈوی شاگرد جناب نسیم دہلوی کے دیوان کا انتخاب از سید فضل الحسن حسرت موہانی اڈیٹر اردوئے معلی۔ شروع میں منشی صاحب کی ذاتی اور خاندانی کیفیت مذکور ہے اور کلام پر تنقید کیگئی ہو۔ مولانا حسرت کی خدمات قابل قدر ہیں۔ حجم ۸۰ صفحے قیمت ۵ر دفتر رسالہ اردوئے معلے علیگڈھ سے طلب کیجیے +

حزب الاعظم شیخ محی الدین تاجر کتب۔ ابراہیم روڈ۔ معسکر بنگلور نے دعاؤں کی اس مشہور و معروف عربی کتاب کو مع ترجمے اور حاشیے کے بڑی دلفریب شکل میں شائع کیا ہے۔ ضخامت ۱۷۶ صفحے۔ ہدیہ صرف ۸ ر + ہر پڑھے لکھے مسلمان کو اسے خریدنا چاہیے +

غیبی مخلوق

ہندوستان اور ایشیا کی پستی کے اسباب میں ایک بڑا سبب یہ بھی ہو کہ یہاں کے باشندے اغیار پرست ہو گئے ہیں۔ جو بات اہل یورپ کی زبان و قلم سے نکلتی ہو۔ اُسپر بے چون و چرا ایمان لے آتے ہیں۔ بھوت۔ پریت۔ جن۔ شیطان کے وجود پر جو ان قوموں کو اعتقاد نہیں ہو تو ان کی دیکھا دیکھی ہندوستانی بھی اس غیبی مخلوق کی ہستی سے انکار کرنے لگے۔ یہ کوئی نہیں خیال کرتا کہ خدا کی قدرت کے ہزاروں راز ابھی ایسے باقی ہیں جنکی حقیقت یوروپین فلاسفروں کو ذرا بھی معلوم نہیں ہوئی ہو۔ اور انہوں نے خود اسکا اقرار کیا ہو کہ دنیا میں غیبی مخلوقات کے وجود کا عقیدہ محض وہمی یا خیالی نہیں ہو۔ اگر اسکی نئے طریقوں سے تحقیقات کیجائے تو ہر شخص تسلیم کریگا کہ واقعی اس آسمان کے نیچے انسان اور حیوانات کے علاوہ اور بھی عجیب و غریب خلقت رہتی ہو۔

یوروپ و امریکہ کے ماہواری رسالوں اور اخباروں میں گاہے گاہے ایسے واقعات چھپا کرتے ہیں جیسے جنات کی نامعلوم باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ یا بھوت پریت کے افسانے سچے نظر آتے ہیں۔ چونکہ اہل مغرب فی زمانہ ہندوستانیوں کے نزدیک ایسے پختہ خیال اور سچے ہوتے ہیں کہ وہ جو کچھ بیان کریں یا تسلیم کریں اُسکو یقینی اور واقعی تصور کیا جاتا ہو۔ اسلئے یہاں پہلے انہیں کے بیانات کا ترجمہ شروع کیا گیا ہے۔ اسکے بعد عربی۔ فارسی اور سنسکرت میں اسکے متعلق جس قدر ذخیرہ مل سکیگا اُسے شائع کیا جائیگا۔

ذیل میں جو واقعہ ایک انگلستانی مکان کے آسیب کا درج ہے وہ عقل و قیاس سے علیحدہ چیز ہے۔ جسکا سمجھنا آسان نہیں ہو۔ اگرچہ واقعہ نویس نے اپنی فلاسفی کو اِس قصہ

میں دخل نہیں دیا ہے۔ اور پبلک پر اسکا فیصلہ چھوڑ دیا ہے مگر واقعات کے عجائبات ثابت کرتے ہیں کہ اُسکی سمجھ آسیب کے کرشموں کو دیکھکر بالکل حیران ہو گئی ہے۔ اس سلسلہ کے خاتمہ پر بحث بلا منظوری و پسندیدگی ناظرین جو امید ہے کئی مہینوں تک چلتا رہیگا۔ اسلامی اور ہندوانی عقیدہ کے بموجب غیبی مخلوقات کی فلاسفی پر کچھ لکھا جائیگا۔ جس سے ان واقعات عجیبہ کی حقیقت ذہن نشین ہو سکیگی۔

کچھ عرصہ گزرا قصبہ کانیکرک میں سڑک کے کنارے کئی فیٹ کی کرسی کا ایک مکان تھا جسے حادثات زمانہ نے اب مٹا کر سطح زمین کے برابر کر دیا ہے۔ لیکن جو واقعات وہاں پیش آئے تھے وہ ایسے حیرت انگیز تھے کہ ابھی تک وہاں کے لوگوں کے دلوں سے محو نہیں ہوئے ہیں۔ اور ہمیشہ اس مکان کی یاد تازہ کر دیتے ہیں جس وقت کا مجھے ذکر کرنا مقصود ہے اُسوقت اس مکان میں دو بھائی بہن رہا کرتے تھے جن کا نام ولسن تھا۔ یہ لوگ کسان تھے۔ بھائی نے کچھ ایکڑ پتھریلی اور پہاڑی زمین کا کام لے رکھا تھا۔ اور بہن گھربار کا انتظام کیا کرتی تھی اُنکے پاس اپنی ذاتی بھی ایک زمین تھی اور یہ اتنی استطاعت رکھتے تھے کہ دو تین گائیں رکھ سکیں۔ ان کا ایک چھوٹا بھائی اور تھا۔ جسنے کینیڈا کو ہجرت کر لی تھی جب وہ یہاں تھا تو اپنی بہن سے ایسی بُری طرح پیش آتا تھا کہ سارا قصبہ اسپر تھڑی تھڑی کرتا تھا۔

گرمی کے موسم میں ایک دن شام کے وقت جارج ولسن اپنے کام پر سے گائیں ہنکو لیتا ہوا گھر آیا۔ اور اُنہیں باندھ بوندھکر باورچی خانہ میں کھانا کھانے بیٹھا تھا کہ اُسے اپنی بہن کے گنگنانے اور دودھ دوہنے کی آواز سنائی دی۔ آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ مگر جون جولائی کے مہینوں میں اسکے بعد بھی کچھ دیر تک خاصی روشنی رہتی ہے۔ جارج ولسن باورچی خانے میں کھڑکی کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ جہاں سے وہ اپنی بہن کو بآسانی دیکھ سکتا تھا اُسکے گانے کی آواز سُنکر اُسکی نگاہ اُسطرف اُٹھ گئی۔ نوالہ لینے کے لیئے اُسنے ذرا نگاہ نیچی کی۔ اور پھر جو

اسطرف دیکھا تو اُسے ایک پرچھائیں سی ادہر اُدہر پھرتی ہوئی نظر آئی۔ لیکن پیشتر اس کے
کہ وہ اِسکی قطع وضع کا اندازہ کرے وہ غائب ہوگئی۔ اور اُسیوقت گانے کی آواز بھی فوراً تھم
گئی۔ ایک لمحہ کے بعد اُسکی بہن نے ایسی چیخ ماری کہ وہ ننگے پاؤں دوڑ پڑا۔ دور سے اُسے
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُسکی بہن کسی سے کشتیاں لڑرہی ہے۔ لیکن جب وہ اُسکے نزدیک پہنچا
تو اُسنے دیکھا کہ وہ اپنے آدمے دھڑ پر کھڑی ہے۔ اُسکا چہرہ سیاہی مائل ہوگیا تھا۔
اُسکی آنکھیں نکلی پڑتی تھیں۔ اور اپنے ہاتھوں کو وہ اپنے گلے پر بار بار اِسطرح لیجاتی تھی
جیسے اُسمیں کوئی پھندا لگا ہوا ہے۔ اور وہ اُسے چھڑانا چاہتی ہے۔

اِسکے بھائی کے وہاں پہنچتے ہی وہ دباؤ جو اُسکے گلے پر تھا اُسکے ساتھ پڑنے لگا اور
وہ ہانپ ہانپ کر جلدی جلدی سانس لینے لگی۔ بول تو کیا سکتی تھی مگر اِسنے اشاروں میں
اپنے بھائی سے کہا کہ مجھے اندر لیچلو۔ اِسکے بعد سے اِسکی حالت سنبھلتی گئی۔ اور ایک گھنٹہ
بھر میں وہ خاصی اس قابل ہوگئی کہ جو کچھہ اُسپر باٹر[1] میں گزرا تھا اُسے بیان کرے۔ اُسنے
اِس طرح اپنے بھائی سے کہنا شروع کیا۔ "میں نے نہورے میں بیٹھے بیٹھے سامنے جو
نگاہ کی تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرا چھوٹا بھائی پھر رہا ہے جو تھوڑی دیر میں دیوار کی آڑ میں
ہوگیا۔ میں سمجھی کہ وہ کیفیڈ لے سے پھر آگیا ہے۔ مگر اس خیال نے پورے طور سے میرے دل
میں جگہ بھی نہ پائی تھی کہ وہی شکل بالکل نہورے کے دروازے میں آکھڑی ہوئی۔ اب کے وہ
شکل دُھندلی اور بالکل ایک سایہ سی تھی میں خوف زدہ ہو کر چیخنا چاہتی تھی کہ وہ سایہ
چھلانگ مار کر مجھپر آتا ہوا دکھائی دیا۔ اور اُس نے فوراً میرے گلے میں انگلیاں گاڑ دیں
مجھے اُسکے بازو دکھائی دیتے تھے۔ اور اُسکی انگلیوں سے میرے گلے میں بڑی تکلیف ہورہی
تھی لیکن جب میں نے اپنے آپ کو چھڑانا چاہا تو میرے ہاتھوں کو اُسکا جسم مطلق محسوس نہوا
قصہ مختصر جسوقت تم نے دروازے میں قدم رکھا ہے۔ اُسوقت وہ شکل میرا گلا گھونٹ رہی

---

[1] باٹر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں گائیں بھینسیں بندھتی ہیں اور جسے ہندی زمیندار کھور بولتے ہیں۔

تھی۔ اور جب تم میرے بالکل قریب پہنچگئے تو اُس نے اپنی گرفت کو ڈھیلا کرنا شروع کردیا اور آناً فاناً یں جدہر سے آتی دکھائی دی تھی اُسیطرف کو غائب ہوگئی۔ لیکن جاتے جاتے بھی وہ مجھے بڑی قہرآلود نگاہوں سے دیکھتی ہوئی گئی۔ اور ہو نہ ہو وہ میرے انگلینڈ آگئے ہوئے بھائی کی شکل تھی +

خیر جو کچھ بھی ہو۔ لیکن اسمیں شک نہیں کہ اُسکی حالت تھی بہت تباہ۔ اور بھائی کی تاویلات سے اُسکے اور آگ لگتی تھی۔ وہ رات بھر نہ خود سوئی نہ اُسے سونے دیا۔ اور دونوں نے آگ کے پاس بیٹھکر صبح کردی۔ جب صبح ہوئی تو اُسکا ڈر کچھ کم ہوا۔ اور وہ اس بات پر راضی ہوگئی کہ کوئی گھڑی پڑرہے مگر بھائی سے کہا کہ تم بھی اپنا بچھونا میرے ہی کمرے میں اُٹھالاؤ۔ اور یہیں سورہو۔ وہ دونوں بآرام سوئے اور خوش خوش اُٹھے +

شام کی واردات کا بالکل کھٹکا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ خود بھی یہ سمجھنے لگی کہ میں نے جاگتے میں خواب دیکھا تھا۔ دوسری شام کو دونوں بہن بھائی سویرے ہی سے بچھونوں میں جا دبکے۔ آج ابھی آسمان پر اچھی طرح سیاہی منودار بھی نہ ہوئی تھی کہ بادرچیخانہ میں خوفناک کھڑ بڑ کھڑ بڑ ہونے لگی اول اول تو جارج ولسن بے پروائی سے ٹالتا رہا۔ مگر جب وہ آواز بند نہ ہوئی تو آخر اُٹھا اور لیمپ جلانے لگا۔ روشنی کے ہوتے ہی آواز بالکل بند ہوگئی۔ مگر ابھی وہ آرام سے پلنگ پر بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ اُدھر سے عجیب عجیب آوازیں آنے لگیں۔ الغرض ساری رات اسی اُٹھنے بیٹھنے میں کٹی۔ صبحکو دونوں کے چہروں پر سخت تکان اور پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ اور اس بات کا یقین ہوگیا کہ ضرور اس مکان میں کچھ اثر ہوگیا ہے۔ ابتک انہوں نے اس معاملہ کو کسی شخص پر ظاہر نہیں کیا تھا۔ مگر آج رات کے واقعے سے مجبور ہوکر اُنھوں نے اپنے دو ایک پڑوسیوں سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ ان میں سے کئی دوسری شب ان کے ہاں سونے کیلئے تیار ہوگئے۔ اول اول ایسی خاموشی رہی کہ اُن سبنے جارج ولسن کا مذاق اُڑانا شروع کردیا۔ آخر اُسنے کہا کہ اچھا ذرا روشنی بڑھادو

اور دروازے بند کرکے اندر بیٹھو۔ دروازے کا بند کرنا تھا کہ باورچیخانہ میں بڑے زور کا دھڑاکا ہوا۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ تانبے چینی کے سب برتن گر پڑے۔

چنانچہ ایک آدمی چراغ لے کر باورچی خانہ میں گیا۔ مگر وہاں ایک چیز بھی گری پڑی نہ معلوم ہوئی۔ سارا مکان چھان مارا۔ مگر کسی کا نشان تک نہ پایا۔ آخر سب کمرے میں چلے۔ لیکن وہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہی نہ تھے کہ پھر وہی دھڑاکا ہوا۔ جیسے کسی نے دیوار پر کرسی دے ماری۔ دوبارہ دیکھ بھال فضول سمجھکر یوں ہی بیٹھے بیٹھے ساری رات گزار دی۔ اور صبح ہوتے پر وہ تمام باتیں بھی بند ہوگئیں +

بس پھر کیا تھا ان باتوں کا تمام شہر میں چرچا ہو گیا۔ اور چونکہ ہر شب ایسے واقعات کا معمول ہوگیا تھا اسلیئے ہر وقت لوگ اِنہیں کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ اور دونوں بدقسمت بھائی بہن خوف کے مارے دیوانے سے ہو گئے تھے۔ نیند اُنکے لیئے حرام تھی۔ اگر کسی ہمسایہ نے رحم کھاکر کبھی سونے کو جگہ دیدی تو سو رہے ورنہ یونہی جاگتے جاگتے۔ بیسیوں راتیں اُن غریبوں پر گزر گئیں۔ اسکے دفعیہ کی بہتیری تدبیریں کی گئیں۔ مگر اِن باتوں میں اُلٹی روز بروز ترقی ہوتی رہی۔ بالآخر اُنھوں نے ایک ایسے شخص سے مدد کی درخواست کی جسکے نڈر ہونے کا تمام ملک میں شہرہ تھا۔ اور کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ میں نے خود بارہا اسکی زبان سے اُس شب کے حالات سُنے ہیں جو اُس نے اُس آسیب زدہ مکان میں گزاری تھی۔ رچرڈ نیسبس اُس شخص کا نام تھا اور یہ لڑکپن ہی سے بھوت پریت کے معاملہ میں انتہا درجہ کا بے خوف مشہور تھا۔ یہ نہیں کہ وہ اِن باتوں سے منکر تھا۔ بلکہ وہ پکا دیندار اور فوق العادت باتوں پر یقین رکھنے والا شخص تھا۔ لیکن ہاں اِس معاملہ میں خوف مطلق نہیں کرتا تھا۔ وہ گھنٹوں ایسی سڑکوں پر پھرنے میں صرف کردیتا تھا جہاں سمجھا جاتا تھا کہ بھوت پریتوں کا گزر ہے۔ اور ہر وقت ایسی جگہ جانیکے لیئے تیار رہتا تھا۔ جہاں کسی بھوت کے ہونیکا خیال بھی پیدا ہو جائے +

چنانچہ وہ ولسن کے کہتے ہی فوراً اسکی مدد کیلئے تیار ہوگیا۔ میں شب مذکور کا حال قریب قریب اسی ہی کے الفاظ میں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں •

ماہ جولائی میں شام کے کوئی ۸ بجے میں ولسن کے مکان کیطرف روانہ ہوا۔ عاقبت اندیشی کے خیال سے میں تلوار لیتا گیا تھا اور مصمم ارادہ تھا کہ بھوت پریت مجھے دکھائی دیا اور میں نے تلوار کی نوک اسکے پیٹ میں بھونکی۔ جب میں وہاں پہنچا تو دونوں بھائی بہن موجود تھے۔ لڑکی مکان چھوڑ دینے پر اصرار کرتی تھی۔ میں نے انہیں منع کیا۔ اور کہا کہ یہیں رہنا چاہیئے۔ اسکے بعد میں نے تمام مکان کا کونہ کونہ دیکھا اور کوئی ۱۱ بجے سب سے کہا کہ اب چلکر سو رہو۔ میں نے دروازے کو مقفل کر دیا۔ اور آگ لیکر ولسن کے ساتھ اسکے کمرے میں آیا۔ یہاں ہم تھوڑی دیر بیٹھے رہے مگر چونکہ کسی قسم کا کھٹکا نہوا۔ اسلئے میں نے دونوں سے کہا کہ یوں ہی کپڑے پہنے پہنے سو جاؤ۔ اور ایک شمع جلا کر میں نے میز پر رکھ لی۔ اور خود ایک کرسی پلنگ کے پاس گھسیٹکر اوسپر سر ٹیک کر بیٹھ گیا۔ مجھپر بھی غنودگی کا غلبہ ہونے لگا۔ مگر میں نے لیمپ گل کیا۔ اور لیٹ رہا۔ میری آنکھ یونہی سی جھپکی تھی کہ لڑکی نے اس زور سے چیخ ماری کہ میں ایکدم سیدھا کھڑا ہوگیا۔ اور اسکی زبان سے نکلا "وہ رہا" اور فوراً ایک دھماکا ہوا۔ جیسے کوئی وزنی چیز کسی نے کمرے میں پھینکدی لیکن نہ کوئی چیز ادہر ادہر سے آتی دکھائی دی۔ اور نہ کوئی کمرے کی چیز ادہر سے ادہر ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک کرسی لڑکی کی چارپائی کے پاس آپڑی۔ میں اسطرف جھپٹا۔ مگر وہاں کیا رکھا تھا۔ لڑکی نے پھر ایک چیخ ماری۔ جس سے میں پھر اس طرف مڑا۔ اور کیا دیکھتا ہوں کہ چارپائی اچھل رہی ہے۔ جیسے کوئی اسکے نیچے بیٹھا اسے اچکا رہا ہے۔ میں زمین پر لیٹ گیا اور تلوار لیکر میں نے چارپائی کے نیچے چاروں طرف پھرائی۔ اب سے چارپائی کا ہلنا جلنا تو بند ہوگیا۔ مگر ایک کرسی اور کسی نے کمرے کے دوسری طرف دے پٹخی تھوڑی دیر سکوت رہا۔ مگر جونہی میں بیٹھا وہی کرسی جسے میں نے اٹھا کر مناسب جگہ پر رکھی تھی کمرے کے

دروازے پر جا پڑی۔ اور چارپائی پھر اُچھلنے لگی۔ پھر میں نے چارپائی کے نیچے تلوار کو اِدھر اُدھر پھرایا۔ مگر پہلے کی طرح پھر کرسی نے بھی اِدھر سے اُدھر اچھلنا شروع کر دیا۔ میں میز کے پاس گیا اور میں نے لیمپ روشن کیا۔ فوراً سب چیزیں ساکن ہو گئیں۔ مگر تھوڑی دیر بعد۔ باورچیخانہ میں کھڑ کھڑ ہونے لگی۔ میں بھاگا بھاگا وہاں گیا کہ اِدھر سے لڑکی نے ایسی چیخ ماری کہ میں اُلٹے قدموں کمرے میں پھرا۔ اسے دیکھا کہ خوف کے مارے کانپ رہی ہے۔ اور چہرے پر ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ آرہا ہے۔ میں نے حال پوچھا تو بولی کہ جونہی تم نے کمرے سے باہر قدم رکھا ایک سایہ کی سی شکل اُچک کر میرے پلنگ پر آن پڑی اور میرا گلا گھونٹنا چاہتی تھی۔ مگر اُسکے بھائی کو وہ شکل بالکل نہیں دکھائی دی تھی ہاں چارپائی کسی قدر دبی ہوئی سی اُسے بھی معلوم ہوتی تھی +

میں نے شمع کو میز پر رکھدیا اور پلنگ پر بیٹھ گیا۔ میں کوئی گھنٹہ بھر تک بیٹھا رہا مگر کہیں سے کوئی آہٹ نہ سنائی دی۔ میں نے پھر چراغ ٹھنڈا کر دیا اور لیٹ رہا بہت دیر تک خاموشی کا وہی عالم رہا۔ لیکن میں لیٹا ہوا سوچ ہی رہا تھا کہ اب جو کچھ بھوت پریت یہاں تھا وہ بھاگ گیا کہ خود میری ہی چارپائی اُٹھنے لگی۔ میں نے جھک کر نیچے دیکھا کہ کہیں کوئی جانور تو نہیں ہے۔ اور پھر اِدھر اُدھر تلوار سے ٹٹولا۔ مگر چارپائی کا وہ اُچھلنا بند نہ ہوا۔ میں مجبور ہو کر لیٹ رہا تو چارپائی ٹھہر گئی۔ مگر باورچیخانہ پھر چیزوں کے ٹوٹنے پھوٹنے کی آوازیں آنے لگیں۔ میں تلوار لیکر اٹھا۔ مگر چونکہ چاندنی خوب چٹک رہی تھی۔ اِس لیئے میں نے کھڑکی سے دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ باورچیخانہ کی آواز بند ہوئی کہ کسی نے دروازے پر پتھر دے مارا۔ لیکن اِسکے بعد کوئی بات پیش نہ آئی اور صبح تک بالکل امن رہا۔" نہ اُسوقت کوئی ٹھیک بات معلوم ہوئی۔ نہ بعد میں کچھ عقدہ کھُلا کہ کیا معاملہ تھا۔ خیر جو کچھ بھی ہو۔ وارداتیں اُس وقت تک اُس مکان میں ہوا کرتی رہیں جبتک و لسنز کا اُس سے تعلق رہا اور اُنکو وہاں زندگی گزارنی دشوار ہو گئی +

چنانچہ دوسرے موسم خزاں میں اُنہوں نے اُسے فروخت کر دیا۔ اور خود قسمت آزمائی کے لیئے کہیں دور دراز ملک میں نکل گئے۔ اُن کی کھیتی باڑی کے مالک ان کے ہمسایہ ہو گئے۔ اور وہ مکان ہمیشہ غیر آباد رہا۔ کئی برس گزرنے کے بعد اُس کے نئے مالکوں نے اُسے بطور اصطبل کے استعمال کرنا چاہا۔ لیکن دوسرے ہی دن اُنہیں تنبیہ ہو گئی۔ یعنی وہ گھوڑی جسے رات کیوقت قفل لگا کر اسمیں بند کیا گیا تھا۔ دوسرے دن صبح کو اُس مکان سے بہت فاصلے پر تڑپتی ہوئی اور پسینے میں شرابور پائی گئی اور مکان اُسی طرح مقفل رہا۔ دروازے کے علاوہ سوائے ایک چھوٹی سی کھڑکی کے نکلنے کیلئے دوسرا کوئی رستہ نہ تھا۔ مگر گھوڑی کے قد و قامت کا خیال کر کے اُسکا اسمیں سے نکلجانا اعجاز سے کم نہیں تھا۔ مالک موصوف کے لیئے اتنا سبق کافی تھا۔ اور اُس نے اسی میں خیریت سمجھی کہ اس مکان کو ڈھا کر اسکا خاتمہ کر دے۔ چنانچہ اب اسکا اتنا بھی نشان نہیں پایا جاتا کہ اُسکی حدود بھی بتائی جاسکیں۔

اب میں صرف اتنا لکھکر اس بیان کو ختم کرتا ہوں کہ میں نے ولسنز کا بہت کھوج لگانا چاہا۔ مگر اُنکے بعد کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ میرا خیال ہے کہ وہ امریکہ چلے گئے۔ اگر یہ درست ہے تو گویا اُنہیں اپنے تمام پچھلے تعلقات کو ترک کر دینا پڑا۔ مگر ان کے اُس مکان کے چھوڑنے سے کچھ دن پہلے اتنا معلوم ہو گیا تھا کہ خاص اُس دن جبکہ وہ شکل پہلی دفعہ دکھائی دی تھی۔ اُن کے کینیڈا گئے ہوئے بھائی کا انتقال ہوا تھا۔

(ماخوذ از اوکلٹ ریویو) محمد الواحدی

۲۶ء

مولانا بہار الدین رح

جناب مکرم معظم ملا محمد الواحدی صاحب دام اکرامہ۔ سلام مسنون۔

شوال کا نظام المشائخ ابھی پہنچا۔ کھولا۔ اور دیکھا۔ پرچے اس سے قبل بھی پہنچے اور دیکھے۔ کم و بیش ہر مضمون کا اثر ہوا۔ لیکن شوال کے نمبر نے غمزدہ اور بیاد دل کیسا تھ عجب سلوک کیا۔ درد نہانی میں نئی چمک پیدا ہوئی۔ لیکن اس درد میں مزا تھا۔ درد دل اتنے دنوں سے ہو کر عادت ہو گئی اب کچھ تخفیف ہوتی ہے تو گھبراتا ہوں میں مولانا حسن مرتضیٰ صاحب شفق عمادپوری کی نظم "بے ندکی عید کیا" نے بہت لطف دیا۔ نیچرل رنگ اور رقت کی بات مزہ دیگئی۔ لیکن عجیب درد دلکش اور مستانہ تضمین مولانا احمد حسین صاحب امجد کی تھی۔ خداوند کریم حضرت امجد سلمہ اللہ الرحمان کو خیر و برکت عطا فرمائے۔ حضرت حافظ رح کی نعتیہ غزل پر کیسی تضمین کی ہے۔ مولانا! اول تو حافظ رح کا کلام حال اور اسپر مولانا امجد کی تضمین صوفیانہ ڈھنگ میں۔ بس اسکا مزہ کوئی میرے دل سے پوچھے۔ شعبان ۱۳۴۲ھ کے پرچہ میں مولانا محمد حبیب الرحمن خانصاحب حسرت شروانی نے بھی درد میں گھلی ہوئی حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی غزل کی تضمین کی تھی۔ اور جو لطف اسمیں آیا تھا بجنسہ وہی مزہ اب آیا۔ مولانا نجمی کی بھی صوفیانہ غزل خوب ہے اور لاجواب ہے۔

حضرت امیر خسرو رح کی غزل پر میرے ایک گریجویٹ صوفی مشرب دوست تضمین کر رہے ہیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ عنقریب ارسال کرونگا۔

یا مولانا۔ فی الواقع تسکین قلب صوفی منش و مشرب لوگوں میں ملتی ہے۔ دنیا کے جنجال ظاہری تفریح کے لیئے تو کافی ہیں۔ لیکن باطنی بہلاؤ کے لیئے بیکار۔ دنیا سے آزاد

ہوکر جن لوگوں نے رستہ اختیار کیا ہے وہ ہی تسکین قلب کے امین ہیں +

مدتوں سے امراض صعب میں مبتلا ہوں۔ صحت بالکل برباد ہو چکی۔ تفکرات و ترددات نے مضمحل کر رکھا ہے۔ غرض ع مردہ زندہ نما ہوں مری نا بود سے بود + اگر مشائخ حلقہ میری جملہ حاجات کیواسطے دعا فرمائیں۔ اور اُن بزرگوں کے فیض سے خداوند کریم مقاصد کو بر لائے اور مجھے پھر انسان بنا دے تو منت تو نہیں البتہ بہت کچھ خدمت کرونگا۔ میں تو دعا کرتے کرتے تھک گیا۔ اعمال بد اسقدر زیادہ ہو رہے کہ دعا مستجاب نہیں ہوتی۔ قصور اپنا ہے نہ کہ نعوذ باللہ ارحم الراحمین کا۔ لیکن بزرگ حضرات جب دعا کرینگے تو خدائے پاک ضرور قبول فرمائیگا۔ امید ہی اور یقین ہے + عند اللہ کام ہے ضرور کوشش کرائیے۔ بندہ ناچیز تو مشکور ہوگا ہی بلکہ درگاہ ایزدی سے آپکو بھی اجر ملیگا +

مولانا بہاءالدین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ارسال ہیں۔ درج فرما دیجئے +

عاصی پر معاصی محمد شفیع الدین خاں قادری نازی

مولانا بہاءُ الدین رحمہُ اللہ

تمہید مولانا جلال الدین محمد رومی رح کو ایک زمانہ جانتا ہے وہ درویشی و علمی دنیا کے آفتاب تھے۔ آج ہم ناظرین کو اُنکے والد ماجد مولانا بہاءالدین رح کے حالات سنانا چاہتے ہیں۔ اِسکے بعد انشاء اللہ تعالیٰ دوسری اشاعت میں مولانا شمس تبریزی رح کی سوانحعمری لکھیں گے۔ یہ حالات بہت مختصر ہیں۔ لیکن مجبوری ہے کہ مختلف مستند مورخوں نے اِنکے جزوی حالات پر ہی اکتفا کیا ہے۔ البتہ مولانا رومی رح کے تذکرے تاریخوں میں وسعت کیساتھ موجود ہیں۔ اور اُسکی وجہ معقول بھی ہے۔ مولانا صاحب رحمۃ اللہ نے مثنوی شریف کی بدولت جو ناموری تصوف و علم کے کوچہ میں حاصل کی اُس نے

آفتاب کی طرح آپکو روشن کردیا۔ اور خدا کے سخن مولانا جامی رح کہہ اُٹھے کہ؂

مثنوی مولوی معنوی — ہست قرآں در زبان پہلوی

من چہ گویم وصف آں عالیجناب — نیست پیغمبر ولے دارد کتاب

وطن مولانا بہاءالدین محمد رح کا اصل وطن بلخ تھا۔ علم و فضل تصوف میں یکتائے زمانہ تھے۔ خراسان کے دور دراز مقامات سے اِنکے پاس فتاوے آتے تھے بیت المال سے کچھ وظیفہ مقرر تھا۔ اور وہی بسر اوقات کی صورت تھی۔ مولانا کا معمول تھا کہ صبح سے دوپہر تک درس دیتے اور اسکے بعد حقائق و معارف بیان کرتے۔ پیر اور جمعہ کا دن وعظ کے لیئے مقرر تھا۔

سلسلۂ نسب نسب نامہ یہ ہے۔ محمد بن محمد بن حسین بن احمد بن قاسم بن مسیب بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابابکر صدیق رضوان اللہ اجمعین۔

مولانا بہاءالدین صاحب کے وقت میں خوارزم شاہی حکمراں تھے۔ جن کی سلطنت خراسان سے لیکر عراق تک پہیلی ہوئی تہی۔ اور دو سو تئیس ۲۲۳ سال تک ان بادشاہوں نے نہایت دبدبہ و عظمت کیساتھ حکومت کی۔ محمد خوارزم شاہ جو ان حکمرانوں میں بہت بڑا سلطان گزرا ہے۔ مولانا صاحب کا خاص حلقہ بگوش تھا۔ اور اکثر اُنکی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔

امام رازی صاحب کی مخالفت امام رازی سلطان محمد خوارزم شاہ کے ندیم خاص تھے۔ امام صاحب کے حالات بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ان کی بیش بہا تالیفات مذہب علم کی جان ہیں لیکن وہ فلسفی تھے اور مولانا صاحب صوفی۔ چنانچہ جب کبھی امام صاحب سلطان کی ہمراہ مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تو مولانا صاحب فلسفۂ یونان اور فلسفیان کو نہایت بُرا کہتے۔ یہی وجہ امام صاحب کی مخالفت کی تہی۔ مگر سلطان کے خوف سے کچھ کہہ نہ سکتے تھے۔

ایک دفعہ حسب معمول سلطان مع امام صاحب مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اُس وقت

خلاف معمول آپکے دولت خانہ پر ہزاروں لوگوں کا مجمع تہا حالانکہ یہ نئی بات نہیں ہے فقراء و صلحاء ہمیشہ مرجع انام ہوا کیئے ہیں۔ لیکن سیاسیات کی رو سے ایسے بزرگ ہمیشہ حکومت کی نظروں میں کھٹکتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی بندش مامون رشید کیوقت میں۔ اور حضرت مجدد الف ثانی رح کی قید جہانگیر کے زمانہ میں اس امر کے شاہد ہیں۔ سلطان نے یہ مجمع دیکھکر امام صاحب سے کہا کہ معاذ اللہ کیسا اژدہام ہے میں باوجود بادشاہ ہونیکے بہی اتنا محبوب نہیں ہوں۔ خوارزم شاہ نے اتنا نہ سوچا کہ یہ محبت لوگوں کے دل میں منجانب اللہ ہے۔ کوئی دنیاوی لالچ نہیں۔ امام صاحب کو آخر مخالفت تو تہی ہی کہنے لگے۔ ابہی سے آپ انتظام فرمایئے ورنہ جب یہ رجوعات زیادہ ہوجائے گی تو سلطنت کیواسطے خطرہ ہے۔ چنانچہ سلطان نے خزانہ شاہی اور قلعہ کی کنجیاں مولانا صاحب کیخدمت میں بہیجدیں۔ اور کہلا بہیجا کہ اب میرے پاس صرف یہ ہی باقی رہگئی ہیں۔ اور سب جاتا رہا۔ مولانا صاحب سمجھ گئے۔ اور جواب دیا۔ جمعہ کے دن بعد نماز یہاں سے چلا جاؤں گا۔ چنانچہ بعد نماز بلخ سے روانہ ہوئے۔ ہزاروں معتقدین ہمراہ تھے اور یہ تصوف کا سالار باوجود کسی دنیوی اثر نہ ہونیکے اتنے بڑے مجمع کے ساتھ بلخ سے ہمیشہ کے واسطے جارہا تہا۔ سلطان کو جب خبر ہوئی تو بہت پشیمان ہوا۔ معذرت کی۔ مگر مولانا صاحب نہ مانے اور چلے گئے افسوس سلطان نے بیعقلی سے ایک ایسے جوہر گرانمایہ کو ہاتھ سے کہو دیا جسکا پچہتاوا اُسے عمر بہر رہا۔

خواجہ عطارؒ سے ملاقات

مولانا صاحب بلخ سے نیشاپور پہنچے یہ واقعہ سنہ ۶۱۰ھ کا ہے۔ خواجہ فریدالدین عطار رح ملاقات کو آئے۔ اُسوقت مولانا رومی رح کا سن چھ سال کا تہا۔ لیکن ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی میتافت ستارۂ بلندی

خواجہ صاحب نے مولانا بہاء الدینؒ سے انکی تربیت کے بارہ میں خاص تاکید کی اور مثنوی اسرار نامہ عنایت فرمائی۔

مستقل قیام نیشاپور سے مولانا صاحب بغداد روانہ ہوئے۔ یہاں بہت دنوں تک قیام رہا۔ جس طرح بلخ میں آپکا حلقہ درس وسیع تھا۔ ویسا ہی یہاں بھی ہو گیا ہزار ہا خلق خدا آپ کے فیوض باطنی وظاہری سے مستفیض و مستفید ہوئے۔ آخر میں آپ سلطان کیقباد والی روم کے اصرار سے قونیہ روانہ ہوئے۔ اثنائے سفر میں حجاز، زنجان آق شہر لارندہ وغیرہ کے لوگ جوق جوق آتے اور فیض حاصل کرتے۔ لارندہ میں مولانا صاحب نے مولانا روم کی شادی بھی کردی۔ اور ۶۲۳ھ میں مولانا صاحب کے فرزند سلطان ولد یہیں پیدا ہوئے۔ سلطان کیقباد نے تمام ارکان دولت کیساتھ آپ کی پیشوائی کی اور ایک وسیع مکان میں آپ کا قیام کرادیا۔

آل سلجوق سلطان علاء الدین کیقباد آل سلجوق میں باعظمت بادشاہ گزرا ہے۔ یہ ہی حکمران سلاطین روم کہلاتے تھے۔ اور اس زمانہ میں ایشیائی کوچک کا نام ہی روم تھا یہ حکومت قریب ڈھائی سو برس تک رہی۔ اور ۱۴ حکمران ہوئے۔

مولانا بہاء الدینؒ کی وفات سلطان کیقباد نے مولانا بہاء الدین صاحب سے بہت کچھ استفادہ حاصل کیا۔ اور آپ کی حیات تک ہمیشہ ارادتمندانہ برتاؤ کرتا رہا۔ بمصداق اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۔ مولانا صاحب ممدوح کا انتقال ۱۸۔ ربیع الاخر ۶۲۸ھ میں ہوا اور اپنے بعد حضرت مولانا جلال الدین محمد رومی قدس سرہ ایسا باکمال فرزند چھوڑا جسنے تمام دنیا میں علم شہرت بلند کیا اور اپنے بزرگ باپ کے نام کو نہایت عزت کے ساتھ قائم رکھا۔

محمد شفیع الدین خاں مرادآبادی

۸۲

فاختہ

رند (فاختہ کی آواز سنکر) صاحبو! اُس روز بانگ مرغ[1] کی خوب توجیہہ بیان ہوئی۔ واہ کیسی لطیف باتیں نہیں۔ مجہپر تو اب بہی اُن کے خیال سے وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ ہاں! کبہی آپ نے اسپر بہی غور کیا ہے کہ یہ فاختہ کیا کہتی ہی؟

مُلّا۔ اسے تو بچہ بچہ جانتا ہے کہ فاختہ گھگھوگھوہ کہتی ہے یہی وجہ ہے کہ اِس جانور کو پنجابی میں گھگھی کہتے ہیں +

عوام الناس میں مشہور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب ان کے بہائیوں نے کوئیں میں گرایا تو اُس وقت اِس جانور نے پکار پکار کر اور گلا پہاڑ پہاڑ کر کہنا شروع کیا تہا کہ "یوسف کھوہ۔ یوسف کھوہ"۔ یعنی یوسف کنوئیں میں۔ یوسف کنوئیں میں؟

قلندر۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو اِس کا مطلب یہ ہی کہ فاختہ جناب یوسف علیہ السلام کی خدمت میں بادب عرض کرتی تہی کہ یا حضرت اِس کنوئیں میں گرنا آپکے لیئے اوج عزت کا باعث ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ غور کرو۔ اگر حضرت یوسف علیہ السلام باپ سے جدا نہ ہوتے۔ کنوئیں میں نہ گرتے۔ پہلے چند درہموں کے عوض سوداگر کے ہاتھ اور پہر عزیز مصر کے ہاتھ نہ بکتے تو مصر کے فنانشل کمشنر کیونکر بنتے؟ +

صوفی۔ قرآن شریف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے کنوئیں میں گرائے جانے کا واقعہ اِس طرح بیان فرماتا ہے فلما ذھبوا بہ واجمعوا ان یجعلوہ فی غیٰبت الجب واوحینا الیہ لتنبئنھم بامرھم ھذا وھم لا یشعرون۔ (پ ۱۲ سورہ یوسف رکوع ۲/۱۲) آخرکار جب یہ لوگ یعقوبؑ کی اجازت سے یوسفؑ کو اپنے ساتھ

[1] ۵ جمادی الآخری سنہ ۱۳۲۱ھ کے پرچہ میں راقم مضمون ہذا نے "مرغ کیا کہتا ہی" کے عنوان سے ایک اسی قسم کا مضمون لکہا تہا۔ یہ اُس کی طرف اشارہ ہے ۱۲

لے گئے۔ اور سب نے اِس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس کو کسی اندھے کنوئیں میں ڈالدیں تو جیسا ٹھیرایا تھا ویسا ہی کیا اور اسی وقت ہم نے یوسفؑ کی طرف وحی بھیجی کہ تنگدل نہ ہونا۔ ایک دن آئے گا کہ تم انکو ان کی اِس بدسلوکی سے متنبہ کروگے۔ اور وہ تم کو جانیں پہچانیں گے بھی نہیں +

خداوند تعالی نے بذریعہ وحی و الہام کے حضرت یوسف علیہ السلام کی تشفی فرمائی اور بشارت بھیجی کہ ایک وقت تو انکو ان کا یہ کام یاد دلائیگا۔ چنانچہ جب ان کے بھائی مارے فاقوں کے تنگ ہو کر مصر میں غلہ لینے آئے۔ اور نہایت عجز و لجاجت سے درخواست کی کہ ہم کو اپنی خیرات دیجئے۔ کیونکہ اللہ خیرات کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیتا ہے تو اس وقت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ھل علمتم ما فعلتم بیوسف و اخیہ اذانتم جاھلون۔ (ایضاً رکوع ۱۰/۱۲) تم کو کچھ یاد بھی ہے کہ جب وقت تم جہالت پر تُلے ہوئے تھے تو تم نے یوسف اور اُسکے بھائی کے ساتھ کیا کچھ کیا تھا؟ +

سائیں۔ یا حضرت وحی و الہام کی آواز کیسی ہوتی ہے۔ دھیمی یا بلند؟ کیا یہ آواز صاحب وحی کے علاوہ دوسرے پاس والے بھی سُن سکتے ہیں؟ +

صوفی۔ سائیں جی! وحی کی نسبت صرف اتنا کہنا مناسب ہے کہ ع

لذت ایں بادہ ندانی بخدا تا نچشی

اسمیں شک نہیں کہ وحی کی آواز دھیمی نہیں ہوتی۔ بلکہ بلند ہوتی ہے۔ لیکن پاس والے نہیں سُن سکتے۔ ولنعم ما قیل ؎

پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش — تا بگوشت آید از گردوں خروش

پس محل وحی گردد گوش جاں — وحی چہ بود گفتن از حس نہاں

جنٹلمین۔ انگریزی میں فاختہ کو ڈَو Dove کہتے ہیں۔ اس نام کا اطلاق ان چھوٹے پرندوں پر ہوتا ہے جنکو آپنے تہالو جیٹ Ornithologist

ماہرین علم الطیور کبوتروں کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ کوئی صریح فرق فاختہ اور کبوتر میں نہیں بتایا جا سکتا۔ عام بول چال میں دونوں لفظ ایک دوسرے پر بلا امتیاز مستعمل ہیں۔ کوئی خاص قسم نہیں بتائی جا سکتی جس پر بالخصوص فاختہ کا اطلاق ہوتا ہو۔ سب سے بڑا نوع جو فاختہ کے نام سے موسوم ہے وہ غالباً رنگ ڈو یا جنگلی کبوتر ہے۔ مادہ سال میں کئی دفعہ انڈے دیتی ہے۔ اس کا گھونسلا عموماً کھوکھلے درختوں کے تنوں یا شاخوں میں ہوتا ہے۔ جہاں ایک جھول میں دو انڈے نکلتے ہیں۔ قدیم الایام سے یہ جانور ایلچی گری یا سفارت کی خدمت کیلئے مختص ہے چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے عالمگیر طوفان کے وقت اسی جانور کو کشتی سے چھوڑا تھا کہ جا کر خشکی کا پتہ لائے۔ اس کا مفصل حال کتاب پیدائش باب ۸ آیت ۶ لغایت ۱۱ میں ہے۔

بودے شاہ۔ یاموئے ہمیں فاختہ کی تاریخ سے سروکار نہیں۔ امر دریافت طلب صرف اتنا ہی کہ فاختہ کہتی کیا ہے؟ اس کی کوکو کو یا بقول میاںجی گھگھوگھو کا کیا مطلب ہے؟

مُلا۔ ان انگریزی دانوں کو بال کی کھال نکالنے کی بڑی دھت لگی ہوئی ہے۔ فاختہ کے بیان میں اتنی لمبی چوڑی تقریر کی جسکا ماحصل یہ کہ کبوتر و فاختہ میں کوئی فرق نہیں۔ مرد خدا کو یہ معلوم نہیں کہ دونوں میں نمایاں اور بیّن فرق ہے۔ ڈیل ڈول شکل و شباہت اور قد و قامت میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ کبوتر کا گوشت مزیدار ہوتا ہے۔ فاختہ کا بالکل بے مزہ۔ اور پکنے میں آتا ہی نہیں۔

پیر۔ میاںجی سچ فرماندس (فرماتے ہیں) یہ صحیح کہ ہر قسم کا اغذیہ و اطعمہ کا پکنے میں میاںجی کامل مہارت رکھ بس (رکھتے ہیں) اس فن میں بڑا مبصر مہندس (بڑے مبصر ہیں)۔

رند۔ بیشک مُلا صاحب کھانوں کی شناخت میں ید طولےٰ رکھتے ہیں کیوں نہو۔ شب و روز دھندا ہی یہ ہے۔ آج فلاں صاحب کے ہاں گیارہویں کی تقریب ہے کل وہاں چہلم ہے۔ پرسوں یہاں برسی ہے مختلف لوگوں کے ہاں دعوتوں ضیافتوں نذروں نیازوں کی محفلوں میں انواع و اقسام کے کھانے ملتے ہیں۔ ان سے بڑھ کر کھانوں کے پرکھنے کا اور کس کو موقع مل سکتا ہے؟ +

کوڑے شاہ۔ واتا لوگو! ان طعنے زنیوں کو چھوڑو اور فاختہ کی آواز پر غور کرو کہ وہ کیا کہتی ہے؟ +

کابلی شیعی۔ حضرات! اگر گوش ہوش شنوید صاف معلوم خواہد شد کہ فاختہ انسان غافل را بر بے ثباتی دنیا متوجہ میکند و میگوید کہ: دنیا و ما فیھا گزشتنی و گزشتنی و متاع الغرور ہست براین ویرنا پائدار دل نباید نہاد۔ چنانچہ حکیم عمر خیام میفرماید ؎

آں قصر کہ بر چرخ ہمیزد پہلو ۔۔۔ بر درگہ او شہاں نہادندے رو

دیدیم کہ برکنگرہ اش فاختہ ۔۔۔ بنشستہ ہمی گفت کہ کوکو کوکو؟

پیر۔ ماشاء اللہ۔ خانصاحب خوب توجیہہ بیان کردس (کرتے ہیں) نادان انسان دنیا کا (کے) طمطراق پر غرہ ہندس (ہوتا ہے) غور نہ کردس (نہیں کرتا) کہ گردن کشاں قدیم زمان اور انکے محلات عالیشان کدھر جاندس؟ (کدھر گئے) +

صوفی۔ قرآن شریف فرماتا ہے۔ ولا تدع مع اللہ الھا اٰخر لا الٰہ الا ھو کل شئ ھالک الا وجھہ لہ الحکم والیہ ترجعون (پ۲۰ س العنکبوت رکوع ۹) اور کبھی اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارنا کیونکہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ اسکی ذات کے سوا سب چیزیں فنا ہونیوالی ہیں۔ اسی کی حکومت ہے اور اسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ +

دوسرے مقام پر ہے۔ اعلموا انما الحیٰوۃ الدنیا لعب و لھو و زینۃ و تفاخر

بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد کمثل غیث اعجب الکفار نباته ثم یھیج فترٰیه مصفرا ثم یکون حطاما و فی الاخرة عذاب شدید و مغفرة من الله و رضوان وما الحیٰوة الدنیا الا متاع الغرور (پ۲۷ س الحدید رکوع ۱۹) لوگو! جانے رہو کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشا اور ظاہری طمطراق اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا اور ایک دوسرے سے بڑھکر مال اور اولاد کا خواستگار ہونا۔ بس یہی کچھ ہے۔ دنیا کی زندگی کی مثال مینہ کی سی مثال ہے کہ زمین پر برستا ہی اور اس سے کھیتی لہلہانے لگتی ہے۔ اور کاشتکار کھیتی کو دیکھکر خوشیاں کرنے لگتے ہیں۔ پھر پک کر خشک ہوجاتی ہے تو اسے مخاطب اس وقت تو اسکو دیکھتا ہی کہ پیلی پڑگئی ہے۔ پھر آخرکار روندن میں آجاتی ہے۔ غرض دنیا کی زندگی چندروزہ رونق ہے۔ اور آخرت میں دنیا کی زندگی کے دو انجام ہیں بعض کو عذاب سخت اور بعض کو خدا کیطرف سے گناہوں کی معافی اور خوشنودی اور دنیا کی زندگی تو نری دھوکے کی ٹٹی ہے۔

رند۔ اُس روز اہل تکیہ نے فیصلہ کیا تھا کہ منطق الطیر عربی ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تو فاختہ قوا قوا بقاف معجمہ و منقوطہ بولتا ہے نہ کہ کوکو بکاف مہملہ وغیر منقوطہ۔

جنٹلمین۔ قاف کے معنی جوف دست کے ہیں۔ دیکھو ق کی شکل بھی جوف دست کے مشابہ ہی۔ انگریزی میں اس حرف کے مقابل سی ہی (C) اور سی بھی ہاتھ کے جوف کے مشابہ ہے۔ ق اور سی میں دائیں بائیں کا فرق ہے۔ عربی دائیں طرف سے لکھی جاتی ہے۔ اس لیے ق دائیں ہاتھ کے جوف کے مشابہ ہی۔ انگریزی بائیں طرف سے لکھی جاتی ہے اور اسلیئے (C) سی کی شکل بائیں ہاتھ کے جوف کے مشابہ ہی۔ عربی میں ق سو کا عدد تعبیر کرتا ہے۔ انگریزی میں سی (C) سنیٹم (Centum) کا مخفف ہی۔ جس کے معنی ایک سو کے ہیں۔ پس اگر ایں

کچھ شک نہیں کہ قؔ اور سیؔ آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ جب عربی الفاظ جن میں قؔ ہو انگریزی میں لیئے جاتے ہیں تو قؔ کی بجائے سی (c) مستعمل ہوتا ہے جیسے موسیقی سے میوزق (Music) اور قول سے قال (Call) بن گئے ہیں۔ عربی کے لفظ قوا کو اگر انگریزی میں تبدیل کریں تو قو (Co) بن جائیگا۔ یہ لفظ جن انگریزی الفاظ کے شروع میں آتا ہے۔ ان کے معنوں میں شارکت و اجتماع پایا جاتا ہے۔ جیسے کمپنی (Company) متفقہ جماعت کمپینین (Companion) رفیق۔

میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ فاختہ قو قو بول کر ہمیں متنبہ کرتا ہے کہ نظام عالم اجتماع و اتفاق پر مبنی ہے۔ تہذیب تمدن کی ترقی کا راز اجتماع۔ اتفاق یکجہتی قومیت۔ عصبیت اور نیشنلٹی۔ میں مرکوز ہے مسلمانوں نے مختلف فرقوں گروہوں اور شعبوں میں منقسم ہو کر اپنی قومی طاقت۔ قوت و شوکت کا شیرازہ پراگندہ کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اوج عزت سے قعر مذلت میں گر رہے ہیں مسلمانوں کو لازم و واجب ہے کہ فاختہ کی آواز سے عبرت پکڑیں اور قومی وحدت پیدا کریں۔

بودے شاہ۔ پیر صاحب! عربی میں قوا کے معنی کیا ہیں؟

پیر۔ قوا صیغہ فعل امر ہندس (ہوتا ہے) مصدر وقایہ بمعنی بچانا۔ پس قوا کا (کے) معنی ہوا (ہوئے) بچاؤ تم۔ اس سے ثابت ہوئی (ہوا) کہ فاختہ کہندس (کہتا ہے) یعنی کہ سمجھاندس (سمجھاتا ہے) لوگو! دنیا کا (کی) زندگی متاع الغرور ہندس (ہے) اس دہوکا کا (دہوکے کی) ٹٹی سے اپنا (اپنے) تئیں بچاؤ تم۔

کوڈے شاہ۔ گویا فاختہ ہمیں قرآن کریم کی اس آیہ شریفہ کی طرف متوجہ کرتا ہے یاایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارًا۔

صوفی۔ پوری آیت اس طرح ہے یاایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم

واھلیکم نارًا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملٰٓئکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون ۰ (پ ۲۸ س التحریم رکوع ۱)

اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے جسکی چھپٹیاں ہیں آدمی اور پتھر۔ اسپر مقرر ہیں فرشتے تند خو. زبردست بیحکمی نہیں کرتے اللہ کی جو بات انکو فرمائے اور وہی کام کرتے ہیں جو حکم ہو *

حضرت شاہ عبد القادر صاحب موضح القرآن میں اس آیۂ شریفہ کے فوائد یہ لکھتے ہیں کہ "ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے گھر والوں کو دین کی راہ پر لاوے۔ لالچ دیکر۔ ڈر دکھاکر۔ پیار سے مار سے۔ اسپر بھی اگر نہ آویں راہ پر تو انکی کم بختی۔ یہ بیگناہ ہے"۔ غور کرو اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تاکید فرماتا ہے کہ اپنے اہل خانہ کو وعظ و نصیحت کریں۔ اور اُنہیں نیک باتوں کی طرف متوجہ کریں۔ تاکہ وہ بھی عذاب سے بچیں۔ اور خوشنودیٔ خدا تعالیٰ حاصل کریں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر مسلمان کا فرض ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمان اس فرض سے بیحد بے اعتنائی کرتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار *

نور الدین تاجر چرم۔ گوجرانوالہ

مرقع

مولانا سیماب اور شاہ دلگیر کی زیر نگرانی اور بابو پربھو دیال شام کی زیر ادارت آگرہ سے اس نام کا ایک ماہوار گلدستہ شائع ہونا شروع ہوا ہے جیسے "انتخاب غزلیات" کی بابت تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مولانا سیماب اور شاہ دلگیر کے اسماء گرامی اس امر کی کافی ضمانت ہیں۔ البتہ ظاہری "ٹیپ ٹاپ" یہ قابل نوٹ چیز ہے۔ ہمارے علم میں کوئی گلدستہ اس شان اور آن بان سے آجتک نہیں نکلا ٹائٹیل پر ہمیشہ مذکورہ بالا کارکن اصحاب کی تصویریں دیجاتی ہیں۔ اور بڑے قرینے سے یجاتی ہیں اندر بھی ہر دفعہ دو ایک شعراء کے مرقع ہوتے ہیں۔ لکھائی چھپائی کاغذ سب عمدہ۔ حجم ۴۴ صفحہ چندہ سالانہ [illegible]

٤٨٦

اسلامی ساقی نامہ

دور چلتا رہے لا ساغر و مینا ساقی! جائے خالی نہ یہ خالی کا مہینا ساقی!

جام پر جام دیئے جا کہ ترا نام رہے میں پئے جاؤں مرا کام ہو پینا ساقی!

مُہر تو نے تری بوتل کی تو مضموں ہو چست اس طرح جیسے انگوٹھی پہ نگینا ساقی!

دے وہ مے زنگ جو آئینۂ دل سے دھو دے جس سے روشن ہوں مرے دیدۂ بینا ساقی!

روح میری ہے مے ناب مری جان ہے تو ہے تجھی پر مرا مرنا مرا جینا ساقی!

کیا کہوں میں تو دکاں پر تری ہن برساتا ہاتھ غیروں کے لگا میرا دفینا ساقی!

اب وہ کھوئی ہوئی دولت وہ خزانہ مل جائے ہمیں اس کا تو نہیں کوئی قرینا ساقی!

زر ہے کیا مال خزانے کی حقیقت کیا ہے گنج توحید سے معمور ہے سینا ساقی!

کشتیٔ مے کی ضرورت نہیں کافی ہے یہی میری گردن کا حمائل یہ سفینا ساقی!

اس سفینے سے تو سینہ مرا آئینہ ہے
لوح محفوظ کا اترا ہوا گنجینہ ہے

پھر بنا دے مجھے مست مے عرفاں ساقی! تو مرا دین تجھی پر مرا ایماں ساقی!

خیر ہو خم کی ترا میکدہ آباد رہے اے مرے شیشہ و ساغر کے نگہباں ساقی!

پینے والے ہیں نہ ویسے نہ پلانے والے اب وہ واعظ ہیں نہ وہ جلسۂ رنداں ساقی!

دختِ رز بن کے پری آتی تھی مجرے کیلئے تیرا دربار تھا دربار سلیماں ساقی!

آہ! وہ دَور کہ ہر بزم میں تھا دور ترا یار و اغیار سبھی تھے ترے مہماں ساقی!

آہ! وہ دن کہ بہم تھے سر و ساماں کیا کیا آج محفل ہے تری بے سر و ساماں ساقی!

ٹوٹے پھوٹے ہوئے شیشے کی طرح ہیں دونوں آہ! وہ شیش محل آہ! وہ ایواں ساقی!

انقلابِ حشم و جاہ کے وہ دور سب چلے — کہ مٹا کر نہ مٹی گردشِ دوراں ساقی!
دولتِ دیں کو بھی دنیا کی طرح کھو بیٹھے — رہ گئے نام سے کے ہم مردِ مسلماں ساقی!

ساقیا! تو ہے وہی بادۂ ایماں ہے وہی
پینے والے نہیں لیکن مئے عرفاں ہے وہی

ہم رہیں لاشئے مگر اس پر بھی ہیں اک شئے ساقی! — وہی شیشہ ہے وہی جام وہی مے ساقی!
سوز بھی ہم میں وہی اور وہی ساز بھی ہے — وہی نغمہ ہے وہی دُھن ہے وہی لے ساقی!
نفی و اثبات وہی لا وہی اِلّا بھی وہی — ہے نوا سنج نیستاں کی وہی نَے ساقی!
کلمہ تیرا پڑھ رہیں کیوں نہ لبِ گور سے ہم — جسمِ مردہ میں ابھی روح وہی ہے ساقی!
دین کی راہ سے بھٹکاتی ہے دنیا ہمکو — دیدے اِک جام کہ منزل ہو ابھی طے ساقی!
نشۂ توحید کا سر سے نہ اُترنے پائے — سپے جاؤں میں لگاتار پیاپے ساقی!
رزم پر دسترس ایسی تھی ہمیں کو اکدن — روم قبضے میں رہا۔ ہاتھ لگا رَے ساقی!
بزم میں رنگ جما تھا وہ ہمارا اک دن — جس سے شرمندہ ہوئی بزمِ جم و کَے ساقی!

رزم کیسی کہ یہاں بزم بھی سنسان ہے اب
ہاں حریفوں کے مگر ہاتھ میں میدان ہے اب

ہم حریفوں سے بھلا ہارتے بازی ساقی! — کیا کہیں چرخ کی اب شعبدہ بازی ساقی!
سنبھلت رہ گئے تھے سب یگ و تاز میں ہم — پڑھتے تھے ہم سے سبق ترکی و تازی ساقی!
اب وہ جرأت ہے نہ ہمت ہے نہ بازو میں قوی — ہم جوانوں میں جو مشہور ہوں غازی ساقی!
ہم کو اب ملک کی پروا۔ نہ حکومت کی ہوس — چاہیئے صرف تری بندہ نوازی ساقی!
ہاتھ سے تیرے جو ملجائے تو پی لیں اک جام — بے ادب ہیں کہ کریں دست درازی ساقی!
غیر ہیں مست اگر نغمۂ طنبوری پہ — میرے مطرب کا ترانہ ہے حجازی ساقی!
بھید یہ تھا جو دبا فلسفۂ یونانی — رازداں تیرے تھے غزالیؒ و رازیؒ ساقی!

بے نیازی میں محبّ از و نیاز ان کے ہیں | تیرے میخوار پرانے ہیں نمازی ساقی!

کیا جھکیں اور کسی اہل ریا کے آگے
جب یہ جھکتے ہیں تو جھکتے ہیں خدا کے آگے

لوگ لکھتے ہیں مے و جام کا ساقی نامہ | ساقیا! ہم نے لکھا کام کا ساقی نامہ
یہ نہ سمجھے کوئی بیکار ہے ساقی کی ردیف | یہ نہ سمجھے کوئی ہے نام کا ساقی نامہ
عاقبت بیں کی نظر ہو گی مے و جام پہ کب | وہ اسے سمجھیگا انجام کا ساقی نامہ
میکدہ اپنا الگ اپنا ہے مشرب کچھ اور | یہ نہیں رند مے آشام کا ساقی نامہ
اپنے ہی دورِ ترقّی و تنزّل کا بیاں | اپنی ہی گردشِ ایام کا ساقی نامہ
اپنی ہی قوم کو دیتا ہے نویدِ دعوت | ہے یہ اک نامہ و پیغام کا ساقی نامہ
بات ایمان کی بولیں گے مسلماں ہیں ہم | اک نئی چیز ہے اسلام کا ساقی نامہ

خیر کام اپنا تو ہم کر گئے ناکام سہی
مے سے مطلب ہے شفق خم نہ سہی جام سہی

منشی نیمی جی مسیحی

نکات کی لڑی

مولانا!

السلام علیکم۔ رسالہ نظام المشائخ میں (نقطہ) کا مضمون اعلیٰ درجہ کا اور دلچسپ ہے اس سے ظاہر ہے کہ آپ کی چشم بصیرت کس قدر دور بیں اور عقل سلیم کس درجہ نکتہ رس ہے جو بات بتائی نکتہ کی بتائی۔ اور ہر بات میں نکتہ کی صورت نظر آئی۔ لیکن خدا آنکھ دے کہ اس آئینہ کو گھوریں۔ اور اپنی حقیقت کی صورت کو دیکھیں۔ اسکے متعلق میں نے اپنے محدود خیالات کو نظم کی صورت میں ڈھالا ہے۔ پُر معنی ہونا تو دشوار ہے۔ اگر بے معنی نہ ہونا ہی ثابت ہو جائے تو شکر صد شکر۔

الله بس باقی ہوس ۔

خوب سنائی نکتہ کی بات — اچھی بتائی نکتہ کی بات
ظاہر میں ہے گو بے صورت — لیکن ہے یہ موہنی مورت
حرفوں کو زینت ہے اس سے — لاکھوں ہی معنی ہیں اسکے
ہر مضموں کی یہ زینت ہے — مضمر اس میں اک نعمت ہے
کھل جائے جب اسکا راز — ہو جائیں کچھ اور انداز
بے صورت کی یہ صورت ہے — بے قامت کا یہ قامت ہے
دیکھے جو کوئی اس کو ہر آن — آئینہ ساں ہو وہ حیراں
ظاہر میں گو ہے یہ ظلمات — پوشیدہ ہے اسمیں آبحیات
جس نے اسکو ہردم دیکھا — اُس نے کچھ بھید اسکا پایا
بائے بسم اللہ کی زینت — تائے تمت کی ہے عزت
رات اندھیری ظاہر اس سے — دن کو اُجالا یہ دکھلاوے
نیرنگی اس کی ہے شان — ناں کوئی اسکو ہے پہچان
کہنے کی یہ کچھ بات نہیں — خالی صفت سے ذات نہیں
آئینہ ہے یہ عالم کا — گو بے صورت ہے اور یکتا
پیدا اور پنہاں اس میں ہے — ساری خدائی ہاں اسمیں ہے
خفت ہو گی بات بنا کر — یہ جادو ہے اور نہ منتر
قطرہ ہے لیکن دریا ہے — دریا میں کا یہ قطرہ ہے
آؤ اس کی سیر کرو تم — اپنے کو اس میں دیکھو تم
شاد اپنا یہ آئینہ ہے — آئینہ کیا گنجینہ ہے

شاد (یعنی مہاراجہ یمین السلطنت کشن پرشاد سابق مدار المہام دکن)

حقیقی آئینہ

کسی مجمع میں اک مرد جہاندیدہ نے یوں پوچھا
کہ "بتلاؤ جہاں میں کون سا آئینہ ہے سچا؟"

یہ سُن کر ایک ظاہر بین ہمیں جلدی سے بول اُٹھا
کہ "جو دکھلائے ہر مدِ مقابل کا کھرا کھوٹا

کریں سیماب کی صیقل سے تیز ہیں جسکے ظاہر کو
زمانہ کی بھلائی اور برائی جسکے مُنہ پر ہو"

کہا یہ دوسرے نے "وہ سچا آئینہ وہ ہے
کہ پشت رو سے جسمیں ایک سی ہر شئے دکھائی دے

مقابل اتفاقاً اُسکے گر آجائے کوئی شئے
جسامت اُسکی نظروں میں کہیں حائل نہو جائے"

مگر پھر ایک دوراندیش نے تردید کی اس کی
کہ "سچے آئینہ کا وصف تو ہرگز نہیں یہ بھی

وہی سچا ہے وصفِ دوربینی جس میں مضمر ہو
کہ آنکھیں دیکھ سکتی ہیں اگر نزدیک منظر ہو"

کوئی بولا کہ "اُس میں خوردبینی کا بھی جوہر ہو
دکھائے صنعِ خالق ایک چیونٹی کا اگر پر ہو"

کوئی عینک کے آئینہ کو یوں ترجیح دیتا تھا
کہ وہ اصلاح کرتا ہے نظر کے نقص کی کیا کیا

کسی نے تذکرہ اخبار کے اوراق کا چھیڑا
کوئی کرتا تھا تاریخی کتابوں کا وہاں چرچا

کوئی مداح تھا اُس بزم میں جامِ جہاں بیں کا
کوئی باریک بیں بولا کہ "وہ ہے آنکھ کا پردا"

مگر سنتا تھا سب کی بات اور خاموش تھا تاباں
کہ وہ تھا بزمِ عالم میں انوکھی وضع کا انساں

اگر بولا تو یہ بولا "پڑے ہو کیسی مشکل میں
حقیقی آئینہ کی خوبیاں ہیں حضرتِ دل میں

ضیائے نورِ مطلق ہے اسیکے آب میں گل میں
چھپا ہے آبِ حیوانی اسی تاریک منزل میں"

یہ سنتے ہی کہا سب نے کہ "ہاں ہر شخص قائل ہے
حقیقت میں حقیقی آئینہ انسان کا دل ہے"

خادم حلقہ تاباں

طرابلس کی ہوا آئے مجھے اُڑا لے چل

خوشی کا رنگ نہیں ہو تو کم ہے دنیا میں
جدھر بھی دیکھو الم ہی الم ہے دنیا میں

کسی کو تخت حکومت کا لطف حاصل ہے — کوئی غریب شکارِ ستم ہے دنیا میں
ہزار رنگ کی نیرنگیاں یونہیں دنیا — دکھائے جائے گی جبتک کہ دم ہے دنیا میں
جو پوچھو سچ تو یہ قدرت کا کارخانہ ہے — کہیں خوشی کہیں ماتم عجب زمانہ ہے
مجھے ہی دیکھئے دنیا میں سوگوار ہوں میں — کہ تیغ ماتمِ ملت سے دلفگار ہوں میں
طرابلس کی جدائی ستم ہی میرے لیئے — اسی ستم سے شب و روز بیقرار ہوں میں
طرابلس کی ہوا۔ آ۔ مجھے اڑا لے چل — کہ ایک وار کا دل سے امیدوار ہوں میں
کسی کی تیغ سے جاکر گلے ملوں میں بھی — کہ عید میری بھی ہو روزہ دار ہوں میں بھی

ایک طرابلسی عید کا چاند دیکھکر

وہ دیکھو مسلمِ مظلوم کو رُلاتا ہُوا — بشکلِ خنجرِ اسلام جگمگاتا ہُوا
شفق میں چاند ہے میدانِ کارزار میں تیغ — ہلال عید اُٹھا ہے لہو بہاتا ہُوا

عطا۔ از میرٹھ

کلامِ مہدی

(غزل)

یوسف ہونا ہے غم آموزِ زلیخا ہونا — سچ تو یہ ہے کہ بُرا ہوتا ہی اچھا ہونا
عدمِ غیر کا منشا ہے وجودِ ہستی — غیر ممکن ہے کہ ہو جائے نہ ہونا ہونا
خیر و شر آپ کا میں آپکا پھر غیر کہاں — باعثِ رشک ہوا غیر کا رسوا ہونا
ہو کے مطلب میں فنا بھول گیا مطلب بھی — سیکھ لے مجھسے کوئی محوِ تمنا ہونا
مائے ہم رشک میں کچھ بھی نہیں تمیز بد و نیک — تیری شہرت نے سکھایا ہمیں رُسوا ہونا
کچھ عجب کیف ہے سوزِ غمِ الفت میں کہ شمع — چشم و دل چاہتے ہیں ساغر و مینا ہونا
قطعہ
اے صبا آج زیاراتِ حرم سے آکر — حاضرِ بزمِ شہِ یثرب و بطحےٰ ہونا

عرض یوں کرنا کہ اے شافع روزِ محشر — قوم بھولی ہوئی ہے حشر کا برپا ہونا
مدعی جو دمِ عیسیٰ کے ہیں وہ کہتے ہیں — غیر ممکن ہے اب اس قوم کا اچھا ہونا
سر پر ادبار و مذلت کی گھٹا چھائی ہے — کفر پھر چاہتا ہے صاعقہ فرسا ہونا
سیدوں میں نہیں اخلاق محمد باقی — تیری اولاد نہیں چاہتی تیرا ہونا
رحم کر رحم کہ آسان ہو اے عقدہ کشا — اک اشارہ سے ترے عقدۂ دل وا ہونا

حلقہ بگوش حلقہ سید محمد مہدی اثر محمدی ابو العلائی کالپوی

تازہ نعتیں

(۱)

از جناب مولانا محمد عزیز فریدی مجیبی

یا نبی جس سر میں تیری زلف کا سودا نہیں — سب کہیں جو چاہیں پر اس کو سر کہتا نہیں
گلشن جنت میں جائیں کوئے حضرت چھوڑ کر — یا الٰہی! ہم غلاموں سے یہ ہو سکتا نہیں
آستانے کو نہ چھوڑا ہے نہ چھوڑیں گے کبھی — جان جائے یا رہے اسکی ہمیں پروا نہیں
چشم دل سے دیکھتے رہتے ہیں جلوہ رات دن — گرچہ ان آنکھوں سے ہم نے آپ کو دیکھا نہیں
ہیں اگر جاری مری آنکھیں تو یادِ شاہ میں — چشمۂ کوثر انہیں فرمائیے دریا نہیں
کس طرح چھوڑوں میں اپنے شاہ کا در اے عزیز — مجھ سے لاکھوں انکے ہیں مجکو کوئی ان سا نہیں

(۲)

از جناب ڈاکٹر محمد قمر الدین قمرؔ اسسٹنٹ سرجن حیدرآباد دکن

ایک مدت سے ترا والہ و شیدا ہوں میں — ہمہ تن آئینہ ساں محو تماشا ہوں میں
بستۂ سلسلۂ زلف چلیپا ہوں میں — کو بکو تیرے لیے شہر میں رسوا ہوں میں

لوگ کہتے ہیں مجھے عاشق شیدا تیرا — انگلیاں اٹھتی ہیں جس راہ سے جاتا ہوں میں
چشم میگون نے تری مست کیا ہے مجکو — بستۂ سحر ترا نرگس شہلا ہوں میں
ضبط کی آگ سے بجتا ہے جگر عاشق کا — حال دل اپنا کسی سے نہیں کہتا ہوں میں
کوئی ہمدرد مرا ہے نہ کوئی مونس ہے — جوشِ وحشت میں سدا آنسو بہاتا ہوں میں

قمر خستہ جگر کی ہے تمنا یارب
کہ نبیؐ مجکو کہیں تجھکو بلاتا ہوں میں

(۳۳)

از جناب شیخ عبداللہ غریب مقیم چوپڑہ تلمیذ حضرت کوکب مرحوم گلشن آبادی

وہ گنبد سرسبز دکھا کیوں نہیں دیتے — یہ غنچۂ دل میرا کھلا کیوں نہیں دیتے
ساغر مئے وحدت کا پلا کیوں نہیں دیتے — سوز غم فرقت وہ بجھا کیوں نہیں دیتے
وہ حسن خداداد دکھا کیوں نہیں دیتے — موسیٰ سا مرا ہوش اڑا کیوں نہیں دیتے
کیوں ہوتے نہیں جلوہ فزا صاحب معراج — دل عرش خدا میرا بنا کیوں نہیں دیتے
دیوانہ ہوں شدت سے میں بیہوش پڑا ہوں — وہ زلف مسلسل کی ہوا کیوں نہیں دیتے
فرقت میں یہ دل آپ کی سیپارہ ہوا ہے — تم مصحف رخسار دکھا کیوں نہیں دیتے
ہوں حشر کے دن خرمن عصیاں سے پشیماں — برق رخ تاباں وہ گرا کیوں نہیں دیتے
میں بھی تو مئے وصل کا مدت سے ہوں خواہاں — اک میری طرف جام بڑھا کیوں نہیں دیتے
بزم چمن نعت میں ان شعروں کو پڑھکر — تم رنگ غریب اپنا جما کیوں نہیں دیتے

(۳۴)

(از جناب سید محمد انور خوشنویس حیدرآباد دکن)

عشق احمدؐ میں ترقی کے یہ ساماں ہونگے — داغ دل ہمسر خورشید درخشاں ہونگے
جس طرح حسن نبیؐ کا ہے تصور دل میں — بند ایسے نہ کبھی یوسف کنعاں ہونگے

ڈھونڈ ماریں گے ملکِ حشر کا میداں سارا — حشر میں ہم جو نبیؐ کے تہِ داماں ہوں گے
کوچۂ چاکِ گریباں کا ہوں میں وحشت نورد — کوہ و صحرا کے فقط قیس پہ احساں ہوں گے
یادِ دندانِ نبیؐ میں ہیں لگاتار آنسو — پُر انہیں موتیوں سے دامنِ مژگاں ہوں گے
قطع کرنا رہِ طیبہ کا بہت مشکل ہے — طعنے دینے کیلئے خارِ بیاباں ہوں گے
اُن کی بگڑی ہوئی تقدیر سنور جائے گی — زلفِ احمدؐ کے جو سودے میں پریشاں ہوں گے
کیا تڑپ ہے بخدا ہم میں اِدھر دل ہے اُدھر — کب خدا جانے یہ بچھڑے ہوئے یکجاں ہوں گے
بخشدے داورِ محشر یہی کافی ہے حساب — تری رحمت کے مقابل مرے عصیاں ہوں گے
دل میں داغوں کی بہار اور وہ اشکوں کا ہجوم — بحر اس قطرہ سے! اُس گل سے گلستاں ہوں گے
تجھ سے بیمارِ محبت کی شفا تو نہ ہوئی — کیوں مسیحا ترے ہم قائلِ درماں ہوں گے
آپ اللہ کی رحمت کے بنیں گے طالب — یا نبیؐ آپ کے سب حشر میں خواہاں ہوں گے

قلزمِ نعت میں انورؔ کی یہ دُر افشانی
غرقِ گردابِ تحیّر میں سخنداں ہوں گے

تعریف کیموافق آن احادیث سیکڑوں ذکر قلبی کا کرنا لازم آیا۔ صوفیہ کیطرف سے مؤلف کا یہ کہنا کہ یہ علم تصوف مخصوص چند صحابہ کرام کیلئے تھا یہ مؤلف کا محض افترا ہے کسی صوفی کا یہ قول نہیں بلکہ صوفیوں کا یہ قول ہے کہ جس طرح علم شریعت ہر خاص و عام کیلئے ہے اسیطرح یہ علم طریقت بھی ہر خاص و عام کیلئے ہے۔ مگر ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ شریعت کی بجاآوری بحکم شارع ہر خاص و عام پر واجب اور ضروری ہے اور طریقت کی بجاآوری حسب خواہش متمنی ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ اہل بیت میں سے سبھی صاحب طریقت گزرے جیسا اوپر بیان ہوا صحابہ کرام میں اکثر صاحب طریقت ہوئے۔ مگر جنسے اس سلسلہ کا شیوع ہوا اُن کی شہرت ہوگئی اور جنسے یہ سلسلہ جاری نہیں ہوا وہ باوجود عارف کامل ہونیکے انکو کوئی جانتا بھی نہیں۔ جو شخص کسیکے اصطلاح اور اسکے اُصول اور قواعد اور غایت و غرض سے واقف نہو اسمیں اُسکا اپنی طرف سے عقل آرائی کرنا حقیقۃً اپنی جہالت کا ظاہر کرنا ہے۔ مؤلف صاحب کو ایک پاس انفاس اور ذکر قلبی کیا مل گیا ہے اُسکو وہ تصوف سمجھ رہے ہیں۔ اُسی پر ولایت کا دارومدار خیال کر رکھا ہے اور یہ خبر نہیں کہ بزرگوں نے صلاحیت اور استعداد پیدا کرنیکی غرض سے ہزارہا اذکار اور اشغال وضع کئے ہیں۔ اُنمیں سے ایک پاس انفاس اور ذکر قلبی بھی ہے۔ اور یہ جتنے اذکار ہیں۔ اُنمیں کوئی مقصود نہیں نہ مقصود کا حاصل ہونا ان پر موقوف ہے اور نہ یہ اسباب ولایت ہیں۔ اور جن چیزوں پر مقصود کا حاصل ہونا موقوف ہے وہ چیزیں دیگر ہے جو کتابوں سے اُن کا سُراغ نہیں چلتا وہ خاص مرشد کامل کی توجہ پر موقوف ہے جو اصل مقصود تک پہنچا کر صاحب ولایت بنا دیتی ہے۔ بس یہ پاس انفاس ہوا یا کوئی اور ذکر ہوا کیسیکو ولی نہیں بنا دیتے۔ پس مؤلف صاحب (۳۰۵ وغیرہ) فصل میں جو صوفیوں کی طرف سے اس پاس انفاس اور ذکر قلبی کو ذریعہ ولایت سمجھ بیٹھے ہیں یہ انکی غلطی اور انکے فہم کا قصور ہے۔ کوئی صوفی اس پاس انفاس اور ذکر قلبی کو سبب ولایت کا نہیں سمجھتا مؤلف نے اپنی جودت طبع سے قلب انسانی میں سیکڑوں قوتیں فرض کی ہیں جنکا ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ کسی محدث اور مجتہد کی تحقیق ہے نہ وہ حکما کے مبحوث عنہ ہیں منجملہ انکے انہوں نے قلب میں ایک قوۃ صوفیہ اور ایک قوۃ اصلیہ فرض کی ہے۔ قوۃ اصلیہ کی نسبت وہ لکھتے ہیں کہ جب آدمی

سن بلوغ کو پہنچتا ہی تو اُس قوت کی پوری تکمیل ہوجاتی ہی۔ اور اسکو سمجھ بوجھ حاصل ہوجاتی ہے اور
اُسکے دلمیں ایسی نورانیت اور ہمت اور بصیرت پیدا ہوتی ہی کہ جس سے وہ اپنے سب دینی اور دنیوی
کام کو بخوبی انجام دیکھتا ہی۔ دین کے متعلق جتنے امور ہیں جیسے معرفت توحید ذاتی و صفاتی اور
فرائض اور واجبات وغیرہ ان سب کو وہ آدمی اچھیطرح جان سکتا ہی۔ امر و نہی بھلائی و برائی صلاح
و فساد کی تمیز کرسکتا ہی اور ہر ایک احکام شرعیہ کو مطابق منشاء الٰہی کے انجام دیکھتا ہی اور مناہی
شرعیہ سے اپنے آپکو روک سکتا ہی۔ مؤلف کا یہ کلام حباب بر سر آب ہے۔ اسلیئے کہ ہر شخص یہ جانتا ہی کہ انسان
کے لیئے تین زمانے ہوتے ہیں ایک زمانہ طفولیت کا۔ دوسرا زمانہ بلوغ کا تیسرا زمانہ کہولت کا۔
زمانۂ طفولیت میں تا بلوغ کوئی شخص مکلف بالشرائع نہیں۔ اور زمانہ کہولت میں تمام خواہشات
نفسانی بجھ جاتی ہیں۔ وہ قابل ارتکاب منہیات شرعیہ کا نہیں رہتا۔ رہا زمانہ بلوغ کا اُس میں
ہر قسم کی خواہشات نفسانی پیدا ہوتی ہیں۔ اگر کوئی امر خارجی مانع نہو تو طرح طرح کی منہیات شرعیہ
میں مبتلا ہوجاتا ہی اُسوقت یہ قوت اصلیہ انکو اُن منہیات شرعیہ سے باز نہیں رکھتی جیسا کہ مؤلف
کا دعویٰ ہی بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس قوت اصلیہ کی تکمیل ہی تمام منہیات شرعیہ کے صدور کی
علت واقع ہوئی ہی اگر اس قوت اصلیہ سے آدمی اپنے آپکو منہیات شرعیہ سے روک سکتا تو لوگ
طرحطرح کے منہیات شرعیہ میں نہ پھنستے۔ اگر اس قوت اصلیہ سے ہر ایک احکام شرعیہ کو مطابق منشاء
الٰہی کے انجام دیکھتا تو کسی نبی علیہ السلام کے آنے کی ضرورت نہ تھی اگر اس قوت اصلیہ سے معرفت
توحید ذاتی و صفاتی اور فرائض اور واجبات اور اوامر اور نواہی اور صلاح اور فساد کی تمیز ہوتی
تو ظاہری اور باطنی معلم کی ضرورت نہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ قوت اصلیہ کوئی چیز نہیں اور اس
قوت اصلیہ پر جتنے امور مؤلف نے متفرع کیئے ہیں وہ سب بے اصل اور قابل التفات نہیں۔ **پہلے**
معلوم ہوچکا ہی کہ صوفیہ کرام کی ابتدائی تعلیم نفی غیر اللہ اور اثبات ذات مطلق ہوا کرتا ہی اور جب
بفضل ایزدی اُسپر یہ حالت طاری ہوئی اور غیریت جو عبارت ہی تعینات اور تشخصات سے محو ہو گیئے
اور ایک حقیقت متصلہ جامعہ اُسکی نظروں میں بس گئی۔ اسصورت میں صوفیہ کرام کی نسبت کفر اور

شرک اور بدعت اور ضلالت کی نسبت کرنا محض ناسمجھی ہے اسلیئے کہ سب لوازم تعینات کے ہیں اور جب انکی نظروں میں تعینات کا نام ونشان نہیں بصورت میں یہ سارے اطلاقات جو انکی نسبت کیئے گئے ہیں یہ سب مؤلف کے مفہوم ذہنی پر صادق آتے ہیں جو انہوں نے اپنے ذہن میں ایک مضمون گڑھ رکھا ہے ورنہ یہ حضرات ان صفات ذمیمہ سے بری اور پاک صاف ہیں۔ رہا انکا یہ کہنا کہ ایسے حضرات سے اگرچہ کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی مگر انکے متبعین جو اس تبہ کو نہیں پہنچے ان سے تمام خرابیاں دین میں پھیلی ہوئی ہیں اسکا یہ جواب ہے کہ اول تو خلاف واقع محض مؤلف کی بدگمانی ہے اور انکا یہی خیال ہے تو ہم کہتے ہیں کہ منجملہ اقسام بیعت کے جس طرح بیعت طریقت ہے اسیطرح بیعت شریعت بھی ہے جتنے مسلمان ہیں سب کے سب بیعت شریعت میں داخل ہیں اور بیعت شریعت کے یہ معنی کہ جتنے نواہی ہیں ان سب سے اجتناب کرتا رہے اور جتنے اوامر ہیں ان سب پر عمل کرتا رہے اب خیال فرمایئے کہ اس بیعت شریعت کیموافق کون کون صاحب کیا کیا عمل کر رہے ہیں ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ اس بیعت شریعت والوں میں سے ہزارہا نماز نہیں پڑھتے ہزارہا روزہ نہیں رکھتے۔ ہزارہا زکوۃ نہیں دیتے۔ ہزاروں پر حج فرض ہو رہا ہے۔ ہزاروں روزہ نماز حج زکوٰۃ کے پابند ہیں مگر انکے پیچھے یہ آفت کہ ہزاروں انمیں سے سود کھاتے ہیں۔ ہزاروں شراب پیتے ہیں ہزاروں جوا کھیلتے ہیں۔ ہزاروں زنا میں مبتلا ہیں ہزاروں لواطت میں پھنسے ہوے ہیں۔ ہزاروں جھوٹ بولتے ہیں ہزاروں جھوٹی گواہی دیتے ہیں ہزاروں جعلسازی کرتے ہیں۔ ہزاروں مکاری کرتے ہیں ہزاروں چوری کرتے ہیں ہزاروں رہزنی کرتے ہیں ہزاروں گلہ کٹی کرتے ہیں۔ ہزاروں فریب کرتے ہیں ہزاروں حق تلفی کرتے ہیں ہزاروں غصب کرتے ہیں ہزاروں خیانت کرتے ہیں ہزاروں عیب جوئی کرتے ہیں ہزاروں غیبت کرتے ہیں ہزاروں نسب نکالتے ہیں ہزاروں حسد کرتے ہیں ہزاروں قطع رحم کرتے ہیں ہزاروں ایک دوسرے کا حق نہیں دیتے ہزاروں جھوٹے مقدمے کراتے ہیں۔ ہزاروں رشوت کھاتے ہیں ہزاروں کسیکا لیکر دینا نہیں چاہتے ہزاروں لوگوں کی دل شکنی کرتے ہیں ہزاروں دوسروں کو حقیر اپنے کو معزز جانتے ہیں ہزاروں اپنے کو اچھا دوسروں کو برا جانتے ہیں۔ ہزاروں ایسے ہیں جنہوں نے ظلم پر کمر باندھی ہے غرض کہ اسیطرح

کی بُری بُری باتیں ہیں کہ طرح طرح کی منہیات میں لوگ پھنسے ہوئے ہیں۔ بہت کم ایسے اللہ والے
ہیں جو بیعت طریقت کو پورے طور پر انجام دے رہے ہیں۔ اور یہ اشخاص جو بیان ہوئے یہ سب وہی ہیں جو
متبع اور زیر حکومت علما ہیں۔ اور علما اپنے آپکو ایسے لوگوں کا مقتدا اور پیشوا سمجھ رہے ہیں یہی لوگ
ہیں جو علما کے وعظ میں زیب انجمن ہوتے ہیں یہی لوگ ہیں جو علما کی خدمتیں کرتے رہتے ہیں یہی لوگ
ہیں کہ علما انکی دعوتوں میں شریک ہو کر انکے ہم نوالہ و ہم پیالہ اور انکے ہم جلیس بنتے ہیں۔ اب
انصافاً فرمایئے کہ جو لوگ متبع صوفیہ کرام ہیں انسے دین میں خرابی پیدا ہوئی ہے یا جو لوگ متبع اور
زیر حکومت علما ہیں انہوں نے دین کو گندہ اور خراب و برباد کر رکھا ہے بیعت طریقت والوں کی چند باتیں
جو انکے نفس کے لیئے ہیں انکو دین کی بربادی سمجھی جاتی ہے اور بیعت شریعت والوں کی یہ تمام باتیں جو ہر فرد
بشر سے ہو رہی ہیں انسے دین کی بربادی کا کچھ خیال نہیں ہوتا۔ متبعین علما کی وجہ سے جو دین میں
خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں انکا کیا ذکر ہے۔ اگر آجکل کے علما کی پردہ دری کیجائے اور نام بنام بالتشریح
ہر ایک کے حالات کھولے جائیں تو سب کی آنکھوں میں اندھیرا چھا جائے اور پھر کسی کو اسلام ڈھونڈھے نہ ملے
جناب مولانا! مخلوق خدا ہر قسم کی ہوتی ہے۔ ہر فریق میں اچھے بھی ہوتے ہیں بُرے بھی ہوتے ہیں پس جس طرح بیعت
شریعت والوں میں اچھے بُرے دونوں قسم کے لوگ موجود ہیں اسیطرح طریقت والوں میں اچھے بُرے پائے
جاتے ہیں۔ اس صورت میں اگر ملامت پر نظر ہے تو دونوں فریق مستحق ملامت کے ہیں۔ اگر چشم پوشی ہے
تو دونوں فریق کی طرف سے آنکھ بند کر لینا چاہیئے طریقت والوں کو تیر ملامت کا نشانہ کرنا اور شریعت والوں
کیطرف سے منہ موڑ لینا سراسر بے انصافی اور محض تعصب ہے اور فقرا کی نسبت یہ کہنا کہ انہوں نے اپنے
کھانے کمانے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنیکے لیئے یہ صورت بنائی ہے۔ اسکے مقابل میں دوسرا کہہ
سکتا ہے کہ جسطرح فقرا نے اس لباس کو کاسہ گدائی ٹھہرایا ہے اسیطرح علما اپنے کھانے کمانیکے لیئے علم
کی جھولی گلے میں ڈالے پھرتے ہیں الاعمال بالنیات نیت کا حال خدا جانے بظاہر میں دونوں حضرات لوگوں
کو نیک کام کیطرف بلا رہے ہیں انکے دلوں کی ہم کو یا آپکو کیا معلوم کہ یہ فقیری لباس اور یہ وعظ گوئی
اللہ کیواسطے ہے یا اپنے کھانے کمانیکے لیئے۔ ظنوا المؤمنین خیرا۔ ہم کو تو یہ حکم ہے کہ ہم دونوں کو نیک

نظر سے دیکھیں ہمکو کسی کی بدگمانی سے کیا فائدہ۔ ہر شخص کا معاملہ خدا کیساتھ ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کوئی بوجھ اٹھانیوالا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائیگا۔ اور ثانیاً کہ فقراء کا یہ لباس محض کھانے کمانے کیلئے ہے مگر یہ تو فرمائیے کہ وہ اپنی زبان سے کسی کو بلاتے ہیں یا یہ کہتے پھرتے ہیں کہ تم ہمارے معتقد اور مرید ہو جاؤ یا ہمکو کچھ نذرانہ دو۔ ایسا کسی صوفی کی زبان سے نہ سنیئے گا بخلاف مولوی صاحبان کے کہ جس مسجد میں جاتے ہیں بعد نماز اپنی زبان سے بھی کہتے ہیں کہ وعظ سننے جائیگا اور اخیر وعظ میں یہ تمہید ہوتی ہے کہ کچھ مدرسہ کی امداد ہونی چاہیئے۔ یا بغرض مباحثہ کسی جلسہ میں جانا ہے وہانکے لیئے کچھ فکر ہونا چاہیئے۔ اسیطرح کسی اور حیلہ بہانہ سے ضمناً سوال ہوتا ہے۔ اور سننے والے یہی خیال کرتے ہیں کہ مولویصاحب در پردہ اپنے لیئے سوال کرتے ہیں۔ اور فرض کیا کہ خود مولویصاحب نے اپنی زبان سے کچھ نہ کہا اور کسی پرچہ میں سوال کو ظاہر نکیا بلکہ واعظ نے کہلایا کہ مولویصاحب وعظ فرمائینگے۔ اس صورت میں بھی لوگوں کو یہی خیال گزرتا ہے کہ مولویصاحب کچھ خواستگار ہیں۔ اب فرمائیے کہ اس تمہید سے واعظین کا مانگنا اچھا ہے یا بے زبان صوفیہ کی خاموشی۔ گو صورت سوال ہی سہی۔ ہمکو اچھا کہیگا؟ خیر ہمکو ان دونوں صاحبوں کی نیتوں سے کچھ بحث نہیں انصافاً یہ بات ضرور ہے کہ یہ دونوں حضرات اپنے اپنے طور پر مخلوق کو نیک راہ چلاتے ہیں اس نفع رسانی پر اگر کسی نے ان حضرات کو کچھ پیش کیا اور انہوں نے اسکو قبول کیا تو اس لینے پر لینے والوں کا قصور ہے یا دینے والوں کا۔ حق پوچھیے تو دینے والوں کا قصور ہے کہ ایسے لوگوں کو کیوں دیتے ہیں جو کھانے کمانے کی غرض سے پیری مریدی اور وعظ و نصیحت کرتے پھرتے ہیں۔ اگر انکا دینا موقوف ہوجائے تو اس حیلہ حوالہ سے انکا یہ پیشہ بھی ترک ہوجائے۔ اب ہم دوسری بات کہتے ہیں کہ یہ حضرات صوفی جو کھانے کمانے کی غرض سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور لوگوں کو مرید کررہے ہیں تو انکے مریدوں سے پوچھیئے کہ سوائے خدا کے نام کے خلاف شرع کوئی دوسری چیز بھی تعلیم کرتے ہیں یا نہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر کوئی خلاف شرع تعلیم ہوتی تو کوئی انکے پاس نہ ٹھہرتا۔ بلکہ اور بدنام کرکے لوگوں کو انکے پاس آنیسے مانع ہوتے مگر ہم تو دیکھتے ہیں کہ جو مرید ہوتا ہے۔ ساری عمر انکا دامن نہیں چھوڑتا۔ عوام کا کیا ذکر ہے۔ ہر سلسلہ اور ہر خاندان کے شجروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے عالم متبحر وقت انکی خدمتمیں آکر ہمیشہ انکی غلامی کا دم بھرتے

رہتے ہیں۔ اگر صوفیہ کرام کے سبب سے دین میں کوئی خرابی پیدا ہوتی یا باطنی نفع انکو حاصل نہوتا تو کوئی عالم فاضل باکمال باوجود عاقل اور بالغ اور زیرک اور ہوشیار ہونیکے ہرگز ہرگز انکی رفاقت کا دم نہ بھرتا اور خود متنفر ہو کر انسے جدا ہو جاتا۔ اور نیز مؤلف کی قوت حصلیہ انکو اچھے برے کی تمیز دیکر ضرور انکو انکے پھندے سے نکال لیتی۔ شاید مؤلف کی قوت صوفیہ۔ قوت حصلیہ پر ایسی غالب ہے کہ انکو انکے پھندے سے نکال نہیں سکتی۔ یہ وجہ ہے کہ ہزارہا علما انکے پھندے میں پھنسے ہوے ہیں اور اس سے نکل نہیں سکتے (۲۳) فصل میں مؤلف کی ساری تقریر مہمل اور نادانفیت کی دلیل ہے۔ اسلئے کہ مؤلف کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلعم نے کسی صحابی اور اپنے اہل بیت میں سے کیکو صاحب ولایت نہیں کیا یہ بالکل غلط ہے اسلئے کہ ترمذی شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہر نبی علیہ السلام کے لیے سات نجبا اور نقبا رہے اور مجکو چودہ عطا ہوے ہیں چنانچہ آپنے ایک ایک کا نام لیا اور یوں فرمایا انا وابنائی وجعفر وحمزۃ وابوبکر وعمر ومصعب بن عمر وبلال وسلمان وعمار وعبداللہ بن مسعود وابوذر والمقداد۔ یہ روایت ترمذی شریف کی ہے اور جواہر العلوم میں ہے واما نقبائہ صلعم اثنا عشر نقیبًا الی ما قال ہم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی والزبیر وجعفر بن ابی طالب ومصعب بن عمیر وبلال وعمار والمقداد وعثمان بن مظعون وعبداللہ بن مسعود واما نجبائہ صلعم فکلہم من الانصار الخ۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنے رسالہ سر المکتوم میں یہی چودہ نام درج فرمائے ہیں۔ علاوہ ان صحابہ کرام کے اور اصحاب کبار کے جو جو مناصب شیخی سے ثابت ہیں اگر ان کو بیان کیا جاے تو ایک دفتر ہو جاے۔ لہذا مؤلف کے خیال مٹانیکے لیے ہم انہیں حضرات کے ناموں پر اکتفا کرتے ہیں

اِسی فصل میں مؤلف کا یہ کہنا کہ چور راہزن ظلمہ فسقہ سب کے سب ان صوفیوں کے حلقہ میں آمد و رفت رکھتے ہیں مؤلف کو شاید یہ خبر نہیں کہ مولویصاحبوں کے وعظ میں راہزن ظلمہ فسقہ چور اچکا زانی شرابی سود خوار دہریے داڑھی منڈے نمازی بے نمازی جعلساز دغاباز رنڈی منڈی بھڑوے اچھے برے سبھی جمع ہوتے ہیں اگر ان لوگوں کی آمد و رفت عیب ہے تو پہلے مولوی صاحبوں سے کہنا چاہیے کہ ایسے لوگوں کو اپنے اپنے وعظ میں آنے نہ دیں۔ پھر صوفیوں پر کسطرح کا عیب لگائیں۔ اپنے عیبوں پر نظر نہیں کیجاتی دوسروں کے عیب ڈھونڈھے جاتے ہیں یہ آجکل کی یہ مولویت رہگئی ہے۔ اگر یہ کہئے کہ مولوی صاحب اللہ تعالی کا حکم سناتے ہیں تو اسکے مقابل کے

صوفیہ کرام خدا کا رستہ بتلاتے ہیں۔ اور خدا اور رسولؐ نے یہ تخصیص نہیں کی کہ جو اچھے ہیں انہیں کو اللہ تعالے کا نام بتلایا جائے۔ اور جو برے ہیں انکو نکالدیا جائے۔ جناب مولوی صاحب! مقبولیت اور غیر مقبولیت اللہ جل شانہ کے قبضۂ اقتدار میں ہے نیک کار۔ بدکار۔ زانی۔ شرابی۔ چور۔ لچے۔ عابد زاہد۔ رنڈی منڈی بھڑوے سب اسکی مخلوق ہے خداوند تعالی جسکو چاہے مقبول کرے جسکو چاہے مردود کرے۔ سیکڑوں عابد زاہد مردود ہو کر جہنم میں چلے گئے۔ اور ہزاروں بدکار فضل ایزدی سے مقبول ہو کر بہشت میں داخل ہو گئے۔ بلعم باعور کا قصہ مشہور ہے کیسے عابد زاہد مستجاب الدعوات تھے۔ آخر کو جو انکا انجام ہوا وہ سب جانتے ہیں حضرت موسی علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص نہایت فاسق اور فاجر اور بدکار اور مطعون خلائق تھا جب وہ مرا لوگوں نے اسکی بدفعالی کی وجہ سے گھسیٹ کر کسی مزبلہ میں ڈال آئے حضرت موسی علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ہمارے بندہ کو لوگ مزبلہ میں ڈال آئے ہیں۔ تم جاکر اچھی طرح اسکی تجہیز و تکفین کرو۔ دیکھو وہ کیسا بدکار سیہ کار تھا اور اخیر کو اسکا کیا اچھا انجام ہوا بوستان میں یہ حکایت پڑھی ہوگی کہ حضرت عیسے علیہ السلام ایک عابد زاہد کے پاس گئے۔ ایک شخص جو نہایت فاسق اور فاجر اور بدکار مشہور عالم تھا وہ انکی نورانی صورت دیکھکر اپنے دلمیں نہایت پشیمان ہوا اور وہ عابد اسکی صورت دیکھکر اسکی بدافعالی کی وجہ سے متنفر ہوا پس وہ فاسق اس ذرا سی ندامت کے سبب سے مغفور ہو گیا اور وہ عابد باوجود سالہا سال عبادت کرنیکے ذرا سے تنفر سے مقہور ہو گئے مشکوۃ شریف کے باب الایمان بالقدر کی پہلی فصل میں سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بندہ (ساری عمر) دوزخیوں کے کام کرتا ہے اور وہ جنتی ہوتا ہے اور جو ساری عمر بہشتیوں کے کام کرتا ہے وہ دوزخی ہوتا ہے۔ اعمال کا دار و مدار عملوں کا خاتمہ پر ہے صحابہ کرامؓ کی ابتدائی حالت کیسی تھی۔ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں آتے ہی اس مرتبہ کو پہنچے کہ سارے جہان کے سرتاج ہو گئے۔ وہی فیض باطنی رسول اللہ صلعم کا اہل بعد اور صوفیہ کرام میں چلا آتا ہے کہ انکے فیضان صحبت سے ہی ہزاروں نیک کار اور بدکار ایسے کاملین ہو گئے کہ اب تک لوگ انکی قبروں سے فیض پا رہے ہیں اور حضرت سعدیؒ بھی اسکی شہادت دے رہے ہیں ؎ اگر بوسہ بر خاک مرداں زنی + بجھائے پیش آیدت روشنی + ہمارے اس کلام کی تصدیق کے لئے بزرگوں کے تذکرے اور تاریخوں کا دیکھ لینا کافی ہے۔ صوفیہ کرام جو غیر قوم کو مرید کر لیتے ہیں تو انپر لوگوں کو بالخصوص مؤلف کو بہت کچھ موقع لعن طعن کرنیکا ملتا ہے۔ اگر وہ لوگ اسکی مصلحت سے واقف ہو کر انصاف کو دخل دیں تو مجبوراً انکو یہ کہنا پڑے ؎ بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید + کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا + حضرت اہل طریقت جو غیر قوم کو مرید کرتے ہیں تو اس حیلہ سے حقیقۃً انکو مسلمان کرتے ہیں اسلئے کہ بیعت میں کیا ہوتا ہے اول مرید سے توبہ کرائی جاتی ہے۔ اسکے بعد کلمہ توحید پڑھایا جاتا ہے۔ پھر رسول اسی کلمہ توحید کے معنی کے ساتھ ضربیں کرائی جاتی ہیں۔ صدق دل سے ایک مرتبہ کلمہ توحید پڑھنے سے بر روئے کلام قرآن واحد میں مسلمان ہو جاتا ہے اور پچھلی باتیں اسکی سب دُھل جاتی ہیں اور یہاں مرید کئی برسوں اس سے اسی کلمہ کی مشق کرائی جاتی ہے پھر اسکے مسلمان ہونے میں کیا شک و شبہ رہا ایسے لوگ بعد مرید ہونیکے بت پرستی اور جو جو رسوم جاہلیت ہیں انکو چھوڑ دیتے ہیں اور روزہ نماز پڑھنے لگتے ہیں گو بظاہر اپنے لباس میں رہتے ہیں کہ غیر کو انکا مسلمان ہونا معلوم نہیں ہوتا ابتدائے اسلام میں صحابہ کرام کی بھی یہی حالت تھی کہ اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھتے تھے اور حدیث میں بھی

کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے۔ ظاہر کو نہیں دیکھتا۔ اب اعتراض کرنیوالوں سے یہ سوال ہے کہ کسی حیلے سے غیر قوم
کو مسلمان کر لینا اچھا ہے۔ یا ہمیشہ کے لیئے ان کا کافر بنا رہنا اچھا ہے؟ غیر قوم کو مرید کر لینا جو ضمناً انکو
مسلمان کرنا ہوتا ہے۔ اسمیں اسقدر لعن و طعن نہیں اس سے بڑھکر ایک اور موقع لعن و طعن کا سنایا جاتا ہے اسکو
غور سے سنیئے گا۔ وہ یہ ہے کہ رنڈیاں علی العموم سب کی نظروں میں ذلیل بالخصوص مولوی صاحبوں اور تقویٰ
شعاروں کے نزدیک سوائے دوزخ کے انکے لیئے کہیں ٹھکانا نہیں۔ اور جو زانی بدکار روزہ نماز اور وعظ و نصیحت میں
بھی شریک ہوکر مولویوں سے خلا ملا رکھتے ہیں وہ وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ کوئی انکو برا نہیں
کہتا۔ حالانکہ رنڈیاں زناکاروں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ اسلیئے کہ وہ بیچاریاں خانہ نشین بطور خود نہ کہیں جاتی ہیں نہ
کہیں آتی ہیں نہ کسی کو بلاتی ہیں۔ گو ان کا سنگار شہوت پرستوں کو اپنی طرف مائل کرتا رہتا ہے۔ مگر وہ اپنی
زبان سے کچھ نہیں کہتیں۔ بخلاف زانی بدکار کے کہ اول اُسکے دل میں خیال بد کا آنا ہی حرام ہے۔ پھر بہ
خیال بد جانے کا ارادہ کرنا یہ حرام۔ پھر بارادہ بد گھر سے نکلنا یہ حرام۔ پھر راہ بد میں ہر ہر قدم کا اُٹھانا
یہ حرام۔ پھر مزنیہ کے پاس جاکر اس سے ہمکلام ہونا یہ حرام۔ پھر اُس سے روسیاہی حاصل کرنا یہ حرام پھر
اُس بدکاری کی اجرت دینا یہ حرام۔ یہ زانی اتنے جرموں کا مرتکب ہوا۔ اور وہ مزنیہ بطمع مال تعیین یہ
صرف دو تین فعلوں ناشرع کی مرتکب ہوتی ہے اس صورت میں انصافاً وہ زانی بدکار بہ نسبت مزنیہ کے زیادہ
مستحق ملامت کا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ساری برائی اُس مزنیہ کے سر رکھی جاتی ہے اور وہ زانی اس بات پر معذور
سمجھا جاتا ہے کہ سن بلوغ میں اکثروں کو مولف کی قوت صلیہ کھینچ کھانچ کر ایسے برے کاموں کیطرف لیجاتی ہے۔ اگر
اتفاقاً وہ زانی کسی بزرگ کا مرید ہوگیا تو اسکی واہ وا ہوتی ہے۔ اور اگر کسی رنڈی کو توفیق الٰہی شامل حال ہوئی
اور وہ کسی بزرگ کی خدمت میں آکر مرید ہوگئی تو چار نل طرف سے مرید کرنیوالوں پر بوچھاڑ پڑنے لگی۔ اور انکے
مرید کر لینے میں جو جو مصلحتیں ہوتی ہیں کوئی انکو جانتا نہیں۔ تتبع اور استقرا اس امر کو دکھلاتا ہے کہ جو رنڈیاں مرید
ہوتی ہیں بتوفیق الٰہی بعض اُن میں سے سب کام چھوڑکر عابدہ اور زاہدہ بنجاتی ہیں۔ بعض ایسی ہیں کہ وہ کسی سے نکاح
کر لیتی ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ زناکاری سے توبہ کرکے صرف گانے بجانے کو ذریعہ معاش کر رکھا ہے۔ دیکھئے پہلے
کیسی بلاؤں میں پھنسی ہوئی تھیں۔ مرید کر لینے سے ان سب بلاؤں سے چھوٹ کر اسرور والی کہلائیں۔ اور حدیث شریف
میں ہے کہ دارمدار آدمی کا خاتمہ پر ہے۔ پہلی حالتوں پر منظر نہیں ہوتی۔ اب مرید کرنیوالوں پر جو لعن و طعن کرنیوالے ہیں
اُن سے پوچھا جاتا ہے کہ مرید نہ کرنے سے انکا ہمیشہ زناکاری میں رہنا یہ اچھا تھا یا اس مرید کر لینے سے ان کا ان تمام
برائیوں سے چھوٹ جانا یہ اچھا ہوا۔ اور جن بزرگوں نے انکو ان برائیوں سے بچایا وہ لائق تحسین و آفرین ہیں یا مستحق
لعن و طعن کے۔ اگر یہ کہیئے کہ بعض رنڈیاں مرید ہونے کے بعد بھی اپنا پیشہ اور حرامکاری نہیں چھوڑتیں تو ہم
کہتے ہیں کہ اسمیں پیروں کا کیا قصور۔ ہزاروں واعظ منہیات شرعیہ سے منع کرتے رہتے ہیں کوئی انکی سنتا ہی
نہیں اسمیں مولویوں کا کیا قصور ہے۔ رسول اللہ صلعم سے اگر ہزاروں مسلمان ہوئے تھے۔ بعض بعض مرتد اور منافق ہوگئے
پس انکے مرتد اور منافق ہونے سے رسول اللہ صلعم پر کیا الزام ہے۔ رسول اللہ صلعم اور جو انکے متبعین یعنی علما اور فقرا ہیں
اُن کا کام سیدھا رستہ تبلا دینا ہے اور سیدھے رستہ پر چلانا اور منزل مقصود کو پہنچا دینا یہ خدا کا کام ہے بندہ کا کام نہیں

اِسے آگ میں ڈالدو۔ پھر ارشاد ہوا کہ اہل معرفت گفت گو کا دعوےٰ اُسوقت کرسکتے ہیں کہ پہلے اپنے تئیں خلق کو ثمرۂ معرفت سے بہرہ ور کہائیں۔ اور جو لوگ ادعائے محبت پر نکتہ چینی کرتے ہوں۔ اُنہیں شکست دیں۔ بعدازاں شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے اشغال کا حال فرمانے لگے کہ انکی رحلت کے موقع پر ایک مرید حاضر تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ کو ایسی حالت میں تبسم کناں دیکھکر عرض کیا کہ اے مخدوم! آپ اب دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے کوچ کررہے ہیں۔ اور آپ کو رنج نہیں چہرے پر اور اُلٹی ہنسی ہے۔ کہا میاں خدا تعالیٰ کے پہچاننے والوں کی یہی شان ہونی چاہیئے۔ اِسکے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ شخص بیشک عاشق و عارف ہے۔ جسکے دلمیں ہر چیز سے خدا کی یاد پیدا ہو۔ پھر ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار اوشی کی زبان مبارک سے سُنا ہے کہ عقل کے درخت کو فکر کا پانی دیا کرو۔ تاکہ خشک نہو جائے۔ بلکہ روز بروز بڑھتا رہے۔ اور غفلت کے درخت کو جہل کا پانی مناسب ہے اسکی اس سے جڑ بندھتی ہے۔ اور توبہ کا درخت ندامت کے پانی سے پرورش پاتا ہے اور بار آور ہوتا ہے۔ اور محبت کا درخت موافقت کے پانی سے پھولتا پھلتا ہے۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ حضرت خواجہ معین الدین سنجری رح کے واقعات میں مرقوم ہے، کہ جس رات کو آپ کا انتقال ہونے والا تھا۔ اُس رات کو آپنے کئی سو بار جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ خدا کا دوست معین الدین آتا ہے۔ ہم اسکے استقبال کے لیئے آئے ہیں اور جب آپ کا وصال ہوگیا تو آپ کی پیشانی پر لکھا ہوا دیکھا گیا کہ حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ۔ شیخ الاسلام اِن الفاظ تک پہنچے تھے کہ بانگ نماز سنائی دی۔ خواجہ نماز میں مشغول ہوئے۔ اور خلق دعاگو واپس۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِکَ +

۱۲- ذیقعدہ ۶۵۵ھ

دولت پائبوسی میسر آئی۔ مولٰنا بدرالدین غزنوی اور شیخ جمال الدین ہانسوی اور دیگر عزیز حاضر خدمت تھے۔ اور ترک دنیا کی بزرگی پر بحث چل رہی تھی فرمایا کہ جس روز سے حق تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ دشمنی کے باعث اسکی طرف نظر نہیں کی۔ پھر اسی اثنا میں ارشاد کیا کہ امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہٗ کا قول ہے کہ میں دو چیزوں سے ڈرتا ہوں۔ ایک درازی اہل کی آرزو سے۔ اور دوسرے دنیا اور خواہش نفس کی متابعت سے۔ کیونکہ نفس بندے کو یاد حق سے باز رکھتا ہے اور درازی اہل کی آرزو آخرت کو بھلا دیتی ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ غزنین میں ایک بزرگ تھے۔ اُن سے میں نے پوچھا کہ دنیا کی ہماری طرف پشت ہے اور آخرت کا ہماری طرف منہ ہے۔ ہم کسے عزیز رکھیں۔ جواب دیا کہ "آخرت کو"۔ اور اسی کے بہتر بنانے کی کوشش کرو کیونکہ کل بروز قیامت وہ کوششیں کام آئیں گی۔ اور دیکھو آج جو کام یہاں کیے جاسکتے ہیں۔ کل اُن کا موقع نصیب نہوگا۔ پھر اسی محل میں حکایت بیان کی کہ خواجہ عبداللہ بن سہیل تستری نے جو کچھ مال و منال دنیا اُنکے پاس تھا۔ سب اللہ کی راہ دیدیا۔ اہل خاندان ملامت کرنے لگے کہ خرچ کے واسطے تو کچھ بچا لیا ہوتا۔ خواجہ نے کہا مجھے اس فکر کی ضرورت نہیں۔ پھر اسی گفتگو میں ارشاد فرمایا۔ کہ اسرارالعارفین میں خواجہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر میرے مطالعہ سے گزری کہ جب حکمت آسمان سے اُترتی ہے تو ہر دلکو اپنا مسکن نہیں بناتی۔ جن لوگوں کو ان چار مرضوں میں سے ایک مرض بھی ہوگا۔ حکمت ان سے ہمیشہ دور رہیگی۔ (۱) حرص دنیا (۲) فکر فردا (۳) مسلمانوں سے بغض و حسد (۴) شرف و جاہ کی محبت۔ پھر فرمایا کہ برادر بہاؤالدین زکریا کے ساتھ ایک دفعہ میں کہیں بیٹھا تھا کہ زہد پر یہ گفتگو چھڑ گئی کہ تین چیزیں زہد و درویشی کے لیئے لازمی ہیں۔ جس شخص میں یہ تین چیزیں نہونگی زہد بھی نہوگا

(۱) دنیا کی شناخت پر اُس سے ہاتھ اُٹھانا (۲) مولے کی خدمت کرنی اور ادب ملحوظ رکھنا (۳) آخرت کی آرزومندی اور اُسکا طلب کرنا۔ اسکے بعد ارشاد ہوا کہ ہمارے خواجگان میں سے خواجہ فضیل بن عیاض سے منقول ہے کہ قیامت کے دن دنیا نہایت زیب و زینت کیساتھ آراستہ ہوکر میدان میں نکلیگی اور عرض کریگی کہ اے پروردگار! اب تو مجھے اپنا بندہ بنا۔ اسپر خدا تعالیٰ جواب دیگا کہ میں تجھے مُنہ نہیں لگاتا۔ تیرے پیروؤں سے مجھے کبھی خوشی نہوئی۔ اتنے میں دنیا ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ پھر دعاگو کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ دنیا ترک کرو تاکہ قیامت کے روز دوزخ سے محفوظ رہو۔ پھر ارشاد ہوا کہ جسقدر فتوحات اور نقد میرے پاس آتا ہے میں اگر اُسے جمع کروں تو خزانے بھر جائیں۔ لیکن میں سب کچھ اُسی کی راہ میں صرف کر دیتا ہوں۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ خواجہ مودود چشتی قدس اللہ سرہ شرح اولیا میں تحریر فرماتے ہیں کہ تمام بدی اور بُرائی ایک مکان میں جمع کرکے اسکی کنجی دنیا کو بنایا گیا ہے جو لوگ دانا اور دور اندیش ہیں وہ اس مکان اور اس مکان کی کنجی کے پاس نہیں پہنچتے۔ امام زاہد کی تفسیر سامنے رکھی تھی۔ اُسمیں یہ روایت دکھائی دی کہ نَجَی الْمُخَفِّفُوْنَ وَھَلَکَ الْمُثْقِلُوْنَ۔ یعنی سبکساروں نے نجات پائی اور گراں بار ہلاک ہوئے۔ بعد ازاں خدا تعالیٰ کی بزرگی میں گفتگو شروع ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ خدا تعالیٰ سب سے بزرگ ہے لیکن جب یہ بات کل دنیا جانتی ہے تو اس نعمت سے محروم کیوں رہتی ہے اور فکر و ذکر میں عمر کیلئے صرف نہیں کرتی۔ پھر ارشاد ہوا کہ بعض بعض بندے اللہ کے ایسے ہیں جو دوست کا نام سُن کر جان و مال فدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اسرار تابعین میں مرقوم ہے کہ کسی درویش نے جنگل میں اپنا مسکن بنایا تھا۔ اور ساٹھ برس سے عالم تفکر میں استادہ تھے۔ ناگاہ غیب سے ندا آئی کہ یا اللہ درویش مذکور نے جو دوست کا نام نامی سُنا۔ ایک نعرہ مارکر گر پڑے۔ دیکھا تو جان بحق تسلیم ہو چکے تھے۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ اگر اہل سلوک

کبھی خدا کی یاد سے غافل ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اسوقت مردہ ہیں۔ اگر زندہ ہوتے تو مولیٰ کا ذکر ہم سے فوت نہوتا۔ پھر اسی موقع پر ارشاد کیا کہ بغداد میں ایک بزرگ تھے کہ ہزار بار ذکر اللہ ان کا روزانہ وظیفہ تھا۔ ایک دن وہ ناغہ ہوگیا غیب سے آواز آئی کہ فلاں ابن فلاں نہ رہا۔ لوگ اس آواز کو سنکر جمع ہوئے۔ اور اُن بزرگ کے مکان پر پہنچے۔ مگر وہ زندہ تھے۔ سب حیرت میں پڑ گئے۔ اور بزرگ سے معذرت کرنے لگے کہ غلطی یا غلط فہمی ہوئی۔ انھوں نے تبسم فرمایا اور کہا کہ آپ صاحبان ٹھیک آئے جیساکہ آواز میں سنا ویسا ہی جانو۔ میرا وظیفہ ناغہ ہوگیا تھا۔ وہاں اعلان کردیا کہ میں مرگیا۔ پھر اسی گفتگو میں ارشاد ہوا کہ زبان پر مولا کا ذکر رکھنا ایمان کی نشانی۔ اور نفاق سے بیزاری اور شیطان سے حصار اور آتش دوزخ سے حفاظت ہے۔ اسکے بعد فرمایا کہ شرح مشائخ میں لکھا ہے کہ جب مومن ذکر الٰہی کے ساتھ زبان کھولتا ہے۔ آسمان سے ایک ندا آتی ہے کہ اٹھو۔ اور خوشی کرو کہ خداوند تعالیٰ نے تمہارے گناہ بخشدیئے۔ پھر فرمایا کہ جب میں سیستان میں تھا تو میں نے ایک درویش کو عالم سکر میں کھڑا دیکھا۔ سوائے ذکر کے کوئی بات نہ کرتے تھے۔ الغرض جبکہ ذکر میں سعادت ابدی ہو تو لازم ہے کہ ہم رات دن۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ کھڑے لیٹے۔ پاک و ناپاک ہر حالت میں بجز وقت قضاء حاجت کے ذکر سے غافل نہوں +

پھر اسی محل میں ارشاد ہوا کہ ایک بزرگ تھے کہ جس شخص کو حدیث شریف میں کوئی مشکل درپیش ہوتی یہ اُسے حل کردیتے۔ ایک روز کنگھی کرنے کی نسبت گفتگو ہو رہی تھی اُنھوں نے فرمایا کہ کنگھی کرنی ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر پیغمبران علیہم السلام کی سنت ہے۔ جو شخص رات کیوقت ڈاڑھی میں کنگھی کرتا رہیگا۔ اللہ تعالیٰ اُسکو فقر کی آفت میں مبتلا نہ کرے گا۔ ڈاڑھی میں جسقدر بال ہوتے ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک کے بدلے ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب دے گا۔ اور اسیقدر گناہ دور کرے گا۔ اگر

لوگ کنگھی کرنے کے اجر کو جان جائیں تو سب عبادتوں سے باز رہکر اسی ایک عبادت کو پکڑ لیں۔ پھر فرمایا ایک کنگھی دو آدمیوں میں مشترک نہونی چاہیئے۔ کیونکہ یہ بات ان دو آدمیوں میں جدائی ڈالدے گی۔ پھر ارشاد ہوا کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت کے ہاں دو بچے ہوئے تھے۔ اُسکے لواحقین نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ ان لڑکیوں کو علیحدہ علیحدہ کریں۔ آپ سوچنے لگے۔ یہاں تک کہ جناب جبریل عم تشریف لائے اور عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ حکم فرمائیے کہ ان دونوں بچوں کے سروں میں ایک کنگھی کرو دونوں علیحدہ ہوجائینگے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا اور چند دنوں میں وہ علیحدہ ہو گئے۔ بعد ازاں نماز باجماعت کی بابت باتیں ہونے لگیں۔ شیخ الاسلام نے نہایت تاکید سے ارشاد فرمایا کہ اگر دو شخص ہوں تب بھی جماعت ہی سے نماز ادا کرنی چاہیئے۔ اگرچہ دو آدمیوں کی جماعت پر جماعت کا حکم نہیں لگتا مگر ثواب جماعت ہی کا ملتا ہے۔ بعدہ حضرت نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ میں لاہور کی طرف سفر کر رہا تھا کہ ایک عزیز صاحب نعمت سے ملاقات ہوگئی۔ اُنھوں نے کہا کہ خداوند تعالیٰ کے ذکر سے چند باتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ ایسی حالت میں پہنچ جاتا ہے کہ حضرت تعالیٰ و تقدس کو چشم دل سے دیکھنے لگتا ہے۔ دوسرے یہ کہ خداوند تعالیٰ اسے گناہوں سے باز رکھتا ہے۔ اور جو شخص ذکر کے وقت معاصی کا خیال نچھوڑے تو یہ اس امر کی علامت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اسے دور کر دیا ہے۔ تیسرے یہ کہ جو شخص کثرت سے ذکر الٰہی کرے گا۔ خدا کی دوستی اُسکے دلمیں مستحکم ہوگی۔ چوتھے جو خدا کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ خدا اُسکو زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ پانچویں یہ کہ ذکر کرنے والا دیو اور پری کے شر سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ چھٹے یہ کہ خدا تعالیٰ قبر میں اُسکا مونس ہوتا ہے۔ پھر اسی مضمون کے مطابق فرمایا کہ کوئی ذکر کلام اللہ پڑھنے کے برابر نہیں ہے۔ اسکو تلاوت کرتے رہنا چاہیئے کہ اسکا ثمرہ تمام طاعتوں سے فاضلتر ہے۔ اسکے بعد ارشاد ہوا میں نے

یخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے
نا ہے کہ حدیث شریف میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ سورۂ ملک کا
م توریت میں ماثور اور پارسی ماثور ہے۔ اور یہ سورہ عذاب قبر سے محفوظ رکھنے والی
د۔ پھر فرمایا حدیث شریف ہی میں مسطور ہے کہ جو شخص رات کو سورہ یٰسین پڑھے
سے ایسا ثواب ہوتا ہے کہ گویا اُس نے شب قدر پائی۔ پھر ارشاد کیا کہ بغداد میں ایک
بزرگ اسد اللہ بہت کہتے تھے۔ ایک روز راستے میں سے اُن کا گزر ہوا۔ اور ایک
لکڑی اُن کے سر پر ایسی گری کہ اُن کا سر پھٹ گیا۔ اور خون نکلنے لگا۔ سننے کی بات
یہ ہے کہ جو قطرۂ خون زمین پر گرتا تھا اُس سے نقش اللّٰہ بن جاتا تھا۔ واقعی یہ درست
ہے کہ جو شخص جس کام میں مرگیا اسیمیں اسکا حشر ہوگا۔ بعدہٗ دعا کے متعلق گفتگو شروع
ہوئی۔ فرمایا میں نے فتاوے کبرلے میں مرقوم دیکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہ فرماتے ہیں لَيْسَ شَيْءٌ أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ۔ یعنی خداوند تعالیٰ کے
نزدیک دعا سے بڑھکر کوئی چیز نہیں۔ پھر ارشاد ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام معین الدین
سنجری قدس اللہ سرہٗ خواجہ عثمان ہرونی قدس اللہ سرہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ
قوت القلوب میں لکھا ہے کہ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الدُّعَاءِ۔ یعنی خداوند تعالیٰ
مسلمانوں کو دعا کرنیکے وقت دوست رکھتا ہے۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ
میں اور برادرم بہاء الدین زکریا ملتانی ایک جگہ تھے کہ ایک اور بزرگ صاحب نعمت بھی
وہاں آپہنچے۔ اور ہم تینوں میں دعا کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ اُن بزرگ نے
فرمایا کہ جو شخص اِن چار باتوں کا خیال کامل نہیں رکھتا اللہ بھی اُسے چار چیزوں سے
محروم کر دیتا ہے (۱) زکوٰۃ۔ (۲) صدقہ و قربانی۔ (۳) نماز (۴) دعا۔ ترک زکوٰۃ سے
برکت جاتی رہتی ہے۔ ترک صدقہ سے صحت بگڑنے لگتی ہے۔ ترک نماز سے مرتے
وقت ایمان سلب ہو جاتا ہے العیاذ باللہ۔ ترک دعا سے پھر دعا مستجاب نہیں ہوتی

اسکے بعد ارشاد ہوا کہ بغداد میں ایک بزرگ کو شیر کے آگے ڈالا گیا تاکہ شیر اُنہیں ہلاک کردے مگر وہ سات روز تک اُسکے آگے پڑے رہے اور اُسنے اُن کا بال بیکا نہ کیا یہ سلامتی اُن کی اس اسم باری تعالیٰ کی برکت کے سبب تھی جو ہر وقت اُن کے پاس رہتا تھا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَا دَائِمُ بِلَا فَنَاءٍ وَيَا قَائِمُ بِلَا زَوَالٍ وَيَا أَمِيْنُ بِلَا وَزِيْرٍ۔ یہ کہکر شیخ الاسلام چشم پرآب ہوگئے اور بولے "تیرا دشمن یہی نفس امارہ اور ابلیس لعین ہے"۔ اسی اثنا میں اذان کی آواز آئی اور شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہوئے۔ اور خلق دوعاگو رخصت۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذالک +

تاریخ ۲- ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ھ ہجری

دولت پائے بوسی حاصل ہوئی۔ ماہ ذی الحجہ کی فضیلت میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ارشاد ہوا کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہٗ کے اوراد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ دو رکعت نماز ماہ ذی الحجہ کی پہلی شب کو ادا کرے۔ پہلی رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ اور تین آیتیں سورۂ انعام کی۔ اور دوسری رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ اور ایک بار قل یا ایہا الکافرون پڑھے۔ خدا تعالیٰ اسکے نامۂ اعمال میں حج کرنیوالوں کا سا ثواب ثبت فرمائے گا۔ اسکے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ایک جوان فاسق کا انتقال ہوا جو نہایت گنہگار اور بڑا بدکردار تھا لوگ متفکر ہوئے کہ خدا جانے اسکا تنگ و تاریک قبر میں کیا حال ہوگا۔ انہی ایام میں وہ کسی بزرگ کے خواب میں آیا۔ بزرگ نے پوچھا۔ کہو کیسی گزری۔ خدا کے ساتھ کیا معاملہ رہا اُس نے کہا کہ جب سب مجھے دفن کرکے واپس چلے گئے تو فرشتگان عذاب نمودار ہوئے کہ گرزوں سے میری خبر لیں۔ مگر فوراً حکم الٰہی پہنچا کہ نہیں ہم نے اس بندے کو بخشا اور اسے بہشت میں جگہ دی۔ یہ حج کرنے والوں میں سے ہے۔ فرشتے رُک گئے اور

حضرت بے نیاز میں عرض گزار ہوئے کہ یہ شخص تو حد درجے کا فاسق و فاجر تھا۔ اس سے کونسی نیکی وجود میں آئی جو تو نے پسند کر لی۔ جواب ملا کہ ہاں حقیقت تو یہی ہے جو تم کہتے ہو۔ لیکن اس نے ایک سال ماہ ذی الحجہ کی پہلی شب میں دو رکعت نماز ادا کی تھی اس لیئے میں نے اسکے تمام معاصی کو نظر انداز کر دیا +

بعد ازاں اسی محل میں فرمایا کہ وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خداوند تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو ہدیہ بھیجا۔ جبرئیل ؑ وہ ہدیہ لیکر آئے اور کہنے لگے کہ اے موسیٰ ؑ جو شخص ذی الحجہ کے دس دنوں میں یہ کلمات پڑھے اسکو ایسا ثواب ہے گویا اُسنے بارہ ہزار بار توریت کی تلاوت کی ہو۔ اور بارہ ہزار نیکیاں اُسکے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں۔ اور بارہ ہزار گناہ اُسکے معاف ہوں۔ اور ایک ہزار فرشتے اُسکے واسطے دعا کریں۔ اور اُسکا یہ عمل کل اہل زمین کے عملوں سے فاضلتر ہو۔ پھر ارشاد ہوا کہ عمل شیخ الاسلام شہاب الدین سہروردی کی عوارف میں بروایت فقیہ ابو اللیث سمرقندی لکھا دیکھا ہے کہ یہ کلمات انجیل میں بھی نازل ہوئے تھے۔ اور انکی برکت سے نابینا بینا ہو کر دیکھنے لگتا تھا کہ آسمان سے نور اُتر رہا ہے۔ اسکے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جو شخص ان کلمات کی حرمت و تعظیم کا خیال رکھیگا۔ وہ انکے اثر کو انشاء اللہ تعالے ضرور دیکھے گا۔ اول روز سو مرتبہ پڑھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ دوسرے روز سو مرتبہ کہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اِلٰهًا وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا فَرْدًا وِّتْرًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۔ تیسرے روز یہ پڑھے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ چوتھے روز سو مرتبہ یہ پڑھے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ

وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ پانچویں روز سو مرتبہ یہ پڑھے حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفٰى وَسَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا وَلَيْسَ وَرَآءَ اللّٰهِ الْمُنْتَهٰى سُبْحَانَ مَنْ لَّمْ يَزَلْ كَرِيْمًا وَّلَا يَزَالُ رَحِيْمًا۔ چھٹے دن ہی روز اول کا وظیفہ اور ساتویں دن روز دوم کا وظیفہ اور آٹھویں دن روز سوم کا اور نویں دن روز چہارم کا اور دسویں دن روز پنجم کا۔ پھر ارشاد ہوا کہ عشرہ ذی الحجہ میں وتروں کے بعد اور سونے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ اور اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ ایک ایک دفعہ ہو تو خداوند تعالیٰ اسکو اسقدر ثواب عنایت فرمائیگا کہ جسکا اندازہ سوائے اسکے کوئی نہیں کرسکتا۔ اس نماز کے پڑھنے والے کو موت نہیں آتی۔ جب تک وہ جنت میں اپنی جگہ اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ لیتا۔ اسکے بعد اسی مضمون کے موافق فرمایا کہ شیخ الاسلام نے شیخ سعد الدین حمویہ کو خواب میں دیکھکر پوچھا کہ کیا حال ہے۔ شیخ نے کہا خدا تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور ہر ہر طاعت کا بدل اسکے اندازے سے عطا کیا۔ مگر ان دو رکعتوں کا اجر جو میں عشرہ ذی الحجہ میں پڑھا کرتا تھا بے اندازہ دیا۔ بعد ازاں فرمایا کہ اس عشرے کے اندر جو شب جمعہ اور روز جمعہ آئے تو اسمیں چھ رکعتیں ادا کرنی چاہئیں۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص ۱۵ بار اور پھر سلام پھیر کر درود شریف اور یہ کلمات پڑھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ۔ حق تعالیٰ اسکے بدلے انسان کو اس قدر ثواب دیتا ہے کہ جس کی انتہا نہیں۔ جو بیس ہزار پیغمبروں کا ثواب اور سال آئندہ کے اختتام تک کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ اسکے بعد ارشاد ہوا کہ میرے دوستوں میں سے ایک شخص نہایت صالح اور صاحب نعمت تھے اور یہ نماز پڑھا کرتے تھے اُنکے انتقال کے بعد میں نے اُنہیں خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ کیسی گزری۔ کہنے لگے کہ شیخ الاسلام معین الدین سنجری کے اوراد میں لکھا دیکھا تھا

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص عشرہ ذی الحجہ میں سورۂ والفجر پڑھے گا۔ خدا تعالیٰ اُسے آتش دوزخ سے محفوظ رکھیگا۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ کو آپکے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا گیا کہتے ہیں۔ موت۔ قبر اور منکر و نکیر کے سب مرحلے بفضلہ آسان ہو گئے۔ مگر جب میں عرش کے نیچے پہنچا اور سجدے میں گر پڑا تو ندا آئی کہ معین الدین سر اُٹھا اور بول کہ تو اسقدر خائف کیوں رہتا تھا۔ عرض کیا کہ تیری جباری اور قہاری کے ڈر سے۔ فرمان ہوا جو آدمی ہمارے کام میں لگجائے۔ ہم اُسکے کام میں لگ جاتے ہیں۔ اور جو عشرہ ذی الحجہ میں سورۂ والفجر بھی پڑھے اُسے خوف اور ڈر سے کیا کام۔ جا تجھے بخشدیا گیا۔ اسکے بعد ارشاد ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دن کو چھ رکعت نماز ادا کرے۔ اور پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک بار والعصر اور دوسری میں ایک بار لایلف اور تیسری میں ایک بار اخلاص اور چوتھی میں ایک بار اذا جاء نصر اللہ پڑھے۔ اور سلام پھیر کر دو رکعت اور ادا کرے اور ہر رکعت میں تین دفعہ اخلاص پڑھے تو اسکا ثواب اتنا ہے کہ تمام خلائق ملکر بیان کرنا چاہے تو نہ بیان کر سکے۔ پھر ارشاد ہوا کہ جو شخص عرفہ ذی الحجہ کی شب میں دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ۳۰۰ بار تلاوت کرے۔ ہزار حجوں کا ثواب اُسکے نامۂ اعمال میں لکھا جائے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ میں حضرت شیخ الاسلام معین الدین سنجری کے روضۂ مبارک میں معتکف تھا کہ ماہ ذی الحجہ آگیا۔ میں نے عرفہ کی شب میں نماز ادا کی اور روضہ مطہرہ کے پاس بیٹھکر کلام مجید پڑھنے لگا۔ تھوڑی رات گزری ہو گی۔ میں پندرھویں پارے پر پہنچگیا۔ لیکن غلطی سے بیچ میں سورہ کہف یا سورۂ مریم کا کوئی حرف زبان سے ادا نہیں ہوا۔ مخدوم کے روضہ پاک سے آواز آئی کہ اس رہے ہوئے حرف کو پھر پڑھو میں نے اعادہ کیا فرمایا۔ خوب پڑھتے ہو۔ فرزند خلف کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ جب

سارا قرآن پاک ختم کر چکا تو میں نے اپنا سر پائیں روضہ مبارک رکھا اور رو رو کر کہنا شروع کیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میرا کس گروہ میں شمار ہی۔ ندا آئی کہ مولانا! جو شخص یہ نماز (مذکورہ بالا) ادا کرے وہ یقیناً جنتی ہے۔ میں نے فوراً مزار کو چوم لیا۔ اور سمجھا کہ میں کچھ ہوں تو سہی۔ اور میری خاطر جمعی ہوگئی۔ اسکے بعد ارشاد ہوا کہ جو شخص عرفے کے روز ظہر و عصر کے درمیان چار رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۂ اخلاص پچاس پچاس دفعہ پڑھے تو اُسکی دعا ضرور مستجاب ہوگی پھر فرمایا۔ کہ عرفے کے روز سو مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔ بِسْمِ اللّٰہِ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا یُوْتِیْ الْخَیْرَ اِلَّا اللّٰہُ۔ مَا شَآءَ اللّٰہُ۔ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ بِیَدِ اللّٰہِ بِسْمِ اللّٰہِ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا یَصْرِفُ السُّوْٓءَ اِلَّا اللّٰہُ بِسْمِ اللّٰہِ مَا شَآءَ اللّٰہُ مَا بِنَا مِنْ نِّعْمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ بِسْمِ اللّٰہِ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ جو شخص عرفے کے روز غروب آفتاب سے پہلے ان کلمات کو پڑھتا ہے خدا تعالیٰ اُس سے خطاب کرتا ہی کہ اے بندے تو نے مجکو خوش کیا۔ اب تو جو چاہے مجھ سے مانگ اور جو شخص ان کلمات کو سوتے یا جاگتے وقت پڑھے وہ شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور تمام بلائیں اُس سے دور رہتی ہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ عید الضحٰے کی رات میں بھی بارہ رکعتیں پڑھنی آئی ہیں۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص پانچ بار۔ ان کا ثواب بہت ہی۔ بعد ازاں فرمایا کہ عید الضحٰی کے روز جب خطبے سے فارغ ہو چکے۔ چار رکعت نماز ادا کرے۔ پہلی رکعت میں بعد فاتحہ الم نشرح ایک بار اور دوسری میں بعد فاتحہ والمرسلات ایک بار۔ تیسری میں بعد فاتحہ والضحٰی ایک بار۔ چوتھی میں بعد فاتحہ اخلاص ایک بار۔ پھر فرمایا شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردی کے اوراد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہی کہ جو شخص نماز عید الضحٰے کے بعد اپنے گھر میں آکر دو رکعت ادا کرے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ والمرسلات

پانچ پانچ بار تلاوت کرے۔ اُسے حج۔ عمرہ اور دعا طواف کا ثواب ملیگا۔ اور اُسکے مال میں برکت ہوگی۔ اِسکے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ الاسلام شیخ عثمان ہرونی کے اوراد میں مرقوم دیکھا ہے کہ جو شخص ماہ ذی الحجہ کے آخری روز جو سال ہجری کا بھی یوم الآخر ہے۔ یہ دعا پڑھے۔ حق تعالیٰ تمام سال اُسے اپنی حفظ وامان میں رکھیگا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ مَا عَمِلْتُ مِنْ عَمَلٍ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ مِمَّا نَهَيْتَنِيْ عَنْهُ وَلَمْ تَرْضَهُ وَنَسِيْتُهُ وَلَمْ تَنْسَهُ وَحَلُمْتَ عَنِّيْ بَعْدَ قُدْرَتِكَ عَلٰى عُقُوْبَتِيْ وَدَعَوْتَنِيْ اِلَى التَّوْبَةِ بَعْدَ جَرَاءَتِيْ عَلَيْكَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ فَاسْتَغْفِرُكَ فِيْهَا يَا غَفُوْرُ فَاغْفِرْ لِيْ وَمَا عَمِلْتُ مِنْ عَمَلٍ تَرْضَاهُ عَنِّيْ وَوَعَدْتَنِي الثَّوَابَ فَتَقَبَّلْهُ مِنِّيْ وَلَا تَقْطَعْ رَجَائِيْ يَا عَظِيْمَ الرَّجَاءِ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ خَيْرَ هٰذِهِ السَّنَةِ وَمَا فِيْهَا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ پھر فرمایا کہ برادرم شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس اللہ سرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص آخر ماہ ذی الحجہ میں دو رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور کچھ قرآن شریف اور سلام کے بعد مذکورہ بالا دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اُسکے سال بھر کے گناہ بخشدیتا ہے اور اسے بھی بخشدیتا ہے۔ شیخ الاسلام یہ فوائد بیان فرمارہے تھے کہ اذان ہوگئی۔ خواجہ نماز میں مشغول ہوئے اور خلق و دعاگو واپس۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلِکَ۔

۷۔ ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ ہجری

دولت پائے بوسی میسر آئی۔ مذہب کی بابت گفتگو ہو رہی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ اول مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رح کا ہے۔ دوسرا امام شافعی رح کا۔ تیسرا امام مالک رح کا اور چوتھا امام احمد رح

حنبلؒ کا۔ لوگوں کو چاہیئے کہ ان میں سے کسی پر شک نہ کریں۔لیکن یہ یقین کریں کہ امام اعظمؒ کا مذہب فاضلتر ہے اور باقی مذاہب اسکے بعد ہیں۔کیونکہ پہلا مذہب امام اعظمؒ کا ہے اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمِ مشہور بات ہے۔اسکے بعد فرمایا کہ فتاویٰ ظہیری کے باب خاتم میں اس کے مصنف نے یہ حکایت لکھی ہے۔کہ امام المسلمین امام ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ نے جب آخری حج کیا تو اُنکے دل میں خیال گزرا کہ بس اب شاید پھر یہاں کی زیارت نصیب نہ ہوگی۔اسلیئے خانہ کعبہ کے دربانوں سے درخواست کی کہ دروازے کھولدو تاکہ میں اندر جاکر ایک شب عبادت الٰہی کرلوں۔دربانوں نے جواب دیا کہ یہ نئی بات ہوگی۔تم سے پہلے کسی نے ایسا نہیں کیا۔گرچونکہ بلحاظ علم وفضل تمہارا درجہ بہت عالی ہے اور دنیا تمہاری اقتدا کرتی ہے۔لہٰذا تمہارے مدعا کو پورا کر دیا جائے گا۔چنانچہ امام صاحب کو اندر جانے دیا گیا۔اور امام صاحب نے اندر دو ستون کے درمیان کھڑے ہوکر دو رکعت نماز کی نیت باندھی۔اور دائیں پیر پر بایاں پیر رکھکر آدھا قرآن شریف پڑھ ڈالا۔اور پھر بائیں پیر پر دایاں پیر رکھکر باقی ختم کر دیا۔اور سلام پھیر کر مناجات کی۔الٰہ العالمین! جو تیری عبادت کا حق ہے وہ میں نہ ادا کرسکا اور نہ میں نے پہچاننے کی طرح تجھے پہچانا۔تو مجھ ناچیز کے نقائص خدمت کو نظر انداز فرمانے۔ہاتف نے آواز دی کہ نہیں ابو حنیفہ تونے ہمیں خوب پہچانا۔اور ہماری کافی خدمت بجالایا۔ہم تجھے بخشتے ہیں۔اور ان لوگوں کو بھی جو قیامت تک تیری پیروی کرینگے۔اسقدر بیان کرنیکے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا الحمد للہ کہ ہم انہیں کے مذہب میں ہیں۔پھر ارشاد ہوا کہ امام اسمٰعیل بخاریؒ کہتے ہیں کہ میں نے محمدؒ بن حسن شیبانی کو خواب میں دیکھا اور اُنسے پوچھا کہ مرنیکے بعد کیا کیا گزری امام محمدؒ نے جواب دیا کہ خدا نے یہ کہکر میری مغفرت کردی۔اگر میں چاہتا تو تجھے عذاب دیتا۔پھر تو علم کی اشاعت کیا کرتا تھا۔اس لیئے تیری بخشش کیگئی۔امام بخاری نے

سوال کیا کہ اچھا ابو یوسفؒ قاضی کہاں ہیں۔ کہا درمیان ارض و سما میں۔ پوچھا اور
امام ابوحنیفہ۔ کہا وہ تو علیین میں پہنچے۔ پھر فرق مذاہب میں گفتگو ہونے لگی
کہ بہتر کون ہے۔ شیخ الاسلام نے چشم پرآب کی اور فرمایا کہ میں امام اعظم کا نام اُن
کی عظمت و بزرگی کے سبب نہیں لے سکتا۔ مگر اُن کے ایک شاگرد تھے۔ امام محمدؒ
شیبانیؒ۔ جب وہ سوار ہوتے تھے تو امام شافعیؒ اُنکی رکاب پکڑتے تھے پس یہیں
سے مذاہب کا فرق ظاہر ہوگیا۔ کہ امام شافعیؒ امام اعظمؒ کے شاگرد کے شاگرد
تھے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ کہ ایک دفعہ قاضی حمیدالدین ناگوری اور شیخ قطب الدین
بختیار اوشی اور شیخ جمال الدین تبریزی اور شیخ بدرالدین غزنوی قدس اللہ اسرارہم
جامع مسجد دہلی میں معتکف ہوئے اور سب نے روز قرآن شریف کے دو دو ختم کرنے
کا عزم بالجزم کیا۔ پھر ایک شب ملکر صلاح کی کہ اگر ہوسکے تو ایک پیر سے کھڑے
ہوکر خدا کی عبادت کریں۔ یہ تجویز باتفاق کل منظور ہوئی۔ قاضی حمیدالدین امام
بنے اور باقیوں نے اُن کا اقتدا کیا۔ قاضی حمیدالدین نے پہلی رکعت میں ایک
قرآن اور چار پارے پڑھے۔ اور دوسری میں ایک اور ختم کرکے سلام پھیرا۔ اور
دعا کی کہ خداوندا! جیسی کہ تیری عبادت کرنی چاہیئے تھی ویسی ہم نے نہیں کی
لیکن تو اپنے رحمت سے ہمیں بخشدے۔ آواز آئی کہ تم سب بخشے گئے۔ اور جو
تمہارا مطلب ہے وہ پورا ہوا۔ اسکے بعد یہ بزرگ وہاں سے متفرق ہوگئے۔ اور
جدھر جسکا منہ اُٹھا اُدھر چلدیا۔ بعدازاں ذکر فرمایا کہ جس طرح مرید کو اپنے پیر کے شجرہ
کی واقفیت ضروری ہے۔ اسیطرح اپنے مذہب کا شجرہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کیونکر
حضرت الوہیت تک پہنچتا ہے۔ پھر شیخ الاسلام نے فرمایا۔ اگر کوئی پوچھے کہ تم
کس کے مذہب میں ہو تو کہو کہ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ کے مذہب میں
اور امام ابوحنیفہؓ امام ابراہیم علقمہؒ کے مذہب میں تھے۔ اور وہ امام ابراہیم نخعیؒ

کے مذہب میں۔ اور وہ عبد اللہ بن مسعودؓ کے مذہب میں اور وہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مذہب میں اور وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے مذہب میں۔ اور وہ نوح علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ شیث علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ آدم علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ جبریل علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ میکائیل علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ اسرافیل علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ عزرائیل علیہ السلام کے مذہب میں۔ اور وہ حضرت احدیت صمدیت کے مذہب میں اور اس مقام کو بجز خداوند تعالے کے اور کوئی نہیں جانتا۔ بعد ازاں ادعیہ ماثورہ اور آیات قرآنی پر گفتگو چھڑ گئی۔ فرمایا کہ کسی گھر کو دعا اور آیات قرآنی سے خالی نہ رہنا چاہیئے۔ پھر ارشاد ہوا کہ تہجد کی نماز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اور لوگوں کے لیئے سنت ہی۔ تہجد سحر کے وقت کی آٹھ رکعتوں کا نام ہی جو سورۃ یاد ہو اُن میں پڑھو۔ کچھ تعین نہیں ہے۔ مگر یہ خیال رہے کہ قرأت دراز ہو۔ کیونکہ یہ آنحضرتؐ کا معمول تھا۔ اسکے بعد مناسب حال فرمایا کہ ایک بہت بڑے بزرگ تھے۔ جن کا شیخ قطب الدین نام تھا۔ ایک دفعہ ان کی نمازِ تہجد فوت ہو گئی دن چڑھتے ہی معلوم ہوا کہ زانو میں درد ہے۔ باعث سوچا تو غیب سے ندا آئی کہ نماز تہجد چھوڑنے کا بدلہ ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ شیخ معین الدین قدس سرہ سنجری کے اوراد میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ جو شخص دن کے وقت سورۂ بقر کی دس آیتیں اس ترتیب سے پڑھے کہ چار آیتیں آیۃ الکرسی کی اول اور چار بعد آیۃ الکرسی اور دو آخر ہوں تو اسکے گھر میں دن کو شیطان نہیں آئے گا۔ اور جو شخص رات کو پڑھے تو اسکے گھر میں رات کو نہیں آئیگا۔ پھر فرمایا جو شخص فقر میں مبتلا ہو جائے تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کے ورد رکھنے سے اُسکی حالت درست ہو سکتی ہی۔ اسکے بعد ارشاد ہوا۔ ایک روز میں شیخ الاسلام

قطب الدین بختیار اوشی رح کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آکر حضور سے قدمبوسی کی۔ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا کہ معاش کی تنگی میں گرفتار ہوں۔ ارشاد کیا کہ یہ کلمہ نہیں پڑھتے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اُس نے عرض کیا جی ہاں یہ تو نہیں پڑھتا۔ حضرت نے فرمایا کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جو شخص اسے بکثرت پڑھے گا خدا تعالیٰ اُسے محتاجی سے محفوظ رکھیگا۔ پھر ارشاد ہوا کہ میں نے بقیۃ المجتہدین سمرقندی کی کتاب میں دیکھا وہ لکھتے ہیں کہ مجھے چار گروہوں پر تعجب آتا ہے جو چار چیزوں سے غافل رہتے ہیں (۱) جو غم میں مبتلا ہوں اور اس آیت کو نہ پڑھیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اسکے بعد اسی سلسلہ میں فرمایا کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام بیمار ہوئے اور اُنکے جسم کے اندر کیڑے پڑ گئے اور چالیس سال تک اسی زحمت میں پڑے رہے تو آخر آپنے دعا کی۔ جواب ملا کہ یہ کلمہ بکثرت پڑھو۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ + چند ہی روز اس کی پابندی کی تھی کہ خدا تعالیٰ نے اُنہیں بیماری کی بلا سے نجات دی۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ ایک جوان کو ہاروں رشید نے کسی خطا پر قید کر دیا اور اُسکے ہلاک کرنے کی فکر میں تھا کہ کوئی بزرگ بروقت پہنچگئے اور اُس جوان کو یہی آیت تعلیم کر کے چلدیئے جوان نے تھوڑے ہی دن اسکو پڑھا تھا کہ قید سے خلاصی پائی اور خلعت خاص سے مشرف ہوا۔ (۲) مجکو اُن لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ جو کسی سے ڈرتے ہیں اور حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نہیں پڑھتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ وَّلَمْ یَمْسَسْھُمْ سُوْٓءٌ۔ پھر اسی کے متعلق حکایت فرمائی کہ ایک بادشاہ تھا بڑا ظالم۔ اُسکے سر میں یہ ہوا بھری کہ خدائی کا دعوےٰ کروں

حلقہ کی باتیں

پنجاب کے لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر کو ابھی سے معلوم ہونا چاہیئے کہ گزشتہ سال حضرت بابا گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں مشائخ اور حاضرین عرس کو پولیس کے طریق انتظام پر سخت اعتراض پیدا ہوا تھا۔ اور حلقہ میں متعدد شکایتیں معقول دلائل کی بنا پر موصول ہوئی تھیں کہ غیر مسلم پولیس افسران کی ناواقفیت اور دیگر ناگفتہ وجوہات کے سبب مشائخ اور عام حاضرین عرس کو ناقابل برداشت تکالیف کا سامنا ہوا۔ اور لوگوں کے مذہبی جذبات کو صدمے پہنچے۔ لہذا دو مہینے پہلے سے گورنمنٹ کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ اب کے عرس میں تجربہ کار مسلمان افسر بھیجے جائیں اور مشائخ کے آداب مذہبی بمشورہ دیوان صاحب پاکپتن شریف پورے طور پر ملحوظ رہیں +

بعض حضرات رسالہ کے انتظامی امور کی نسبت مجھکو لکھا کرتے ہیں۔ اُن کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مضامین کی ترتیب لکھائی۔ چھپائی الغرض تمام جز و کل عزیزم ملا محمد الواحدی صاحب کے اختیار میں ہے۔ ان معاملات میں انہیں سے خط وکتابت کرنی چاہیئے +

سیدنا حضرت مولی علی کرم اللہ وجہہ کا سالانہ عرس معمول کے موافق ۲۱۔ رمضان المبارک کو منزلگاہ حلقہ میں منعقد ہوا۔ شہر میں پہلے سے اشتہار کے ذریعہ اعلان دیدیا گیا تھا۔ مگر رمضان المبارک اور رات کا وقت ہونیکے سبب مجمع حسب دلخواہ نہ ہوا تاہم خاصی رونق تھی +

بالانہ جلسوں کی نسبت برقی روشنی وغیرہ ظاہری نمائشوں کا سامان زیادہ تھا

مگر محفل سماع نہ تھی۔ اول مولانا حافظ احمد سعید صاحب نامور واعظ نے فضائل حضرت مولیٰ رض بیان کیے۔ اسکے بعد فقیر نے اپنی دعا مانگی جو اسی پرچہ کے شروع میں درج ہے۔ پھر قرآن خوانی وغیرہ کے بعد فاتحہ ہوئی۔ اور تبرک کی شیرینی تقسیم کی گئی +

افسوس ہے۔ اکیسویں کی اس میلاد سے اہل حلقہ کی توجہ کچھ کم ہو گئی ہے پہلے ہر مہینے محبان حضرت مولیٰ رض اخراجات فاتحہ کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ اب کئی ماہ سے کچھ نہیں آیا۔ اس سالانہ عرس کے لیے صرف بمبئی سے جناب احمد میاں صاحب نے پانچ روپیہ بھیجے تھے +

میری مدح و ثنا میں جس کثرت سے خطوط آتے ہیں اور انکی اشاعت پر زور دیا جاتا ہے۔ اسکا نمونہ گزشتہ نمبر میں درج کر کے لکھدیا گیا تھا کہ آئندہ ذاتیات سے تعلق رکھنے والی تحریریں درج نہوں گی۔ نیز بتا دیا تھا کہ جن باتوں کو تم میری کرامات تصور کرتے ہو انکو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ مگر تعجب ہو کہ باوجود تشریح کے مشرق کے صوفی منش ایڈیٹر صاحب نے اسکو خود پسندی میں شمار کیا۔ میں اُنکی نکتہ چینی کو اخلاص پر مبنی سمجھکر شکر گزار ہوں +

ایڈیٹر مشرق کو دعا خانہ پر بھی اعتراض ہے۔ چند روز پہلے خود ایڈیٹر صاحب موصوف نے بھی ایک دعا کی درخواست بھیجی تھی۔ اب شاید انکی رائے میں کسی خاص وجہ سے تبدیلی ہو گی۔ لیکن مجکو دعا خانہ کے برقرار رکھنے میں ضد اور اصرار نہیں ہے۔ اگر ناظرین کی کثرت رائے اسکے خلاف فیصلہ کرے تو میں خوشی سے دعا خانہ کو بند کر دونگا +

میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اگرچہ مرادوں کا لکھنا اور منت کا مقرر کرنا شان وقار کے خلاف ہو۔ مگر بارگاہ الٰہی کے مقبول بندوں کے سامنے ہمارے دنیاوی حاجے پیش کرنے میں۔ کوئی مضائقہ نہیں ہے اگر نظام المشائخ پڑھنے والے حضرات کے

سامنے اپنے مقاصد کو بیان کیا جائے۔ کیا خبر ہے کہ ان میں کون کون لوگ دربار مستجاب الدعوات کے مقرب ہیں۔ ممکن ہے کہ انکی نظران دعاؤں پر پڑے اور وہ زبان سے آمین کہدیں۔ ہمارے عقیدے میں اِن کا صرف آمین کہدینا سب بیڑے پار کردیتا ہے *

رسالتوں کا تقرر۔ اسمیں بھی کوئی بُرائی نظر نہیں آتی۔ ایک دینی اور دنیوی کام کی اعانت کے لیئے منت ماننا خوشنودی پروردگار کا موجب ہی۔ صدقہ دیا رو بلا۔ مشہور ہے۔ دوسرے منت مقرر کرنیسے یقین پختہ ہوجاتا ہے جس کی ضرورت سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا *

خدا کی شان ہے۔ لکھنؤ میں حلقہ کے عہدنامہ پر ایک ہی جگہ چار آدمیوں نے دستخط کیئے تھے۔ ایک مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم سکرٹری مسلم لیگ۔ دوسرے مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر اڈیٹر دلگداز تیسرے مسٹر محمد علی آکسن اڈیٹر کا مریڈ چوتھے مولوی محفوظ علی صاحب بی اے۔ بدایونی۔ اول الذکر کو خدا نے اپنے پاس بلا لیا۔ مولانا شرر اور مسٹر محمد علی آکسن کو حلقہ کی منزلگاہ کے قریب بھیجدیا۔ مولوی محفوظ علی صاحب رہ گئے ہیں۔ خدا اُن کو بھی دہلی لائے۔ مسٹر محمد علی آکسن اردو کا روزنامہ اخبار **ھمدرد** کے نام سے نکالنا چاہتے ہیں۔ منزلگاہ حلقہ کے سامنے مکان لیا ہے۔ مولانا شرر اسکے چیف سب اڈیٹر مقرر ہوئے ہیں۔ ایسے لائق خدام حلقہ کی قربت اہل حلقہ کی دلی شادمانی اور موجب تقویت قلب ہی۔ ہم سب اپنے بھائیوں کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان کے ارادے پورے فرمائے *

میرا عزم سفر حجاز بالکل یقینی نہیں ہے۔ دیکھئے جانا ہوتا ہے یا نہیں۔ اہل حلقہ دعا فرمائیں *

یورپین لوگ۔ دہلی کی جامع مسجد میں جوتیاں پہنکر جاتے ہیں اسکے خلاف آجکل اخبارات میں بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔ درحقیقت یہ معاملہ تمام مسلمانان ہند کے یکجائی حیثیت سے گورنمنٹ میں پیش کرنے کا ہے۔ مسجد کی کمیٹی یا امام صاحب کے اوپر حصر رکھنا نہیں چاہیئے۔ دہلوی درگاہوں خصوصًا درگاہ حضرت محبوب الٰہی رح میں انگریز لوگ جوتیاں پہنے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ وقت ہے کہ مسلمان مجموعی طور پر اسکے خلاف آواز بلند کریں۔ دہلی والوں کی باہمی کدورتیں اس دینی کام کے لیئے باعث حجاب نہونی چاہئیں۔ حلقہ ہر ممکن سعی کے واسطے حاضر ہے ۔

تعطیل جمعہ کی درخواست مسٹر غزنوی نے وائسرائے کی کونسل میں پیش کی تھی۔ جواب دیا گیا کہ اگر مسلمانانِ ہند متفقہ طور سے اسکا مطالبہ کریں تو منظور ہوسکتی ہے۔ خبر شائع ہوتے ہی ۲۷۔ ستمبر ۱۹۱۲ء مطابق ۱۶۔ شوال ۱۳۳۰ھ کو حلقہ نے ایک برقی پیام مسٹر غزنوی کی تائید میں وائسرائے کے سکرٹری کو بھیجدیا جسمیں تمام صوفیائے کرام کی جانب سے تعطیل جمعہ کا مطالبہ کیا گیا ہے ۔

اخبار وطن کے ایڈیٹر ایک زمانہ میں بڑے ہمدرد مسلمانان مانے جاتے تھے۔ اب انکی اندرونی حالتوں کے کھلنے سے وہ اعتماد جاتا رہا۔ اور مسلمانوں نے اُن کے اخبار وطن کو خریدنا ترک کردیا۔ بدقسمتی سے ایک دن میں اُنکے مکان پر چلا گیا۔ وہاں جاکر دیکھا کہ اڈیٹر وطن کرسی پر تشریف رکھتے ہیں۔ اور قرآن شریف زمین میں اُن کی جوتیوں کے مقابل پڑے ہوئے ہیں۔ میرے ہمراہی نبیرۂ اکمل حکیم غلام نبی صاحب نے اس حرکت پر اُن کو ملامت کی تو ایڈیٹر صاحب نے فرمایا کہ ریل میں جب قرآنوں کے پارسل جاتے ہیں تو بے ادبی لازمی طور سے ہوتی ہے۔ لہذا سخت مجبور ہیں۔ جب یہ خبر اخبارات میں مشہور ہوئی تو مسلمانوں نے وطن کی خبر

سے بالکل بیزاری ظاہر کردی۔ اس پر ایڈیٹر صاحب نے مجھ پر غصہ نکالنا شروع کیا۔ اور لکھا کہ حسن نظامی انگریزی مخبر ہے۔ چند روز تو میں نے صبر کیا۔ لیکن جب وطن اور اُن کے مادرزاد بھائی کی عنایت حد سے بڑھنے لگی تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اس غلط فہمی سے حلقہ کو نقصان نہ پہنچے۔ اس لیئے اخبار زمیندار میں اس مضمون کا خط شائع کرادیا۔ کہ اگر میں نے ابتدائے ہوش سے آجتک انگریزی مخبری و جاسوسی سے ظاہر و باطن کسی قسم کا تعلق رکھا ہو اور اگر سرقہ بیت المقدس کی نسبت انگریزی تحریک سے متاثر ہو کر خلاف واقعہ شہادت شائع کرائی ہو تو مجھکو کلمۂ توحید نصیب نہو۔ اور خدا۔ رسول اور اسکے فرشتوں و مومنوں کی لعنت و پھٹکار مجھ پر پڑے ورنہ ایڈیٹر وطن۔ اُنکے مادرزاد بھائی اور وہ سب لوگ جو مجھکو جاسوس مشہور کرتے ہیں اس لعنت کے سزاوار ہوں ۔

الحمدللہ امسال حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس جسکو دہلی والے سترہویں کہتے ہیں خیر و خوبی سے ختم ہوا۔ اور اس عرس کی برکت کے سبب اکیتوں کی نیاز میں بھی خوب کیفیت رہی۔ بعض نامور مشائخ کے علاوہ جو اپنا نام شائع کرانا پسند نہیں کرتے۔ میر نیرنگ صاحب بی اے نظامی وکیل انبالہ۔ سراج الدین صاحب جمالی سنوری مولانا بیدل شاہجہاں پوری۔ مولانا سید احمد صاحب مؤلف فرہنگ آصفیہ۔ شہزادہ امیر الملک بہادر۔ ڈاکٹر عبدالوہاب صاحب صوفی واسفی کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ سماع کی صحبت نہایت پالطیف تھی ۔

جونپور میں حضرت غوث قتلغ خانصاحب کا سالانہ عرس ۲۳-۲۴-۲۵-ذیقعدہ کو نہایت اہتمام اور رونق کے ساتھ ہوگا۔ جو اہل حلقہ شریک ہونا چاہیں۔ مولوی سید فریدالحق صاحب اہل عدالت و متولی درگاہ منکرہ کو بمقام جونپور اطلاع دیدیں ۔

اِس مہینے حلقہ کو حسبِ ذیل آمدنی ہوئی

از جناب نواب محمد اسحٰق صاحب السپکٹر پولیس سجاول سندھ بابت ادائے منت صہ
از جناب راجہ نوشاد علی خان صاحب بابت شوال سنہ ۱۳۳۳ھ صہر
از جناب حافظ محمد حلیم صاحب تاجر کانپور بابت شوال سنہ ۱۳۳۳ھ عہ/ر
از جناب اروڑہ اللہ دتا صاحب رحیم یار خاں بہاولپور بابت ادائے منت سابقہ صحت حسن نظامی عہر
از جناب بابو فیروز الدین صاحب سیالکوٹ بابت ادائے منت صحت حسن نظامی مہر
از جناب احمد میاں صاحب بمبئی بابت نیاز حضرت مولیٰ علی رضہ صہر
از جناب سید بہادل شاہ صاحب گیلانی کھولا کنگڑہ بابت صحت حسن نظامی عہر

میزان ..... صہ

بقایا سابقہ ۱۱صہ

کل میزان .... سا صہ

خرچ حسب تفصیل ذیل ہے

اخراجات نیاز سالانہ اکیسویں رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۳ھ .... عہ
کرایہ مکان بابت شوال سنہ ۱۳۳۳ھ .... عہ
تنخواہ محرر بابت شوال سنہ ۱۳۳۳ھ .... صہر
مصارف تار بخدمت سکرٹری صاحب السرائے بہادر بابت تعطیل جمعہ .... عہر
اخراجات خط و کتابت .... عہر
خرچ اکیسویں شوال سنہ ۱۳۳۳ھ .... صہر

میزان صہ

بقایا موجودہ خزانہ حلقہ ۱۱صہ

حسن نظامی

دعا خانہ

مراد پوری ہوئی ۔ نواب محمد اسحق صاحب انسپکٹر پولس کے چچا صاحب کی مراد پوری ہوئی حلقہ کی منت عہ روپے بھیجدئیے ہیں ۔ وارو عہ ملک اسد دتا صاحب بہاولپوری اور بابو فیروز الدین صاحب سیالکوٹی نے ہار اور سید مہاں شاہ صاحب گیلانی نے عہ حسن نظامی کی صحت کی منت کی بابت بھیجدئیے ۔

مقاصد قلبی کے لیئے دعا کیجائے ۔ برائے حکیم سید محمد صاحب اونگری منت عہ ۔ برائے محمد یوسف صاحب کوئٹہ جرنیلی ہسپتال منت عہ ۔ برائے ولی احمد خان صاحب ڈیرہ دون منت حسب توفیق ۔ برائے محمد عبد الرزاق صاحب سبل حیدرآبادی ۔ چار مرادیں ہیں ۔ تین کی پانچ پانچ روپے اور ایک کی عہ ۔ برائے غلام غوث صاحب چشتی صابری سب انسپکٹر ریلوے چھانگا مانگا منت پانچ روپے برائے محمد حشمت علی صاحب قادری پٹیالہ منت عہ ۔

دعائے صحت کیجائے ۔ اختلاج قلب سے فاروق حسن صاحب فرخ آبادی کو خدا صحت دے منت دو روپے ان کے فرزند ابرار حسن کو صحت ہو منت دو روپے ۔ محمد حفیظ اللہ صاحب ہیڈ کلرک توپخانہ نمبر ۳ صحیاب ہوں منت پانچ روپے ۔ میاں حافظ محمد صاحب نیلدار ڈھروالہ درد سر سے شفا پائیں ۔ اطمینان قلب میسر ہو ۔ ایمان سلامت رہے ۔ منت عہ ۔ ان کی اہلیہ صاحبہ کو صحت کامل عطا ہو ۔ منت عہ ۔ شیخ عبد الغنی صاحب میوہ بیدار مرحوم کی بیٹی فاطمہ تپ کہنہ و کھانسی وغیرہ سے خدا صحت دے ۔ منت حسب توفیق ۔

ترقی عہدہ و مدارج کی دعا چاہتے ہیں ۔ فاروق حسن صاحب فرخ آبادی منت عہ ۔ سید خواجہ محی الدین صاحب وکیل حیدرآباد دکالت درجہ اول کی سند چاہتے ہیں ۔ منت دو سو روپے ۔ محمد منظور صاحب ۔ برائے ترقی عہدہ ۔ منت عہ ۔ نیز خریداری نظام المشائخ ۔ محمد دستگیر صاحب خزانہ دار حیدرآباد دکن برائے مستقل عہدہ تحصیلداری ۔ طالب دعا ہیں ۔ منت ایک تنخواہ ۔ خریدار صاحب رسالہ نظام المشائخ نمبر ۲۱۵ ۔ پورنیہ سے اپنے فرزند کے شوق علم و نیک اخلاقی کی دعا چاہتے ہیں منت پانچ روپے ۔ نواب محمد اسحق صاحب انسپکٹر پولس اپنے چچا صاحب کی صحت سلامتی و عزت کی دعا چاہتے ہیں منت حسب توفیق ۔ محمد غیاث صاحب نظامی نیازی کی منجھلی بہو کو اللہ تعالے فرزند صالح عطا فرمائے منت پانچ روپے ۔ ان کا چوتھا صاحبزادہ انٹرنس میں کامیاب ہو اور مقاصد پورے ہوں ۔ منت پانچ روپے ۔ مقبول احمد صاحب نظامی سیوہاروی کی دلی مراد پوری ہو منت عہ ۔

دیکھو ۔ آجکل پادریوں نے انجیل کی دعائیں شائع کرنیکا یہ طریقہ نکالا ہے کہ لوگوں کو گمنام خط میں ایسی دعائیں تلقین کرتے ہیں ۔ اہل اسلام کے لیئے قرآن و حدیث کی دعائیں کافی ہیں گمنام خط پر ہرگز اعتماد نہ کرنا چاہیئے ۔

یہ دعائیں مدینہ منورہ بھیجدی گئی ہیں ۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ۔ حسن نظامی

ایڈیٹوریل نوٹس

دو باتیں!

حضرات! رسالہ نظام المشائخ کے متعلق یہ دو باتیں نہ بھولا کیجئے (۱) نظام المشائخ ہمیشہ ہر چاند کی چھٹی تاریخ کو شائع ہو جاتا ہے۔ لہذا اگر کبھی کسی کو وہ ۔ ۔ تاریخ تک نہ پہنچے تو حد سے حد ۱۰ - ۱۲ تک انتظار کرنا کافی ہے۔ پھر اطلاع آنی چاہیئے۔ مہینہ مہینہ بھر بعد شکایت کرنے سے تعجب نہیں جو آپ کی کوئی جلد نامکمل رہجائے۔ کیونکہ اب پرچے بہت کم بچتے ہیں۔ (۲) خط و کتابت کے وقت نام سے مقدم نمبر خریداری کا بتانا ہے۔ اسلیئے کہ ایک نام کے دو آدمی ہونے تو ممکن ہیں۔ اور ایک ہی جگہ ہونے ممکن ہیں۔ لیکن ایک نمبر دو میں مشترک نہیں ہوسکتا۔ نمبر کے ذریعہ نام کا پتہ باسانی ملجاتا ہے۔ مگر صرف نام معلوم کرکے سیکڑوں صفحے کا رجسٹر کوئی نہیں چھانیگا۔ بعض اصحاب نام کو بھی شکستہ تحریر فرماتے ہیں خدا کی طاقت چھڑائے۔ ہاں نمبر خریداری سے مراد وہ نمبر ہے جو چٹ پر آپکے پتے کے شروع میں درج ہوتا ہے ۱۲۱ نہیں یہ خود رسالہ کا رجسٹرڈ نمبر ہے + (منیجر)

کوچہ چیلاں

جس میں کا مرید "لے آکر اپنا دفتر جمایا ہے۔ اور جہاں سے روزانہ ہمدرد نکلا کرے گا عجیب اور دلچسپ بات ہے کہ بجز "رفیق" دلی کے قریب قریب اور تمام اسلامی پرچوں کا مرکز بھی یہی محلہ ہے۔ اس خصوصیت کے علاوہ ہمارے واجب الاحترام اور مایۂ ناز بزرگوں حضرت شاہ عبدالرحیم حضرت شاہ ولی اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کا تعلق اسی جگہ سے تہا۔ شعرا میں میر دردؒ اور حکیم مومنؒ یہیں پیدا ہوئے اور یہیں مرے۔ اور آخری زمانہ کے مصلح اعظم سر سید اور انکے احباب مولوی سمیع اللہ خاں سی ایم جی اور شمس العلما منشی ذکا اللہ صاحب کے مکانات پر تو ابھی کاہی تک نہیں آئی۔ غرض کوچہ چیلاں بڑا بابرکت محلہ ہے۔ خدا کرے مسٹر محمد علی یہاں کچھ دینی و دنیاوی بہبودی حاصل کریں۔ اور ان کی ذات قوم و ملت کیلئے پہلے سے بڑھکر مفید ثابت ہو +

سید زمان مہدیخان صاحب

خریدار نمبر ۱۲۳۰ اپنے شہر گجرات پنجاب سے ایک روپیہ کیطرف ایک روپیہ چار آنہ بھیجکر رقمطراز ہیں۔ کہ ان کے نام نظام المشائخ جاری کردیا جائے اور باقی چندہ مہاراجہ فنڈ سے لیلیا جائے۔ مہاراجہ فنڈ سے مراد غالباً۔ مہاراجہ سر یمین السلطنت کشن پرشاد سابق مدار المہام ریاست حیدرآباد دکن۔ کے وہ دو سو روپے ہیں جنکی بابت جناب موصوف نے ایام دربار میں فرمایا تہا کہ نظام المشائخ کی امداد کے طور پر ہر سال بھیجے جایا کرینگے۔ مگر افسوس ہے کہ وہ وعدہ پورا نہیں ہوا اور ہمیں ایک دفعہ بھی کوئی رقم مہاراجہ بہادر کے ہاں سے نہیں ملی۔ لہذا ہم سید صاحب کے ارشاد کی تعمیل کرنے سے معذور ہیں +

موتیوں کی کان

اس نام کی ایک کتاب جناب عبدالنسا بیگم صاحبہ نے تالیف کی ہے جس میں انہوں نے زمانہ گذشتہ کے نامور بادشاہوں۔ حکیموں۔ شاعروں۔ عالموں۔ مشائخوں کی بے بہا نصیحتیں جمع کی ہیں۔ آجکل ایک کھاتے پیتے گھر کی لڑکی شادی سے پہلے [illegible] معلوم ہو جاتا ہے کہ دن رات محض اخلاق ناول اور قصے پڑھا کرے۔ جو ماں باپ اپنی اولاد میں اخلاقی [illegible] طاقت پیدا کرنی چاہتے ہوں۔ انہیں چاہئیے کہ اس قسم کی تصنیفات تالیفات [illegible]

الاحسان - یہ ۸۴ صفحہ کی مختصر مگر نہایت دلچسپ اور سراپا معلومات کتاب ہے جسمیں مولوی محمد احسان الدین صاحب علوی نے تصوف کی ابتداء" لفظ صوفی کی تحقیق۔ تقوے کی تعریف اور اسکی فلاسفی۔ توحید۔ توکل۔ بیعت۔ تسلیم و رضا وغیرہ عنوانات پر بڑی قابلیت کیساتھ خامہ فرسائی کی ہے۔ آخر میں تصوف کے تمام شعبوں اور اسلام کی تطبیق اور اسکی حقانیت اور اصول پر بحث کی گئی ہے جو لائق دید ہے۔ مینیجر صاحب الناظر لکھنؤ سے طلب کیجئے۔ قیمت ۸ر +

کلیات اکبر حصہ دوم - وجدان الملۃ لسان العصر مولانا سید اکبر حسین صاحب الہ آبادی کے سیراب کن نغز کلام کا دوسرا مجموعہ شائع ہو گیا ہے۔ پہلا حصہ دو بار چھپا اور ہاتھوں ہاتھ لیلیا گیا۔ اب تیسری دفعہ چھپا ہے۔ جو غالباً تیار ہے مگر یہ دوسرا حصہ بالکل نیا اور تازہ ہے جسکی دید کا ہر چشم بینا کو انتظار تھا۔

حضرت اکبر کے اشعار پر لئے نئی کرنا چھوٹا منہ بڑی بات کا مصداق ہے۔ اُن کا ہر جملہ حقائق و معارف سے لبریز ہوتا ہے۔ شاعرانہ لطافت اور سادگی کے ساتھ معانی کی بلندی و تاثیر جناب اکبر کا بلا شرکت غیر حصہ ہے۔ یہ مجموعہ ایکسو گیارہ صفحات بڑی تقطیع اور عمدہ لکھائی چھپائی سے مرتب کیا گیا ہے۔ لیکن مولانا کی پیرانہ سالی۔ علالت و دیگر ترددات کے سبب اس مجموعہ کی ترتیب میں بھی وہ اسلوب مد نظر نہ رہ سکا جسکا کلام اکبر مستحق تھا۔ اور جسکی ضرورت حصہ اول کی اشاعت کیوقت محسوس ہوئی تھی تاہم یہ بات کیا کم ہے کہ ایسے بیش قیمت جواہرات یکجا مہیا ہو گئے قیمت مع محصولڈاک عہ ہے۔ خان بہادر مولانا سید اکبر حسین پنشنر جج الہ آباد کیخدمت میں درخواست بھیجنی چاہیئے +

کائنات کی تسبیح - قرآن شریف میں ارشاد ہے کہ کائنات و موجودات عالم کا ذرہ ذرہ پروردگار کی حمد و تسبیح کرتا ہے۔ اسپر بعض ملحدین منکرین معترض تھے کہ جمادات حس و عقل سے نابلد ہیں وہ کیونکر حمد کرتے ہیں مگر آجکل یورپ کے ایک فلاسفر نے فلسفیوں کے مجمع میں ایک مضمون پڑھا جسمیں دعوے کیا گیا تھا کہ کائنات کے ہر چیز میں ایک روح اور حس موجود ہے۔ انسان صرف محسوس حرکت کی بنا پر کسی چیز کو زندہ تصور کرتا ہے لیکن حقیقت زندگی ہر چیز میں ہے۔ اور اپنے اس دعوے پر سائنس کی زبردست دلیلیں پیش کی ہیں جنکو سنکر تمام علماء فلسفہ جو اُس وقت جلسہ میں موجود تھے اس مدعی کے قول کو تسلیم کیا اور دلائل کی بنا پر قائل ہو گئے کہ [illegible]

فلاسفر مذکور کی اس سچی تحقیقات کیساتھ ہی یہ معلوم کرنا قابل تاسف ہے کہ وہ ہستی خدا کا انکار کرکے کہتا ہے کہ تمام اشیا خود بخود زندہ ہیں۔ انکی حیات کیلئے کسی ایسی قوت کی ضرورت نہیں جسکو لوگ خدا سمجھتے ہیں۔ کیونکہ نیچر اور فطرت کے تقاضے سے سب کچھ از خود ہو جاتا ہے۔

ہم پہلے دعوے کی داد دیتے ہیں کہ فلسفی مذکور نے تصدیق قرآن پاک کا عقلی پہلو پورا کیا اور قرآن کا تیرہ سو سالہ دعوے کہ خدا کی تسبیح ہر چیز جو آسمان زمین کے بیچ میں ہے کرتی ہے سچا کر دکھایا۔ دوسرے بیان انکار خدا کی نسبت ہماری دعا ہے کہ قادر قیوم فلسفی کے دماغی حجابات کو دور فرمائے اور جہاں اُس نے اسرار باریک نکتوں کو سمجھا ہے وہاں ہستی واجب الوجود کا جلوہ بھی اُسکو نظر آ جائے۔

ناظرین نظام المشائخ میں جو حضرات شعر گوئی کا مذاق رکھتے ہیں اُن سے التماس ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ و خواجگان چشتیہ و نقشبندیہ و قادریہ کے اقوال نصیحت آمیز کو عمدہ نظموں میں تحریر فرما دیں۔ کیونکہ ارادہ یہ ہے کہ ان نظموں کو گراموفون کے ریکارڈوں میں بھروا دیا جائے تاکہ لہو و لعب کی تفریح کے ساتھ روحانی تفریح بھی خلقت میں شائع ہو۔ یہ زمانہ تبلیغ و اشاعت کا ہے ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنی نیک معلومات کو دوسرے انجان انسانوں تک پہنچائے اور ظاہر ہے کہ گراموفون کے ذریعہ اسکی معقول تبلیغ ہو سکتی ہے۔

ممکن ہے کہ بعض محتاط بزرگوں کو سوء ادبی کا خیال ہو مگر انکو یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے آقائے نامدار حضور سرور کائنات صلعم تبلیغ حق میں لوگوں کے مضحکہ اور سوء ادبی کی پروا نہیں فرماتے تھے نیز بندگان دین بھی اسکا خیال نہ کرتے تھے کہ ان اقوال کی بےحرمتی ہوگی۔ ان کا منشاء ارشاد کرتے رہنا تھا۔ ہدایت کی تکمیل خدا کے ہاتھ میں ہے اور اسی پر انکو توکل و اعتماد تھا۔ پس تمام خدام دین و ملت پر لازم ہے کہ اس ضروری مسئلہ میں بہت جلدی توجہ فرمائیں۔

جن اصحاب کو اقوال کی ضرورت ہو وہ حلقہ نظام المشائخ سے خط و کتابت کریں مگر اس میں نہایت عجلت سے ہے کیونکہ ۱۵ اکتوبر سے یہ کام شروع ہو جائیگا۔ اور شاید ایک ماہ یا کم و بیش ریکارڈ بھرنے والے یورپین کام کرینگے اس اثناء میں نظمیں فراہم ہو گئیں تو کسی خوش گلو سے ان کو بھروا دیا جائیگا۔

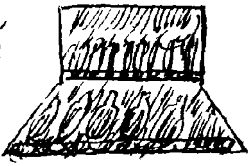
کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مجرب دوائیں ۴۹ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

[illegible]

آزمائش کیلئے ڈاکٹر برمن کی بنائی ہوئی دوائیں

ایک ہی بکس میں چند مشہور دوائیں

ڈاکٹر برمن کی دوائیوں کے لئے اکثر اس مضمون خط آیا کرتے



ہیں کہ آزمائش کے لیے تھوڑی دوا بھیجیے بعد فائدہ پانیکے زیادہ دوا منگوا لینگے صرف معمولی ہی آدمی نہیں بلکہ ڈاکٹر وید بھی ایسا ہی چاہتے ہیں سو ایسا ہونا لازمی بھی ہے اسلئے ڈاکٹر برمن نے اپنی بنائی ہوئی دواؤں میں چند دواؤں کا ایک بکس نمونہ کا بنایا ہے اسمیں مندرجہ ذیل پیٹنٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند ہیں جنکے ساتھ انکے حالات کی چھپی ہوئی کتاب اور استعمال کی ترکیب بھی ہے۔ گھر والوں کیلئے یہ انمول ہے تھوڑے خرچ میں ڈاکٹر برمن کی خاص مفید دواؤں کا نمونہ ملتا ہے اپنی خواہ دوسروں کی تھوڑی ہی سے بہت بہتری ہو سکتی ہے

دواؤں کا نام عرق کافور ہیضہ و گرمی کے دست کی ایک ہی دوا ہے۔ دمہ کی دوا فوراً دم کو دبا دیتی ہے۔ کولا ٹانک۔ ہر ایک کیلئے طاقت بڑھانیکی دوا مقوی باہ کی گولیاں جیسا نام ویسا فائدہ جلاب کی گولیاں آسانی سے پیٹ صاف کرتی ہیں۔ عرق پودینہ سبز درد شکم و ریاحی دستوں کی دوا۔ قیمت فی بکس عہ۔ ایک روپیہ آٹھ آنہ محصول ڈاک ۸ مہ

[illegible]

[illegible]

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

تریاق حیات

ہم تریاق حیات کی بالفعل حقیقت بیان کرتے ہیں اور نہ تعریف سے کسیکا دل بہانا چاہتے ہیں بلکہ آپ ہی کی زبان سے اسکے فوائد کا اعتراف کراکر تمام دنیا میں اشتہار دینا چاہتے ہیں۔ اتنا ضرور کہینگے کہ تریاق حیات تمام خوبیوں کا مخزن ہے۔ بدہضمی۔ نفخ۔ درد شکم۔ کھٹی ڈکاریں جلی ہوئی ڈکار آتی۔ پیچ شکم۔ قے۔ متلی۔ کمی اشتہا۔ خون کی قے۔ درد قولنج۔ ثقل معدہ۔ ہیضہ۔ نمونیا۔ کھانسی۔ نزلہ۔ دمہ۔ سانس۔ قوبہ اطفال۔ سرسام۔ فالج۔ لقوہ۔ درد گردہ۔ نفخ جگر۔ درد مثانہ۔ فتق۔ مقوی دل و طاعون اور ہر حیض جو درد کیساتھ ہو۔ ہمراہ آب تازہ۔ ۳۔ ۶ بوند فی خوراک۔ دن میں ۳۔ یا۔ ۴ مرتبہ کھا دیں) اور بواسیر کو ہمراہ آب وسوزاک کو ہمراہ لسی شیر بادہ گاؤ) ہر قسم درد دنداں کو۔ زکام و بدبوئے بینی کو ہمراہ عرق بادیان۔ اسہال و پیچش پر ہمراہ آب انار) دمرگی کو ہمراہ گلاب۔ یرقان پر ہمراہ ترپھلہ۔ اور نیز گلھٹی طاعون اور دیگر اقسام کی گلھٹیوں پر۔ درد جسمانی ہر قسم یعنی گٹھیا وغیرہ۔ درد سر و درد چوٹ وغیرہ وغیرہ۔ گگرالی۔ پت خارش۔ جلد داد۔ زہریلے جانوروں کے کاٹنے۔ زخم ہر قسم۔ ناصور۔ بثورات ہر قسم اور جمیع امراض چشم میں زیرین چشم۔ درد گوش۔ درد دندان۔ کرم گوش۔ کرم دندان۔ زکام میں ناک کے اندر لگانا جھائیں۔ خنازیر۔ کنٹھہ مالا۔ سرسام۔ لقوہ۔ فالج۔ درد جگر۔ درد معدہ۔ درد گردہ۔ درد مثانہ۔ درد سر۔ ورم خصیہ۔ حلق۔ سینے (وغیرہ وغیرہ کو خالص اور امراض چشم وناک وزیر چشم۔ دہان وغیرہ وغیرہ) نازک جگہوں میں اسکا تیل استعمال فرمائیں (ترکیب بنانے کی) تیل۔ تریاق حیات۔ یا جسقدر برداشت ہوسکے خواہ کسی مقدار میں ہو قطرہ کریں۔ اور لگاویں۔ قیمت فی شیشی جسکے اندر ایک تولہ تریاق ہے عہ) نمونہ کی ۲ بوند کی شیشی ۵ ؍ خرچ محصول و پیکنگ وغیرہ بذمہ خریدار ؛

المشتہر منشی جواد حسین تاجر۔ شہر میرٹھ کمبوہ دروازہ

پیدا کرنے کے لیے وسیع معلومات حاصل کرنا قدرت کی گوناگون صناعیون پر نظر رکھنا اور تازگی و بشاشت طبع و خوش کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ باتین دو ہی طرح حاصل ہو سکتی ہین یا کسی اُستاد ماہر اور عالم کامل کی ہم نشینی سے یا مختلف علوم و فنون کی کتابون کے متواتر مطالعہ سے اول الذکر صورت ناممکن نہین مگر دشوار اور سخت دشوار ہے اور کتابون کا مطالعہ صرف زر کے سوا اگر کوئی مشکل ہے تو اتنی کہ انتخاب مین پوری واقفیت اور توجہ ظاہر کیجا ے۔ چونکہ تمام حضرات کو اس قسم کی محنت برداشت کرنے کا موقع نہین ملتا۔ اسی لیے ہم نے تلاش و جستجو سے منتخب کتابون کا ایک عمدہ مجموعہ مہیا کیا ہے اور ناظرین کی خدمت مین ایک مختصر سی فہرست پیش کرتے ہین۔ اگر پسند آئے تو اسمین سے کتابین منگا کر ملاحظہ اور فائدہ اُٹھائیے۔

تاریخ ابو البشر۔ امریکہ کے پروفیسر رڈپاتھ کی تاریخ عالم کو مفتی انوار الحق صاحب ایم اے نے نہایت سلیس اُردو مین ترجمہ کیا اسمین آغاز نوع انسان کی کیفیت حسب تحقیقات جدیدہ نہایت دلچسپ پیرایہ مین لکھی گئی ہے قیمت مجلد عمار غیر مجلد عہر

تاریخ تمدن۔ بکل کی ہسٹری آف سولیزیشن کو مرحوم منشی احمد علی بی اے ایل ایل بی مصنف شباب لکھنؤ نے ایسی پرزور عبارت مین ترجمہ کیا ہے کہ علامہ شبلی بھی دیباچہ مین داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔ قیمت مجلد عہر

مستقبل اسلام۔ مشہور مستشرق پروفیسر وامبری کے خیالات کو مسٹر ظفر عمر بی اے (علیگ) نے اُردو لباس پہنا کر قوم پر ایک احسان عظیم کیا ہے قیمت فی جلد .... عمار

اثبات واجب الوجود۔ متشککین اور منکرین کے خیالات باطلہ کی تردید مین مفتی انوار الحق صاحب ایم اے کی یہ کتاب لاجواب ہے قیمت عہ

المامون۔ (ہر دو حصہ) مولانا شبلی نعمانی کی مشہور تصنیف جسمین مامون رشید کی زندگی کے واقعات دلچسپ پیرایہ مین لکھے ہین قیمت عہر

خیالات آزاد۔ ولایت مین پڑھنے والے بیٹے کے دلچسپ خطوط اپنے پدر بزرگوار کے نام مولانا آزاد کی عجیب و غریب لنٹری عادت ... مین لوتر حسن کی مالیخولیا۔ جنجال کونسل کی کارروائی اور دیگر مزیدار مگر نتیجہ خیز مضامین قیمت ...... عہ

نظم بے نظیر۔ شمس العلما ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کی نظمون کا مجموعہ قیمت .... عہ

قوت خیال۔ کیرکٹر کی درستی اور عمدہ اخلاق کی تعلیم کا بہترین معلم ہے نوجوانون اور عورتون کیلئے اسکا پڑھنا بیحد مفید ہوگا ۴ر

حدیقۂ آخرت۔ ایک اعلیٰ درجہ کا جدید میلاد شریف ہے قیمت ۸ر

الاحسان۔ جسمین لفظ صوفی کی تحقیق اور تصوف کی ابتدا اور اُسکی رفتہ رفتہ ترقی کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر مین تصوف کے تمام شعبون اور اسلام سے تطبیق اور اُسکی حقانیت اور اصول پر بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۸ر

مختصر فہرست کتب دوکان غلام نظام الدین تاجر کتب

دہلی چاندنی چوک متصل فوارہ۔ (جلد منگائیے)

نام کتاب	قیمت
کتب تصوف	
نصوص الحکم اردو	۱۲ر
عوارف المعارف جلد ۲	۱۲ر
کشف المحجوب اردو	۱۲ر
تذکرۃ الاولیا	ے ر
سراج السالکین اردو	۸ر
کلیات امدادیہ	۱۲ر
بستان المعین	۳ر
شف المناقب	۴ر
شواہد نظامی	عہ ر
تاریخ مشائخ چشتیہ	۴ر
تذکرۃ الفقراء	۴ر
حدیقۃ الاولیاء	۶ر
تاریخ حبیب الٰہ	۶ر
گلدستہ کرامت	۸ر
مجلس گیارہویں	۴ر
تاریخ سید سالار مسعود	۴ر
افضل الفوائد اردو	۱۲
تذکرہ صابری	۳ر
حیات منصور حلاج	۴ر
حیات مصطفےٰ	۴ر

نام کتاب	قیمت
سوانح عمری خواجہ قطب الدین رح	۸ر
کتب عملیات	
اعمال مجربہ سورہ یٰس شریف قیمت	۲ر
,, سورہ اخلاص شریف	۴ر
,, آیہ کریمہ شریف	۲ر
,, سورہ مزمل شریف	۴ر
مفتاح الرزق	۱ر
لوح سلیمانی ۴ حصہ	۸ر
عملیات خاندان عزیزی	۴ر
مرقعہ شریف	۴ر
مجربات دہری	۱۲ر
نافع خلائق	عہ ر
اعمال قرآنی ۳ حصہ	۲ر
شفاء العلیل قول الجمیل	۵ر
اوراد مسندہ	۱۲ر
جواہر القرآن	۸ر
نقش سلیمانی جدید	۲ر
مجربات سلیمانی	۲ر
تعویذ سلیمانی	۲ر

نام کتاب	قیمت
بیاض سلیمانی	۲ر
رسالہ حل المشکلات	۰ر
نفلسی کا علاج	ار
اوراد احسانی	۱۰ر
کتب دواوین فارسی و اردو	
کلیات امیر خسرو رح	عہ ر
کلیات جامی رح	۱۲ر
کلیات سعدی رح	۱۲ر
کلیات عراقی رح	۱۰ر
دیوان صائب	۱۲ر
دیوان حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ	۲ر
دیوان خواجہ اجمیری رح	۳ر
دیوان احمد جام	۶ر
دیوان نیاز	۳ر
دیوان شمس تبریز رح	۱۲ر
دیوان حافظ شیرازی رح	عہ ر
دیوان مخفی	۴ر
رباعیات عمر خیام	۴ر

نام کتاب	قیمت
رباعیات سرمد رح	سہ ر
کتب مترجمہ و مؤلفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	
مضامین خواجہ حسن نظامی	عہ ر
روزنامچہ حسن نظامی	۸ر
شیخ سنوسی حصہ اول	۴ر
کتاب الامر حصہ دوم رح	۴
اسلام کا انجام	۴ر
اسرار تصوف میں ہے	۴ر
جاماسپ نامہ مترجمہ ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ	۳ر
موتیوں کی کان نصائح میں عجیب کتاب ہے مؤلفہ جناب بدر النساء بیگم صاحبہ لدھیانوی	۴ر

ان کے علاوہ ہر قسم کی کتابیں ہمارے ہاں موجود ہیں

شہرت

شہرت ۔ ایک علمی۔ ادبی۔ فلسفی۔ تاریخی۔ تمدنی۔ معاشرتی مضامین کا باتصویر ماہوار رسالہ
جو عنقریب ہر انگریزی مہینہ میں منڈی میر عالم متصل ڈیوڑھی نواب فخر الملک بہادر سے شائع ہوگا

شہرت ۔ اُن تمناؤں کے پورا کرنیکا آرگن ہے جن کی تمنا حقیقی شہرت حاصل کرنا ہے ۔

شہرت ۔ ملک میں مضمون نگاری کی روح پھونکنے کا صور۔ نوجوانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنیکا نشتر ہے

شہرت ۔ زندہ دلی۔ دلچسپی پھیلانیکا وکیل۔ طرز معاشرت طرز تمدن سکھانیکا شفیق استاد ہے ۔

شہرت ۔ بقائے دوام۔ شہرت عام کا پھریرا ہے ۔

شہرت ۔ شہرت وہ ہے کہ سب کچھ ہے ۔

شہرت ۔ کی خریداری خود شہرت کا حکم رکھتی ہے ۔

شہرت ۔ باوجود تمام خوبیوں کے سالانہ مع محصول ڈاک چار سکہ محبوبیہ میں ممالک محروسہ کیلئے
اور برٹش ممالک کیلئے چار سکہ کلدار میں مشتاق ہاتھوں تک پہنچیگا ۔

شہرت ۔ کا ترسیل زر و درخواست خریداری بنام میر مہدی علی صاحب شہید آنی چاہیئے ۔

المشتہر نواب میر داور علیخان منیجر شہرت

آم کے آم گٹھلیوں کے دام

یوم عام کی خوشی میں ۳۰۔ نومبر ۱۲ء تک جو درخواستیں مع حوالہ اخبار پوسٹ کیجائینگی انکو ذیل کی اصلی مع شرح قیمت سے نصف قیمت پر علاوہ خرچ کے دیجائینگی اور اخبار نیر اعظم کی کاپی مفت پانچ روپیہ سے زیادہ پر ایک سنہری پیش

گنجہ شاہگان ۔ دنیا بھر کے سکوں کے دونوں رخوں کی تصاویر ۲ جلد ۶	عدم التاریخ ۔ لاکھوں تاریخی اقوال ۔ نام ۔ الفاظ فہرست وغیرہ
مخزن الفوائد ۔ دو جلد دنیا بھر اوزان پیمانے متعارف مقابلہ سکوں کا ۶	کنز الظفری ۔ ستو طغرے اور نایاب کیا طغروں کے صفحہ
تاج و نشان ۔ دنیا بھر کی سلطنتوں کے تاج ۔ نشان ستارے مخبر عہ	تذکرۃ السلوک اردو تصوف و حکمت کا نادر ذخیرہ
دستار و کلاہ ۔ دنیا بھر کی ٹوپی پگڑی خود کنٹوپ تصاویر وغیرہ ۸	احسن الاذکار ۔ حضرت میر محبوب علیخان کی سوانح عمری حالات و اخلاق وغیرہ
تاریخ اودھ چار جلد برہان الملک سے واجد علی شاہ تک بادشاہان اودھ کی مکمل تاریخ فی جلد	جغرافیہ ۔ جغرافیہ ۔ جغرافیہ ۔ [illegible]
مصباح الادب ۔ شہنامے کا اردو ترجمہ جو سات زبانوں میں چھپا ہے اخلاقی حکایتیں قیمت	جنگ روس و جاپان ۔ دو جلد مع تصاویر نقشہ جات جنگ
	تاریخ بوہران ۔ بوہری قوم کی مفصل تاریخ [illegible]
	سوانح عمری صاحبزادی صاحبہ ۔ [illegible] وزیر دکن کے خاندانی حالات مقدمہ وغیرہ

المشتہر منیجر اخبار نیر اعظم ۔ [illegible]

روز [illegible] محمد الواحدی [illegible] دہلی [illegible]

(دنیا کی آبادی میں چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۲۷

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی تسلی وتسکین کا ماہوار پرچہ

جو ہر چاند کی چھٹی تاریخ کو سیدی خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی ونگرانی میں شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصولڈاک قسم خاص ۳ قسم اول ۲ قسم دوم ۱ ششماہی ۱ و ۸ علی الترتیب نمونہ ۳

مقام اشاعت دہلی فیض بازار۔ دفتر رسالہ

مطبوعہ روز بازار سٹیم پریس امرتسر

دہلی میں غدر

سے پہلے تک تیموریہ خاندان کی کیا شان تھی اور غدر کے بعد ان کی کیا حالت ہوگئی اسکی دردناک چشم دید کیفیات مجموعۂ **مضامین خواجہ حسن نظامی** میں درج ہیں۔ اس مجموعہ کی نسبت

ہز اکسلنسی مہاراجہ کشن پرشاد

سابق وزیر اعظم دکن تحریر فرماتے ہیں۔ "یہ نسخہ درحقیقت گلہائے بوقلموں کا ایک گلدستہ ہے جس میں انواع واقسام کے پھول اپنے اپنے رنگ و بو سے مستانہ اور دیوانہ کیے دیتے ہیں۔ خصوصاً بہادر شاہ کا دلخراش احوال صفحہ ۱۵۶ تک دیکھا کیا کہوں کہ مجھپر کیا گزری۔ ایک تو واقعات پُردرد۔ دوسرے طرز بیان سحر آمیز۔ جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے۔ اور پھر کسکے دست و قلم کی نقاشی۔ جو محبوب کے محبوب ہیں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ کبھی اتنا بے خود ہوکر نہیں رویا جسقدر اس بیکس و بے بس کس مپرس۔ اللہ والے مصیبت زدہ۔ صاحب تخت و تاج کی بپتا کو پڑھکر اشکبار ہوا ہوں۔"

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ

"دنیا مقام امتحان ہے"

مہاراجہ بہادر جس کتاب کی نسبت یہ لکھتے ہیں۔ اُسکی قیمت صرف ایک روپیہ ہے محصول ڈاک علاوہ

کارکن حلقۂ نظام المشائخ دہلی سے طلب فرمائیے

نظام المشائخ

جلد ۷ بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ نمبر ۶

فہرست مضامین

عدد

شکریہ

الحمد للہ کہ ہمارے گزشتہ دفعہ کے نوٹ کا اچھا اثر ہوا۔ اب بہت سے ایسے حضرات نے جو پہلے نظام المشائخ کی توسیع اشاعت کا خیال نہ رکھتے تھے اسکی طرف توجہ فرمائی انکے اسمائے گرامی ذیل سپاس گزاری کے ساتھ درج ذیل کیے جاتے ہیں۔ کاش باقی احباب بھی اپنے فرض کو پہچانیں۔

قاضی محمد محسن صاحب انسپکٹر پولیس (۱)

خلیفہ غلام حیدر صاحب چشتی وکیل (۲)

مولوی محمد حبیب اللہ صاحب حیدرآباد دکن (۱)

منشی عبد القادر صاحب ناسک (۱)

مسٹر انعام حسین صاحب سنگرور (۱)

منشی عبد الحق صاحب عطا رضوی (۱)

منشی غلام غوث صاحب سب انسپکٹر ریلوے (۲)

منشی غلام محی الدین صاحب (۱)

حافظ سید علی محمد صاحب حیدرآباد دکن (۱)

منشی احمد حسین صاحب فوٹوگرافر (۳)

مرزا محمد اسمعیل بیگ صاحب چشتی رائے پور (۱)

مسٹر رحمت اللہ صاحب (۱)

مرزا منیر الدین حسن صاحب (۱)

مسٹر شاہ محمد صاحب (۱)

شیخ عبد اللطیف صاحب (۱)

شیخ ولی اللہ صاحب (۱)

(خاکسار اڈیٹر)

بسم اللہ

نظام المشائخ

عید قرباں

عالم اسباب یا اسباب عالم پر نظر کرنیسے معلوم ہوتا ہی کہ ایک چیز دوسری چیز پر قربان ہورہی ہی۔ نباتات حیوانات پر قربان ہورہے ہیں۔اور حیوانات انسانو پر۔ انسان بھی ایک دوسرے پر قربان ہوتے ہیں۔ اس کا نظارہ اس وقت طرابلس مراکو۔اور ایران میں مشاہدہ میں آتا ہی۔ جہاں سیکڑوں ہزاروں زن ومرد بوڑھے بچے اپنے ملک کی آزادی کے لیئے اور اپنے دین کی حمایت کیلیئے قربان ہوئے اور ہورہے ہیں۔ قربانی کا رواج ہر ملک میں اور ہر زمانہ میں تھا۔ ہندوستان میں بلیدان کا رواج تھا۔ مسیحی تعلیم کی جڑ بھی قربانی ہی۔ اس مذہب کا تمامتر دارومدار "خدا کے اکلوتے بیٹے" کی قربانی پر ایمان لانا ہی۔ ملک شام یا سیریا جو عرب کے شمال

میں واقع ہے۔ اور جس میں بیت المقدس فلسطین ہے۔ اِس ملک میں انسانی قربانی کا رواج
تھا۔ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی ملک میں مبعوث ہوئے تھے۔ انہوں نے
خواب میں دیکھا کہ وہ اپنا بیٹا ذبح کر رہے ہیں۔ اِس خواب کی بنا پر وہ حضرت اسمٰعیل کو
ذبح کرنے پر تیار ہوگئے۔ پھر حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے دنبہ ذبح کیا۔ اور ان کے
عمل سے انسانی قربانی کا استیصال ہوگیا۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر اس طرح پر ہے:۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ
مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ
فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝ وَنَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا
إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ
عَظِيمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝ كَذَٰلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝ ترجمہ پھر جب لڑکا جوان ہوا

(پ ۲۳ سورۃ والصّٰفّٰت ع ۳)

اور ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے کہا بیٹا! میں خواب میں (کیا) دیکھتا
ہوں کہ (جیسے) میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔ پس تم بھی (اپنی جگہ) سوچو کہ تمہاری کیا رائے
ہے (بیٹے نے) کہا ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے (بے تامل) اِس کی تعمیل کیجئے۔ اِن
شاء اللہ آپ مجھ کو بھی صابر ہی پائیں گے۔ پھر جب دونوں (باپ بیٹے) تعمیل حکم پر آمادہ
ہوئے اور باپ نے (حلال کرنے کیلئے) بیٹے کو ماتھے کے بل پچھاڑا تو (ہم کو ان کی فرماں
برداری نہایت ہی پسند آئی) اور ہم نے ابراہیم سے پکار کر کہا کہ ابراہیم! تم نے اپنے
خواب کو خوب سچ کر دکھایا۔ (اب ہم تم کو بڑے بڑے مراتب دیں گے اور) نیک بندوں
کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی۔ اور ہم نے بڑی قربانی
کو اسمٰعیل کا فدیہ دیا۔ (اور ابراہیم کے بعد) آنیوالی امتوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔ کہ
(سارے جہان میں یہی آواز ہو رہی ہے کہ) ابراہیم پر سلام۔ ہم نیک بندوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے

ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ ابراہیم (بھی ہمارے ایمان دار بندوں میں ہیں)۔
عید الضحی کے دن قربانی کرنا سنت ابراہیمی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے
عن زید بن ارقم قال قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یا رسول اللہ ما ھذہ الاضاحی قال سنۃ ابیکم ابراھیم علیہ السلام
قالوا فما لنا فیھا یا رسول اللہ قال بکل شعرۃ حسنۃ قالوا فالصوف
یا رسول اللہ قال بکل شعرۃ من الصوف حسنۃ ۔ رواہ احمد و ابن ماجہ
(مشکوٰۃ باب فی الاضحیۃ ۔ الفصل الثالث) روایت ہے زید بن ارقم رضی اللہ
عنہ سے کہ کہا۔ اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پوچھا یا رسول اللہ یہ قربانی
کیا ہے ؟ فرمایا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ
کیا ثواب ہے ہمارے لئے اسمیں ؟ فرمایا۔ بدلے ہر بال کے نیکی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا
یا رسول اللہ پس صوف۔ فرمایا ہر بال کی پشم میں سے ایک نیکی ہے۔ روایت کی
یہ احمد اور ابن ماجہ نے ۔

کوئی ملک کوئی قوم کوئی تمدن کوئی سلطنت قربانیوں سے خالی نہیں۔ بلکہ
حق تو یہ ہے کہ قربانی ہی ہر قسم کی مادی اور روحانی ترقیات کی جڑھ اور اصل الاصول
ہے غور کرو۔ ماں باپ اپنی اولاد کے لئے ادنا درجے آدمی اعلیٰ کے لئے اپنا آرام
اپنا جسم اپنا وقت سب کچھ خرچ کرتے ہیں۔ میدان کارزار طرابلس میں دیکھو شیخ
سنوسی کے ادنے اشارے پر لاکھوں عرب قربان ہو رہے ہیں۔ ایک ادنے
سولجر سے لیکر کمانڈرانچیف تک اپنے ملک پر اپنی سلطنت پر اپنے بادشاہ پر جان
قربان کر دیتے ہیں۔ اسی لئے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ہر ایک قوم کے لئے
قربانی قرار دی ہے۔ بعض قومیں قربانی کا گوشت استعمال میں نہیں لاتیں، بلکہ آگ
میں جلا کر یا اور کسی طرح پر ضائع کر دیتی ہیں اور اسی کو موجب ثواب سمجھتی ہیں اسلام کا

مابہ الامتیاز یہ ہے کہ اس نے اپنے پیروؤں کو حکم دیا ہی کہ قربانی کا گوشت خود بھی کھائیں۔ رشتہ داروں اور دوستوں کو بھی کھلائیں اور محتاجوں اور مسکینوں کو بھی دیں۔ ہاں قربانی کے موقع پر اللہ کو بھی یاد کر لیا کریں۔ قرآن مجید فرماتا ہے

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ ۖ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ (پ ۱۷ س الحج ع ۵/۱۲)

ترجمہ۔ اور ہر ایک امت کیلئے ہم نے قربانی قرار دی تھی تاکہ خدا نے جو انکو مویشی چارپائے دے رکھے ہیں (قربانی کرتے وقت) اُن پر اللہ کا نام لیں سو (لوگو!) تم سب کا خدا (وہی) خدائے واحد ہے تو اُسی کے فرماں بردار رہو۔ اور (اے پیغمبر) عاجزی کرنے والے بندوں کو (جنت کی) خوش خبری سنا دو (جو) ایسے (نیک ہیں) کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہی اُن کے دل لرز اٹھتے ہیں اور جو مصیبت اُن پر آن پڑے اُس پر صبر کرتے۔ اور نمازیں پڑہتے اور جو ہم نے انکو دے رکھا ہی اُس میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں۔ اور (مسلمانو!) ہم نے تمہارے لیئے قربانی کے اونٹوں کو (بھی) اُن (قابل ادب) چیزوں میں قرار دیا ہی جو خدا کے ساتھ نامزد کی جاتی ہیں۔ اِن میں تمہارے لیئے (چند در چند) فائدے ہیں تو (ان فائدوں کے شکریے میں خدا کے نام قربانی کرتے وقت) انکو کہڑا کرکے ذبح کرو اور ذبح کرتے وقت) اُن پر خدا کا نام لو۔ پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں (اور ٹھنڈے ہو جائیں) تو اُن میں سے (آپ بھی) کھا

اور قناعت پیشہ اور گدائی پیشہ اہر طرح کے محتاجوں کو کھلاؤ۔ ہم نے یوں ان (جانوروں) کو تمہارے بس میں کر دیا ہے تاکہ تم (ہمارا) شکر کرو +

اسلام نے اپنے پیروؤں کو قربانی کا حکم دے کر انہیں اس بات پر متنبہ کیا ہے کہ غور کریں کہ ادنےٰ اعلیٰ پر کس طرح قربان کیا جاتا ہے۔ ایک جانور جس کی چند روز آب و دانہ سے تم نے خبر گیری کی۔ اپنی گردن ذبح ہونیکے لیئے چپ چاپ تمہارے آگے رکھدیتا ہے۔ اسیطرح تمکو آستانہ الوہیت پر اپنی گردنیں قربان ہونیکے لیئے رکھنی چاہئیں۔ جسکی ربوبیت ہر وقت ہر دم اور ہر آن تمہاری خبر گیری کرتی ہے یاد رہے کہ اسلام کے لغوی معنی گردن رکھنے کے ہیں۔ پس حضرات متصوفین کے نزدیک حقیقی اور کامل مسلم وہ ہے جو اپنی گردن کامل رضا کے ساتھ خدا کے آستانہ پر ذبح ہونے کے لیئے رکھدے۔ ان کے نزدیک بڑی قربانی یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کی قربانی کرے۔ اپنے تمام جذبات شہوات اور ارادوں کو خیر باد کہکر رضائے مولیٰ میں محو ہو جائے اور بفحوائے موتوا قبل ان تموتوا کے اپنے پر موت وارد کر کے خدا کی محبت کے رنگ سے رنگین ہو کر محض محبت کے جوش سے نہ سزا کے خوف سے اور نہ جزا کے لالچ سے اسکی عبادت کرے۔ یہ وہ مقام ہے۔ جسکو قرآنی اصطلاح میں تقوے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ۔ (پ ۱۷ س الحج۔ ع ۵) ترجمہ "خدا تک نہ تو انکے گوشت ہی پہنچتے ہیں اور نہ انکے خون۔ بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری اور فرمانبرداری پہنچتی ہے"۔ غور کرو۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ میری ذات تمہاری طاعات اور قربانیوں سے مستغنی ہے۔ تمہاری قربانیوں کے گوشت پوست اور خون میرے تک نہیں پہنچ سکتے۔ بلکہ میرے تک صرف یہ قربانی پہنچ سکتی ہے کہ تم مجھ سے ڈرو اور میرے لئے تقوے اختیار کرو۔ اور یہی نفس کی قربانی ہے +

نور الدین از گوجرانوالہ

اِنّہ من سلیمان وَ اِنّہ بسم اللہ الرحمن الرحیم

واحدی صاحب ۔ سلام مسنون۔

البشیر نمبر ۳۶ جلد ۱۴ ۔ مورخہ سہ شنبہ ۳۔ ستمبر ۱۹۱۲ء میں بشیر احمد زبیری صاحب کا ایک مضمون بعنوان "عرس شاہ نصیر الدین حسین صاحب قادری چشتی رح" شائع ہوا تھا۔ اس کے متعلق حضرت قبلہ و کعبہ (جناب والد ماجد دامت برکاتہ) نے ایک خط بشیر احمد صاحب کو لکھا ہی جس کی نقل آپکے پاس ارسال کرتا ہوں۔ لوگوں کی رائے ہی کہ یہ خط نظام المشائخ میں شائع ہوجانا چاہیئے ۔

حسن از پھلواری

بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ

میرے عزیز مخلص نوّر اللہ قلبک بنور الایقان ۔ السلام علیکم ۔ آپکا مضمون عرس میں نے البشیر میں مکرر سہ کرر پڑھا۔ ہر مرتبہ بے اندازہ لطف حاصل ہوا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ آپ پر پاک روحانیت اور مقدس نورانیت ظل گستر ہوئی ۔ ابھی یہ دیباچہ ہے ۔ مبادی و مقدمات کے بعد عجیب عجیب قدرت کا نظارہ آپ کی آنکھوں کے سامنے پیش ہوگا اُسوقت آپ بیساختہ یوں بول اُٹھیں گے ؎

وارد دلِ دیوانہ ام سودائے لیلائے دگر مجنون طبع و چشم من گریہ بصحرائے دگر

اے عزیز! فقط مدنیت کے خیال میں اور اخلاق ظاہری کی درستگی میں پڑے رہنا نصف انسان بنتا ہی۔ انسان کامل اُسیوقت ہوسکتا ہی۔ جب مدنیت و اخلاق کے ساتھ پاک روحانیت کی تجلی ہوتی ہی۔ اور ہر رگ و ریشہ میں انوار الٰہی سماجاتے ہیں۔ اور پھر وہ انوار بروز کرکے اپنا انعکاس ہر ذاتِ عالم پر ڈالتے ہیں جس سے تشخصی ظلمات

وہ ہوکر حقیقت اشیار کا انکشاف ہوتا ہے۔ اُسوقت انسان انسان کامل ہوسکتا ہے
اُسوقت الا کل شئ ما خلا اللہ باطل آورع بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست
یہی پیش نظر ہوتا ہے۔ اگر یہ سر تا سر پاک خیال مٹا یا بھی جاے تو مٹ نہیں سکتا
کسی حال میں ہو یوں ہی کہتا رہیگا ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل راکہ مدام   دل ترا مے طلبد چشم ترا میخواہد

آپکے جناب شاہ صاحب دام مجدہٗ نے جو سجدہ تعظیمی کی فلاسفی آپسے بیان کی ہے یہ
آپکے کمزور اور نازک ظرف کے اندازے محض چھوٹے پیمانہ پر آپکے سمجھانیکے لیئے
کہدیا ہے۔ آیندہ چلکر انشاء اللہ تعالیٰ جب اس کام میں آپ لگ جائیں گے تو
پھر شاہ صاحب کی زبان سے کچھ اور سُنکر خود بھی نورانی تصدیق کے ساتھ
بول اُٹھیں گے کہ ؎

کافراں سجدہ کہ در پیش بتاں میکردند   ہمہ سوئے تو بود و ہمہ روسوئے تو بود

ریاضت و محنت اور درویشوں کی پاک صحبت میں کوئی نئی چیز نہیں ہوتی ہے
بلکہ اپنے آپ میں جو خود موجود ہے اُسی کی حقیقت منکشف ہوجاتی ہے ھو معکم
اینما کنتم۔ "اور آیہ وفی انفسکم افلا تبصرون" آج جسکو سر خفی سمجھتا ہے
کل اسکے اوپر بالکل مشاہدہ عیاں ہو جاتا ہے۔ اسی لیئے بزرگوں نے فرمایا ہے
"من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" ہم محبوب ہیں مگر وائے کمبختی کہ ہمیں اپنی
محبوبیت کا ادراک نہیں۔ ہم خود مقصود ہیں مگر وائے بدبختی کہ اب تک ہم اس سے
کوسوں دور ہیں۔ اور اُسکی ہوا بھی نہیں آنے دیتے +

اے عزیز حقیقت یہ ہے کہ ؎

یہ جو صورت ہے مری صورت جاناں ہے یہی   یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے ساماں ہے یہی
اپنی ہستی کے سوا غیر کا سجدہ ہے حرام   عاشقوں کا تو یہی دین ہے ایماں ہے یہی

کعبہ و دیر سے کچھ کام نہیں تیرے سوا مذہب پیر مغاں مشرب رندان ہے یہی
بستر ٹاٹ کا دنیا چہ کمل کی کلاہ تاج خسرو ہے یہی تخت سلیماں ہے یہی

سماع و قوالی کی جو کیفیت آپ نے لکھی ہے۔ الحمد للہ اس کتب میں آپ بیٹھ آئے۔ مگر یاد رکھو کہ ابھی یہ ابجد خوانی ہے۔ آگے چلکر یہ اوچھل کود اور رقص و خروش سب کے سب فنا ہو جائینگے۔ اور بہائمی صفات سے تخلی ہوکر ربانی صوت و صدا سنوگے۔ جدہر سے آواز آئے وہی ایک آواز ہوگی۔ قوال تم کو غزل سنائیگا۔ اور تم بقول مولوی رومؒ اپنے دل میں یوں کہوگے اور اسی دہیان میں ہوگے ؎

پیش من آوازت آواز خدا ست عاشق از معشوق حاشا کے جدا ست
پس غذائے عاشقاں باشد سماع کہ درو باشد خیال اجتماع
قوتے گیرد خیالات ضمیر بلکہ صورت گردو از بانگ صفیر
اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس
لیک گفتم ناس من نسناس نے ناس غیر جان جاں آشناس نے

ہاں اے عزیز! ایک بات اور یاد آئی۔ آپ سے اور جناب شاہ صاحب ام مجدہٗ سے حضرت امام خراسان، امام ثامن ضامن حضرت سیدنا امام علی بن موسی الرضا علیہما السلام کا مذکور آیا۔ آپنے معقول جواب پایا۔ مگر میں اسکی تھوڑی تفصیل کردوں۔ یہ ہمارے تمام پیران طریقت چاہے قادریہ ہوں یا چشتیہ۔ نقشبندیہ ہوں یا سہروردیہ۔ سب کے سب روحانی فرماں روا ہیں۔ اور ارواح کا تعلق چونکہ عالم اجسام سے بھی ہے۔ اسلیئے روحی تصرف جسمانی قالب میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کسیکو درک ہوا اور کسیکو نہ ہوا۔ جن کو اسکا ادراک ہے وہ تو یوں بول اٹھتے ہیں کہ ؎

این زمین پست و آں چرخ بلند برقرار از ہمت پیران ماست

اور جو اندھے ہیں اور روحی تصرفات سے بالکل کورے وہ اُن حضرات کو خزف جماد

سمجھتے ہیں۔ اور بمقتضائے "انا عند ظن عبدی بی" وہ روحانی برکات سے بالکل محروم رہتے ہیں۔ اور یہ اندھاپن اُن کا آخرت میں بھی انکو اندھا ہی اُٹھائے گا۔ من کان فی ھذہ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی واضل سبیلا۔ خدا اندھا نہ بنائے

دل دے تو درد دے اور بصارت دے تو بصیرت بھی دے ؎

خدا سوئے تو سودا دے تری زلف پریشاں کا — جو آنکھیں دے تو نظارہ ہو تیرے سنبلستاں کا

عرفانی دنیا میں یہ مسئلہ محقق ہے کہ یہ تمام عالم اسماء و صفات کی تجلی ہے۔ عارف بالخصوص صاحب خدمت عارف اپنے تشخصات کو مٹا کر ایک ایک اسم میں فنا ہوتا ہے اور اس عارف پر جو حقیقت میں آپ خود مستقل کوئی چیز نہیں ہے اُس اسم کی تجلی ہوتی اور اُسکا منشاء و مآل سب نمایاں ہونے لگتا ہے۔ مثلاً حضرت سید الشہداء سر دفتر اولیا امام حسین بن علی علیہما السلام اسم یا رزاق میں فنا ہو گئے۔ سر کٹا جسم پامال کیا گیا۔ جورو لڑکے شہر بہ شہر مارے مارے پھرائے گئے۔ مگر نتیجہ اُسکا یہ ہوا کہ آج لاکھوں آدمی کو ان کے ذریعہ سے روٹی ملتی ہے۔ غلط طریقہ سے ہو یا صحیح طریقہ سے۔ کوئی انکے نام سے باجا بجا کر۔ کوئی سوز خوانی کرکے۔ کوئی تعزیہ بنا کر۔ کوئی وعظ کہکر وغیرہ وغیرہ مختلف ذریعہ سے روٹی کھاتا ہے ؎

اے کریمے کہ از خزانہ غیب — گبر و ترسا وظیفہ خور داری

ہرچند بے بصیرت مولویوں نے بجائے اُسکی اصلاح کے اصل شئے ہی کو مٹانا چاہا۔ مگر خوب یاد رکھو کہ کبھی نیست نہ ہوگا۔ اس لیئے کہ یا رزاق کی تجلی ہے اور رحمت کا مقتضا ہے وہ کسی کے اُٹھائے اُٹھ نہیں سکتا۔ کسی کے مٹائے مٹ نہیں سکتا۔ کان امرا مقضیا۔

اسی طرح حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رض جو انسان کامل تھے اسم یا محیی یا ممیت میں فنا ہوئے۔ اسکے آثار ان پر ظاہر ہوتے۔ پھر کیا تھا

مردے زندہ ہوئے اور بیکار زندے مردہ ہوئے۔ سیکڑوں مردہ دل اُٹھ کھڑے ہوئے اور حیات ابدی اُنہوں نے پائی۔ عوام اُسکو حضرت شیخ عبد القادرؒ کا فعل سمجھتے ہیں مگر درحقیقت اس مقام میں عبد القادر عبد القادر کہاں ہیں بلکہ قادر مطلق ہے۔ اور جو فعل و تصرف ہے وہ اُسی قادر مطلق کا فعل ہے۔ اب سمجھو کہ حضرت امام علی موسئے رضا علیہ السلام جن کی ذات پاک سے ہر سلسلہ کے صوفیوں کو ایک تعلق خاص ہے۔ جنید و شبلی ہمیشہ اُنکے آستانہ پر سر بسجود ہیں اور اُنکی غلامی پر عرفانی دنیا کے بادشاہوں کو بھی ناز ہے۔ میرے قبلہ و کعبہ پیر مرشد حضرت نصر قدس سرہ العزیز بھی فرماتے ہیں ؎

اے نصر سلیمانم اے نصر سلیمانم　　چوں بندۂ درگاہ سلطان خراسانم

حضرت امام علیہ السلام کے تصرفات۔ معاذ اللہ کوئی اِن کا منکر نہیں ہو سکتا ہے مگر اِس تصرفات کے اسرار منکشف ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی ایک مدت تک چھپے رہتے ہیں یا فھم من فھم و ذاق من ذاق۔ اِس زمانہ میں بدبخت شقی روس کے ناپاک ہاتھوں سے روضۂ مطہر اور مسجد اقدس کے ساتھ جو گستاخی و بے ادبی ہوئی ہے اُسکا وبال و مآل کار کیا ہوگا۔ اور امام رضا علیہ السلام کے تصرفات کیا ظاہر ہوں گے کچھ تو جناب شاہ صاحب نے آپ پر کھولدیا ہے۔ باقی میں صاف صاف کہتا ہوں کہ واللہ ثم باللہ۔ آج نہیں کل۔ کل نہیں پرسوں۔ میرے امام مقتدلئے انام کا یہ تصرف ضرور ظاہر ہوگا۔ کہ کفرہ روس تثلیث کی تاریکی سے نکلکر پاک توحید کے اُجالے میں آئینگے۔ ہمارا مولےٰ جب اُس ذات سے ملا ہوا ہے جس کی شان یخرجھم من الظلمت الی النور ہے تو ضرور ہے کہ یہ نورانیت ظاہر ہو۔ اور ضرور ظاہر ہوکر رہے۔ اور اِسکی نظیر بھی موجود ہے۔ سنہ ۶۱۷ھ میں چنگیز خاں نے مشہد مقدس کو لوٹا اور روضۂ اقدس کو توڑا۔ نتیجہ کیا ہوا کہ اُسکی تیسری پشت میں جوجی خاں مع تمام

اپنے خاندان و سلطنت کے مشرف باسلام ہو گیا۔ اور سلطان خدا بندہ اس کا نام ہوا۔ اور تمام چنگیز خانی خاندان خلعت اسلام سے مشرف ہو کر ایک مدت تک مسلمانوں پر فرماں روائی کرتا رہا۔ تمام کتب تاریخ میں یہ قصہ مصرح موجود ہے۔ پس یہی میرے کشف کا ثبوت ہے اور میرے دعوے کی دلیل ہے کہ روسی مثلث ایک دن نقطہ وحدت ہو جائے گا۔

میرے عزیز! اب اصل مطلب کی بات سنو۔ مولانائے رومؒ فرماتے ہیں

قال اطعمنی فانی جائع　　　　واعتجل فالوقت سیف قاطع

وقت کو غنیمت سمجھو اور جلد جا کر شاہ صاحب ممدوح کا دست مبارک تھام لو یعنی بیعت کر لو ید اللہ فوق ایدیھم کا راز تم پر منکشف ہو جائے گا۔ اسرار خفیہ کبھی بلا داخل سلسلہ ہوئے بھی منکشف ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ امر الٰہی وابتغوا الیہ الوسیلۃ کے وہ خلاف ہے۔ اس لیئے وہ اسرار الحاد و زندقہ کیطرف یا یوں سمجھو نیچریت کی طرف کھینچ جاتے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ بیعت سے بھی زیادہ مفید اس کام کیلئے صحبت ہے۔ امر الٰہی ہے کہ کونوا مع الصادقین۔ صدق و صفائے ظاہری ہو یا باطنی بغیر پاک صحبت کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور جب اس پاک صحبت کے ذریعہ سے مجاہدہ و ریاضت کرو گے تو ضرور ہے کہ تم کو یہ رستہ لیجائے اور منزل مقصود کو پہنچ جاؤ۔ اس لیئے کہ وعدہ الٰہی ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ مگر اتنا ضرور خیال شریف میں رہے کہ یک در گیر محکم گیر۔ خدائی فیض۔ محمدی فیض۔ قادری فیض چشتی فیض جو کچھ ملیگا وہیں سے ملیگا

چونکہ کردی ذات مرشد را قبول　　　　ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسولؐ

اے میرے مخلص! اکثر احباب جن میں ایک آپ کے والد ماجد بھی ہیں تصوف سے یوں گھبراتے ہیں کہ مشائخین کے صحبت یافتہ اور حلقۂ ارادت کے لوگ قوم

اور ملک سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔ مگر میں عرض کروں گا کہ جو لوگ ایسے ہیں وہ اصلی صوفی نہیں ہیں۔ اسلیئے کہ اصلی صوفی وہ ہے جو نائب مناب حضرت رحمۃ للعالمین کا ہو۔ جب وہ اُس جناب کا نائب ہی تو جس طرح سے حضور کا باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق ابدالآباد تک کھلا ہوا ہے۔ اُس نائب حقیقی کا بھی کھلا رہیگا۔ اسی لیئے شیخ سعدیؒ شیرازی جو سہروردیہ طریقہ کا ایک بہت بڑا شیخ کامل ہے۔ فرماتا ہے ؎

طریقت بہ انخدمتِ خلق نیست بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

یہ حضرات میرے اگلے بزرگوں کے احوال کو پڑہیں تو اُنکی غلط فہمی دور ہو جائے سب بزرگان خادم قوم رہے ہیں۔ جناب نصیر الزمان خاں صاحب بھی انہیں صوفیوں میں ہیں۔ پس آپ بے تکلف جائیے اور دیر نہ کیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجکو منزل مقصود تک پہنچائے۔ والسلام +

محمد سلیمان از پھلواری

اخبار نویسوں کے حالات

منشی محمد الدین فوق اڈیٹر کشمیری میگزین لاہور کی جس جدید تالیف کا کچھ عرصہ سے قریبًا تمام اردو اخبارات میں اشتہار چھپ رہا تہا وہ "اخبار نویسوں کے حالات" کے نام سے شائع ہو گئی ہیں پنجاب صوبہ سرحدی۔ صوبہ متحدہ اور جنوبی ہند کے چالیس منتخب اڈیٹروں کے تذکرے (اور چند کی تصویریں) درج ہیں چیز کی عمدگی اور دلچسپی میں کلام نہیں۔ مگر کاش مؤلف صاحب لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ کی طرف بھی توجہ فرماتے اور کم از کم خاصے بھلے چنگے آدمیوں کی شکلیں مسخ نکرتے۔ بعض حضرات کے چہرے تو ایسے بنے ہیں کہ شاید انہیں بہری کوریلی انگلستان کی مشہور ناول نویسہ کیطرح اپنا مرقع خود پبلک میں نہ لانا پڑے۔ تاکہ لوگ معلوم کریں کہ وہ درحقیقت اتنے عجیب غریب نہیں ہیں جتنا کہ مصور کی مہربانی سے "اخبار نویسوں کے حالات" میں انہیں دکھایا گیا لیکن خیر یہ ہنسی کی باتیں تہیں۔ جناب فوق کا یہ کام قابل قدر ہے اور ہم اپنے دوستوں سے سفارش

بہت مناسب یعنی ۸ر آنہ ملنے کا پتہ - منیجر کشمیری میگزین لاہور +

۷۶

حکیم ناصر خسرو علوی اصفہانی رح

مسلمانوں کی موجودہ افسردہ حالت دیکھکر مشکل سے یقین آسکتا ہی کہ کبھی ہم میں بھی وہ لوگ تھے جو علوم و فنون کی خاطر بر اعظم اور سمندر کاٹے کر ڈالنا معمولی بات سمجھتے تھے۔ ایک ایک کتاب کے واسطے ہزارہا میل پیادہ جاتے تھے۔ درحقیقت اگر اُن میں یہ جوش و ولولہ نہوتا تو آج ابن بیطار۔ سید شریف۔ ابن بطوطہ۔ ابن جبیر اندلسی۔ ناصر خسرو علوی رح۔ ابوحاتم رازی۔ ابن طاہر وغیرہم کے بیش بہا تصانیف اور سفرنامے ہمارے خیالات میں افتخار نہ پیدا کرتے۔ بزرگان پیشین کے سوانح عمر دیکھنے سے واضح ہوتا ہی کہ انہوں نے سمندر کے سمندر اور بر اعظم کے بر اعظم صرف اطلبوا العلم کے لیئے قدموں کے نیچے سے نکال دیئے تھے۔ افسوس اگر ان بزرگوں کے جوش کا ایک شمہ بھی موجودہ مسلمانوں میں ہوتا تو ہم علم و فن میں کیوں غیروں کے سامنے ذلیل ہوتے +

بزرگان سلف نے اطلبوا العلم ولو کان بالصین پر پورا پورا عمل کیا اور آج انکی تصانیف دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ علم کا جوش کہاں کہاں لیئے پھرتا تھا۔ اگر آج وہ مشرق میں تھے تو کل مغرب میں۔ اُن کے نزدیک ایک ملک سے دوسرے ملک میں باوجود اس بے سروسامانی کے کہ جب نہ جہاز تھے اور نہ ریلیں۔ ہزارہا میل کا رونڈ ڈالنا معمولی کام تھا +

شیخ عبداللہ بن بطوطہ و شیخ محمد بن جبیر اندلسی کے سفرنامے مُلک کے لائق اور علم دوست حضرات کے ہاتھوں برسوں ہوئے کہ اُردو کا زیور پہن چکے۔ بلاشک یہ دونوں سفرنامے اس پایہ کے مدلل اور ایسی تحقیق و تدقیق سے لکھے گئے ہیں۔

جن کی تعریف میں ع خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست + بالکل ٹھیک ہے
ابن بطوطہ کے سفرنامہ میں دیکھو کہ دشوار گزار رستوں کی وجہ سے اسکو کسقدر دقتیں
پیش آئی ہیں۔ اور وہ کیسے کیسے مصائب جھیل کر افریقہ سے ہندوستان۔ لنکا
وغیرہ گیا ہے۔ اسیطرح محمد ابن جبیر اندلسی نے تمام عربستان کا سفر کیا۔ ان دونوں
بزرگوں نے نہایت شرح و بسط سے حالات قلمبند کئے ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ سیاح
کے جو فرائض ہونے چاہئیں۔ اُن کو نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے انجام دیا
ہے۔ یورپین علماء نے جہاں اور مفید کتابوں کو ترجمہ کیا۔ ان کو بھی لیلیا۔ اور افسوس
کہ ان کے لکھنے والے مسلمان۔ اور مسلمانوں کے واسطے یہ کتابیں مایۂ ناز۔
لیکن دوسری قوموں کے شوق علم و تحقیقات نے مسلمانوں سے ایسا چھینا کہ آج
ہم کو ان کے واسطے یورپ کے تاجران کتب کی دوکانیں ڈھونڈھنی پڑتی ہیں۔ لیکن
شکر ہے کہ اہل قلم جماعت نے اس جانب توجہ کی۔ اور اب تک ابن بطوطہ کے سفرنامہ
کے تین ترجمے عربی و انگریزی سے ہو چکے ہیں +

حکیم ناصر خسرو علوی اصفہانی رح کا سفرنامہ بھی عجیب چیز ہے۔ حالات سفر
واقعات و مشاہدات کو اس خوبی سے ادا کیا ہے کہ تعریف نہیں ہوسکتی۔ افسوس
ہے کہ اس سفرنامہ کا اردو میں اب تک ترجمہ نہیں ہوا[۵۱]۔ لیکن فرنچ۔ جرمن اور انگریزی
میں موجود ہے۔ حکیم ممدوح کا مرتبہ سیاحت میں کسی طرح ابن جبیر و ابن بطوطہ سے کم
نہیں ہے۔ یہ بزرگ اصفہان میں اسوقت پیدا ہوئے[۵۲]۔ جب غزنی کے تخت حکومت
پر سلطان محمود غزنوی جلوہ افروز تھا۔ سلسلۂ نسب ساتویں پشت میں حضرت امام

---

۵۱ سفرنامے کا ترجمہ میں نے شروع کر دیا ہے ۱۲

۵۲ رضا قلی خان صاحب مجمع الفصحاء میں لکھتے ہیں کہ حکیم کی ولادت ۳۹۴ھ میں ہوئی۔ اور سند میں
اُسکا یہ شعر پیش کرتے ہیں ؎ بگذشت زہجرت پس سیصد نود و چار + بنہاد مرا مادر بر مرکز اغبار ۱۲

علی رضا علیہ السلام سے ملتا ہے۔ ۹ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرنیکے بعد علوم
دینی و دنیوی تحصیل کئے۔ عبرانی زبان کے بہت بڑے عالم و فاضل تھے یہاں تک کہ
یہود و عیسائی آپ سے انجیل پڑھا کرتے تھے۔ طبیعت نہایت رسا اور ذہن اعلیٰ درجہ کا
ذکا پایا تھا۔ ہر بات کی تہ کو فوراً پہنچ جاتے تھے۔ ۴۲ برس کی عمر میں سفر حجاز کا
تہیہ کیا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی ابوسعید اور غلام کو ساتھ لیکر حج بیت اللہ سے
مشرف ہوئے۔ وہاں سے واپس ہو کر تین برس تک مصر میں رہے۔ مصر سے دوسری مرتبہ
پھر بیت اللہ شریف گئے۔ تیسرے حج کے بعد یمن۔ بصرہ۔ خلیج فارس ہوتے ہوئے
سات ہزار منزل (ایک منزل ۱۲ میل کے برابر) سفر کی سختیاں برداشت کرکے
اصفہان آئے۔ اثنائے سفر میں شیخ المشائخ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ
سے قدمبوسی کا اتفاق ہوا۔ بزرگ شیخ نے ان کی آمد کو پیشتر ہی اپنے مریدوں سے
کہہ رکھا تھا۔ کہ کل ایک عجمی یہاں آئیگا۔ اس کے کسی سوال کا جواب نہیں دینا
ہمارے پاس لے آنا۔ جس وقت حکیم رح دروازہ خانقاہ پر پہنچے۔ مرید حسب الارشاد
شیخ رح کی خدمت میں لیگئے۔ حکیم رح نے عرض کیا۔ حضرت میں چاہتا ہوں کہ قال
ترک کرکے حال اختیار کروں۔ شیخ نے تبسم فرماکر جواب دیا۔ نادان تو میرے
ساتھ کیونکر عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ سالہا سال تجھے عقل ناقص کی پیروی کرتے گزر
گئے۔ اور میں نے جب فقر کے کوچہ میں قدم رکھا تھا تو سب سے اول اس مکارہ کے
آنچل میں تین گرہیں لگا دی تھیں۔ حکیم رح نے کہا۔ آپ عقل کو ناقص کیوں فرماتے
ہیں۔ حدیث شریف میں تو آیا ہے۔ اول ما خلق اللہ عقل۔ شیخ نے فرمایا
وہ عقل انبیا ہے۔ میں عقل ناقص تیری اور بوعلی سینا کی عقل کو کہتا ہوں۔ تم
دونوں اس پر ناز کرتے ہو۔ کل ہی تو نے ایک قصیدہ لکھا ہے۔ جس میں گوہر کن
فکاں کو عقل سے مراد لی ہے۔ یہ غلط ہے۔ گوہر کن فکاں مطلع عشق کو کہتے ہیں۔ یہ

فرماکر اُس قصیدے کا مطلع پڑہا ؎

بالائے ہفت طاق مقرنس دو گوہر اند | در کائنات ہرچہ درو ہست برتر اند

حکیم نے جب یہ کرامت دیکھی حواس بجا نہ رہے۔ یہ قصیدہ اُس شب میں تصنیف کیا تہا جب خانقاہ میں آنیکا ارادہ تہا۔ صدق دل سے توبہ کی۔ اور کئی دن حضرت شیخ رحمہ کی خدمت میں رہکر تصفیۂ باطن میں مشغول رہے۔ بعد ازاں شیخ رحمہ نے سفر کی اجازت دی۔ حکیم رخصت ہوکر خراسان کی سیاحت کو چلے۔ اول نیشاپور آئے۔ یہاں کے علماء سے سحر و تسخیر میں مباحثہ ہوا۔ سب عاجز ہوگئے۔ اور اُنہوں نے قتل کا فتوے دیدیا۔ قاضی القضاۃ ابو سہل صعلوک نے کہا کہ آپ کا مرتبہ ان لوگوں سے بہت بلند ہے۔ یہ ظاہر کو دیکھتے ہیں۔ اور آپ باطن کی گفتگو کرتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ تشریف لیجائیے اور ان کو بکنے دیجئے۔ حکیم وہاں سے بلخ آئے۔ یہاں سے کوہستان بدخشاں میں جاکر مقیم ہوئے۔ اہل خراسان کی شکایت میں ایک قصیدہ لکہا ہے۔ جسکے چند اشعار یہ ہیں ؎

بنالم بتو اے قدیم قدیر | زاہل خراسان صغیر و کبیر
چہ کردم کہ از من رمیدہ شدند | ہمہ خویش و بیگانہ بر خیر خیر
مقرم بہ فرمان پیغمبرت | نہ انباز گفتم ترا نے نظیر
باُمت رسانید پیغام تو | محمدؐ رسولت بشیر و نذیر
کہ قرآں بہ پیغمبرت آورید | مگر جبرئیل آں مبارک سفیر
مقرم بمرگ و بحشر و ثواب | کتابت ز بر دارم اندر ضمیر

۴۸۱ھ میں یمگان علاقہ بدخشاں میں انتقال ہوا۔ تصانیف حسب ذیل ہیں:

نظم۔ روشنائی نامہ۔ سعادت نامہ۔ دیوان (جس میں تیس ہزار اشعار ہیں)

نثر۔ کنز الحقائق۔ کتاب الندامۃ۔ زاد المسافرین۔ قانون اعظم۔ تفسیر قرآن مجید۔ سفرنامہ

درحقیقت حکیم ناصر خسرو رح اپنے زمانہ کے جیّد عالم۔ وحید العصر فاضل اور اعلیٰ درجہ کے اہل ریاضت تھے۔ نوسو برس کے قریب انتقال کا زمانہ ہوا۔ مگر اُن کا نام اب تک آسمانِ لیاقت پر چمک رہا ہی۔ شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی قدمبوسی سے پہلے تو طبیعت میں (جیسا شعراء کا قاعدہ ہی) آزادانہ روش تھی۔ مگر بیعت کے بعد اُس طرز سے توبہ کرلی۔ اُس قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں جس کا مطلع اوپر درج ہو چکا ہے ؎

بالائے ہفت طاق مقرنس دوگوہرند — در کائنات دہر دروہست برترند
پروردگاں دایہ قدسند در قدم — گوہر نمیند گرچہ باوصاف گوہرند
بے بال در مشیت ہست بی کشادہ بال — بے پر بر آشیانہ علوی ہمے پرند
از نور تا بہ ظلمت و از اوج تا حضیض — از باختر بہ خاور و از بحر تا برند
بیدانشاں اگرچہ نکوہش کنند شاں — آخر مدبران سپہر مدبرند
ہستند و نیستند و نہانند و آشکا — ہم بے تو اند و با تو بیک خانہ اندرند
گوئی مرا کہ گوہر دیوان دانش است — دیوان این زمانہ ہمہ از گل مخمرند
جز آدمی نژاد ز آدم دریں جہاں — ایں ہا نہ ز آدم اند جز احمقی خرند الخ

مورخین نے حکیم ممدوح کے حالات مفصل قلمبند نہیں کیئے۔ اور نہ علمائے یورپ نے اس جانب توجہ کی۔ البتہ ایک فرانسیسی فاضل چارلس شیفیر نے مختصر سوانح عمری لکھی ہی۔

محمد شفیع الدین خاں مرادآبادی

۶۹۶

بیان حقیقت

ازحضرت مولی علی کرم اللہ وجہہ

مولوی حکیم محمد عمر صاحب فصیح الدہلوی لاہوری نظام المشائخ کے عالم وجود میں آنیسے اسوقت تک ہمیں جو جو قیمتی مدد دیں دیچکے ہیں اُنسے ناظرین ناواقف نہیں۔ اب جناب موصوف نے نظام المشائخ کو اپنے نایاب کتب خانہ سے مستفیض کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور فی الحال فارسی عربی کے چند چھوٹے چھوٹے قلمی رسائل تصوف عنایت فرمائے ہیں جن میں سے ایک کا ترجمہ آج درج ذیل کیا جاتا ہے۔ آیندہ اثبات وعدم اثبات ایمان فرعون پر علامہ محقق دوانی اور ملا عمر لاہوری کے مضامین چھپینگے جنہیں مولانا شاہ محمد یٰسین صاحب خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز جامۂ اردو پہنارہے ہیں۔ (ایڈیٹر)

خواجہ کمیل ابن زیاد جو حضرت امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ کے شاگردان رشید اور مریدان ممتاز میں سے تھے ایکدن آپسے مستفسر ہوئے مَا الْحَقِیْقَةُ یعنی شریعت جسے طریق مسلمانی اور طریقت جسے آداب انسانی کہنا چاہیئے ہمیں ان دونوں کا تھوڑا بہت علم ہوگیا۔ اب ارشاد کیجئے کہ حقیقت کیا ہے۔ حضرت امیرؓ نے جواب دیا مَالَکَ وَالْحَقِیْقَةُ تجھے حقیقت سے کام؟ خواجہ کمیلؓ نے عرض کیا۔ اَوَلَسْتُ صَاحِبَ سِرِّکَ۔ کیوں! کیا میں حضور کا رازدار نہیں ہوں؟ حضرت امیرؓ نے فرمایا۔ بَلٰی وَلٰکِنْ یَتَرَشَّحُ عَلَیْکَ مَا یَطْفَحُ مِنِّی ہاں! بیشک تم میرے رازدار ہو۔ مگر ایک (خاص) وقت پر یہ فیض مجھ سے تمکو پہنچیگا

اور تم رازِ حقیقت کو خوب سمجھ جاؤ گے۔ چونکہ خواجہ کمیل کی آتش طلب بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اور وہ انتظار کے متحمل نہو سکتے تھے اسلیئے پھر بولے۔ اَوَمِثْلُکَ یَخِیْبُ سَائِلاً تعجب ہے کہ آج آپ کی سرکار سے ایک سائل محروم ہوتا ہے۔ جب حضرت امیرؑ نے خواجہ کمیل کے صدق شوق کو از حد اور ان کے اصرار کو بے انتہا پایا تو مناسب حال یوں کہنا شروع کیا۔ اَلْحَقِیْقَۃُ کَشْفُ سُرَادِقَاتِ الْجَلَالِ مِنْ غَیْرِ اِشَارَۃٍ حقیقت بزرگی حق کے پردوں کا دیدہ ادراک کے سامنے سے اُٹھ جانا ہے۔ حتیٰ کہ حق دکھائی دینے لگے۔ لیکن ایسے موقع پر دیکھنے والا اشارہ نہیں کرسکتا کہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں وہ کیا شے ہے۔ حاصل یہ کہ سالک یا مجذوب جب دائرہ شریعت و طریقت سے نکلکر حقیقت کے کوچہ میں پہنچتا ہے۔ اور اُسکے ارمانوں اور تمناؤں کی آگ تمام رسموں اور عادتوں کو جلا ڈالتی ہے۔ تب سُبحات جلال جو اسماء و صفات اور اعیان کونی کے پردے ہیں اسکے آگے سے ہٹ جاتے ہیں۔ اور خود جلال حق کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالےٰ عالم کون میں کثرت تعینات رکھتا ہے جو اسکی وحدت کا ادراک نہیں ہونے دیتی۔ پس حق نظر آتا ہے۔ مگر غلبہ شہود اور رقت اور عدم عادت کے سبب اس حال کا تعین محال ہے۔ تاہم دیکھنے والا "منزل حقیقت میں پہنچا ہوا" کہا جائیگا خواجہ کمیل کے لیئے یہ بیان نیا نہ تھا کیونکہ وہ اس مقام کو طے کر چکے تھے۔ لیکن حضرت امیرؑ کے کمال علم و معرفت نے ابتداءً یہی باتیں اُنہیں سُنانی مناسب خیال کیں کمیل نے وقت کو غنیمت جانکر کہا۔ زِدْنِیْ بَیَانًا۔ کچھ اور فرمایئے۔ ارشاد ہوا مَحْوُ الْمَوْھُوْمِ مَعَ صَحْوِ الْمَعْلُوْمِ۔ دوسرے مرتبہ میں حقیقت یہ ہے کہ صورت موہوم لوح ضمیر سے دور ہوجائے اور بجائے اسکے صورت معلوم نقش پذیر ہو۔ اس لیئے کہ جب سالک نے دیکھا کہ جو چیزیں ادراک حق سے مانع اور اسکے دیدار کا حجاب تھیں وہ الگ ہوگئیں، تو اُسے سمجھ پیدا ہوا کہ ان کا کوئی وجود یا اعتبار ہوتا تو ہرگز

ادراک کے ساتھ وحدت میسر نہ آتی ۔ لہذا در اصل اس کثرت کا حکم میرے وہم نے لگا رکھا تھا جو مجھے وحدت تک باریاب نہ ہونے دیتا تھا ۔ ورنہ وحدت سے باہر کچھ نہیں ہے ۔ جو کچھ مشاہدہ میں ہے نفس ہستی ہے ۔ اور باقی سب نمائشیں اعتبارات موہومہ ۔ اگر ہم ہوشیاری اور ہوشمندی سے کام لیں تو دیکھ لیں کہ ایک ہستی کے سوا اور کچھ نہیں ۔ المختصر ہستی ایک ہی اور یہی صحو معلوم ہے ۔ اور نمائشوں کو گرادو وہ محو موہوم ہیں ۔ خواجہ کمیل نے جب حضور کا اور التفات دیکھا تو پھر درخواست کی زِدْنِیْ بَیَانًا اور شرح کیجئے ۔ ابھی میری تسکین نہیں ہوئی ۔ فرمایا هَتْكُ السِّتْرِ بِغَلَبَةِ السِّرِّ ۔ اس سے بڑھکر حقیقت کی یہ شان ہے کہ باطن یعنی حقیقت کا غلبہ پردہائے ظاہر کو پھاڑ ڈالے ۔ اور یقین ہو جائے کہ ہستی ایک ہے ۔ اور صورت کی کثرت موہوم تھی جسکا شبہہ جاتا رہا ۔ اس اظہار سے مراد یہ ہے کہ جو دانش نہانخانہ ضمیر سے عرصۂ بیان میں نہ آئے وہ ایسی ہے جیسے ہے ہی نہیں ۔ اس درجہ والے میں نگاہ رکھنے کی طاقت نہیں ہوتی ۔ کمیل نے پھر التجا کی ۔ زِدْنِیْ بَیَانًا ۔ ارشاد ہوا ۔ جَذْبُ الْاَحَدِیَّةِ بِصِفَةِ التَّوْحِیْدِ ۔ اس سے بالاتر یہ ہے کہ یگانگی حق کو توحید کے کیساتھ حاصل کرے ۔ جب پردہ درمیان سے اُٹھ گیا اور باطن کے غلبہ اور آشوب دروں سے آسودگی ہوئی ۔ یعنی اول یہ کیفیت تھی کہ جو کچھ باطن سے منکشف ہوتا تھا اُسکو بندہ ظاہر کر دیتا تھا ۔ اب اُس نے اس آشوب سے نجات پائی ۔ اور یہ اضطراب اُسکا دفع ہوا ۔ کثرت اور ہوائے تعینات جاتی رہیں ۔ ذات احدیت نے اسے نقوش کثرت سے خالی دیکھکر اپنی منظریت اور یگانگی سے سرافراز فرمایا اور اپنی طرف متوجہ کر لیا ۔ توحید کا وصف یعنی اپنا بیگانہ ہونا اور حق کو یگانہ دیکھنا یہی ہے کہ ذات یگانہ کثرت تعلقات سے یگانہ کرنیکے بعد اپنی جانب کھینچ لے ۔ کمیل کو حقیقت کے مدارج سے یہاں تک آگاہی ہوئی تو اُنھوں نے پھر زِدْنِیْ بَیَانًا

کہا۔ حضور نے فرمایا۔ نُوْرٌ یَتَشَرَّقُ مِنْ صُبْحِ الْاَزَلِ عَلٰی ھَیَاکِلِ التَّوْحِیْدِ
حقیقت ایک نور ہے جو صبح ازل سے سر نکالکر توحید کی ہیکلوں اور ہستی کے مظاہر
پر روشن اور درخشاں ہوتا ہے۔ یعنی جب انسان کا دل مجرد ہوکر ذات احدیت میں نسیجذب
ہوگیا۔ اور یگانگی حق کا مظہر بنا تو یہ معلوم ہونے لگا کہ یگانہ حق کی ہستی اُسکے مظہر
کے ساتھ مخصوص ہے حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ اس مرتبہ میں متمکن ہونیکے بعد انسان ہر لحظہ
اس ذات یگانہ کی تجلیات کا معائنہ کرتا ہے۔ اورنہیں جانتا کہ جس طرح اسکے اندر
تجلی فرمائی ہے۔ اسی طرح ہر ذرہ پر تجلی ہوتی ہے۔ غرضکہ تجلی کی کیفیات مختلف ہیں
اور یہ اختلاف ہی ہے کہ اسمار و صفات واعیان میں تمائز کا کام کرتا ہے اور پھر وہ
وجود ہستی دکھائی دیتا ہے جسکا ہر معنی اور ہر چیز میں ظہور ہے۔ اسی وجہ سے تعینات
اشیار کو ہیاکل توحید کہتے ہیں یعنی ہستی واحد کی صورتیں اور اشکال۔ اس مزے
میں ہستی کا ظہور تمام ہوجاتا ہے۔ اگر کسی صورت میں ظہور کا تصور اور اسمار و صفات
کی تجلی زیادہ ہوتی ہے تو وہ سب اسی ظہور میں پوری ہو جاتی ہے۔ اس بیان سے
یہ بات لازم نہیں آتی کہ حق تعالی شانہ دوسرے ظہور کا منتظر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ کمال
یا نقصان اور زیادتی یا کمی نہیں ہے۔ اور یا وہ نفس مظہر ہے نہ بہ نسبت نفس ظہور کے
چنانچہ جمادات میں ہستی کا ظہور صفات نشو ونمو۔ اور حس و حرکت اور ادراک کلیات
وجزئیات کے ساتھ نہیں ہے۔ اور انسان میں ان کل صفات کے ساتھ ہے۔
اس لیئے کہ موانع وعوائق جمادی اس ظہور کو اپنے اندر نہ لے سکے۔ اور انسان
میں یہ موانع تھے ہی نہیں۔ بایں سبب یہ صفات اسمیں ظاہر ہوگئیں۔ القصہ جو
کچھ ظہور ہے ہستی کا مقتضا ہے وہ اسکے اندر پیدا ہے۔ اور نہایت ظہور کی
حقیقت یہی ہے۔ پھر اسکے بعد حقیقت سے جو ظاہر ہووے وہ ایسا ظہور نہیں ہے
جو حقیقت نے نہ کیا ہو۔ اور وہ ظہور مظہر سے موانع کے مرتفع ہوجانے کے باعث

ہوتا ہے۔ ہر مظہر میں اسکی استعداد اور قابلیت کے موافق ظہور کے مراتب ہیں جیساکہ جماد اور انسان کے معاملہ میں معلوم ہوا۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے مکرر دو تجلیاں نہیں فرمائیں۔ اسکا مطلب یہ نہ سمجھو کہ اس نے ازل سے ابد تک ایک ہی ظہور کیا ہے کہ جو ترقی پذیر ہے نہ مائل بہ تنزل۔ بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ظہور مظہر سے تعلق رکھتا ہے۔ اور مظہر ہی کے واسطے سے اسکی تجدید ہوتی ہے۔ فی الواقع جب اس مظہر کو ہم دیکھتے ہیں۔ اور ظہور مطلق کا اس مظہر کے مناسب حیثیت تعلق پاتے ہیں تو وہ ظہور مطلق ظہور مقید ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ مظاہر کی حالتیں مختلف ہیں۔ یعنی ایک ہی حالت کے دو مظہر نہیں پائے جاتے بلکہ ایک مظہر ایک ہی آن میں بیسیوں کیفیات رکھتا ہے تو ہر کیفیت کے لحاظ سے ایک خاص ظہور اور ایک خاص تجلی واقع ہوتی ہے نہ یہ کہ وہاں سے تجلی مکرر ہو۔ بہر تقدیر اگر ایک تجلی ہے تو۔ اور اگر ایک لاکھ تجلیاں ہیں تو۔ مکرر کون سی ہوئی؟ اگر ایک ہے تو ایک ہی ہے۔ اور اگر ایک لاکھ ہیں تو ایک لاکھ ہی ہیں۔ تجلیات کے درمیان باعتبار اختلاف تعینات وکیفیات اختلاف واقع ہے۔ اس صورت میں تکرار ممکن نہیں۔ چنانچہ اس ظہور واحد پر جس کی بابت میں نے یہ تقریر کی کبھی کوئی اضافہ نہ ہوگا ؎

پیدا ترا زیں نمیتواں گفت   پنہاں ترا زیں نمیتواں گفت

کمیل پھر ملتمس ہوئے کہ زِدْنِیْ بَیَانًا۔ فرمایا۔ اُطْفِ السِّرَاجَ فَقَدْ طَلَعَ الصُّبْحُ۔ یعنی طلب کے چراغ کو گل کر۔ کیونکہ صبح ظہور مطلق نے طلوع کیا ہے اور نہایت تجلی آفتاب نے حقیقت کی شعاعیں ڈالدیں۔ مطلب یہ کہ ظہور حقیقت کا مرتبہ آخر ہی تھا جو بیان کیا گیا۔ اور اگر تم اس سے بھی زیادہ معلوم کرنے کے متمنی ہو تو چراغِ طلب کو خاموش کر کے اس آفتاب کے نور میں مراتب ظہور کا

مشاہدہ کرو۔ اُسوقت تم ایسے مقام میں داخل ہوگے کہ منظر سے موانع مرتفع ہونگے اور آفتاب کی روشنی بہت زور سے چمک رہی ہوگی۔ اور کوئی مقام ایسا دیکھوگے جہاں موانع مرتفع نہ ہونیکے باعث آفتاب کا ظہور کمتر ہوگا۔ یا بالکل نہوگا۔ وہاں یہ ارتفاع موانع اور عدم ارتفاع آفتاب کے نور میں متصور نہیں۔ چنانچہ فضائے انسانی میں آفتاب تجلی نے بڑے شد و مد سے ظہور کیا ہے۔ اور جماد کے تنگ روزنوں میں کمی کے ساتھ اور جہاں قطعًا جگہ ہی نہ تھی اُسے از سر تا پا محروم کردیا پس معلوم ہوا کہ نہایتِ ظہور ہی نورِ وجود کا شروق ہے۔ ازل سے لیکر ابد تک اور اسی سے ممکنات ہیں ؎

چہرۂ حسن ترا ظہورے ہست منظر — بغیر از عرصۂ امکاں چہ باشد

اس مشاہدہ کے اثنا میں اس نور مظاہری سے تعلق رکھنا اور اس سے وقوف حاصل کرنا اور بقدر افادہ و استفادہ اس سے مستفیض ہونا لازم ہے ؎

تا چشم باز کردم نورِ رخ تو دیدم — تا گوش بر کشادم آواز تو شنیدم
چندانکہ ذکر کردم چندانکہ فکر کردم — چندانکہ رہ سپردم بیرون تو ندیدم

محمد الواحدی

استفسار

جناب اڈیٹر صاحب۔ آپ یا آپکے رسالہ کے ہزارہا ذی علم ناظرین میں سے کیا کوئی صاحب حضرت حاجی شاہ عنایت اللہ سرست پا برہنہ رحمۃ اللہ علیہ کے مفصل حالات بتا سکتے ہیں۔ اگر کسی کتاب میں درج ہوں تو اس کا نام تحریر فرمایئے۔ اور انکے خلفا و مریدین کی فہرست بھی مطلوب ہے۔

نیازمند

محمد عبد اللہ عفی عنہ جالندھر شہر متصل کرم ہال معرفت حکیم فضل محمد صاحب

۸۶ء

دَمْ

عربی دَم اور اردو دَم کی ظاہری صورت بالکل ایک ہی ہے مگر حقیقت میں بہت فرق ہے۔ کیونکہ اردو میں دَمْ سانس کو کہتے ہیں۔ اور عربی میں خون کو۔ مگران دونوں میں بہائی چارہ ضرور معلوم ہوتا ہے۔ اِسوجہ سے کہ عربی دم ہمارے بدنی کارخانہ کی جیسی خدمت کرتا ہے۔ ہندوستانی دَمْ بھی ایسی ہی خدمت کرتا ہے کہ اُسکی خدمت سے کچھ کم نہیں ہے۔ پس اگر ان دونوں میں سے ایک بھی نہو تو بدنی کارخانہ سب درہم برہم ہو جائے۔ اگر میاں عربی دم دعوے کر بیٹھیں کہ ہم بدنی سلطنت کے مالک ہیں۔ ہماری ہی وجہ سے تمام اِس سلطنت کے وزرا و امرا و ارکان سلطنت پرورشس پاتے ہیں۔ ہماری ہی وجہ سے بدنوں میں توانائی آنکھوں میں چمک۔ دل میں سرور۔ چہرہ میں سرخی ظاہر ہوتی ہے۔ غرض تمام قوائے ظاہری و باطنی اور تمام اعضا ہمارے ہی سایہ میں پلتے اور بڑھتے ہیں گویا تمام چرند۔ پرند۔ انسان۔ حیوان سب پر میری حکومت ہی تو انکو سزاوار ہے۔ اسیطرح میاں ہندوستانی دَم اگر یہ دعوے کریں اور عربی دم سے یہ کہیں کہ حضرت ہماری ہی بدولت آپ کی یہ ساری کارستانی ہے۔ اور ہمارے ہی دم کی برکت ہے کہ آپکے یہ دم خم ہیں۔ اگر ہم نہیں تو ساری آپ کی مردانگی نکل جائے۔ اور جل بھُن کر خاک ہو جائیں۔ تو یہ بھی ٹھیک ہی۔ اگر ہندوستانی دم یہ کہے کہ میں ہوں ہندوستانی۔ اور آپ ہیں عرب۔ مگر مجھ میں جسطرح ظاہری عربیت ہی۔ اِسی طرح آپ کی بھی ظاہری ہی عربیت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جب سے آپ ہندوستان میں آئے ہیں۔ آپکے بھی وہ دم خم نہ رہے۔ آپ میرا مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ

اب وہ زمانہ نہیں کہ آپ کو اپنی قوت پر گھمنڈ تھا۔ آپ سینے جامے سے باہر نکلے پڑتے تھے۔ آپکے چہرہ کی چمک دمک لوگوں کو گرویدہ بنا لیتی تھی۔ آپ تمام عیب سے پاک صاف تھے۔ کیونکہ یہاں آکر تو آپ ایسے زرورُو ہو گئے۔ جیسے منافق مارے خوف کے گھر میں سے باہر قدم نہیں رکھہ سکتے۔ اور اُسپر طرہ یہ ہے کہ آپکے ہم جلیس ایسے ملے ہیں کہ جسکو فدا زور ہوا آپ بھی ویسے ہی ہو گئے وہ زمانہ تو ہے نہیں کہ آپ اپنے رنگ میں سب کو رنگ لیتے تھے۔ اب تو یہ حالت ہو گئی ہے کہ کبھی سودا کی سوداویت نے آپ کو سودائی بنا دیا۔ کبھی صفرا کی حدت نے آپ کو زرد رو کر کے مانیا و قطرب کا مزا چکھا دیا۔ بلغم کی زیادتی سے آپ سفید رُو ہو گئے۔ آپ میں وہ پہلی سی تمکنت ہی نہ رہی۔ یہاں آکر تو ترقی سے تنزّل میں آ گئے۔ اور ارباب تلوین میں شمار ہونے لگے۔ یا آپکے تلوّن کو دیکھکر یوں کہوں کہ آپ میں منافقیت کی بو آنے لگی۔ غرض یہ ہے کہ آپ میں ہندوستان میں آکر نہ وہ عربی جوش رہا نہ وہ عربوں کی سی اولوالعزمیاں رہیں نہ وہ چہرے پر چمک دمک رہی۔ اِس سے تو میں ہندوستانی دم ہی اچھا ہوں کہ جہاں رہوں جس حالت میں ہوں نہایت استقلال و استقامت سے کام کرتا ہوں۔ اور الاستقامۃ فوق الکرامۃ کا مرتبہ مجھے ہی حاصل ہے۔ میں جس طریقہ سے اپنا فرض منصبی ادا کرتا ہوں۔ میرے ہمجنس سب اُسی طریقہ پر کاربند ہوتے ہیں۔ غور کرو۔ اب میں تم کو اپنے کام کرنیکے طریقے بتاتا ہوں۔ دیکھو میرے آنے جانے کے اوقات مقرر ہے۔ اُن میں کبھی تغیر نہیں ہوتا۔ دو راستے ہیں جنمیں زیادہ تر میری آمد رفت رہتی ہے۔ اور یہی وہ راستے ہیں کہ اگر تھوڑی دیر کو ان کی بندش ہو جائے تو اُسی وقت بدنی کارخانہ درہم برہم ہو جائے وہ دونوں راستے دونوں ناک کے نتھنے ہیں۔ اگرچہ کبھی کبھی مُنہ سے بھی آمدرفت کر لیتا ہوں مگر اصلی

آمدرفت انہیں دونوں راستوں سے ہو۔ اب میری رفتار ملاحظہ ہو۔ اگر اسوقت دہنے نتھنے سے میری آمدرفت ہوگی ہے تو تمام ہندوستان کے آدمیوں کے دہنے ہی نتھنے سے آمدرفت ہوگی۔ اسیطرح اگر بائیں سے ہوئی تو سب کی بائیں سے ہی ہوگی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک کا دہنا نتھنا چلے اور ایک کا بایاں۔ یہاں تو سب ایک ہی طریقے پر چلتے ہیں۔ اسکا حساب کرلو۔ اور تحقیق کرلو۔ اسی سے سب گھنٹہ گھڑی کا شمار کرلو۔ اگر تمہارے پاس گھڑی نہو اور سانس کے شمار پر اور اسکے حساب پر مشق و لحاظ ہو تو تم فوڑا وقت معلوم کرسکتے ہو۔ کیونکہ ہر پہر میں میری رفتار میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ اور پہرا بدلا جاتا ہے۔ تو میاں عربی دم اگر کچھ عقل رکھتے ہو تو میرے اس اتحاد اور اوقات کی پابندی سے سبق حاصل کرو۔ اب میاں عربی دم فرمائیے کہ میں آپسے بڑھ رہا۔ یا آپ۔ اجی حضرت جبتک اونٹ پہاڑ کے نیچے نہیں جاتا۔ یہی سمجھتا ہے کہ مجھسے بڑا کوئی نہیں۔ آپ اپنے آپ ہی میاں مٹھو بن رہے ہیں۔ میرے اتحاد اور ہمدردی کو دیکھئے کہ میرے ہمجنس کیسے میرے ساتھ ہوتے ہیں۔ لیکن آپ ہیں کہ طرابلس میں آپکے بھائیوں پر ظلم و ستم ہو رہا ہے اور اٹلی کی غاصبانہ دستبرد اور حملے ہو رہے ہیں۔ اور آپ خاموش بیٹھے ہیں کچھ نہیں ہوتا تو مال ہی سے امداد کیجئے۔ غرض میاں عربی دم! میں ہوں تو ہندوستانی۔ مگر آپسے اچھا ہوں۔ آپ تو ذرا باہر نکلے اور ناپاک کہلائے۔ اور میری تو ہر وقت آمدرفت رہتی ہے۔ مجھ میں تو لطافت ہی کہ ناپاکی کا اطلاق ہی مجھپر نہیں ہوسکتا۔ میں وہ ہوں کہ صوفیائے کرام میری بدولت باطنی نعمتوں سے مالامال ہوتے ہیں۔ پاس انفاس کی برکتیں میرے ہی ذریعہ سے حاصل ہوتی ہیں میرے ہی اندر روکنے سے یعنی حبس دم کرنیسے تمام خصائل رذیلہ صاف ہوتی ہیں۔ میری ہی بدولت تمام ظاہری و باطنی لذتیں حاصل ہوتی ہیں۔ غرض جو لوگ میرا لحاظ رکھتے ہیں وہ

دینی و دنیوی تمام لذتوں سے مستفید ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ غفلت سے میرا پاس و لحاظ نہیں رکھتے وہ کالانعام بل ھم اضل کے مرتبہ میں ہوتے ہیں اب میاں عربی دم سمجھے کہ میں ہندوستانی دم کیسا ہوں۔ ہندوستانی دم کی یہ باتیں سُنکر عربی دم دم بخود رہ گئے۔ اور رہ نہ جاتے تو کرتے کیا۔ انکی تو یہ حالت ہے کہ نہ ان میں عربیت کی وہ پہلی سی شان و شوکت رہی اور نہ عربوں کی سی شجاعت۔ یہ حضرت تو ہندوستان میں آکر بھیگی بلی کیطرح ہو گئے جو چاہتا ہے ان پر حملہ کرتا ہے۔ اور یہ خاموشی سے دیکھتے رہتے ہیں۔ خدا کا شکر ہی کہ اب تو عربی خون میں کچھ جوش کے آثار نظر آتے ہیں۔ اور تم عربی خون والے اپنی دینی اور دنیوی ترقی کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ دعا دو۔ مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا محمد یعقوب صاحب کو جنہوں نے مدرسہ دیوبند قائم کیا۔ جن کی بدولت تمہاری دینی حالت درست ہو رہی ہے۔ چہار اطراف میں علما نظر آنے لگے اور دعا دو سرسید احمد خاں کو جن کی بدولت ایسے لوگ پیدا ہو گئے جن کی وجہ سے مسلمانوں کی ظاہری وقعت کچھ ہوگئی۔ اور یہ لوگ بھی حکومت کے کاموں میں حصہ لینے لگے۔ مگر یہاں بھی اختلاف کمبخت نے اپنا رنگ جمایا اور یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کرنے لگے۔ اور ایک فرقہ اپنے آپ کو نئی روشنی والا اور دوسرا پرانی روشنی والا کہنے لگا۔ نئی روشنی والے حضرات کہتے ہیں کہ ان گلے میں بٹن نہ لگانیوالے مولویوں اور دنیا کی ترقی کے سدراہ بننے والے اور الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر کی غلط تاویل کرنے والے مولویوں۔ اور ان ٹخنے سے نیچے پائجامہ پہننے والے کو مردود کہنے والے اور ڈاڑھی منڈانے والو اور انگریزی طرز کے بال رکھنے والوں اور بوٹ سوٹ پہننے والوں کو کافر بنانے والے مولویو! تم سے کہیں اسلام ترقی کر سکتا ہی۔ جن لوگوں کو کپڑا پہننے کی تمیز

نہیں۔جو بوٹ سوٹ کو حرام کہتے ہیں وہ کیا اسلام کو ترقی دیں گے۔اُن کا تو منشاء یہ ہے کہ سب کے سب اُنکی طرح سے فقیر محتاج دوسرے کے دست نگر بنے رہیں بھلا جو لوگ آرام کا جوتہ پہننے سے متنفر ہوں۔اُنسے مسلمانوں کو کیا ترقی حاصل ہوسکتی ہے۔ اِدہر علما کی سُنیئے۔وہ یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے جب ترقی کی شریعت کی پابندی سے کی۔جو لوگ سنت رسول اللہؐ کے خلاف کرتے ہوں۔جو لوگ بیجا تاویلیں کرکے رسول اللہؐ کی سنت کو مٹاتے ہوں جو مونچھیں بڑھاتے ہوں اور ڈاڑہی منڈاتے ہوں۔بالکل ہنود اور عیسائیوں کی شکلیں بناتے ہوں جو اپنے لوگوں سے ملنے میں نفرت کرتے ہوں اور غیروں کی محبت رکھتے ہوں جو لوگ نماز سے بھاگتے ہوں۔روزوں سے نفرت کرتے ہوں حج کو فضول سمجھتے ہوں۔زکوٰۃ دینے کو بُرا اور سود لینے کو اچھا سمجھتے ہوں جو چند روزہ زندگی کے لیئے بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرنیکے لیئے کوشش کرتے ہوں اور دینی علوم سے نابلد محض ہوں۔عربی سے عداوت اور انگریزی سے محبت رکھتے ہوں بھلا ایسے لوگ کیا اسلام کو ترقی دیسکتے ہیں۔اور کیسے ان سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔بقول طوطیٔ ہند اکبر ؎

کرمیا بہ بخشائے بر حال قوم صلوٰۃ است رائج در ایشاں نہ صوم

جب قوم کی یہ حالت ہو تو یہ کیا رسول اللہؐ کے دین کو رونق دے سکتے ہیں۔اور کیا اسلام ایسے لوگوں پر فخر کرسکتا ہے۔"

غرض ہر فرقہ اپنے اپنے دلائل پیش کرکے ایک دوسرے کو بُرا کہنے کیلئے تیار ہے۔میرے نزدیک دونوں طرف افراط تفریط سے کام لیا جاتا ہے۔ان دونوں فرقوں کا وجود لازم ملزوم ہے۔کیونکہ پچھلے مسلمانوں کی تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں کچھ لوگ سلطنت کرتے تھے۔کچھ لوگ منصب قضا پر متعین تھے کچھ

ملیٹری لوگ تھے۔ کچھ زاہد تھے۔ جب جہاد کیلئے جاتے تھے تو زہاد عباد بھی اپنا سجادہ اور بوریا بندھنا لیکر ساتھ ہوجاتے تھے۔ یہ حالت نہ تھی جواب ہی۔ تو میاں عربی دم تمہاری اور تمہارے ہوا خواہوں کی بُری گت ہورہی ہی جب تک تم متحد ومتفق نہوگے اور اپنے بھائیوں کو بھائی نہ سمجھوگے اور اِن سے محبت نہ کروگے۔ اُسوقت تک تم ہرگز ترقی نہیں کرسکتے۔ دیکھو جس طرح میں ایک روش وطریقہ پر چلتا ہوں اور ایک مطلب رکھتا ہوں اسیطرح تم بھی اپنا ایک مطلب رکھو اور توحید میں پختہ ہو جاؤ۔ اور کوشش کرو کہ ہر محکمہ میں تم لوگ سر برآوردہ رہو جب ہم سمجھیں گے کہ تم نے کچھ کام کیا۔ اور تمہاری لن ترانیاں درست ہیں۔ تمہاری حالت تو یہ ہو رہی ہے کہ دھوبی کا کُتا گھر کا نہ گھاٹ کا + نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ اِدھر کے ہوتے نہ اُدھر کے ہوئے + کیا خسر الدنیا والاٰخرۃ کے تم ہی مصداق بنوگے۔ ہرگز نہیں۔ تم چاہے کیسے ہی بُری حالت میں ہو پھر بھی عربی وسویت کا تم میں اثر ہے۔ اِسکی ضرورت ہی کہ تم کو باقاعدہ تدبیروں سے آلائش سے پاک صاف کرلیا جائے۔ اور ایسا مار انجمن دیا جائے جس سے تم کمزور بھی نہو اور تم میں صفائی بھی ہو جائے اِسکے لیئے ہمارے مکرم خواجہ حسن نظامی صاحب نے حلقہ نظام المشائخ قائم کیا ہے۔ اور یہ صورت نکالی ہے کہ نئی روشنی والے اور پرانی روشنی والے سب ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوجائیں۔ اور سب متفق ہوکر فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھکر اپنے فرض منصبی یعنی خدائے برتر کی عبادت خلوص سے کریں اور آپس میں رحماء بینھم کے مصداق بنکر وارکعوا مع الراکعین پر عمل کریں اور لعلکم تفلحون کی ڈگری حاصل کریں +

لو میاں عربی دمؔ! تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ ایک دو باتیں اور سن لو۔ اسمیں شک نہیں کہ آپ کا مرتبہ بلند ہے۔ آپ وہاں کے ہیں جہاں پر خداوند اعلےٰ کی مہربانیوں

کا مینہ برساکرتا ہے۔ جہاں پر خداوند کے محبوب کا جلوہ ہو رہا ہی جو باعث وجود کائنات ہی۔ آپ کو تمام اقوام پر بوجہ عربی ہونیکے شرف حاصل ہی۔ آپ کی محبت ایمان کی نشانی ہے اور بڑا شرف آپ کو یہ حاصل ہے کہ خدانے اپنا وہ تسکین دہ اور دل میں نورانیت پیدا کرنے والا کلام آپ کی ہی زبان میں اتارا۔ غرض آپکی خوبیوں کی کہاں تک تعریف کروں۔ مگر یہ عرض کیئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا ؎

پسر نوح بابداں بہ نشست خاندان نبوتش گم شد

آپ کی حالت ہندوستان میں آکر آپکے ہمصحبتوں نے خراب کردی۔ اس لیئے حلقہ نظام المشائخ قائم کیا گیا ہے کہ آپ کی تمام خرابیاں صاف ہوجائیں۔ اور آپس میں سب مسلمان مل جاتے بھائیوں کی طرح بن جائیں۔ کیونکہ جو لوگ حلقہ میں شریک ہوکر اسکی ترقی کی کوشش کرتے ہیں وہ تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھدیتے ہیں۔ اور بآواز بلند کہتے ہیں ؎

جان گرگان وسگاں باہم جدا است متحد جانہائے شیران خدا است

تو غرض یہ ہے کہ میاں عربی دم! تمہارے ہوا خواہ اس صورت سے تو مجھے امید ہے کہ ایک جان ہوجائینگے۔ اور خدا کے نور سے منور ہوکر بیرنگی کے رنگ میں رنگ جائینگے۔ اور نئی روشنی اور پرانی روشنی کے جھگڑے سے علیحدہ ہوجائینگے اور تمام رنگوں کو چھوڑکر بیرنگی کی طرف جو تمام رنگوں کی جڑ اور اصل ہے رجوع کرینگے اور سچ تو یہ ہے کہ اس سے بڑھکر اور رنگ بھی کیا ہوسکتا ہے۔ بقول مولانا جامی ؎

اصل ہمہ رنگہا ازاں بیرنگ است من احسن صبغۃ من اللہ ایدل

آخر ہندوستانی دم کی نصیحتیں اور اسکے خلوص اور دلسوزی کی باتیں عربی دم میں اثر کرگئیں۔ اور عربی دم سب خرافات کو چھوڑ کر حلقہ میں شامل ہوگیا۔ اور اب منتظر ہے کہ کب وہ وقت آتا ہے کہ اُسپر رحمت الٰہی کا مینہ برسے۔ اور کب وہ بیرنگی کے

رنگ میں رنگا جائے۔ اور کب اسکے جوش میں ترقی ہو۔ اور کب یہ شریعت کا پابند اور طریقت کا گرویدہ بنے۔ اور کب اس کے دل میں ذوق و شوق و سوز و گداز پیدا ہو اور کب وہ وقت آئے کہ اسکے دل میں خدا اور رسول کی محبت پیدا ہو جائے۔ اور کب وہ وقت آئے کہ اُسکے تمام افعال۔ حرکات۔ سکنات موافق سنت نبوی ہو جائیں۔ اور اہلبیت اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سا اخلاص و یقین اسکو حاصل ہو۔ اور کب وہ وقت آئے کہ اُسکے قلب میں برد یقین کا مرتبہ حاصل ہو کر یہ اصحاب تمکین کے ساتھ شامل ہو جائے۔ خدا کرے خواجہ حسن نظامی صاحب صحیح و تندرست ہو جائیں تو سب کچھ ہو جائے گا۔ سب لوگ اسکے لیے دعا کرو۔ اور میں (یعنی عربی دم) خدا سے یہ دعا کرتا ہوں ؎

یارب دل پاک و جان آگاہم دہ　　آہ شب و گریہ سحر گاہم دہ
در راہ خود اول ز خودم بیخود کن　　وانگہ ز بیخودی بخودم راہم دہ

آمین ثم آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ؕ و الصلوٰۃ و السلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ؕ

فرید احمد عباسی مجددی

سوال

کیا کسی صاحب کو معلوم ہے کہ یہ نظم جسکے چند شعر ذیل میں درج ہیں کسکی ہے؟ اور آیا کل نظم مل بھی سکتی ہے یا نہیں؟

احد اسامع المناجاتی　　صمدا کافی المہماتی
ہیچ پوشیدہ از تو پنہاں نیست　　عالم السر والخفیاتی
زیر و بالا نیست انم گفت　　خالق الارض والسمواتی

خاکسار۔ محمد صدیق مرزا بیگ۔ سررشتہ دار ریاست سروہی۔ راجپوتانہ

مضامین

محبّت

آہ! اے دل تو کیوں تڑپ رہا ہے سینہ میں کھٹک کس لیے ہوتی ہے کلیجہ کیوں پھنکا جاتا ہے۔ رہ رہ کر ٹیس کیوں ہوتی ہے۔ الٰہی! یہ کیسی حرارت ہے جس نے تن بدن میں آگ لگادی۔ دماغ کیوں قابو میں نہیں ہے۔ آنکھوں نے کیوں ساون بھادوں کی سی جھڑی لگا رکھی ہے ٭

ہائے کیسی بیکلی ہے دل بے چین کو قرار نہیں آتا۔ اے زبان! تو چپ کیوں نہیں ہو جاتی۔ او نالہ و آہ! تم کب تک سائے کی طرح میرے پیچھے پڑے رہو گے۔ اُف! بینائی نے کیوں جواب دیدیا۔ پروردگار! یہ تھوڑی دیر بعد پہلو میں کون چرکا دیتا ہے۔ اے صبر و ضبط! تم کیوں رخصت ہوگئے۔ اور اے حسرت و اندوہ کی گھٹا! تو کب دفان ہوگی۔ امید کے آفتاب! تو کب چمکیگا۔ اور اے آرزوؤں کے باغ! تو کب پھولے پھلیگا؟ ٭

بادی النظر میں ہمارے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ جنکو ناظرین نے اوپر ملاحظہ کیا ہے۔ محض خیالی باتیں یا مجذوب کی بڑ معلوم ہوتی ہے۔ اور سرسری طور پر پڑھنے والے اسپر قہقہہ اڑائیں تو عجب نہیں۔ لیکن ہر وہ شخص جسکو خدا نے دل جیسی نعمت مرحمت فرمائی ہے۔ اور اُس دل میں درد کا چراغ روشن کیا ہے یقین کرلیگا کہ یہ لفظ بظاہر جتنے شاندار نہیں ہیں۔ اُس سے کہیں بڑھا ہوا درد انگیز مضمون اُن میں چھپا ہوا ہے۔ اور جس جوش کے اظہار کیواسطے یہ الفاظ وضع کیے گئے ہیں فی الحقیقت اُسکو کماحقہ کیا بلکہ اسکا عشر عشیر بھی ادا نہیں کرسکتے۔ اور ان لفظوں پر کیا منحصر ہے عالم ناسوت میں کوئی ذریعہ تحریری یا تقریری ایسا موجود نہیں ہے

کہ اُس مفہوم کو ادا کر سکے جو مندرجہ بالا الفاظ کو منہ سے نکالنے والے کا منشا ہے ؎
حدیثے دارم اندر دل اگر گویم زباں سوزد وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد
تاہم اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جو کچھ بھی انسان زبان سے بیان کر سکتا ہے
اُسی کیواسطے اس سے زیادہ زوردار الفاظ نہیں ملسکتے۔ اور اگر ذرا بھی غور و تامل سے
کام لیا جائے تو ان چند حرفوں کی ترکیب دی ہوئی تصویروں کی تہ میں وہ نور نظر آئے
جس سے آنکھوں میں چکاچوند ہو جائے اور وہ شعلہ بھڑکتا دکھائی دے جسکی تیزی
خرمن عقل و ہوش کو خاک سیاہ کرنے۔ البتہ بے دردوں کو اسکا سمجھنا دشوار ہے
اور اُن کے واسطے ظفر کا یہ شعر کافی ہے ؎
جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور تو بہتر جو دل کہ ہو بے داغ وہ جل جائے تو اچھا
اس مختصر تقریر سے ہمارا یہ منشا نہیں ہے کہ ہم ناظرین کے سامنے کوئی حل طلب
معما پیش کریں یا چیستاں بجھائیں بلکہ ہمارا مقصود صرف یہ ہے کہ انکو اُن جذبات کیطرف
متوجہ کریں جنکو کارکنان قضا و قدر نے انسان کے دل میں ودیعت رکھا ہے اور حضرت
انسان کے فیض صحبت سے خدا کی تمام تر مخلوق جو حیوان کے نام سے پکاری جاتی
ہے۔ اس رنگ میں رنگی نظر آتی ہے۔ اور چار دانگ عالم میں اس کا سکہ اسطرح بیٹھا
کہ کوئی ذی عقل ہمارے قول سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ اگر ہم چند منٹ تک اپنے
سمند خیال کو میدان فکر میں تگ و پو کرنے کی تکلیف اٹھائیں تو عجب نہیں کہ قانون
قدرت کے انتظامات پر غور کرنیکے بعد بلا پس و پیش یہ بات زبان پر لائیں۔ کہ
حیوانات ہی پر کیا منحصر ہے۔ نباتات و جمادات بھی اسکے اثر سے خالی نہیں اور
عالم خلق کے جتنے مشاہدات ہمیں ہو رہے ہیں۔ اُن میں سے کوئی ایک بھی اس سے
مبرا و مستثنیٰ نہیں۔ بلکہ پاس ادب کو ترک کرکے اگر بلند پروازی پسند کیجائے تو عالم
ملکوت میں بھی یہی کارخانہ نظر آئیگا۔ اور بڑھتے بڑھتے اشہب تیز گام دور کی خبر

لائے گا عرش و کرسی چکر میں آئینگے۔ مرغان روضہ قدس میں بیساختہ حافظ رح کا یہ شعر زبان پر لائینگے ؎ صبا بلطف بگو آں غزال رعنا را * کہ سر بکوہ و بیاباں تو دادہ مارا *

چونکہ عموماً لوگ سیدہی سادہی بات سے کوئی خاص اور دقیق نتیجہ اخذ کرنیکے عادی نہیں ہوتے۔ اس لیئے ہمارا یہ توقع کرنا کہ ہماری اتنی ذراسی تحریر کو دیکھکر ناظرین کی عنان فکر ٹہیک ٹہیک مجوزہ ہی کیطرف منعطف ہو جائیگی محض فضول ہوگا۔ لہذا ہم استعارات سے قطع نظر کرکے صاف صاف الفاظ میں اپنے مفہوم کو بیان کرتے ہیں اور اس مضمون کے ملاحظہ کرنیوالوں کو آگاہ کرتے ہیں کہ جس جذبے کے متعلق ہم نے ابتک خامہ فرسائی کی ہے اسکا پیارا اور شیریں نام محبت ہی۔ اور جو دلونکو بیتاب اور کلیجوں کو کباب کردیتی ہے جو انسان کو اپنوں سے بیگانہ اور ہوشیار سے دیوانہ بنادیتی ہی۔ جسکے کرشموں کے آگے ارسطو کی عقل اور افلاطوں کی حکمت بیکار ہی۔ اور جسکی ہر ہر ادا میں نئی شان و شکل ہے ؎ آہ من العشق و حالاته * احرق قلبی بحر اداته * عام خیال اور روزمرہ کا تجربہ ہے کہ محبت کا اظہار حسن کے مقابلہ میں ہوتا ہے ؎

اے حسن عجیب چیز ہے تو | ہر دل کو بہت عزیز ہے تو
عشاق کے دل پہ تیرا نشتر | مجنوں کے دماغ میں ترا گھر
لیلےٰ کی نگاہ تجہسے مخمور | یوسف کے جمال میں ترا نور
گلزار میں سرو تجہ پہ نازاں | قمری تری یاد میں پریشاں
میخانے میں ہی مچی تری دہوم | مسرور ہو تجہکو دیکھ مغموم
آباد ہے تجہسے ہر خرابات | تیرا ہی ہے بول بالا دن رات
وہ سینہ جو ہے فراق سے چاک | تیری ہی تلاش میں ہی غمناک

کسی گلزار سراپا بہار میں جاکر دیکھو تو قمری کو سرو کے قد موزوں کے گرد کوکو کی پہیری لگاتے پاؤگے۔ بلبل کا شور ورق گل کی رعنائی پر معلوم ہوگا۔ باغبان قدرت کے لگائے

ہوئے چمن اسکی سیکڑوں زندہ مثالیں نظر آتی ہیں۔ وہ گلی جسمیں دن رات مشتاقانِ جمال کا ایک بازار لگا رہتا ہو۔ اسکی آبادی کسی معشوقہ دلفریب کی سکونت ہی کے سبب سے ہو۔ وہ چلمن جس پر ہزار ہا نگاہیں نثار ہوتی رہتی ہیں کسی حورِ وش ہی کے حجاب عصمت ہونیکے باعث سے ممتاز ہے۔ کسی گورے گورے مکھڑے والے کی آتش رخسار کسی دلداد کے خرمن صبر و قرار میں آگ لگاتی ہے تو دانتوں کی چمک اور لعل لب کی مسکراہٹ کی ادا اُس لگی کو بھڑکاتی ہے۔ سیب غبغب کی آرزو میں خدا جانے کتنوں نے بیٹھے بٹھائے بیماری مول لی۔ اور چاہ ذقن کی چاہ میں نہ معلوم کس کس نے اقصائے عالم کی خاک چھانی اور اطراف جہان کے کنوئیں جھانکے ؎

عشق را نازم کہ یوسف را ببازار آورد   ہمچو صنعا زاہدے را زیر زنار آورد

قد کی موزونی عاشق جانباز کے لیئے ایک آفت ہو تو اٹھلاتی ہوئی چال ستمگان محبت کے حق میں شورِ قیامت ہے۔ حسن کی مجسم تصویر میں صناع قدرت نے عجیب سحر آفرینی سے کام کیا ہے کہ شوخی و دلربائی کا جادو گویا کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہو۔ سرو رواں یا دلبر طناز کے جس عضو پر نظر ڈالو ایک نئی ادا نظر آتی ہو۔ ہر ہر ادائے مستانہ نت نیا ستم ڈھاتی ہے۔ ہنسنا۔ مسکرانا۔ تیوری چڑھانا۔ طاؤس طناز کی طرح چلنے میں کمر کا بل کھانا۔ اور چشم آہو کا ناز سے اشارہ کرنا ایک حالت ہو کہ سوائے چوٹ کھائے ہوئے دل کے کسی کو اُسکے مقناطیسی اثر کا اندازہ کرنیکی کیا طاقت ہو ؎

وارو آں آفتِ جاں حسن و جمالے عجبے   چشم مستے عجبے دارو و خالے عجبے

اچھی صورت پر کیا منحصر ہے۔ باطنی جذبات کی مناسبت کبھی کبھی انسان کو ایسی چاندار تصویروں پر والہ و شیفتہ کر دیتی ہو کہ جن کو غیروں کی نگاہیں نہایت ہی مکروہ سمجھتی ہیں ؎

گفت لیلے را خلیفہ کاں توئی   کز تو مجنوں شد پریشان و غوی
از دگر خوباں تو افزوں نیستی   گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی

دیدۂ مجنوں اگر بودے ترا ہر دو عالم بے خطر بودے ترا
باخودی تو لیک مجنوں بیخود است در طریق عشق بیداری بد است

مجنوں و لیلےٰ کے محبت کے کارنامے جس طرح زبان زد خاص و عام ہیں۔ محتاج بیان نہیں اور یہ ممکن نہیں کہ دنیا میں کسی جگہ محبت و عشق کا چرچا ہو۔ اور ان دونوں شہیدانِ محبت کا ذکر خیر تمثیلاً نہ آوے۔ اس لیئے غالبًا بلکہ یقینًا ہمارے اس خیال کی ناظرین بیچون و چرا تائید کرینگے کہ حسن سے وہی تناسب اعضا یا صورت و نقشہ مقصود ہی جسپر دل مائل ہوجاے۔ گورے کالے ایسے ویسے کی تخصیص بیتکی رائے یا درد عشق کے ذائقہ سے محرومی کی دلیل ہے ؎

تے دارم کہ گرد گل ز سنبل سائباں دارد بہار عارضش خطے زخون ارغواں دارد

پھر یہی نہیں کہ صرف نسوانی حسن ہی انسان کو لبھا لیتا ہے۔ بلکہ اچھی صورت کا کچھ خاصہ ہی قدرت نے یہ رکھا ہی کہ بے اختیار ایک مرتبہ اسطرف نگاہ اُٹھ جاتی ہے ؎

دل خرابی میکند دلدار را آگاہ کنید زینہار اے دوستاں جان من و جان شما

بلکہ اگر یہ جذب عورتوں کے ساتھ مخصوص ہوتا تو بے تکلف ہر شخص یہ کہہ سکتا کہ خواہشات حیوانی کے بخارات کی برقی قوت کو اُسکے نفسانی لذات پر اُبھار کر دیوانہ و سودائی بنا دیتی ہے۔ کیونکہ مخبر صادق الشباب شعبۃ من الجنون۔ (جوانی ایک حصہ جنون کا ہی) فرما دیا ہی ورنہ کوئی محبت کا نام بھی نہ لیتا کہ کیا چیز ہے۔

اس حرج کو پیش نظر رکھکر حسن کے پہلے پہول چمن پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے سے اور ہی عجیب و غریب سبزیاں آنکھوں میں پھر جاتی ہیں کہ جنسے لطف حاصل کرتے وقت بیساختہ زبانیں یسبح للہ ما فی السموٰت وما فی الارض۔ (زمین و آسمان کی تمام چیزیں تسبیح پڑھتی ہیں)۔ پڑھ پڑھ کر وجد میں آتی ہیں۔ البتہ اس سے ہم کو بھی انکار نہیں کہ حسن و صباحت کی ایسی فی ی رنگ تصویروں کا البم بیشتر ایسی نگاہوں میں گھر کرلیتا ہی جنکی حسن پرستی

کے پردہ میں بہیمی خواہشات کا لشکر آمادہ شر و فساد ہوتا ہے۔ اور نیازمندی و نازآفرینی کے اوٹ میں دشمن بنی آدم شکار کھیلتا ہے ؎

فغاں کایں لولیانِ شوخ شیریں کار شہر آشوب
چناں بُردند صبر از دل کہ ترکاں خوانِ یغما را

لیکن جب ہم عجیب و غریب خدائی صناعی کا دوسرا ورق اُلٹتے ہیں تو یقین کا سرمہ ہماری آنکھوں کو روشن کر دیتا ہے۔ اور بے تامل مان لینا پڑتا ہے کہ ایک خداشناس کی وہ نظر جو ذرہ ذرہ کے ملاحظہ سے خداوند عالم کی قدرتی کارفرمائیوں کا اعتقاد کرتی ہے. گھاس پھوس لوگ بیل پتے میں بھی وہی مزہ پاتی ہے جو عام طور پر پیاری پیاری حسین صورتوں کے دیکھنے سے دلوں کو حاصل ہوتا ہے ؎ ذرہ ذرہ میں عارفِ ہشیار ٭ پاتے ہیں شان داورِ دادار ٭ اور کیوں نہو کہ یہ ہوسناکوں کا مرغوب حسن ظاہری چند روز بعد تغیر زمانہ کی نذر ہو کر بالآخر مٹ جاتا ہے۔ اور مقدس حق آگاہوں کا جذبۂ الفت فنا کے بعد بقا کا رتبہ پاتا ہے ؎

رفتم اندر تۂ خاک انس تا بم باقیست
عشق جانم بربود آفت جانم باقیست

وہ چٹیل میدان جسمیں کوسوں بالو کا دریا لہراتا نظر آتا ہے۔ وہ ہرے بھرے کچھار جن میں طرح طرح کی گھاسوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ وہ اونچے اونچے پہاڑ جن کی چوٹیاں برف سے ڈھکی رہتی ہے وہ زور شور سے بہنے والے دریائے زخار جنکو دیکھکر خوف سے انسان کا زہرہ آب ہوتا ہے وہ آدمیوں سے معمور بستیاں جنکو شام کے وقت دھوئیں کا آسمان اپنی آغوش میں لے لیتا ہے وہ ٹوٹے ہوئے کھنڈر جن میں اُلّو بولتا ہے۔ وہ کھیت جنمیں غلے کی بالیں ہوا سے حرکت کرتی ہیں وہ ڈھاک کا بن جسمیں ٹیسو پھولتا ہے۔ وہ نرکل کا جنگل جسمیں شیر جنگھاڑ مارتا ہے وہ چمن کا تختہ جسمیں بلبل چہکتی ہے۔ اور اِن سب سے بڑھکر وہ شہر خاموشاں جسکو عقبےٰ کی اول منزل کہتے ہیں سب عارف حق بین کی نگاہ کو کسی کے کرشمہ سازی کا جلوہ دکھا دیتی ہیں ؎ کہ بچشمانِ دل مبیں جز دوست ٭ ہرچہ بینی بدانکہ مظہر اوست ٭

رات کیوقت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کا چلنا۔ شبنم کے چھوٹے چھوٹے قطروں کا گھاس اور پتوں

پر گرنا اور چاندنی کا درختوں کی آڑ سے چھن چھن کر زمین پر پڑنا۔ پرندوں کا گھونسلوں میں بسیرا لینا۔ اور پپیہے کا پی پی کہکر شور مچانا۔ برسات کی کالی کالی راتیں۔ بادل گھٹائیں بجلی کی چمک بادل کی کڑک جاڑوں کی سردی جیٹھ بیساکھ کی تڑاقے کی دھوپ شدت کی گرمی غرضکہ موجودات عالم کے تمام کرشمے یہاں تک کہ زندگی و موت وصل و ہجر جو کچھ بھی اس دنیائے فانی کے اسٹیج پر موجود ہو۔ یا جہانتک عالم ملکوت میں نگاہ باطن کی رسائی ہو۔ اُن سب کو ایک خداشناس کا دیدۂ دل معشوق حقیقی کا راز و نیاز سمجھکر دیکھتا ہو ؎ برگ درختان سبز در نظر ہشیار ٭ ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار ٭

لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہو کہ یہ سب کس کی قوت کی بدولت ہو اور وہ کونسا جذب ہو جو اتنی مختلف حالتوں کو ایک ہی راگ میں الاپتا ہو؟ نہیں نہیں یہ سیفقدر مشکل اور بعضوں کے نزدیک مقام ادب ہے مگر ہم نہایت زور و یقین سے کہتے ہیں کہ یہ ساری کارسانیاں اُسی ایک ظالم کی محبت کی بدولت ہیں ؎ بہرنگے کہ خواہی جامہ میپوش ٭ من انداز قدت را مے شناسم ٭ کچھ شک نہیں کہ یہ بیخودی اُسی جام ارغوانی کی مے دو آتشہ کے اثر سے ہو جسکا رونا حافظ شیرازی رو گئے ہیں ؎

آسماں بار امانت نتوانست کشید ٭ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

کچھ ایسی بُری طرح گردن پھنسی ہے کہ جس نے یہ حالت بنا رکھی ہے ؎

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست ٭ مے برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

نہ سوال کی طاقت ہے نہ انکار کی ہمت ؎

ہر جا کہ رسیدیم ہمہ روئے تو دیدیم ٭ ہر سو کہ دویدیم رہِ کوئے تو دیدیم

وہ دل جسمیں محبت کی چنگاریاں بھری ہیں اپنے وجدان سے اس بات کو بلا پس و پیش تسلیم کرے گا کہ یہ سب محبت ہی کے کرتوت ہیں۔ البتہ ایک ظاہر بین آدمی بلا حجت و برہان کے کبھی نہ مانیگا۔ لیکن ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں واقعات سے

است۔ لال کرتے ہیں اور امید ہے کہ جو چند مختصر الفاظ ہم لکھیں گے وہ ناظرین کی تسکین کے لیئے کافی ہوں گے۔ مگر سب سے پہلے اتنا بیان کر دینا ضروری ہے کہ ہمارے بیان میں نہ تو حسن سے مراد کوئی حادث جمال ہے اور نہ معشوق کے کمالات میں ناز و انداز۔ ادا و کرشمہ سے غرض ہے کیونکہ ؎

آنکہ میگویند آں بہتر ز حسن یار ما ایں دارد و آں نیز ہم

بلکہ اس تحریر میں ہمیں اُن جذبات کا نقشہ کھینچنا منظور تھا جو معشوق حقیقی کے دل دادگان محبت کے مجمر سینہ میں مشتعل ہوتے ہیں اور وجود انسان کو جلا کر ملیامیٹ کر دیتے ہیں۔ پھر بھی اپنی آب و تاب میں جیسے کے تیسے رہتے ہیں ؎

سر سامان وجودم شرر عشق بسوخت زیر خاکستر دل سوز نہانم باقیست

(باقی دارد) ملا احسان

غزل

قائل ہوں جب میں دل سے رسالتمآب کا
خطرہ ہو کیا بتایئے روز حساب کا

پائے شفا یہ آپ کا بیمار یا رسولؐ
دیکھے جو خواب میں رُخ انور جناب کا

ہو وے گزر ترا جو مدینہ میں اے نسیم
احوال کہنا اس دل خانہ خراب کا

خدمت میں جنکی حضرت جبریل آئے ہوں
مسطور کیا ہو وصف اس عالیجناب کا

یوں مغفرت کہیگی خدا سے بروز حشر
دکھلائے آج مجکو کرشمہ ثواب کا

بیدار بخت امت حضرت کا کیوں نہو
منہ بھی نہ دیکھا آپنے راتوں کو خواب کا

ہوگا نزول رحمت پروردگار جب
رخ چھوٹ چھوٹ جائیگا قہر و عتاب کا

کر رحم حال زار پہ مقصود کے رحیم
یہ بھی تو ہے غلام رسالتمآب کا

عبد الحق مقصود



۲۹ھ

ہلال عید قرباں

کیا طلسم تازہ دکھلاتا ہی نیرنگِ جہاں
ہی فلک رنگ شفق سے گل بداماں دیکھئے!

یادگارِ کشتگاں رکھنے کو قائم حشر تک
بن گیا ہے محضرِ خونِ شہیداں دیکھئے!

جن شہیدوں کی رہِ مولے میں قربانی ہوئی
اُنکے آثارِ شہادت ہیں نمایاں دیکھئے!

چرخ پر جھنڈا ہلالی کھُلکے لہرنے لگا
وہ نظر آیا! ہلالِ عید قرباں دیکھئے!

کر رہا ہے کچھ اشارے ابروئے خمدار سے
خونچکاں ہے صورتِ شمشیرِ عریاں دیکھئے!

کہہ رہا ہے جنگ ٹرپولی کو گزرا اک برس
روسیہ نے کرلیا تاراج یوناں دیکھئے!

اُف رے توپوں کی گرج۔ اللہ رے گولونکی دھمک
گونج اُٹھا روضۂ شاہ خراساں دیکھئے!

دار پر کھنیچے گئے بیچارے قبلہ مجتہد
کردیا منحوس نے مشہد کو ویراں دیکھئے!

بھر گئے مالِ غنیمت سے خزانے روس کے
لُٹ گئے کیا کیا دُرد یاقوت مرجاں دیکھئے!

ہوگا مہدیؑ کا ظہور اب ہے قیامت بھی قریب
جو دکھائے انقلابِ چرخ گرداں دیکھئے!

عید قرباں ہے ہم آغوشِ ہلالِ احمری
ہی شفق بھی اشک خوں سے آج گریاں دیکھئے!

شفق عمادپوری

۹۸ء

گردشِ روزگار

ہے انتظار اب تو انصاف کی گھڑی کا — ہر سُو ہے شورِ نفسی غل ہے ہما ہمی کا
آپس میں چھن رہی ہے یہاں جان پر بنی ہے — چھلنی ہے اب کلیجہ طالب ہوں لے چھنی کا
ہے کاٹ چھانٹ جاری اک اک نفس ہے آری — اے آنکھ! دیکھتی ہے؟ یہ حال نیستی کا
کاہے کی افسری ہے ہر فوج بے سری ہے — ہر شخص ذمہ ور ہے آپ اپنی ابتری کا
ہوش اُڑ گئے جو جانا ہم دشمنوں پہ غش ہیں — گر گر نہیں سنبھلتے یہ حال ہے غشی کا
طوفان بے تمیزی ہر سو سے اُٹھ رہا ہے — اب فرق اُٹھ چلا ہے صوری و معنوی کا
انسان کل ہے۔ پرزے شیشے کے ہیں نرالے — ہیں نیک و بد سو جہاتے اپنا بھی اور سبھی کا
دریا میں ہے تلاطم تیراک ڈوبتے ہیں — جیسے بنے نکل جا۔ موقع نہیں کھڑی کا
مرتا ہے آدمی جب اک کنکری کا مارا — اصحاب فیل کو کیوں غرہ تھا زندگی کا
کھولیگا کیا پتے تو تیرے پتے کھلیں گے — ہاں جب پتہ لگیگا اپنی چھگونگی کا
بن آئے تو بناؤ آپس میں مت بگاڑو — بگڑی کا کون ساتھی جو ہے یہاں بنی کا
ظاہر پہ تم نہ جاؤ خود جان مت گنواؤ — پھر ہاتھ ہی ملوگے مانو کہا کسی کا
آوا بگڑ چلا ہے اے کاسہ گر خبر لے — بھانڈا نہ پھوٹ جائے سوزِ دلِ صفی کا

کاظم سلطان صفی

رباعی

دنیا والو! ثبات دنیا میں نہیں — یہ نورِ ہمیشہ چشمِ بینا میں نہیں
عالم کا وجود صورتِ **لا** سمجھو — لفظاً موجود۔ اور معنی میں نہیں

ایضاً

نظم

امام آخر الزمان ؑ

آرزوئے دلِ ناشاد مسلماں۔ آجا ناصر مومن و قوت دہِ ایماں آجا
منتظر ہیں ترے مسلم بدل و جاں آجا کف میں پکڑے علم شاہ رسولاں آجا
صاحب معجزہ و حجت و برہاں۔ آجا

آیئے آیئے اے فخر زمیں عرش حشم آیئے آیئے اے مہر عرب ماہ عجم
آیئے آیئے اے خاص خدائے اعظم آیئے آیئے اے آل رسول اکرم
بہر حق ؒ بہر نبی ؐ مہدی ذیشاں آجا

دام تزویر میں مسلم کو پھنسا رکھا ہے اُمتِ احمدؐ مرسل کو ستا رکھا ہے
کفر و طغیان نے اندھیر مچا رکھا ہے ابر باطل نے مہ حق کو چھپا رکھا ہے
لَو لگی ہے تری۔ شمع رہِ عرفاں۔ آجا

اہل زر سرور و سردار نظر آتا ہے بے زر و زور سر بردار نظر آتا ہے
جس کو دیکھو سر پیکار نظر آتا ہے تیرہ خورشید جہاں تار نظر آتا ہے
فلک رشد و ہدیٰ کے مہ تاباں آجا

کیا کہیں حال مسلمانوں کی بربادی کا اہل عالم کی دل آزاری بیدادی کا
پڑھ چکے مرثیہ اسلام کی آزادی کا شور کر شور انا المہدی و الھادی کا
دست اقدس میں لیے خنجر بُرّاں۔ آجا

مومنو! آمد مہدیؑ کی کرو تیاری رسم اسلام کی تبلیغ کی کرو جاری
جوش خوابیدہ اسلام کی ہو بیداری آگیا کعبہ سے لو نعرہ مَنْ انصاری
کہدو تیار ہیں تیار ہیں ہم۔ ہاں۔ آجا

ضعف اسلام ترقی پہ ہے ہر دم دن رات
ہے یہ تجویز اطبائے فلاطوں صفات
یک دلی یک جہتی کا ہے پئے آب حیات
آپ ہیں خضر زماں آپ ہیں شمع ظلمات

آہ دردِ دل اسلام کے درماں، آجا

گلشن دہر میں ہے قحط، جہاں سونیا
غنچۂ دل کی طرح غنچۂ دل بھی نہ کھلا
المدد المدد!! اے بحر کرم جوئے سخا
ابر کی طرح سے اٹھ باد کی رفتار سے آ

تیز گامی سے مرے سرو خراماں۔ آجا

مہر آسائش و آرام ہو جب جلوہ گستر
باندھ لے دہر سے تاریخ غم رخت سفر
امن و ایمان کہیں فتح و ظفر و فتح و ظفر
شرک و الحاد کہیں آین مفر آین مفر

حامیٔ امن و اماں، محسنِ انساں۔ آجا

تیرے انصار شہ ترکی و افغاں ہونگے
آئی ور روس ترے تابع فرماں ہونگے
طیب خاطر سے سب انگریز مسلماں ہونگے
جارج سلطاں ترے نائب ذیشاں ہونگے

تیری تصدیق کریگا شہ جاپاں۔ آجا

اتمہ ز۔ح۔ش عفی عنہما اللہ

اڈیٹر صاحب المعین کا خط

جناب من السلام علیکم
از دفتر اخبار المعین امرتسر

۴۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو ڈپٹی کمشنر امرتسر نے المعین اخبار سے پندرہ سو روپیہ (۱۵۰۰) کی ضمانت طلب کی۔ اور تا ادخال ضمانت اخبار بند کر دیا ہے۔ اخبار کے دوبارہ جاری کرنے کو بہت سی پرزور تحریکوں کی بنا پر توکل بخدا المعین کا امدادی فنڈ کھولا گیا ہے جبکہ میری ذاتی خود غرضی و طمع نفسانی کا اسمیں کوئی دخل نہیں اپنی گرہ سے سیکڑوں روپیہ اسکی بلا معاوضہ خدمت کرنے پر المعین پر قربان کر چکا ہوں۔ اب میرے فیصلہ المعین کے ناظرین کے ضمیر پر موقوف ہے کہ اگر وہ المعین کا جاری رکھنا قومی پہلو سے مفید سمجھتے ہوں تو دل کھولکر اسکی اعانت کریں۔ فنڈ کے اعلان سے پیشتر عملی طور پر امداد مولوی ظفر علی خان صاحب بی اے اڈیٹر زمیندار سلغ صہ روپیہ اور شیخ عبدالحق جان صاحب بی اے وکیل ملتان ایک سو روپیہ کی فرما چکے ہیں۔ فہرست معطیان قومی اخبار میں شائع کیجاویگی۔ زرعطیہ بنام حکیم ایم سراج الدین احمد صاحب منیجر المعین ارسال فرمایا جاوے۔

خاکسار
ظفر محمد اسلم خان بلوچ اڈیٹر المعین

۱۹۰۶ء

دنیا اور انسان

فاعتبروا یا اولی الابصار

اک مسافر کسی جنگل سے چلا جاتا تھا ناگہاں راہ میں اک شیر ژیاں کو دیکھا
چڑھ گیا ایک شجر پر وہیں بس خوف زدا شیر نے دیکھا کہ ہاتھوں سے شکار اُٹھ گیا
ہونٹ چاٹے۔ کبھی غصہ سے دو تڑکے مارے
رنج و غم سے نظر آنے لگے دن کو تارے
اور تو سوجھی نہ کچھ۔ دل میں یہ اُسنے ٹھانی کہ کسی روز تو اُترے گا یہ خصم جانی۔
خون اس کا وہیں کروں گا بہا کر پانی کب تک آخر ملک الموت سے آنا کانی؟
یہ کہا۔ اور وہیں زیر شجر بیٹھ گیا
خوف کے مارے مسافر کا جگر بیٹھ گیا
ایک ڈالی پہ سہارا لیا بے چارے نے خوف و دہشت سے جگر ہو گیا ٹکڑے ٹکڑے
جب نہایت ہی کیا۔ بھوک نے مجبور اُسے پھل تو پھل۔ شاخ پہ ظالم نے نہ چھوڑے پتے
ہو گئی شاخ وہ جب برگ و ثمر سے خالی
چاہا کمبخت نے تاکے کوئی اونچی ڈالی
دیکھا پھن کھولے ہوئے ناگ ہے کالا اژدر اُڑ گئے ہوش وہیں تخت سلیماں بنکر
تھی نگہ شیر پہ گلے ہے۔ کبھی افعی پہ نظر سچ ہے آتی ہے مصیبت پہ مصیبت اکثر
یک من، بر سر قتل ند بر یزادے چند
وائے بر صید کہ یک باشد و صیادے چند
جان زار اسکی کشاکش میں پھنسی تھی ہیہات پڑ گئی کیسی الٰہی۔ نہ کوئی سنگ نہ سبات

دیکھیں بھاگنے کو راہ۔ نہ کہیں پائے ثبات | تھی حباب لب دریا کی طرح اُسکی حیات

سانپ کی شکل کا رہ رہ کے خیال آتا تھا
خوف سے شیر ژیاں کے کبھی ڈر جاتا تھا

اور توڑا فلکِ پیر نے یہ اُسپہ ستم | کہ وہ جس شاخ پہ بیٹھا تھا بچشمِ پُرنم
اُسکو دو چوہے کترنے لگے ملکر پیہم | کہیں کٹ جائے یہ ڈالی تو گرے بس اکدم

سانپ اُودھر تاک میں ہے شیر ادھر منہ کھولے
اور کترتے ہیں الگ شاخ نشیمن چوہے

پھر اُسی شاخ پہ اک شہد کا چھتہ دیکھا | منہ میں پانی وہیں کمبخت کے بس بھر آیا
نحل (شہد کی مکھی) سے بچ کے غرض شہد لیا تھوڑا سا | انگلیاں چاٹ کے پھر خوب مزے سے کھایا

اُس مسافر نے عجب شہد کی لذت پائی
رنج و غم بھول گیا دل پہ جو غفلت چھائی

نہ رہا شیر سے کچھ خوف نہ کچھ سانپ کا ڈر | چوہے تو ڈالی کترتے ہیں نہیں اُسکو خبر
لذتِ شہد میں مصروف رہا شام و سحر | دیکھیں کس روز گرے ٹوٹ کے ڈالی سے ثمر

پھنس گیا شہد میں کمبخت مگس کے مانند
بن گئی شاخ نشیمن کی قفس کے مانند

اُسی حالت میں اُسے ایک زمانہ گزرا | ناگہاں سانپ اُترتا ہوا نزدیک آیا
ڈالی کٹنے کو ہوئی۔ شیر نے منہ پھیلایا | حیف بیچارہ پہ کیا پردہ غفلت چھایا۔

تب بھی ان باتوں کا کچھ دھیان نہ آیا اُسکو
نفس کے دیوِ لعیں کا ہوا سایہ اُسکو

ڈس لیا کالے نے آخر اُسے۔ ٹوٹی ڈالی | گر پڑا نیچے۔ تو بس شیر کے منہ میں جا لی
شہد سے دست ہوس رہ گئے دونوں خالی | شیر نے ایسا چبایا کہ ہوئی پامالی

اُسکو دانتوں سے کیا پیس کے بالکل چورا
اُسکے جو دل میں تھا ارمان ہوا سب پورا

اب سنو غور سے اے مال پہ مرنیوالو　　　　جھوٹ سچ بول کے اِس پیٹ کے بھرنیوالو
بُلبلا پانی کا بن بن کے اُبھرنے والو　　　　ناک چوٹی میں گرفتار سنورنے والو

آپ بیتی ہے یہ سب اَغیر کا افسانہ نہیں
کیفیت اپنی ہی ہے قصہ بیگانہ نہیں

وہ مسافر نظر آیا جو تمہیں صحرا میں　　　　سمجھو وہ تم ہی ہو جو آئے ہو اِس دنیا میں
شیر پھر دیکھا اچانک جو اسی اثنا میں　　　　نقشۂ خوف کھنچا مردمک بینا میں

چڑھ گیا شاخ پہ جس ڈر سے مسافر مضطر
اور یہ مُنہ کھولے ہوئے بیٹھ رہا زیر شجر

آپ کچھ سمجھے بھی ۔ کیا چیز ہے وہ شیر ژیاں　　　　قبر سمجھو کہ جو ہے منتظر ہر انساں
شیر سا قبر بھی ہر کھولے ہے اپنا دہاں　　　　کہ کسی روز تو آئیگا یہ جائے گا کہاں

اِسکا سب نازہ تبختر نہ بُھلادوں توسہی
ہڈیاں پیس کے چورا نہ بنا دوں توسہی

عمر سمجھو لُسے جس شاخ پہ اُسنے جالی　　　　ملک الموت ہے وہ سانپ جناب عالی
رات ۔ دن ۔ چوہے ہیں جو کاٹ رہے ہیں ڈالی　　　　شہد کا چھتہ ہے دنیا سبب پامالی

وائے بر شامتِ اعمال مگس کے مانند
طمع شہد میں ہم ہوگئے بالکل پابند

نہ لحد کا کبھی بُھولے سے خیال آتا ہے　　　　نفس بدکار نہ اعمال سے شرماتا ہے
حلق تک صبح و مسا لقمۂ تر کھاتا ہے　　　　چھوڑ کر دین کو دنیا کی طرف جاتا ہے

پھنس کے دنیا میں زبوں حال کا ہو رہتا ہے
طلب جاہ میں کیا کیا غم و ہم سہتا ہے

(در صفت دنیا)

نہیں لوزینہ بادام - یہ ہے میٹھی چھری
جان شیریں کیلئے سم ہے یہ مصری کی ڈلی
تلخ حنظل سے سوا نکھنے میں مثل ہے
تلخیٔ مرگ چکھاتی ہے یہی شیرینی

یہ وہ لسّاں ہے کہ انسان کرے اس سے نجات
سنکھیا سے بھی سوا قاتل جاں ہے نہ نبات

یہ وہ زنداں ہے کہ ہر ایک ہے قیدی اسکا
یہ وہ ہے چاہ کہ ہر ایک ہے اس کا پیاسا
یہ وہ ہے چشمہ نہیں پانی کا جسمیں قطرہ
یہ وہ گرداب ہے جسنے کئے لاکھوں ہی فنا

رم کرے دیو بھی جس سے یہ پری ایسی ہے
صید شاہیں کو کرے کبک دری ایسی ہے

یہ وہ ہے زخم جہاں میں نہیں جسکا مرہم
دم میں بیدم کرے لاکھونکو یہ شمشیر دودم
یہ وہ ہے شمع جلا دیتی ہے جان عالم
یہ وہ ہے سلغرمے جس سے ہیں آنکھیں پُرنم

یہ وہ عقرب ہے کہ عقرب کو بھی ہے جس سے حذر
یہ وہ کالا ہے نہیں کاٹے کا جسکے منتر

یہ گلِ سُرخ وہ ہے جس میں بجز نہیں سو خار
یہ وہ بلبل ہے کہ جاں سوز ہے جس کی گفتار
یہ وہ ہے سنبل پیچاں ہو رہے زار و نزار
یہ وہ ہے آتش جاں سوز جو کرتے فی النار

یہ وہ بجلی ہے جسے دیکھکے بجلی ہٹ جائے
خرمنِ چرخ جلے عرش کی چھاتی پھٹ جائے

سمجھو اس گیسوئے پر پیچ کو مارِ پیچاں
اسکی ابرو کو کرو فرض ہے تیغ بُرّاں
خوں بہانے میں ہیں خنجر صفت اسکی مژگاں
رخِ روشن کی چمک اسکی ہے دوزخ کا نشاں

یہ صدائے طرب انگیز نہیں نالہ ہے
گوہر بحر لطافت نہیں تبخالہ ہے

طمعِ زر۔ ہوسِ مال۔ کہاں تک امجد — تا کجا حرص و ہوا کینہ و ریا بغض و حسد
یاد میں تیری ہے منہ کھولے ہوئے قعر لحد — جان لینے میں تری ہے ملک الموت کو کد

رنج بیہودہ مبر بند علائق بگسل
ہمچو ہاروت مماں در تہِ چاہِ بابل

ابو الاعظم امجد

اچھی وہی ہے یار جو ہو اپنے من کی عید

کیا لطف دے سفر میں ملال و محن کی عید — کس کام کی فقیر غریب الوطن کی عید
اک عید ہے ہماری کہ رنج و محن کی عید — اک تھی علیؑ کی اور حسینؑ و حسنؑ کی عید
پیچھے خیال ہوگا کہیں عید گاہ کا — پہلے منائی جائے گی پوشاکِ تن کی عید
عیدین کی کسے نہ مسرت ہو ہمنشیں — یہ عید ہی جہاں میں ہر اک مرد و زن کی عید
ہوں ہم بغل جو یار سے اپنے تو ہم بتائیں — پر لطف کیسی ہوتی ہے اپنے وطن کی عید
کس بات کی خوشی ہے جو دم دے رہے ہیں لوگ — کیا کم تھی تندرستیٔ جان اور تن کی عید
میں دو گھڑی جو بیٹھ گیا بزمِ یار میں — سب سے بڑی ہوئی مجھے اس انجمن کی عید
کس کی کٹی خوشی سے تہِ چرخ عمر بھر — شاکی نہ کیوں ہو فتنۂ چرخ کہن کی عید
رنج و محن مسافرت میں مسرت کہاں نصیب — کڑھتا ہے یاد کرکے مسافر وطن کی عید
حامد خوشی کی کوئی زمانے میں حد نہیں — اچھی وہی ہے یار جو ہو اپنے من کی عید

فقیر حامد حسین حامد

۱۹۰۶ء

ایک غریب الوطن وطن کی یاد میں

الٰہی! دکھادے دوبارہ مدینہ　　جو پیارے نبی کا ہے پیارا مدینہ
وہ محبوب جاں وہ دل آرا مدینہ　　مدینہ وہ آنکھوں کا تارا مدینہ
محمدؐ کا اور اُن کی الفت کا صدقہ
الٰہی تجھے اپنی رحمت کا صدقہ

بہلتا نہیں ہند میں جی ہمارا　　نہیں دل کو رہنا یہاں کا گوارا
نہ ہوگا کسی طرح اپنا گزارا　　نہیں کوئی تیرے سوا اب سہارا
تو ہی۔ ہاں تو ہی زخم دل کی دوا ہے
تو ہی حال دل اے خدا جانتا ہے

ہو ساتھی تو ہی بیکسوں بے بسوں کا　　تو ہی ہے مصیبت میں کام آنیوالا
ہمارا ہے تو ہم ترے۔ دیر ہے کیا　　الٰہی جو دل کی مرادیں ہیں برلا
ترے سامنے ہاتھ پھیلا رہے ہیں
ہمیں تو ہی دیتا ہے جب مانگتے ہیں

وہ دن ہو کہ ہم بمبئی جلد جائیں　　سفر گاہِ حجاج تیار پائیں
سمندر کے ملاح لنگر اُٹھائیں　　نہ ہم اپنے جامہ میں پھولے سمائیں
کبھی آئے قسمت سے وہ بھی زمانہ
کہ کھینچے عرب کا ہمیں آب و دانہ

اِدہر ہو چکے حج ہوا اچھا زمانہ　　اُدہر قافلہ ہو مدینے روانہ
اِدہر سب بُھلا دوں میں غم کا فسانہ　　اُدہر پھر یہ ہو شوقِ دل کا ترانہ

وہ آیا مدینہ وہ آیا مدینہ
دکھایا خدا نے دکھایا مدینہ

خموشی اک عالم پہ چھائی ہوئی ہو پہاڑوں پہ چھٹکی ہوئی چاندنی ہو
وہاں دہیمی دہیمی ہوا چل رہی ہو مدینہ کی بس دل میں اک لو لگی ہو
مدینے کی بٹیا پہ ہم جا رہے ہوں
مزا ہو وہاں کی ہوا کھا رہے ہوں

دو رویہ پہاڑوں کے ہم بیچ میں سے چلے جا رہے ہوں بس اونٹوں پہ بیٹھے
وہ اونٹوں کے مالک وہ بدو عرب کے چلیں تین او تالیوں کو بجا کے
عجب لطف کے ساتھ ہم جا رہے ہوں
عجب شوق سے بے الم جا رہے ہوں

اسی آرزو میں اگر دور ہی سے کہیں وہ کچھ پائیں جو قسمت دکھا دے
وہی سبز گنبد ہم آقا کا اپنے وہی پانچ پیارے حرم کے منارے
تو جی بھر کے نظارہ کر لینے دیجو
بس او شوق اسوقت حد سے نہ بڑھیو

مگر اتنی تاکید کر دینا سب کو کہ اے دل ذرا صبر سے کام لیجو
صلوٰۃ و درود اے زباں پڑھتی چلیو پہر آنکھوں سے کہنا کہ جی بھر کے دیکھو
یہ ہے اپنے آقا کا پیارا مدینہ
یہ ہے اپنے مولا کا پیارا مدینہ

سفر سر کے بل اب ہے لازم یہاں سے ہے بہتر اگر اپنی آنکھوں سے چلئے
پڑے ہیں یہ حضرت کے قدموں سے ذرے چلیں لوگ لیتے ہوئے اسکے بوسے
خیال ادب میں ادہر ہوں میں مضطر

ادھر شوق سے پہنچے باب حرم پر

پہنچکر حرم میں دوگانہ پڑھوں میں   یہ فرض خدا جب ادا کر چکوں میں
تو پھر جالیوں کو پکڑ کے کہوں میں   بیاں اس طرح حالِ دل کا کروں میں

حبیب خدا السلام علیکم
شہِ دو سرا السلام علیکم

ہوا ہے بفضل خدا بخت یاور   جو ہم سے گنہگار میں ایسے در پر
بہت ہی ہے اب حال امت کا ابتر   حضوری میں آئے ہیں فریاد لیکر

کریں کیا کہ ہیں ہند کے رہنے والے
ہیں غیروں کے جور و ستم سہنے والے

نگاہِ کرم کیجئے عاصیوں پر   یہ رنج و الم دور ہو اے پیمبرؐ
برائے خدا اے رسولوں کے افسر   ہو تم سب سے افضل ہو تم سب سے برتر

حبیبِ خدا خاتم الانبیا ہو
شفیع الامم رحمتِ کبریا ہو

کسے جا کے اب اپنا دکھڑا سنائیں   کسے اپنے داغِ جگر ہم دکھائیں
تمہارے ہی کہلاتے ہیں کیوں تباہ ہیں   سوا آپ کے در کے کس در پہ جائیں

مدینے میں رہنے کا ساماں بھی ہو
عطا کو عطا اب یہ فرمان بھی ہو

عطاء اللہ عطا

۷۸۶

بلالؓ

چمک اُٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا — حبش سے تجھ کو اُٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اِسی سے ترے غمکدے کی آبادی — تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
وہ آستاں نہ چھُٹا تجھسے ایکدم کیلئے — کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لیئے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں — ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں
ستم ہو شوق کی آتش کو مثلِ موجِ ہوا — خُدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا
نظر تھی مثلِ سلیماںؓ[1] ادا شناس تری — شرابِ دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری
تجھے نظارے کا مثلِ کلیم سودا تھا — اویسؓ[2] طاقتِ دیدار کو ترستا تھا
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا — ترے لیئے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا
تری نظر کو رہی دید میں بھی حسرتِ دید — خنک دلے کہ تپید و دمے نیاسائید
ترے نصیب کا آخر چمک گیا اختر — علیؓ کے سینے میں جو راز تھا کھلا تجھ پر
گری وہ برق تری جانِ ناشکیبا پر — کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دستِ موسیٰ پر
تپش ز شعلہ گرفتند و بر دلِ تو زدند — چہ برقِ جلوہ بخاشاکِ حاصلِ تو زدند
ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری — کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
نمازِ عشق حسینِ حجاز ہے گویا — یہی نمازِ خدا کی نماز ہے گویا
اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی — نماز اُسکے نظارے کا اک بہانہ تھی
خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اُسکا — خوشا وہ روز کہ دیدار عام تھا اُسکا

اقبال

[1] حضرت سلمان فارسی رحمۃ اللہ علیہ۔ [2] حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ۔

۴۸۶

چشمِ حق نگر کی دید

تو در سیرت نہانستی و در صورت عیانستی — منزّہ از حدوث استی مقید در زمانستی

اگر گویم ترا عبدی غلط گفتم کہ داواری — بچشمِ حق نگر واللّٰہ تو آنستی کہ آنستی

نداری چشم تو لیکن بہر چشمی تماشائی — نداری تو زبانے را ولے ناطق دہانستی

بوصفِ تو چہ گویم من بغیر از تو چہ جویم من — بوصفِ خود ثنا خوانی سزاوارِ بیانستی

نہ از جا نہا تو دوری استی نہ ظرفی تو نہ مظروفی — نہ جزوستی نہ کُل ہستی ازان برتر بشانستی

نہ پایانست ذاتت را نہ محدودِ جہان ہستی — مگر در اول و آخر ہمان استی کہ آنستی

نہ بر ذاتت دلیلستے نہ برہانے بشانِ تو — تو فی موسیٰ چراغ افروز بزمِ لن ترانستی

بشکلِ قطرہ دریائی بشکلِ بحرِ طوفانی — بچشمم اشک گردیدی چو بحرِ بیکرانستی

سبکروحی بہ اجسامی و سحر افروز چشمانی — سوادِ چشمِ ما گشتی مگر از ما نہانستی

اگر گویم جہت داری غلط گفتم غلط گفتم — وگر گویم کہ جا داری تو ہر جا میہمانستی

اگر گویم کہ بے نامی برای ہر نامے — در آب جوہر آئینہ با آئینہ شانستی

بحسن خویش شیدائی بعشق خویش سودائی — بشان دلربائی ہا تو ایجان جان جانستی

منزہ ہست ذات تو مشبہ ہست شان تو — بہ بیرنگی تو نیرنگی و خود برہان آنستی

بتکوینی مکوّن تو بہ تدوینی مدوّن تو — بہ ہر ذرہ تو مہر کاملی برتر بشانستی

بہ خود بیگانہ میگوئی مگر نزدیک از جانی — یگانہ گر ترا خوانم دل آرائے جہانستی

عدالت آفرین چار عنصر ذات تو باشد — شیونات جہان را شان تازہ مثل جانستی

سر آرائے جسم و جان من گشتی بحمد اللہ — عزیز مہربان استی مگر بان جان جانستی

نہ بر روئے زمین نے و بہ سقف آسمان ہستی — بدین پوشیدگی لیکن مکین ہر مکانستی

حریم و دیر و کعبہ از تو ایجان جہان روشن — سپہر کفر و دین را نیر روشن بیانستی

گہے لیلیٰ شدی گاہے تو گفتی خویش را مجنون — تو خود محمل نشین خود بشکل ساربانستی

خود آرائی ز حبیب صنع سر زد شاد این گوید
نہانستی عیانستی ہم اینستی ہم آنستی

شاد از حیدرآباد دکن

التجا

۵۹ء

حبیبِ ہاشمی نورِ مجسّم — رسولِ کل نصیرِ دینِ اکرم
بسر تاجِ کرم ہر جانِ عالم — بزخمِ دل بنہِ لِلّٰہ مرہم
غریبم یا رسول اللّٰہ غریبم
ندارم در جہاں جز تو حبیبم
توئی فضلِ الٰہی فخرِ آدم — توئی محبوبِ جانِ ہر معظّم
شدہ دفعِ الم بر تو مسلّم — کرم کن بر منِ محزون بیدم
غریبم یا رسول اللّٰہ غریبم
ندارم در جہاں جز تو حبیبم
جگر خوں شد بدل دارم بسے غم — بسینہ داغِ ہجرت چشم پُر نم
بعالم نیست مارا ہیچ ہمدم — بجاہِ ذاتِ حق بر من ترحّم
غریبم یا رسول اللّٰہ غریبم
ندارم در جہاں جز تو حبیبم
اگرچہ غرقِ عصیانم سراسر — ولے از لطفِ ربِ ذاتِ اطہر
شفیعِ ہر دو عالم شد مقرر — ازیں دارم نظر بر مہر بہتر
غریبم یا رسول اللہ غریبم
ندارم در جہاں جز تو حبیبم
مدامِ کارِ دنیاوی اسیرم — ہمہ فجّارِ عالم را نظیرم
بہر صورت اگرچہ من حقیرم — مگر فضلت بباشد دستگیرم
غریبم یا رسول اللہ غریبم
ندارم در جہاں جز تو حبیبم
ز بستانِ مدینہ ما بصد دور — ز دل صبر و ز چشم نم جدا نور
پریشان و حزین مغموم و رنجور — بہند افتادہ ام مہجور و مجبور
غریبم یا رسول اللہ غریبم
ندارم در جہاں جز تو حبیبم
بدل کِشتم ز تو داغِ محبت — در آں لیکن ثمر آمد فراقت

بردہ ناصر مسکین ہجرت | جمال خود نما۔ شاہ رسالتؐ
خوشیم یا رسول اللہ غریبم | ندارم در جہاں جز تو حبیبم

ناصر دہلوی

گدائی میرے خواجہ کی ہی بہتر بادشاہی سے

درِ خواجہ پہنچا گر میں فضلِ کبریائی سے
مٹا دوں گا لکھا تقدیر کا میں جبہ سائی سے

مرے پیشِ نظر پیرتی ہی تصویر نظام الدینؒ
محبت کسقدر ہی مجھکو محبوبِ الٰہی سے

نہیں میری خبر لی آپنے ہند الولی ابتک
نہیں ہیں آپ کیا واقف مرے حالِ تباہی سے

ابھی تک دیکھکر ہیں مانی و بہزاد سکتے میں
بنائی ہے خدا نے شکل تیری کس صفائی سے

جم و قیصر بھی اسکو شوق سے سر پر اٹھاتے ہیں
تری نعلین برداری ہی بڑھکر تاج شاہی سے

درِ مقصود کیا کیا آج میرے ہاتھ آئے ہیں
ملا یہ فیض دریائے کرم کی آشنائی سے

لئے جاتا ہی شوقِ دل رہ اجمیر میں مجھکو
غرض ہی خضر کیا مجکو تمہاری رہنمائی سے

جو تھے ظلمات میں انکو دکھایا راستہ دیں کا
ہزاروں راہ پر آئے تمہاری رہنمائی سے

ازل سے اس غریب بینوا کا یہ عقیدہ ہے
گدائی میرے خواجہ کی ہے بہتر بادشاہی سے

فقیر غریب مقیم چوپڑہ

دو متحرک ہفتے ۱۹۲۶ء

اور

دید و شنید

دہلی میں حلقہ۔ اور حلقہ کی زنجیر میں میرا پاؤں۔ دونوں ایسے بند ہے رہتے ہیں کہ چلنے پھرنے دیکھنے بھالنے کا عادی جسم اکتا جاتا ہے۔ اور یہ اکتانا بشری تقاضا ہے۔ ورنہ منزلگاہ حلقہ میں بھی آسمان ہے۔ زمین ہے۔ ہوا ہے۔ پانی ہے۔ روٹی ہے۔ اور واحدی صاحب کے ہاتھ کا بنا ہوا پان ہے۔ مدت سے الہ آباد کا ارادہ تھا۔ جناب اکبر وعدے مانگ رہے تھے اور میں بے حساب پہنچ رہا تھا۔ آخر انہوں نے وعدہ خلافیوں سے پریشان ہو کر ایک مزیدار شعر سے میرے وعدوں کی قلعی کھول دی ؎

خواجہ حسن نظامی سے دتی نہ چھٹ سکی ۔۔۔ حضرت ابی ہریرہؓ سے بلی نہ چھٹ سکی

اتنے میں ارادہ نے قرار پکڑا۔ اور بمبئی کے رخ چل کھڑا ہوا۔ ملنے کی ضرورت صرف ترکی سفیر اور پیر صاحب بغدادی سے تھی۔ جو ایک دن میں پوری ہوگئی۔ مگر ٹھہرا چار روز۔

پیر صاحب بغدادی کی ملاقات

پیر صاحب بغدادی یعنی پیر سید ابراہیم سیف الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فقیرانہ وفا و اخلاق سے پیش آئے۔ اور میرے بولنے سے پہلے دہلی میں نہ ملنے کی معافی چاہی فرمایا۔ آپکے کئی تار اور خط پہنچے۔ میں تیار تھا کہ حلقہ میں ٹھہروں مگر چند ضروری امور کے سبب جلدی اور گھبراہٹ میں بغیر ملے بمبئی چلا آیا۔ اب عنقریب دہلی آؤنگا تو اس فروگذاشت کی تلافی ہو جائیگی۔

پیر صاحب چالیس سالہ جوان ہیں۔ اردو صاف بولتے ہیں۔ بشرہ سے ذہانت اور باتوں سے ذکاوت مترشح ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ میں خود ولی اور صاحب باطن نہ تھا

اس لیے نہیں کہہ سکتا کہ پیر صاحب میں فقیری کا وہ لازمی اور ضروری جوہر بھی ہے یا نہیں جس سے درویشی کی قدر ہے۔ ترکی سفیر جعفر بے افندی سے بھی خوب مفصل ومشرح ملاقات ہوئی۔ اب تو کچھ ٹوٹی پھوٹی اردو سمجھنے لگے ہیں +

اس کے بعد محب دیرینہ مولوی محمد یوسف صاحب کھٹکے ایم۔اے۔ مولوی عبداللہ احمد محافظ حجاج۔ رفیق سفر حجاز وشام حاجی سلیمان عبدالکریم۔ فرخ صاحب اڈیٹر پنچ بہادر وسلطان الاخبار۔ کملی شاہ صاحب نظامی صفوی۔ عزیزم سید علی وجدی دہلوی۔ مولوی عبدالروف خانصاحب کرٹری انجمن ضیاءالاسلام۔ امرتسری خدام حلقہ مقیم دہارادی بمبئی۔ احمد حسن خانصاحب راحت وغیرہم سے ملاقاتیں ہوئیں اور ماہم شریف میں مخدوم فقیہ علی کے مزار مبارک کی زیارت میسر آئی۔ حاجی قاسم صاحب مشہور میمن سوداگر کے صاحبزادہ تو عموماً روز ملنے تشریف لاتے تھے +

علی نصرتی دمشقی کو بھی بمبئی میں دیکھا۔ یہ وہی لڑکا ہے جو میرے ہمراہ دمشق سے آیا تھا۔ اور اپنے والد کی اجازت سے دہلی سے چلا گیا۔ پہلے دمشق جانا چاہتا تھا۔ مگر بمبئی رہ گیا۔ خبر نہیں بمبئی میں کیوں ہے اور کیا کرتا ہے +

بعض لوگوں نے کہا کہ کیا اب بھی اسکو حلقہ کی نگرانی سے کچھ تعلق ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں وہ اپنے والد کی تحریری اجازت کے موافق حلقہ سے چلا گیا۔ اب مجکو یا حلقہ کو چھ مہینے سے اس کی خبر نہیں۔ نہ اس سے کوئی سروکار +

بمبئی سے رخصت ہوا تو گاڑی میں ایک انگریز کا ساتھ ہوگیا۔ میں جتنا نحیف و ناتواں تھا وہ اسیقدر ہیل شل۔ زمین آسمان کا فرق۔ آمنے سامنے نظر آتا تھا حکیم ماہر نے کہا۔ دیکھئے ان دو متضاد ہستیوں کی راستے میں کیونکر گزرے گی۔ مگر موٹے تازے انگریز نے۔ دبلے پتلے ہندوستانی کے ساتھ اور تو کچھ شرارت نہ کی۔ اخبار پڑھ پڑھ کر سنانا شروع کیا۔ اور کہا کہ "ترک ہار گیا۔ اب خلیفہ (خلیفہ) پکڑا جائے گا"

میں نے ہنسکر اُس ولایتی نادان کو گھور کر دیکھا اور کہا۔" اگر ترک آج مارگیا تو کل جیتے گا۔ اور کسکی مجال ہے کہ مسلمانوں کے خلیفہ کو پکڑ سکے۔ ایک خلیفہ مرجائے یا پکڑا جائے تو بیشمار خلیفہ اُسکی جگہ سنبھالنے کو پیدا ہوجائینگے۔ آپ لوگوں کو اپنی محکوم رعایا کے افراد سے جو ترکوں کے ہم مذہب ہیں ایسی گفتگو نہ کرنی چاہیئے۔"
یہ سنکر صاحب بہادر خاموش ہوگئے اور پھر کچھ بات نہ کی ٭

صبح آٹھ بجے احمد آباد پہنچے۔ اسٹیشن پر علی میاں صاحب تاجر کلاہ لاہور و عزیزم سید حسین حمود ساکن عدن و عزیزم غلام نظام الدین قریشی پیرجی شاہ و مولانا مولوی رضی الحق صاحب عباسی رضوانی شاہ وغیرہ حضرات موجود تھے علی میاں صاحب کے مکان پر قیام ہوا۔ علی میاں صاحب سنی بوہرے ہیں۔ لاہور میں ٹوپیوں کی بہت بڑی تجارت کرتے ہیں۔ دو شب روز ان کے مکان پر بڑی کیفیت رہی عمائد و شرفاء و فضلائے شہر تشریف لاتے رہے اور نہایت دلچسپ صحبتیں رہیں احمد آباد میں میرے حضور محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے خلفاء مدفون ہیں۔ جن کی مشرح کیفیت میرے اُس روزنامچہ میں درج ہے جسکو حلقہ نے ابھی حال میں شائع کیا ہے۔ لیکن خاص وہ بزرگ جن کا نام نامی نظامیہ شجرہ میں آتا ہے تین احمد آباد میں ہیں اور تین پیران پٹن میں جو احمد آباد کے قریب ہے۔ احمد آباد میں ان مزارات کے متولی فرید میاں صاحب ہیں جو میرے قدیمی عنایت فرما ہیں اب کے ان سے ملنا ہوا تو حلقے کے متعلق بہت شرح و بسط کے ساتھ گفتگو ہوئی اور جسقدر مغالطے دراندازوں نے ڈال رکھے تھے وہ سب دور ہوگئے۔ فرید میاں صاحب بڑے منکسر المزاج اور روش بزرگانہ کے پابند درویش ہیں۔ انکے سبب چشتیہ خاندان کا نام احمد آباد میں وسعت پا رہا ہے۔ احمد آباد میں اب کے وہ مسجد بھی دیکھی جسکے مینار ہلانے سے جنبش کرتے ہیں۔ سنا تھا کہ سنگ لرزاں سے اِس

مینار کی تعمیر ہوئی ہے۔ جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ معمولی سنگ بانسی ہے۔ فرش زمین سے بیس گز اونچے منقش و خوشنما مینار ہیں دائیں طرف کا ٹوٹ گیا ہے کہتے ہیں جب وہ سالم تھا تو اگر کوئی شخص اسمیں کھڑا ہو کر اسکو ہلاتا تو سامنے کا دوسرا مینار بھی ہلنے لگتا تھا۔ خیر اب تو وہ ٹوٹ گیا۔ اس لیئے اسکا تجربہ نہ ہو سکا۔ لیکن موجودہ سالم مینار کے اوپر احباب کی جمعیت میں چڑھا اور چوٹی مینار پر کھڑے ہو کر معمولی دھکا دیا جس سے مینار لرزنے اور صاف طور پر ہلنے لگا۔ انگریزوں نے جگہ جگہ سے پتھر توڑ کر تحقیقات کی ہے کہ شاید مینار کے اندر کوئی فنر یا کمانی ہو مگر کوئی چیز معلوم نہیں ہوئی۔ خدا کی شان ہے۔ جب آجکل کے سائنس داں انسانی معماروں کی صنعت کا راز معلوم نہیں کر سکتے تو وجود الٰہی کے بھید سے کیونکر انکار کرنے کی جرأت کرتے ہیں ٭

احمد آباد کی مذکورہ صحبتوں اور جلسوں میں ترکی مجروحین کے لیئے چندے کی تحریک کی گئی۔ اور سب نے وعدہ کیا کہ بقرعید کے موقع پر چندہ فراہم کیا جائیگا تاکہ قربانی کی کھالیں بھی اسمیں شامل ہو جائیں ٭

احمد آباد کے مشہور ذی علم بزرگ مولوی رضی الحق صاحب عباسی رضوانی شاہ جن کی تالیفات و تصنیفات کا گجرات میں اچھا اثر ہے۔ اور غلام نظام الدین پریمی شاہ (جنکے گجراتی مضامین کی گجرات و بمبئی میں دھوم ہے۔ اور کئی اخباروں کی ایڈیٹری بھی کر چکے ہیں اور متعدد و مفید کتابوں کے مصنف ہیں اور اس سفر میں میرے ہاتھ پر نظامیہ سلسلہ میں بیعت ہوئے ہیں) کے باہمی مشورہ سے قرار پایا کہ اس علاقہ میں ایک نظامیہ کتب خانہ تجارتی کی ضرورت ہے جس میں اردو و گجراتی کی دینی قومی اور تصوفانہ کتابیں مہیا کی جائیں۔ اور اُن کی اشاعت ہو۔ مولوی رضی الحق صاحب رضوانی شاہ نے اسکے انتظامات کی سربراہی کا بیڑا اُٹھایا اور پریمی شاہ نے تائید

اعانت کا وعدہ کیا۔ اور میں نے بسم اللہ کر کے اسکا افتتاح کر دیا +

احمد آباد سے کاٹھیاواڑ کی جانب عزیزم سید حسین محمود مدنی اور عزیزم پریمی شاہ کی ہمراہی میں روانگی ہوئی۔ چلتے وقت احمد آباد کے اسٹیشن پر نواب فتح دولت خاں صاحب والی ریاست ماناودر پونہ سے آتے ہوئے ملے۔ اور اپنی ریاست میں آنے کی باصرار دعوت دی۔ میں وقت کی کمی کے سبب ٹالنا چاہتا تھا۔ مگر ان کا تقاضا زیادہ ہوا۔ ناچار وعدہ کر لیا گیا۔ نواب صاحب دہلی دربار کے موقع پر حلقہ کے جلسے میں شریک ہو چکے ہیں۔ صبح کو راجکوٹ پہنچے۔ یہاں مخلص قدیمی غلام محمد صاحب منشی بیرسٹر اسٹیشن پر موجود تھے۔ دو روز انکے ہاں قیام ہوا۔ اور اس تمام سفر میں جو سچی محبت و اخلاصمندی یہاں دیکھی نہ بھولوں یاد رہیگی۔ بیرسٹر صاحب دینداری کا پورا اور صادق نمونہ ہیں۔ مدارات ظاہری کے قطع نظر جو نہایت اعلیٰ تھی ان کے درویشی الفت کے جذبات نے بہت متاثر کیا +

یہاں سے حسب وعدہ ماناودر جانا ہوا۔ اور ایک رات دن قیام ہوا۔ نواب صاحب کی اہلیہ میرے قدیمی دوست نواب جہانگیر میاں صاحب والی ریاست مانگرول کی صاحبزادی اور بہت ذی علم و ذی فہم خاتون ہیں۔ انگریزی میں برجستہ لکچر دے سکتی ہیں۔ اور خوشی کی بات ہے کہ امور دین سے بھی سچی الفت رکھتی ہیں۔ انکے نومولود فرزند کو جو ریاست کا ولیعہد ہے۔ میں نے غازی شاہ کا لقب دیا۔ کیونکہ اس کی پیدائش کی منت اُن غازیان دین کے نام سے جنکو دنیا خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین چشتی اجمیری اور سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رح کے نام سے یاد کرتی ہے ہوا بستہ تھی +

یہاں مسٹر ولی محمد مومن پرائیویٹ سکرٹری کی صحبت میں بڑا لطف آیا کیونکہ مومن صاحب گجراتی زبان کے شہرہ آفاق مصنف ہیں۔ اور انکی دس بارہ کتابیں

دینیات و احوال بزرگان دین میں یہاں پسندیدگی سے پڑھی جاتی ہیں +

واپسی میں وینتھلی سورٹھ کے مقام پر مولوی سید محمد ناصر صاحب چشتی صابری دہلوی روسائے شہر کے ہمراہ اسٹیشن پر ملاقات کرنیکے لیئے موجود تھے۔ جو شاہپور جنکشن تک مشایعت کو تشریف لائے۔ القصہ واپسی میں ایک روز پھر احمد آباد میں قیام کرکے اجمیر شریف پہنچا۔ اور حضور خواجہ خواجگان غریب نواز کی آستانہ بوسی کا فخر حاصل ہوا۔ دیوان سید شرف الدین صاحب سجادہ نشین بارگاہ معلے سے بھی ملاقات ہوئی۔ اور حلقہ کے متعلق خوب مفصل باتیں ہوئیں۔ ان دیوان صاحب نے بھی سابق مرحوم دیوان سید امام الدین صاحب کی طرح حلقے نہایت دلچسپی اور پسندیدگی کا اظہار کرکے وعدہ کیا کہ اسکی تمام اغراض کی تعمیل کے لیئے میں بسر و چشم موجود ہوں۔

حلقے کے ممبروں سے میرا سلام کہنا

رخصت کے وقت بزرگانہ شفقت سے متبرک دستار عطا فرمائی شام کو روشنی کے وقت روضۂ مبارک کے اندر حاضر ہوئے۔ اور جناب صاحبزادہ مولانا دوست محمد صاحب کی عنایت سے یہ فخر میسر آیا کہ **فانوس نور میری ہاتھوں میں** دی گئی۔ اسوقت ایک خاص رسم ادا ہوتی ہے۔ لوگ حلقہ باندھکر مزار مقدس کے دائیں رخ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور فانوسہائے نور ہاتھوں میں سر سے بلند اٹھائے ہیں۔ اور ایک صاحب فارسی کے مدحیہ و دعائیہ اشعار پڑھتے ہیں۔ اور تمام حاضرین آمین کہتے جاتے ہیں۔ یہ وقت نہایت مقبول مانا جاتا ہے۔ اسوقت جو دعا کیجائے اللہ تعالی قبول فرماتا ہے۔ لہذا میں نے بھی فانوس نور ہاتھ میں لیکر اہل حلقہ کیلیئے نام بنام دعا مانگی۔ خصوصاً مجاہدین ترک و عرب کے واسطے التجائے نصرت کی +

درسگاہ تصوف کا افتتاح

اجمیر شریف کے اس سفر میں یہ امر نمایاں طریق سے بیان کرنے کے قابل ہے

کہ اس دفعہ ببرکت روح پرفتوح حضرت خواجہ غریب نواز درسگاہ تصوف کا افتتاح ہوگیا۔ اتفاق سے حضور نظام دکن بھی تشریف لائے ہوئے تھے وہ بھی شریک جلسہ ہوئے اور

ایک ہزار روپیہ ماہوار

اخراجات مدرسے کے لیئے مقرر فرمایا۔ نیز آپ کے امرائے خاص نے جداگانہ ماہوار رقم کا تقرر کیا۔ اِس مدرسے کے صدر اور نگراں خاص مولانا شاہ انوار اللہ صاحب استاد حضور نظام مقرر ہوئے۔ اور جناب دیوان صاحب اجمیر شریف نائب صدر، نیز حضرت صاحبزادگان درگاہ شریف کے ممتاز افراد کی ایک کمیٹی منتظم قرار پائی طبقہ صوفیائے کرام میں یہ خبر خاص شادمانی سے سنی جائے گی۔ حضرات مشائخ کو چاہیئے کہ وہ حضور نظام وغیرہ معاونین کے لیئے اوقات خاص میں دعا کریں +

درسگاہ کن اصول سے چلائی جائے گی۔ اور اسمیں تعلیم کا کیا نصاب ہوگا یہ ایک توضیح طلب مسئلہ ہے۔ اسکی نسبت خدا نے چاہا تو آئندہ ماہ میں پوری بحث کی جائے گی۔ کیونکہ یہ مسئلہ اہل حلقہ اور دیگر جملہ مشائخ عظام کے غور کے قابل ہے ضرورت ہے کہ ہم سب ملکر ایک مہتم بالشان کام کو جسکے ساتھ آیندہ نسل پیرزادگان کی ترقی و بہبودی وابستہ ہے۔ اِس طریقہ سے چلائیں جو ہمارے اُن قدیمی اوصاف کو جنسے مشائخ کی ہستی کو قرار تھا از سر نو زندہ اور استوار کردے۔ ایسا نہو کہ یہ عظیم سرمایہ یوں ہی برباد جائے اور مفید نتائج نہ نکلیں +

مجھے امید ہے کہ جناب مولانا شاہ محمد انوار اللہ صاحب استاد حضور نظام جیسے حقیقت شناس اور علامہ یگانہ بزرگ اِس نازک اور اہم معاملہ میں نہایت حزم و احتیاط سے کام فرمائینگے +

اجمیر شریف سے رخصت ہوکر پورے چودہ دن کے بعد دہلی پہنچا اور دو ہفتوں کی حرکت اور دید و شنید

حلقہ کی باتیں

یادر حلقہ کی رحلت ۔ نہایت قلق و اندوہ سے اطلاع دیجاتی ہے کہ یادر حلقہ راجہ نوشاد علیخاں صاحب تعلقدار اودھ نے اس دنیائے فانی سے انتقال کیا مرحوم بڑے ذیعلم اور فقیر دوست رئیس تھے۔ مشاغل امیری میں منہمک رہکر بھی الفت فقیری کو ہاتھ سے نہ دیتے تھے۔ راجہ صاحب ہی ایک ایسے شخص تھے جو وقتاً فوقتاً دہلی میں آکر معاملات حلقہ کا معاینہ و مشاہدہ کرتے۔ اور اسکی اعانت میں قدم و درم سے حصہ لیتے تھے۔ پانچ روپیہ ماہوار مقرر کر رکھا تہا۔ جو موت کے آخری سانس تک دیا۔ چنانچہ ذیقعدہ کا چندہ اُسوقت دیا۔ جبکہ سفر آخرت کا بستر بندھ چکا تہا اہل حلقہ انکی نقد امداد کا ماتم نہیں کرتے۔ کیونکہ حلقہ خدا کا کام ہے۔ اسکی مدد خود اسکا غیبی ہاتھ کرتا ہے۔ صدمہ اسکا ہے کہ حلقہ کی برادری میں سے ایک ایسا فرد کم ہوگیا جو بوجہ اپنے عاقلانہ مشوروں کے حلقہ کا قوت بازو تہا۔

افسوس ہے مرحوم کے کوئی اولاد نہ تھی۔ مگر اُنکے کار خیر کی یادگار ہمیشہ اُن کا نام زندہ رکھیگی۔ اہل حلقہ کو اُن کی اہلیہ جو روشن خیال و ذی علم خاتون ہیں نیز راجہ تصدق رسول خانصاحب والی ریاست جہانگیر آباد سے اس حادثہ میں دلی ہمدردی ہے حضرات مشائخ سے التماس ہے کہ مرحوم راجہ صاحب کے لیئے دعائے مغفرت کریں۔

عزیزم سید حسین محمود نظامی ساکن عدن مقیم گجرات اطلاع دیتے ہیں کہ بڑودہ میں جناب پیر سید ابراہیم بغدادی کی تشریف آوری ہوئی اور ریاست کی جانب سے نہایت شاندار استقبال ہوا۔ ایسا استقبال آجتک کسی وائسرائے کا بھی

بھی نہیں ہوا ہوگا۔ گرد و نواح کے ہزاروں ہندو مسلمان جلوس کی کیفیت دیکھنے آئے تھے۔ جلوس ہاتھیوں پر نکلا تھا۔ رات مہاراجہ صاحب کی جانب سے دعوت ہوئی جس میں انگریزوں۔ پارسیوں۔ ہندوؤں مسلمانوں نے ایک دسترخوان پر کھانا کھایا۔ اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ انگریزوں نے بھی زمین پر بیٹھکر کھانے میں شرکت کی ؞

کہا جاتا ہے کہ ذمہ دار ہندو لیڈروں نے پیر صاحب سے مخفی درخواست کی تھی کہ وہ بھی امیر صاحب کی طرح مسلمانوں کو گاؤ کشی سے منع کر دیں۔ پیر صاحب نے نہایت عاقلانہ جواب دیا کہ پہلے تم لوگ مسلمانوں سے اخلاص پیدا کرو۔ اسکے بعد میں انکو گائے کُشی کی ممانعت کرونگا۔ اگر تمہاری طرف سے اظہار اتحاد نہ ہوا تو میری فہمائش بھی اسیطرح بے اثر رہیگی جس طرح امیر صاحب کے حکم کا نتیجہ برآمد ہوا ؞

اہل حلقہ پیر سیف الدین سید ابراہیم بغدادی کے اس اعزاز سے کمال درجہ مسرور ہیں۔ کیونکہ یہ اعزاز درحقیقت درویشی کی شخصیت کا ہے۔ ورنہ بغداد کے ہزاروں آدمی آتے ہیں۔ کوئی اُنکی بات بھی نہیں پوچھتا۔ پیر صاحب کی عزت ہم سب فقیر دوست لوگوں کی عزت ہے ؞

دوسری بات کہ انگریزوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ زمین پر بیٹھکر کھانا کھایا۔ نہایت دلچسپ اور غور طلب ہے جس مضبوط اتحاد اور عملی اتحاد کی بڑے سے بڑے لوگوں نے کوشش کی مگر نتیجہ نہ نکلا۔ وہ ایک صوفی کے معمولی اثر سے مکمل ہوگئی۔ رہا ہندوؤں کا سوال۔ اسکی نسبت ہم کچھ نہیں کہتے۔ پیر صاحب نے معقول جواب دیا۔ درحقیقت مسلمانوں کو گائے کشی میں ضد نہیں ہے۔ اگر انکو بہتر اور سستی غذا ملے تو ان کو خواہ مخواہ لحم البقر کھانے میں اصرار نہوگا۔ لیکن پہلے انگریزی فوجوں میں اس کی روک تھام ہونی چاہیئے۔ جہاں سب سے زیادہ لحم البقر کا خرچ ہے ؞

خواجہ مستان شاہ کابلی کا عرس۔ یہ عرس ہر سال ۱۵۔۱۶۔۱۷۔ ذیقعدہ کو

درگاہ قدم شریف میں نہایت شان شوکت سے ہوا کرتا ہی۔ چنانچہ اس دفعہ بھی اسی اہتمام سے ہوا۔ خواجہ مستان شاہ صاحب نظامیہ فخریہ سلسلہ کے مشہور بزرگ تھے انکی بزرگی اور اثر باطنی کا ایک ادنے نمونہ یہ ہے کہ خواجہ صاحب انگریزی خوان تعلیم یافتہ طبقہ میں اپنے مریدین کی نہایت با اخلاص یادگاریں چھوڑ گئے ہیں۔ جن میں مولوی محرم علی صاحب چشتی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں چشتی صاحب لاہور کے مشہور اخبار نویس اور قانون پیشہ شخص ہیں۔ پنجاب میں انکی شخصیت کے اقتدار کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہی کہ جب اڈیٹر وطن اور اڈیٹر زمیندار میں اخباری جنگ ہوئی۔ تو سب با اثر لیڈر کوشش کرتے کرتے تھک گئے۔ چار دن صلح ہوتی تھی پھر معرکہ کارزار گرم ہو جاتا تھا۔ آخر چشتی صاحب نے اپنے دسترخوان پر فریقین کو مدعو کر کے نئی روشنی والوں کی اصطلاح میں اپنے زبردست اقتدار کے دباؤ سے اور صوفیوں کی اصطلاح میں زور باطنی سے دونوں کو ایسا گلے ملوایا کہ پھر آجتک ایک نے بھی چوں نہ کی۔ ہر ایک کان دبائے اپنا کام کیئے جاتا ہے ؛

چشتی صاحب کی تعریف سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ راقم بھی چشتی صاحب کے اقتدار یا زور باطن کا دبیل ہے۔ کیونکہ چشتی صاحب باوجود صوفی مشرب اور پُر جوش نظامی ہونیکے آجتک حلقہ میں شریک نہیں ہوئے ہیں۔ نہ ہمارے کام سے انہوں نے ذرہ برابر ہمدردی ظاہر کی ہے۔ نہ ہم پر ان کا کوئی ایسا اثر ہے جس سے دب کر لکھا جاتا۔ یہ جو کچھ لکھا گیا ایک سچی بات کا اظہار تھا۔ جس سے مقصود محض یہ ہے کہ خواجہ مستان شاہ نظامی کے فیض روحانی نے چشتی صاحب کی شخصیت کو اتنا باوقعت کر دیا ہے کہ وہ اخبار نویس جو چشتی صاحب کو اپنے مسلک کا مخالف سمجھتے ہیں مشکلات کے وقت ہمیشہ چشتی صاحب کا ہاتھ پکڑتے ہیں۔ وطن و زمیندار کا قصہ تو آج ہوا ہے۔ اس سے پہلے پیسہ اخبار۔ وطن۔ وغیرہ اکثر اخبارات کی مشکلات میں

چشتی لاہوری نے اپنے زور باطن کا ثبوت دیا ہے"

یہ عرس دہلی کے ممتاز اعراس میں شمار ہونے لگا ہے۔ بیرونجات سے نامور مشائخ دور دور سے آکر اسمیں شریک ہوتے ہیں۔ اور قوالی تو دہلی کے تمام عرسوں سے اچھی ہوتی ہے۔ کیونکہ چشتی صاحب سے زیادہ آجکل کسی جگہ سے قوالوں کو اتنا مالی فائدہ نہ ہوتا ہوگا +

گو اہل حلقہ کو چشتی صاحب جیسے فدائی اور جاں نثار حضرت محبوب الٰہیؒ سے اُنکی عدم شرکت حلقہ کے سبب بہت سی شکایتیں ہیں۔ مگر باوجود شکایتوں کے سب محب الفقراء حضرات کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ خدمت حقانیت کی تعریف و قدر کریں۔ اسلیئے میں چشتی صاحب کے اُن سچے اور عملی کارناموں کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو اُنسے ہمیشہ صادر ہوتے رہتے ہیں۔ چشتی صاحب حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے سالانہ عرس کے لیئے ہمیشہ امداد کرتے ہیں۔ اِسکے علاوہ انہوں نے متعدد مزاراتِ بزرگان دین کی مرمت و درستی اپنے خرچ سے کرائی ہے اور کراتے رہتے ہیں۔ اور جب کوئی قانونی مشکل کسی درویش یا خانقاہ کو پیش آتی ہے تو وہ سینہ سپر ہوکر مفت پیروی کرنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اسکی مثال ان افراد میں نا پید ہے جو قومی ہمدردی کے دعوے سے زمین آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ اور جنکے ہاں دوسرے ہم مشرب کی اعانت کرنا قومی فرض ہے۔ مگر جب عمل کا وقت آتا ہے تو یہ سب مُنہ چھپا لیتے ہیں +

سید عبدالمجید صاحب سکرٹری انجمن ہلال احمر دہلی نے خواہش کی ہے کہ ناظرین نظام المشائخ اور ممبران حلقہ مجاہدین بلقان کی اعانت میں بقرعید کے موقع پر قربانی کی کھالیں اور صدقات عید عنایت کریں۔ اور براہ راست ایڈیٹر صاحب **کامریڈ دہلی** "کو بھیجدیں۔ جو چندہ جمع کر کے نہایت احتیاط سے

قسطنطنیہ بھیجدیتے ہیں۔ ہم سید صاحب کی خواہش کی تائید کرتے ہیں۔ درحقیقت وقت ایسا ہی نازک آیا ہے کہ سب مسلمانوں کو مدد کرنی چاہیئے۔ قربانی کی کھالوں کا مصرف اس سے بڑھکر نہیں ہوسکتا۔ کہ جہاد میں جان قربان کرنیوالوں کے کفن دفن اور زخمیوں کی مرہم پٹی میں خرچ ہو۔

جناب مولانا سید احمد صاحب مؤلف فرہنگ آصفیہ وغیرہ اُن ممتاز لوگوں میں ہیں۔ جنہوں نے اردو زبان کی جڑ کو اس زمانہ میں پانی دیا۔ جبکہ اردو کا پودا اتنا ہردلعزیز نہ تھا۔ جیسا آجکل ہے۔ اور فرہنگ آصفیہ کے نام سے ایک ایسی جامع و بسیط اُردو کی لغات لکھی جسنے زبان اردو کی ہستی کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونیکے قابل کردیا۔ مولانا کو اہل تصوف سے دیرینہ عقیدت ہے۔ خاندان نظامیہ میں مرید بھی ہیں حلقہ کے جلسوں میں تشریف لاتے رہتے ہیں۔ پچھلے دنوں انکے ہاں ایک ہولناک آتشزدگی ہوگئی تھی۔ جس میں علاوہ ایک جان کے گھر کا تمام اثاثہ۔ اور نایاب علمی و قلمی ذخیرہ جل کر خاک سیاہ ہوگیا تھا۔ چنانچہ میں نے اور عزیزم ملا واحدی نے بچشم خود جاکر دیکھا تو رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ سوختہ کتب کی ہستی موہوم کے ڈھیر اور اسباب خانگی کے فناشدہ انبار پڑے ہوئے تھے۔ مگر مولانا اس پیرانہ سالی سالی میں نہایت اطمینان و تحمل سے چلتے پھرتے تھے۔ جس سے انکے کامل صبر و توکل کا پتہ ملتا تھا۔ اس آگ میں مولانا کا تیس ہزار کے قریب نقصان ہوا اور علمی ذخیرہ تو سب تباہ ہوگیا۔

ریاست حیدرآباد جو علمی سرپرستیوں میں شہرہ خاص رکھتی ہے۔ مولانا کی تصنیفات کی پُرانی قدردان ہے۔ اسکو اطلاع دی گئی اور لغات کے ادھورے کام کی تکمیل کیلئے توجہ دلائی گئی مگر ہنوز قابل اطمینان نتیجہ نہ نکلا۔

اب مولانا نے ایک نہایت دردناک اپیل نظام المشائخ میں درج کرانے کو بھیجی ہے

جسکا خلاصہ یہی ہے کہ مولانا کی جسقدر ہر دلعزیز و مفید تصانیف و تالیفات ہیں اور شائع ہو کر گھر بہ گھر اپنی عمدگی کا سارٹیفکٹ حاصل کر چکی ہیں۔ انکو از سر نو کوئی ہمت والا باخذ حقوق شائع کرے۔ اور لغات وغیرہ نامکمل کتب کو مالی اعانت سے پورا کرائے۔
مولانا قوم یا روسائے قوم سے امدادی چندہ نہیں مانگتے انکی خواہش صرف یہ ہی کہ انکی کتابوں کا حق تصنیف خرید کر انکو شائع کیا جائے۔ اور حق تصنیف سب نایاب تصنیفات کا پانچہزار روپیہ مقرر کیا گیا ہے۔ جو محاسن کتب کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔

میری رائے میں ریاست حیدر آباد کو اسکی سرپرستی کرنی چاہیئے۔ آج ریاست پانچہزار خرچ کرکے ان کتابوں کو شائع کرے گی۔ دو چار برس کے بعد اسکے مفاد سے ریاست کو تمام رقم وصول ہو جائے گی۔ ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہی۔

حلقہ کی روزانہ صحبتوں میں دو چار دات نہایت دلچسپی رہی۔ کیونکہ پٹیالہ سے خادم حلقہ حشمت علی صاحب قادری غلام ابو بکر صدیق نامی ایک خوش گلو نوجوان کو ہمراہ لائے تھے۔ جنہوں نے اہل حلقہ کو اپنی صوفیانہ قوالی سے بہت محظوظ کیا۔ اور بار بار قوال الحلقہ کا لقب سُنا۔

حکیم محمود علیخان صاحب ماہر اکبر آبادی حلقہ کے پرانے خادم ہیں۔ میرے ہمراہ خدمات حلقہ کے لیے۔ بہار۔ کلکتہ۔ اور ڈھاکہ وغیرہ تک جا چکے ہیں۔ آجکل بمبئی میں مطب کرتے ہیں۔ پتھری اور رسولی کو بغیر عمل جراحی کے نکال دینے میں انہوں نے اپنی طبی قابلیت کا خوب نمایاں ثبوت دیا ہے۔ بمبئی میں انہوں نے وعدہ کیا کہ اہل حلقہ کی طبی خدمات کے لیئے میں بلا معاوضہ حاضر ہوں۔ اور خط و کتابت کے ذریعہ اگر مجھسے کسی مرض کی نسبت مشورہ لیا جائے تو اسکا جواب بھی بغیر فیس و معاوضہ کے دونگا۔ اہل حلقہ اپنے مخلص اور لائق بھائی کی طبی قابلیت سے فائدہ

اُٹھائیں۔ انکا پتہ سسکس روڈ۔ بھائی کلہ بمبئی۔ ہے +

فقیر دوست یہودی ۔ بمبئی کے اس سفر میں مسٹر ڈیوڈ ابرام یہودی نے مجکو اپنا مہمان بنایا تھا۔ چار دن انہیں کے ہاں قیام رہا۔ مسٹر ڈیوڈ داؤد ساسون مشہور یہودی کے عزیز اور نہایت روشن خیال اور ذی علم نوجوان ہیں۔ اپنے مذہب کی پابندی کے ساتھ انکو اسلامی فقراء کے ساتھ خاص عقیدت ہے۔ یہاں تک کہ انکے انہوں نے سلسلہ نظامیہ کے خاص اشغال و اوراد مجھسے حاصل کیئے۔ اور بیعت ہونے کو تیار تھے۔ یہ صوفیوں کی بے تعصبی کا کرشمہ ہے کہ انکی تعلیم کے آگے ہر مذہب کا آدمی جھکتا ہے۔ مسٹر ڈیوڈ۔ انکی والدہ۔ انکی اہلیہ۔ انکے چھوٹے چھوٹے معصوم بچے باوجود نہایت پکے یہودی ہونیکے اسلامی تصوف اور اصلی فقیروں کے اسقدر دلدادہ ہیں۔ اور ایسے سچے اخلاص سے پیش آتے ہیں کہ بے اختیار انکے حق میں دعائے خیر نکلتی ہے۔ حضرات مشائخ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی اس گھرانہ کے مقاصد پورے فرمائے۔ اور انکے دل کو اپنی محبت کی اصلی روشنی سے منور کرے +

دل کی مراد ۔ یعنی نقش مثلث کا فیض۔ یہ ایک کتاب کا نام ہے جسکو ٹھیک علمی اصول کے موافق دہلی کے بے مثل عارف جفر و رمل و فن تعویذ جناب شاہ مشتاق احمد خانصاحب حلقہ نے اصرار کرکے لکھوایا ہے۔ جسمیں عاملوں اور تعویذ لکھنے والوں کے لیئے معلومات کا بہت بڑا سرمایہ ہے۔ نیز ہر شخص کی سمجھ کے قابل اوقات نجوم بتلا کر حب۔ تسخیر۔ اور دل کی سب مرادوں کے لیئے جداگانہ ایسے تعویذ لکھے گئے ہیں جن کی تاثیر بالکل یقینی اور تیر بہدف ہے شاہ مشتاق احمد خانصاحب باوجود ماہر فن ہونیکے شہرت اور منظر عام پر آنیسے ہمیشہ گریز کرتے ہیں بمشکل تمام انہوں نے اس رسالہ کو شائع کرنے کی اجازت دی ہے اب یہ رسالہ چھپ کر تیار ہے قیمت علاوہ محصول صرف ۱۰؍ ہے۔ ناظرین کارکن حلقہ سے طلب کریں +

حلقہ کی مالی مشکلات ۔حلقہ کی مستقل آمدنی تیرہ روپے ماہوار تھی پانچ روپیہ ماہوار مولوی عبدالرحمن صاحب بی اے دیتے تھے ۔ پانچ روپیہ راجہ نوشاد علی خانصاحب دو روپے حافظ محمد حلیم صاحب تاجر کانپور۔ ایک روپیہ اڈیٹر صاحب صوفی ٭

اب تین مہینے سے مولوی عبدالرحمن صاحب کی رقم موصول نہیں ہوئی ۔ راجہ صاحب کی وفات نے انکی اعانت کا راستہ ہی بند کردیا۔ تین روپیہ ماہوار باقی رہے ادہر خرچ کا یہ عالم ہے کہ دس روپے ماہوار مکان کے دیئے جاتے ہیں ۔ اور پانچ روپیہ محرر کی تنخواہ کے یہ تو مستقل خرچ ہے ۔متفرقات خط وکتابت اور جلسہ اکیسویں کا خرچ علیحدہ رہا ۔ ممبران حلقہ خود ہی بتائیں کہ تین روپے میں کیا کیا خرچ چلایا جائے گا ٭

ادہر دعاخانہ کی نسبت چاروں طرف سے مخالفت ہورہی ہے گزشتہ پرچہ میں ناظرین رائے دریافت کی گئی تھی ۔مگر تائیدی رائیں بہت کم وصول ہوئیں ناچار اس مہینہ سے دعاخانہ بند کیا جاتا ہے

اگر ناظرین نے اجماع سے اسکی تائید کی تو دوبارہ جاری کردیا جائے گا ۔دعاخانہ کے ذریعہ جو نذریں اور منتیں وصول ہوتی تھیں ۔ اُن کا سلسلہ بھی مسدود ہوا اب حلقہ ظاہری ذرائع کو خیرباد کہکر خدا تعالی کی ذات پر بھروسہ کرتا ہے ۔

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ

وہی خزانہ غیب سے دستگیری فرمائے گا ٭

حضرت مولانا شاہ رشید الحق صاحب قبلہ دریابادی سجادہ نشین خانقاہ منگل تالاب پٹنہ دہلی میں ڈیڑہ ہفتہ قیام کرکے اجمیر شریف تشریف لیگئے ۔ وہاں سے سفر بلاد اسلامیہ کیلیے تشریف لیجائینگے ۔ باوجود پیرانہ سالی مولانا کا یہ عزم قابل تقلید ہے ٭ حسن نظامی

اس ماہ کی آمدنی حسب ذیل ہے

از راجہ نوشاد علی خاں صاحب مرحوم بابت ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۱ھ ... ... صہ

از حافظ محمد حلیم صاحب تاجر کانپور بابت ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۱ھ ۶

از اڈیٹر صاحب صوفی بابت شوال و ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۱ھ ۶

از محمد اشرف صاحب نظامی رنگون (آپنے ایک روپیہ ماہوار کا وعدہ کیا ہے) ... ... عہ

از ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب حیدرآباد دکن بابت منت ... ... [illegible] ۱۲

از فیض اللہ شاہ صاحب موضع بہلہ ... ... عہ

از محمد ابراہیم صاحب سنجر پوری بابت ادائے قسط ماہانہ ... ... صہ

از مولوی محمد حبیب اللہ صاحب حیدرآباد دکن بابت دعا خانہ نذر حلقہ ... ... عہ

میزان ... ... [illegible] ۱۲

بقایا سابقہ موجودہ ... ... [illegible]

میزانکل ... ... [illegible]

اخراجات

کرایہ مکان بابت ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۱ھ ... ... [illegible]

تنخواہ محرر بابت ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۱ھ ... ... صہ

مصارف خط و کتابت ... ... عہ

میزان ... ... [illegible]

بقایا موجودہ خزانہ حلقہ ... ... [illegible]

دعا حضرات مشائخ ان تمام حضرات کے مقاصد دلی کے لیئے دعا فرمائیں جنہوں نے دعا طلبی کے خطوط بھیجے ہیں، مگر دعا خانہ بند ہو جانیکے سبب درج نہیں ہو سکتے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

دعاگو حسن نظامی

ایکدن اُسنے اپنے مشیروں سے پوچھا کہ اسکی کیا ترکیب کرنی چاہیئے۔ ایک وزیر مکار آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا کہ شہر میں جتنے پڑھے لکھے مولوی مُلا ہیں سب کو قتل کرا دیجے جب وہ نہ رہیں گے تو کوئی اسلام کا نام بھی نہ لیگا۔ اور جو حضور چاہیں گے ہوجائیگا بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ اور کرکے پوچھا "اب"۔ بولا "کاتبوں کو بھی مروا دیجے تاکہ کل لکھنا پڑھنا ہی موقوف ہوجائے"۔ اس کی بھی تعمیل کی گئی۔ اور مسلمان گمراہی میں پڑنے لگے۔ المختصر ان کاتبوں میں ایک بزرگ بھی گرفتار ہوئے تھے۔ جو حضرت خواجہ حسن بصری کے نواسوں میں سے تھے۔ ان کو دیکھتے ہی بادشاہ تخت چھوڑکر نیچے اتر آیا اور بڑی معذرت کے ساتھ اُنہیں رہا کردیا۔ اور خلعت خاص دیا اور جب وہ بزرگ چلے گئے تو حاضرین سے مخاطب ہوکر بولا کہ جب یہ میرے سامنے آئے تو میں نے دیکھا کہ انکے دائیں بائیں دو عظیم الشان اژدہے مُنہ کھولے کھڑے ہیں۔ اور آگ کے شعلے نکال رہے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ انہیں چھوڑ دے۔ ورنہ ہم تجھے زندہ نگل جائیں گے۔ پھر لوگوں نے ان بزرگ سے پوچھا کہ آپ کی کیونکر بریت ہوگئی۔ انہوں نے فرمایا۔ میں اکثر یہ پڑھا کرتا ہوں حَسْبِیَ اللّٰہُ نِعْمَ الْوَکِیْلِ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرِ۔ پس جو شخص ان کلمات کا ورد رکھے گا۔ اُسے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے ارشاد کیا کہ تیرے مجھے اُن آدمیوں پر تعجب آتا ہے جو کسی کے مکر سے ڈرتے ہیں۔ اور یہ آیت نہیں پڑھتے۔ اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ۔ کیونکہ ارشاد ربی ہے۔ فَوَقٰہُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِ مَا مَکَرُوْا

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ جس وقت حجاج بن یوسف کے پاس تشریف لیجاتے تھے تو یہی آیت پڑھا کرتے تھے۔ اور حجاج بن یوسف کہا کرتا تھا کہ میں جسقدر حسن بصری سے ڈرتا ہوں اور کسی سے نہیں ڈرتا جب وہ

تشریف لاتے ہیں۔ میرے تمام اعضا میں لرزہ چھٹ جاتا ہے۔ اور مجھے دو شیر
اُنکے ساتھ آتے معلوم ہوتے ہیں۔ جو مجکو ریزہ ریزہ کرنا چاہتے ہیں۔ اِس کے بعد
ارشاد ہوا کہ چوتھے مجھے اُن لوگوں پر تعجب آتا ہے جو بہشت کے مشتاق ہیں
اور یہ نہیں پڑھتے ۔ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے
کہ فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِکَ ۔ پھر فرمایا کہ میں نے آثار تابعین میں
پڑھا ہو کہ ایک جوان از حد فاسق ہمیشہ گناہوں میں مبتلا رہتا تھا۔ مگر سوتے وقت اس
کلمہ کو بہت پڑھتا تھا۔ جب وہ مرا تو لوگوں نے اُسکو خواب میں بہشت کے اندر پھرتے
دیکھا۔ دریافت کیا تو راز کھلا کہ کلمۂ مذکورہ بالا کے صدقے میں نجات ملی ؂

بعد ازاں قبر کے خوف اور منکر نکیر کی ہیبت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی
ارشاد ہوا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا کہ میں تمہیں ایک
بات بتاتا ہوں۔ اگر اسے کروگے تو منکر نکیر سے خوف نہ کھاؤگے۔ شب جمعہ میں
دو رکعت نماز ادا کیا کرو۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص پچاس
پچاس بار۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ اس کے عامل تھے ۔ شرح اولیا میں لکھا ہے کہ
اِن کے انتقال کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھکر پوچھا کہ کہو منکر نکیر سے
کیا معاملہ رہا۔ اُنھوں نے جواب دیا۔ کہ پہلے تو مجھپر ان کی بڑی ہیبت چھائی۔ اور
انھوں نے میرے ایک گرز بھی لگایا۔ مگر آخر حکم آیا کہ اس بندے کو چھوڑ دو۔ اسکے
بعد ارشاد ہوا کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے دریافت کیا کہ آپکے
پاس ضغطہ کے واسطے بھی کوئی چیز ہے ۔ فرمایا ۔ ہاں ۔ جو شب جمعہ میں دو رکعت نماز
پڑھے گا۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد اذا زلزلت الارض پندرہ بار۔ وہ اس مصیبت
سے محفوظ رہے گا۔ پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں حضرت شیخ الاسلام قطب الدین بختیار
اوشی رح کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور بہت سے مشائخ کبار بھی موجود تھے کہ خوف قبر کا

گفتگو چھڑ گئی۔ مولانا شہاب الدین نے کہا کہ جو شخص یہ اوراد اپنی کتاب میں لکھ لے اور اُن کی مداومت رکھے وہ قبر کے عذاب سے مامون رہیگا۔ سورۂ فاتحہ۔ سورۂ مزمل سورۂ والشمس۔ اور واللیل اور الم نشرح۔ اسکے بعد ایک دوسرے درویش نے فرمایا کہ ایک بزرگ کا انتقال ہوا جو خاندان چشت سے تعلق رکھتے تھے۔ جب اُنکو سپرد زمین کر چکے تو اُسیوقت فرشتے نازل ہوئے اور اُنسے سوالات کرنے لگے۔ درویش نے خوب جواب دیئے۔ یہاں تک کہ اُنکی قبر منور ہو گئی۔ کسی نے اُنھیں خواب میں دیکھکر پوچھا کیا حال ہے۔ بولے۔ میری حق تعالیٰ نے مغفرت کر دی۔ اور نہایت مہربانی فرمائی اور ارشاد کیا کہ ہم نے تجکو اس دعا کے سبب بخشا ہے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ احادیث میں مسطور ہے۔ جو شخص فرض کے بعد تین بار سورۂ اخلاص اور تین بار درود اور اُسکے بعد ایک بار یہ آیت وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے تین نعمتیں عطا فرمائے گا۔ (۱) درازی عمر (۲) مال بسیار (۳) برخورداری کہ بے حساب جنت میں داخل ہوگا۔ ماشاء اللہ تعالیٰ۔ شیخ الاسلام یہ بیان فرماتے تھے کہ اذان ہو گئی۔ شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہو گئے۔ اور خلق دعا گو رخصت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ +

تاریخ ۲۰۔ ماہ مذکور ۶۵۵ھ

سعادت قدمبوسی حاصل ہوئی۔ چاشت کا وقت تھا۔ اور حضرت جماعت خانے میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک گروہ مسافروں کا حاضر ہوا۔ حضرت نے سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ مولانا نظام الدین جو کچھ تجھ سے چاہیں پائیں

اسکے بعد درود شریف کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ ارشاد ہوا کہ آثار مشائخ میں وارد ہے۔ اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے کبھی گناہ کیا ہی نہیں۔ اور ایک لاکھ نیکیاں اُسکے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور اُسکا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ صحابہ و تابعین اور مشائخ طبقات نے درود شریف کا وظیفہ مقرر کیا تھا۔ اگر کسی دن ان کا یہ وظیفہ فوت ہوجاتا تو وہ اپنے تئیں مردہ سمجھتے۔ اور ماتم کرتے۔ کہ آج کی رات ہم مر گئے تھے۔ اگر زندہ ہوتے تو سرور کائناتؐ پر درود بھیجتے۔ اسکے بعد ارشاد کیا۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ یحییٰ بن معاذ رازی کا وظیفہ درود فوت ہو گیا۔ اور وہ تین ہزار بار درود پڑھا کرتے تھے۔ خیر، جب وہ صبح اُٹھے تو اس طرح ماتم میں مشغول ہوئے کہ گویا سچ مچ کوئی مر گیا۔ لوگ آتے اور استفسار حال کرتے۔ خواجہ یحییٰ بن معاذ رضہ اسی کیفیت میں مبتلا تھے کہ ہاتف نے آواز دی کہ یحییٰ! جتنا میں تجھے درود پڑھنے کا ثواب دیتا اُس سے سَو گنا اب دیا گیا۔ اور تیرا نام درود پڑھنے والوں میں آج ہی لکھ لیا ہے اس موقع پر شیخ الاسلام چشم پُرآب ہوئے اور یہ حکایت فرمانے لگے۔ کہ ایک شب خواجہ سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور اپنا روئے مبارک اُنسے چھپاتے ہیں۔ خواجہ سنائی رح دوڑے اور قدموں کو بوسہ دیکر عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! میری جان آپ پر قربان کیا سبب ہے جو آج مجھے یہ محرومی ہو رہی ہے۔ حضورؐ نے خواجہ سنائی کو گلے سے لگالیا۔ اور فرمایا کہ بھئی تم نے اس قدر درود خوانی کی ہے کہ مجکو تم سے شرم آتی ہے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا۔ سبحان اللہ! یہ بھی بندگان خدا ہیں جن کی کثرت درود خوانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محجوب ہوتے ہیں۔ ہزار رحمت انکی روح پر

پھر اسی محل میں فرمایا کہ یہودیوں کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ ایک مسلمان فقیر نے آکر اُن سے سوال کیا۔ اسیوقت اتفاقاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی سامنے سے گزرے۔ یہودیوں نے آپ کو دیکھکر بطور تمسخر کہا کہ دیکھو شاہ جوانمرداں آرہے ہیں۔ وہ مسلمان فقیر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے فقر و فاقہ کا حال بیان کرنے لگا۔ آپ سمجھ گئے کہ اسے میرے پاس آزمائش کے لیئے بھیجا گیا ہے۔ لیکن اسوقت آپکے پاس تھا کچھ نہیں آپنے اسکا ہاتھ پکڑ کر دس دفعہ درود پڑھا۔ اور اُسکی ہتھیلی پر دم کرکے فرمایا۔ مٹھی بند کرلے۔ اُس نے تعمیل کی اور یہودیوں کے پاس واپس گیا۔ اُنھوں نے مٹھی کھلوائی تو اُس میں ایک دینار رکھا تھا۔ اُسی روز کئی یہودی مسلمان ہوئے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ ہارون رشید بیمار پڑا۔ اور بیماری کو آدھا سال گزر گیا۔ نزدیک تھا کہ روح پرواز کر جائے کہ شیخ ابوبکر شبلی رح کا ادھر سے گزر ہوا۔ ہارون رشید کو اسکی اطلاع ملی کہ امام ابوبکر شبلی تشریف لیجا رہے ہیں۔ لوگوں کو بھیجا کہ جس طرح ہوسکے خواجہ کو یہاں لے آؤ۔ چنانچہ آپ آئے اور ہارون رشید کو دیکھتے ہی بولے کہ خاطر جمع رکھو۔ اب تم اچھے ہوگئے۔ اور درود شریف پڑھکر اُس پر دم کردیا اور ہاتھ پھیرا۔ ہارون رشید اُسیوقت تندرست ہوگیا۔ آخر معلوم ہوا کہ خواجہ ابوبکر شبلی نے یہ درود دم کیا تھا جس کی برکت سے اُس نے صحت پائی۔ پھر فرمایا۔ گو یہ پانچوں درود نماز میں پڑھا کرو۔ کیونکہ یہ درود سب درودوں سے افضل اور بہتر ہیں۔ اگرچہ سب درودوں کا ثواب ایک ہی۔ مگر ہر درود فضیلت جداگانہ رکھتا ہے اور وہ پانچوں درود یہ ہیں ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ۔ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ۔ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ

تَرْضٰی بِاَنْ تُصَلّٰی عَلَیْہِ۔ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا تَنْبَغِی الصَّلٰوۃُ عَلَیْہِ۔ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَنَا بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْہِ ۔

بعدہٗ شیخ الاسلام ادام اللہ حرمتہ نے فرمایا کہ اسکو افضل اس لیئے کہا گیا کہ مولانا فقیہ ابوالحسن رندوصی نے روضہ منورہ میں یہی درود لکھا ہے کہ امام شافعی رح کا جب انتقال ہوا تو لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جواب ملا کہ مجکو اس درود شریف کی برکت سے بخش دیا۔ اور دوسری فضیلت اس درود شریف کی یہ ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ اور آپکے اردگرد صحابہ کرام۔ اور ابوبکر صدیق رضؓ دائیں جانب بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا۔ اور سلام کرکے بیٹھ گیا۔ آنحضرت صؐ نے اُسے حکم دیا کہ ابوبکر رضؓ سے بالاتر بیٹھو۔ صحابہ رضؓ نے جانا کہ شاید یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ اور کسی کی اتنی عزت کیجا سکتی تھی۔ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر رضؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ یہ شخص مجپر اسقدر درود پڑھتا ہے کہ کوئی شخص نہیں پڑھ سکتا۔ ابوبکر صدیق رضؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ۔ شاید یہ شخص کھاتا پیتا اور دیگر ضروریات میں مشغول نہوتا ہوگا۔ اور ہروقت درود خوانی ہی سے غرض رکھتا ہوگا۔ فرمایا کھاتا پیتا بھی ہے اور کاروبار بھی کرتا ہے۔ مگر ایک دفعہ دن میں اور ایک دفعہ رات میں یہ درود پڑھ لیتا ہے (جو اوپر مذکور ہوا) شیخ الاسلام یہی فوائد بیان فرمارہے تھے کہ پانچ درویش حاضر ہوکر قدمبوسی ہوئے۔ فرمان ہوا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے۔ اور عرض کرنے لگے کہ ہم مسافر ہیں اور خانہ کعبہ جانے کی نیت رکھتے ہیں۔ مگر خرچ نہیں۔ کچھ عنایت ہوجائے تو اطمینان سے روانہ ہوں۔ شیخ الاسلام کو فکر ہوا۔ اور تھوڑی دیر مراقبہ کرکے سر اُٹھایا۔ سامنے ایک ٹھیکرے میں خستہ خرما رکھے تھے۔ اس ٹھیکرے سے چند کچھ دم کرکے درویشوں کو عطا کیا۔ درویش حیران ہوئے۔ حضرت نے اپنی روشنضمیری

سے اُن کی حیرت کا حال معلوم کیا۔ اور فرمایا کہ دیکھو تو سہی۔ اب جو دیکھتے ہیں تو وہ خرما نہ تھے۔ سونا تھا۔ آخر شیخ بدرالدین اسحٰق سے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام نے یہی درود پڑھکر اُسپر دم کیا تہا۔ پہر آیۃ الکرسی کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ جس روز آیۃ الکرسی نازل ہوئی ہے تو ستر ہزار فرشتے مہتر جبریل علیہ السلام کیساتھ آئے تھے۔ اور جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تہا کہ اِسے باعزاز واکرام لیجیے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ جو بندہ میرے بندوں میں سے آیۃ الکرسی پڑہے گا۔ ہر حرف کے بدلے ہزار سال کی عبادت کا ثواب پائے گا۔ اور ہزار فرشتے جو کرسی کے پاس کھڑے پڑھ رہے ہیں انکا ثواب بہی اُسی کو ملیگا اور اُسے اپنے مقربوں میں شمار کروں گا۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ فتاوےٰ ظہیری میں مرقوم ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنے گہر سے باہر جانے کے وقت آیۃ الکرسی پڑہے خدا تعالیٰ ستر ہزار فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کے واپس آنے تک اسکے واسطے دعائے مغفرت کرتے رہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار اوشی سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے گہر میں جانے کے وقت آیۃ الکرسی پڑہے گا۔ خدا اُسکے گہر سے فقر و فاقہ کو دور فرمائے گا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے جامع الحکایات میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک درویش کے گہر میں رات کو چور آئے۔ درویش نے آیۃ الکرسی پڑہکر گہر کا حصار باندھ رکھا تھا چوروں نے جو اُسکے اندر منہ داخل کیا۔ سب کے سب اندہے ہوگئے۔ درویش صاحب بیدار ہوئے۔ اور اس حال کو معلوم کرکے باہر آئے اور پوچھا کہ تم کون لوگ ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ چور ہیں چوری کے واسطے آپکے ہاں آئے تھے۔ لیکن قدرت نے ہمیں اندہا کردیا۔ آپ دعا فرمایئے کہ ہماری آنکھیں ملجائیں۔ ہم اس کام سے تائب ہوکر آپکے

ہاتھ پر مسلمان ہوتے ہیں۔ درویش نے تبسم فرمایا۔ اور کہا آنکھیں کھولو تو آنکھیں جو کھولیں تو اُن میں بینائی تھی۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

تاریخ ۲۷ ماہ مذکور ۶۵۵ ہجری

دولت قدمبوسی میسر آئی۔ دعا کے بارے میں گفتگو چل رہی تھی۔ ارشاد ہوا۔ میں نے امام محمد شیبانی رح کی کتاب میں پڑھا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کسی کو کوئی رنج و غم پیش آئے۔ یا ایسا مرحلہ جس کا بننا ممکن نہ ہو تو وہ جب صبح کی نماز ادا کر چکے تو سو مرتبہ کہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ یَا فَرْدُ یَا وِتْرُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ

بعد ازاں شیخ الاسلام نے ارشاد کیا کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار اوشی کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور وہاں دعا کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں حضرت قطب صاحب نے فرمایا۔ جس کو معاش کی تنگی ہو وہ اس دعا کا ورد کرے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا دَائِمَ الْعِزِّ وَالْمُلْکِ وَالْبَقَاءِ یَا ذَا الْجُوْدِ وَالْعَطَاءِ یَا وَدُوْدُ ذَا الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔

پھر ارشاد ہوا کہ بحالت درماندگی ولاچارگی جو شخص اِن کلمات کو ایک ہزار مرتبہ پڑھے گا۔ ضرور وہ مہم اُسکی پوری ہوگی۔ اَقْوٰی مُعِیْنٍ وَّاَهْدٰی دَلِیْلٍ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ اِسکے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے تفسیر زاہدی میں دیکھا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اُسکے اعمال مقبول ہوں تو اُسکے لیئے یہ آیت ہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ اگر کوئی چاہے کہ دنیا و آخرت سے خلاصی پائے۔ اور آتش دوزخ سے محفوظ رہے تو یہ آیت پڑھا کرے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

نظام المشائخ کی پچھلی جلدیں

جلد اول - جمادی الاخرے ۱۳۲۷ھ تا ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ

نامکمل ہے۔ رجب کا پرچہ نہیں رہا باقی پانچ پرچے عجیب و غریب مضامین کا مجموعہ ہیں ضرور منگایئے۔ اکٹھے مع محصولڈاک ایک روپیہ میں دیدیئے جائینگے +

جلد دوم - ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ تا جمادی الاول ۱۳۲۸ھ

صرف صفر و ربیع الاول کے نمبر ملسکتے ہیں۔ قیمت ہر دو مع محصول ڈاک ۸ ؍ +

جلد سوم - جمادی الاخرے ۱۳۲۸ھ تا ذیقعدہ ۱۳۲۸ھ

رمضان و شوال کے سوا سب مہینوں کے رسالے موجود ہیں مع محصول ڈاک قیمت ۱۳ ؍

جلد چہارم ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ تا جمادی الاول ۱۳۳۰ھ

ذی الحجہ نمبر نہوگا۔ اور پانچ پرچے عہ میں دیئے جائینگے۔ ان میں کا ایک پرچہ جس کا نام "رسولنما نمبر" ہے اکیلا ۱۲ ؍ میں جاتاہے +

جلد پنجم - جمادی الاخرے ۱۳۲۹ھ تا ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

قسم اول کی چکنے مکمل جلدیں موجود ہیں۔ جلد طلب فرمایئے۔ قیمت مع محصول عہ ۱ ؍

جلد ششم محرم ۱۳۳۰ھ تا جمادی الاخرے ۱۳۳۰ھ

اول کے تین نمبر ختم ہوگئے۔ بعد کے تین نمبروں کی قیمت بحساب فی پرچہ ۴ ؍ مع محصول ۱۲ ؍ +

(جلد طلب فرمائیں)

المشتہر

منیجر نظام المشائخ دھلی

نظام المشائخ ایجنسی کی قابل دید کتابیں

شواہد نظامی اور اسکے مضامین کی بابت امرت سر کے مشہور معروف اخبار وکیل کی قابل قدر رائے " یہ کتاب سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رح کی مفصل و مکمل لائف ہے جسمیں آپ کی مبارک زندگی کے پورے حالات درج کیے گئے ہیں۔ اسکے پڑھنے سے اگلے بزرگوں کے دینی و دنیاوی مشاغل کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ دنیاوی حشمت کے باوجود وہ کس طرح خدا کی یاد میں منہمک تھے۔ اول بتایا گیا ہے کہ آپکے اجداد کس طرح ہندوستان میں آئے پھر آپ کی پیدائش اور تعلیم کا ذکر ہے۔ حیرت ہے کہ اس یتیم ہونہار کو والدہ صاحبہ نے اس عمدگی سے سکھایا پڑھایا کہ جو آجکل کے مردوں سے بھی ممکن نہیں۔ بدایوں سے دہلی جانا۔ اور پاک پٹن شریف میں حاضر ہو کر بابا فرید الدین گنجشکر رح سے بعیت ہونا۔ پھر خلافت پانا اور ولایت دہلی پر مقرر ہو کر واپس آنا خوب وضاحت سے لکھا گیا ہے۔ اسکے بعد فتوح اور خلقت کی رجوعیت اور آپکے ابتدائی خیالات کا بیان ہے۔ شاہان دہلی کی عقیدت اور امرائے سلطنت کی گرویدگی اور آپ کا برتاؤ قابل دید تذکرہ ہے۔ سلطان قطب الدین خلجی کے قتل کا جسپر یورپین مورخوں کو خیال ہو گیا ہے کہ آپکی سازش سے ہوا۔ اصل حقیقت اور شرح واقعہ۔ اسی طرح سلطان غیاث الدین تغلق کی مخاصمت اور موت کا تاریخی قصہ اور اسکی اصلیت ظاہر کیگئی ہے۔ رموز تصوف کو دلچسپ پیرایہ میں سمجھایا گیا ہے سماع وغیرہ دشوار اور اہم مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ آپکے ذکر کے علاوہ ان اسّی بزرگوں کے مجمل مختصر حالات ہیں جو آپکے مشائخ و مریدین یا ہمعصر تھے۔ آپکے خاص اعمال اور وظائف کی بھی معقول مقدار شامل کی گئی ہے۔ غرضکہ واقعات اور لفس مضمون کے لحاظ سے یہ ایک مفید اور جامع کتاب ہے"

(وکیل امرت سر)

قیمت علاوہ محصول ڈاک عـہ مقرر ہے

(بقیہ ۸۴ پر دیکھو)

معلوم کرنا۔ بتانا۔ سکھانا۔ اہل اسلام اور ان کے لیئے نہایت ضروری بلکہ فرض ہے۔ ضخامت ۱۰ صفحے۔ **قیمت** ایک آنہ علاوہ محصول ڈاک +

تکملہ ہندی بزبان اُردو در علم ویدک

اس کتاب میں مصنف باکمال نے یہ خوبی رکھی ہے کہ ان ہندی دواؤں کے افعال و خواص و ماہیت تحریر کی ہے جن کا پتہ نہ آپکے مخزن میں ہے اور نہ تحفہ میں۔ اور پھر اس رسالہ میں سر سے پاؤں تک کے جملہ امراض کے وہ مجرب و مستند نسخے تحریر فرمائے ہیں کہ انکے استعمال سے انشاءاللہ ایک ہفتہ میں شفا ہو جاتی ہے مصنفہ و مؤلفہ حضرت مولانا حکیم شاہ اہل اللہ برادر خورد حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ۹۸ صفحے ضخامت **قیمت** علاوہ محصول ڈاک ۱۰/۴ر

انفاس رحیمیہ

اس کتاب میں حالات۔ کرامات۔ ملفوظات۔ حکایات معمولات حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب درج ہیں ضخامت ۴۰ صفحے۔ **قیمت** علاوہ محصول ڈاک۔ ۳ر +

الطاف القدس مترجم

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی علم تصوف اور کشف اصطلاحات میں لاجواب کتاب ہے قلب۔ نفس۔ عقل۔ روح۔ سر۔ خفی۔ اخفیٰ۔ دنی۔ تدلی۔ وغیرہ کا بیان کچھ استدلال سے دیکھنا اور تصوف کے نکات سے واقف ہونا ہو تو یہ چیز ضرور منگائیے۔ ضخامت ۱۱۶ صفحے **قیمت** علاوہ محصول ڈاک ۶ر +

وصیت نامہ مشرح

مع ترجمہ اردو۔ مصنفہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب شرح قاضی محمد ثناء اللہ صاحب پانی پتی مترجمہ مولوی سید صاحب ولی اللہی۔ اسمیں ایسی باتیں ہیں جن کا ہر مرد و عورت کو پابند ہونا چاہیئے ۲۴ صفحے ضخامت **قیمت** علاوہ محصول ۲ر +

میزان العقائد محشی عربی

حضرت خاتم المحدثین مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فن عقائد میں تیرہ سطر کا ایک رسالہ نصف دقیقے میں تحریر فرمایا تھا چونکہ اس میں اختصار تھا جس سے اسکا پورے طور پر سمجھ میں آنا دشوار تھا۔ لہذا خود ہی اسکی شرح فرمائی۔ اصل تو متن ہی عجیب ہے پھر شرح اور بھی نادر۔ غرضکہ یہ رسالہ فن عقائد میں لاثانی ہے۔ ہر اہل علم کے کتب خانہ میں رہنے کے قابل ہے۔ حضرت شاہ صاحب کی تقریریں جنمیں معقولیوں کا رد کیا گیا ہے۔ اسکا لطف پڑھنے ہی سے معلوم ہوگا۔ ضخامت ۳۲ صفحے **قیمت** علاوہ محصول ڈاک ۲ر ۹

ارشاد رحیمیہ

از مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اسمیں حضرات نقشبندیہ کے ذکر اشغال توجہ و مراقبے وغیرہ کا بیان ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رح کا رسالہ شرح عارف درج کرکے اسپر بہت سے فوائد چڑھائے ہیں جو اس طریقہ کے سالکوں کے لیے بہت مزا اور کارآمد ہیں حجم ۸۴ صفحے **قیمت** ۳ر

رد الاوہام مع شرح العزیز فارسی

اس رسالہ میں مفصلہ ذیل ابیات کی شرح لکھی ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

(۱) چہ خوش گفت بہلول فرخندہ حال — کہ من اندر ایش بودم دو سال

(۲) من آن وقت کردم خدا را سجود — کہ ذات و صفات خدا ہم نبود

(۳) گر نبودے ذات حق اندر وجود — آب و گل را کے ملک کردے سجود

(۴) مے خور و مصحف بسوز و آتش اندر کعبہ زن — ساکن بت خانہ باش و مردم آزاری مکن

ضخامت ۳۴ صفحے **قیمت** علاوہ محصول ۴ر

میلاد الرسولؐ

جناب مولانا حسن میاں صاحب پھلواروی کی وہ تصنیف ہے جسکا ایک حصہ انہوں نے کتاب ہذا کے تیار ہونے سے پہلے

(بقیہ دیکھو)

(بقیہ صفحہ ۵۰۷)

شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم کی اسکی بابت یہ رائے تھی کہ جو زہر یلا علم ادب آجکل نوجوانوں کے لیئے تیار ہو رہا ہے۔ رفیق نوجوانان اُس کا تریاق ہے۔ حجم ۸ صفحے **قیمت** علاوہ محصول ۶ ر

تاریخ عالم جس میں زمین آسمان سورج چاند جن انسان وغیرہ کی پیدائش اور کل انبیائے مرسلین۔ خلفائے راشدین۔ نامور سلاطین کے صحیح صحیح حالات۔ معتبر کتب تواریخ سے اقتباس کر کے لکھے گئے ہیں۔ اور بعض مشہور اور قابل دید مقامات کا حال خصوصیت کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ مصر کے عجائبات قدیم و جدید۔ اسلامی سکے۔ ۱۳۰۰ برس کے سنہ ہجری و عیسوی کا مقابلہ۔ حوادث عظیمہ کا بیان غرضکہ عجیب و لچسپ کتاب ہے۔ حجم ۴۰۴ صفحے **قیمت** علاوہ محصول عہ ر

درِ بے بہا تصوف کے نکات کا مجموعہ ہر خدا والے کے پڑھنے کے قابل حجم ۸۶ صفحے **قیمت** علاوہ محصول ۸ ر

یہ تمام کتابیں منیجر نظام المشائخ دہلی سے منگاؤ

آم کے آم گٹھلیوں کے دام

یوم حج کی خوشی میں ۳۰۔ نومبر ۱۹۱۲ء تک جو درخواستیں مع حوالہ اخبار پوسٹ کیجائیں گی انکو ذیل کی اصل درج شدہ قیمت سے نصف قیمت پر علاوہ خرچ کے دیجائینگی اور اخبار نیر اعظم کی کاپی مفت پانچ روپیہ سے زیادہ پر ایک درجہ کمیشن۔

گنج شائگان دنیا بھر کے سکوں کے نمونے مع رنگین تصاویر دو جلدوں میں قابل دید کتاب ہے۔ ۸ ر — عین التواریخ لاکھوں تاریخی نکتے۔ امام الفاظ لغات وغیرہ ۱۲ ر

کنز الطغریٰ سلطنت نادہ نایاب ہر ایک طغرہ و لکھ صفحہ پر ۸ ر

مخزن الفوائد دو جلد۔ دنیا بھر اور سلطنت کے مقامات کا مقابلہ۔ سکا ۸ ر — تذکرۃ السلوک اردو۔ تصوف و حکمت کا خزانہ وغیرہ ۱۲ ر

تاج و نشان۔ دنیا بھر کی سلطنتوں کے تاج۔ نشان۔ ہار وغیرہ ۸ ر — احسن الاذکار بڑے پیر صاحب کی سوانح عمری مع تعلقات ۱۲ ر

دستار و کلاہ دنیا بھر کی ٹوپی پگڑی خود کنٹوپ شملہ عمامہ ۸ ر — بحر الغرائب طریقہ ہائے جفر اسمائے خدا و منتخب خواص وغیرہ ۸ ر

تاریخ اودھ چار جلد۔ برہان الملک سے واجد علی شاہ تک بادشاہت اودھ کی مکمل تاریخ فی جلد ۸ ر — جنگ روس جاپان دو جلد مع تصاویر و نقشہ جات جنگ ۸ ر

تاریخ بوہران بوہرہ قوم کی محققانہ تاریخ انہیں کی کتب سے ۱۲ ر

مصباح الادب منشیانہ لمبے کا اردو ترجمہ جو سات زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اخلاقی حکایتیں قیمت ...... ۸ ر — سوانح عمری مہاراجہ نریندر پرشاد و مہاراجہ کشن پرشاد سابق وزیر دکن کے خاندانی حالات۔ مقدمہ غوثیہ بیگم وغیرہ ۱۲ ر

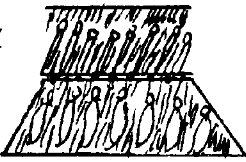
المشتہر منیجر اخبار نیر اعظم مراد آباد یو پی۔ رحمٰن کیشد

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مجرب دوائیں جو انتیس (۲۹) برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

آزمائش کیلئے ڈاکٹر برمن کی بنائی ہوئی دوائیں

ایک ہی بکس میں چھ مشہور دوائیں

ڈاکٹر برمن کی دوائیوں کے لیے اکثر اس مضمون کے خط آیا کرتے ہیں کہ



آزمائش کے لیے تھوڑی دوا بھیجیے بعد فائدہ پانے کے زیادہ دوا منگوائیں گے۔ صرف معمولی ہی آدمی نہیں بلکہ ڈاکٹر وغیرہ بھی ایسا ہی چاہتے ہیں اور ایسا ہونا لازمی بھی ہے اسلیئے ڈاکٹر برمن نے اپنی بنائی ہوئی دواؤں میں چھ دواؤں کا ایک بکس نمونہ کا بنایا ہے۔ اسمیں مندرجہ ذیل چھ پیٹنٹ دوائیں شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جسکے ساتھ انکے حالات کی چھپی کتاب اور استعمال کی ترکیب بھی رہتی ہے گھر بار یوں کے لیے یہ انمول ہے۔ تھوڑے خرچ میں ڈاکٹر برمن کی خاص مفید دواؤں کا فائدہ ملتا ہے اپنی خواہ دوسروں کی تھوڑی ہی میں بہت بہتری ہو سکتی ہے ✦

دواؤں کا نام عرق کافور ہیضہ گرمی کے دست کی ایک ہی دوا ہے۔ لوتس کی دوا فوراً دم کر دبا دیتی ہے کولا ٹانک ہر ایک کیلئے طاقت بڑھانے کی دوا مقوی ادا کی گولیاں جیسا نام ویسا فائدہ عرق پودینہ مبرد دد شکم و ریاحی دردوں کی دوا قیمت فی بکس ہیر ایک روپیہ آٹھ آنے ✦

محصول ڈاک ۳ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

تریاق حیات

ہم تریاق حیات کی بالفعل حقیقت بیان کرتے ہیں ورنہ تعریف سے کسیکا دل لبھانا چاہتے ہیں بلکہ آپ ہی کی زبان سے اسکے فوائد کا اعتراف کرا کر تمام دنیا میں اشتہار دینا چاہتے ہیں اتنا ضرور کہیں گے کہ تریاق حیات تمام خوبیوں کا مخزن ہے۔ بدہضمی نفخ۔ درد شکم کھٹی و جلی ہوئی ڈکار آنی۔ پیچ شکم قے متلی کمی اشتہا۔ خون کی قے۔ درد قولنج۔ ثقل معدہ۔ ہیضہ۔ نمونیا۔ کھانسی نزلہ۔ دمہ۔ سانس ڈبہ اطفال۔ سرسام۔ فالج۔ لقوے۔ درد گردہ۔ نفخ جگر۔ درد مثانہ۔ فتق۔ مقوی دل و طاعون۔ اور ا رمیض جو درد کے ساتھ ہو۔ ہمراہ آب تازہ ۲-۳-۶ بوند فی خوراک۔ دن میں ۳ یا ۴ مرتبہ کھائیے اور مسے بواسیر کو ہمراہ آب۔ سوزاک کو ہمراہ لسی شیر مادہ گاؤ) ہر قسم کے درد و بخار کو۔ زکام و بدہضمی بینی کو ہمراہ عرق بادیان۔ اسہال پیچش پر (ہمراہ آب انار) و مرگی کو ہمراہ گلاب۔ یرقان پر ہمراہ ترپھلہ۔ اور نیز گلھٹی طاعون اور دیگر اقسام کی گلھٹیوں پر۔ درد جسمانی ہر قسم یعنی گٹھیا وغیرہ۔ درد سر و درد چوپ وغیرہ وغیرہ۔ گکرالی۔ پت۔ خارش جلد و داد۔ زہریلے جانوروں کے کاٹے۔ زخم ہر قسم۔ ناصور۔ بثورات ہر قسم اور جمیع امراض چشم میں۔ زیرین چشم و درد گوش۔ درد دنداں۔ کرم گوش۔ کرم دنداں۔ زکام میں ناک کے اندر لگانا۔ جھاجھن۔ خنازیر کنٹھہ مالا۔ سرسام۔ لقوہ۔ فالج۔ درد جگر۔ درد معدہ۔ درد گردہ۔ درد مثانہ۔ درد سر۔ ورم خصیہ حلق۔ سینے وغیرہ کو خالص اور امراض چشم میں و ناک و زیر چشم۔ دہان وغیرہ وغیرہ) نازک جگہوں میں اسکا تیل استعمال کریں۔ ترکیب بنانی تیل کی) تیل تولہ۔ تریاق حیات ۲ بوند یا جس قدر برداشت ہو سکے خواہ کسی مقدار میں ہو قطور کریں اور لگا دیں قیمت فی شیشی جسکے اندر ایک تولہ تریاق ہے عہ مر روپیہ نمونہ کی بوتل لعہ کی ۵ خرچ محصول پیکنگ وغیرہ بذمہ خریدار

المشتہر منشی جواد حسین تاجر شہر میرٹھ کمبوہ دروازہ

اخلاق حسنہ

پیدا کرنیکے لیئے وسیع معلومات حاصل کرنا قدرت کی گوناگوں صناعیوں پر نظر رکھنا اور تازگی۔ بشارت اور غور و خوض کی عادت ڈالنا ضروری ہے۔ اور یہ باتیں دو ہی طرح حاصل ہو سکتی ہیں۔ یا کسی استاد ماہر اور عارف کامل کی زانو نشینی ہو یا مختلف علوم و فنون کی کتابوں کے متواتر مطالعہ سے اول الذکر صورت ناممکن نہیں مگر دشوار اور سخت دشوار ہے اور کتابوں کے مطالعہ میں صرف زر کے سوا اگر کوئی مشکل ہے تو اتنی کہ انتخاب میں پوری احتیاط اور توجہ ظاہر کیجائے چونکہ تمام حضرات کو اس قسم کی محنت برداشت کرنیکا موقع نہیں ملتا۔ اسی لیئے ہم نے تلاش و جستجو سے منتخب کتابوں کا ایک عمدہ مجموعہ جمع کیا ہے اور ناظرین کیخدمت میں ایک مختصر سی فہرست پیش کرتے ہیں۔ اگر پسند آئے تو اسمیں سے کتابیں منگا کر لطف اور فائدہ اٹھائیے۔

تاریخ ابو البشر۔ امریکہ کے پروفیسر ریڈپاتھ کی تاریخ عالم کو مفتی انوار الحق صاحب ایم اے نے نہایت سلیس اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اسمیں آغاز نوع انسان کی کیفیت حسب تحقیقات جدیدہ نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھی گئی ہے قیمت مجلد ۱۲ غیر مجلد ۱۱

تاریخ تمدن بکل کی ہسٹری آف سویلزیشن کو مرحوم منشی احمد علی بی اے ایل ایل بی مصنف شباب لکھنو نے ایسی پرزور عبارت میں ترجمہ کیا ہے کہ علامہ شبلی بھی دیباچہ میں داد دیئے بغیر نہ رہ سکے قیمت مجلد ... ... ۴ عہ

مستقبل اسلام۔ مشہور مستشرق پروفیسر آمبری کے خیالات کو مسٹر ظفر عمر بی اے (علیگ) نے اردو لباس پہنا کر قوم پر ایک احسان عظیم کیا ہے قیمت فی جلد ... ... ۶ عا

اثبات واجب الوجود متشککین اور منکرین کے خیالات باطلہ کی تردید میں مفتی انوار الحق صاحب ایم اے کیا لاجواب ہے قیمت عہ

المامون (ہر دو حصے) مولانا شبلی نعمانی کی مشہور تصنیف جسمیں مامون رشید کی زندگی کے ناصحانہ و دلچسپ پیرایہ میں بند ہیں قیمت ۱ عہ

خیالات آزاد۔ ولایت میں پڑھنے والے بچوں کے بچپن کے خطوط اپنے پدر بزرگوار کے نام مولانا آزاد کی عجیب و غریب کشمری خمارستان میں ڈنر جسن کی مالیخولیا خیال کونسل کی کارروائی اور دیگر مزیدار کر متیجہ خیز مضامین قیمت ... ... ۱ عہ

نظم بے نظیر۔ شمس العلما ڈاکٹر نذیر احمد صاحب مرحوم کی نظموں کا مجموعہ ہے قیمت ... ... عہ ر

قوت خیال۔ کیرکٹر کی درستی اور عمدہ اخلاق کی تعلیم کا بہترین معلم ہے۔ نوجوانوں اور عورتوں کے لیئے اسکا پڑھنا بے حد سود مند ہوگا۔ قیمت ... ... ۱۲ ر

حدیقۂ آخرت۔ ایک اعلےٰ درجہ کا عمدہ میلاد شریف ہے قیمت ... ... ۸ ر

الاحسان۔ جس میں لفظ صوفی کی تحقیق اور تصوف کی ابتدا اور اسکی رفتہ رفتہ ترقی کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر میں تصوف کے تمام شعبوں اور اسلام سے تطبیق اور اسکی حقانیت اور اصول پر بحث کی گئی ہے قیمت ... ... ۸ ر

المشتہر

مینجر الناظر بک ایجنسی فلاور ملز۔ لکھنؤ

مندرجہ ذیل کتابیں دکان غلام نظام الدین تاجر کتب دہلی چاندنی چوک سے طلب کیجیے

دیوان منصور حلاج فارسی میں ہے۔ یہ وہی منصور
ہیں جنکے خون سے نقش انا الحق و خاک سے آواز
انا الحق نکلتی تھی قیمت ۸ر

حیات منصور اردو یہ سوانح عمری ہے جس میں
کل حال اور واقعہ وغیرہ درج ہے قیمت ۴ر

دیوان شیخ محمد شمس مغربی فارسی یعنی دیوان
مغربی جسکے شعروں کی شرح ابیات مثنوی مولانا روم مولانا
جامی رحمۃ اللہ علیہم کے درج ہیں قیمت ۱۴ر

رسالہ معرفۃ السلوک فارسی جسمیں شرح ارشاد حضرت
امیر المومنین حیدر کرار من عرف نفسہ فقد عرف ربہ درج ہے ۴ر

الہامات غوثیہ المشہور کلمات قدسیہ۔ اسمیں حضرت
غوث پاک کے الہامات مقالات درج ہیں قیمت . . ۸ر

تحفہ رسالہ عربی مع ترجمہ اردو یہ وہ رسالہ ہے جس کو
حضرت خواجہ ابو سعید صاحب مخزومی رحمۃ اللہ علیہ نے واسطے تعلیم حضرت غوث
پاک کے لکھا تھا۔ نہایت عجیب ہے ۳ر

عین العلاقہ۔ اسمیں بحث اولیا اور تصوف کا بیان ہے ۱ر

نغمہ عشاق جو از سماع میں کتاب بڑی معتبر ہے ۸ر

سراج الفقر اسکا دیباچہ خواجہ صاحب نواب معین الدین کا ہے جسمیں
کے تمام گروہوں کا حال اور آخر میں تصوف کی اصطلاحات درج ہیں قیمت ۴ر

اعجاز یوسفی۔ اعمال اور اوراد و وظائف میں ہے ۸ر

سوانح عمری حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بانی اسلام مرتبہ مشہور پرکاش جی پوچی چارک
برہم دہرم۔ اردو جو تیسری مرتبہ چھپی ہے قیمت . . ۵ر

تصنیفات خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی

مفلسی کا مجرب علاج ہے سہلی اور تبرک ہے ۱ر

شیخ سنوسی ظہور امام مہدی آخر الزمان میں ہے ۴ر

کتاب الامر حصہ دوم شیخ سنوسی یعنی امام
مہدی کے انصار اور انکے فرائض ۴ر

اسلام کا انجام ترجمہ اردو مستقبل الاسلام از
تصانیف سید توفیق بکری مصری قیمت . . . ۴ر

اسرار فارسی مع ترجمہ اردو۔ از تصانیف بہاء اللہ
بانی فرقہ بابیہ تصوف عمدہ ہے قیمت . . . ۴ر

روزنامچہ خواجہ حسن نظامی قابل دید ہے ۸ر

مضامین خواجہ حسن نظامی عجیب مجموعہ ہے ۱۲ر

جاماسپ نامہ۔ مترجمہ ملا واحدی صاحب ایڈیٹر
نظام المشائخ دہلی قابل دید کتاب ہے ۴ر

علاوہ انکے ہر قسم کی کتابیں قرآن شریف حمائلیں
ہماری دکان سے مل سکتی ہیں ✦

[illegible]